تو چراغِ ملتِ بیضائے دین

مقاماتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ

تصنیف

امام حافظ الدین محمد کردری رحمۃ اللہ علیہ

(صاحب فتاویٰ بزازیہ)

تہذیب و ترجمہ

علامہ محمد فیض احمد صاحب اویسی ○ علامہ محمد محی الدین احمد صاحب

ترتیب و تہذیب

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

تو سراج ملت بیضائے دین

مقاماتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ

تصنیف

امام حافظ الدین کردری رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۲۷ھ)

(صاحب فتاویٰ بزازیہ)

ترتیب و ترجمہ

علامہ محمد فیض احمد صاحب اویسی ○ علامہ محمد محی الدین احمد صاحب

تعلیقات و نظر ثانی

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے



مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

تعارف کتاب مقامات امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (جلد اول)

کتاب	....	"مقامات امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ" (جلد اول)
مصنف	....	الامام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب ابن البزاز الکردری الحنفی صاحب فتاویٰ البزازیہ رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	....	علامہ محمد فیض احمد اویسی بہاولپوری مدظلہ العالی
مرتب	....	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ' ایم - اے ' لاہور
موضوع	....	حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے احوال و مقامات
سال تصنیف کتاب	....	۸۰۰ ہجری
سال طباعت (عربی) اول	....	۱۳۲۱ھ ' دائرۃ المعارف ' حیدر آباد ' دکن
سال طباعت (اردو) اول	....	۲۰۰۰ء بمطابق ۱۴۲۱ھ - مکتبہ نبویہ ' لاہور
تعداد اشاعت اول	....	۵۰۰
کمپوزنگ	....	ایم یو کمپوزنگ سینٹر' بینک کالونی' سمن آباد' لاہور
طابع	....	قومی پریس لاہور
ناشر	....	مکتبہ نبویہ ' گنج بخش روڈ' لاہور
قیمت جلد اول و دوم	....	=/۳۰۰ روپے

مکتبہ نبویہ .... گنج بخش روڈ' لاہور

فہرست مضامین مقامات امام اعظم رضی اللہ عنہ (جلد اول)

☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

پیش لفظ

علامہ ابوالحسن محمد محبوب الٰہی رضوی مدظلہ العالی

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اس زمانہ میں کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین زندہ تھے۔ ان میں سے آٹھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے آپ کی ملاقات ثابت ہے۔ خصوصاً حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعدد بار دیکھنا اکثر کتب میں مذکور ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹۵ ہجری میں کوفہ میں فوت ہوئے۔ ان کو متعدد بار دیکھنا بلکہ ان سے روایت بھی کی ہے۔ حضرت عمرو بن حرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۸ ہجری میں کوفہ میں فوت ہوئے' ان کی ملاقات بھی یقینی ہے۔ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے جن کی وفات ۱۱۰ ہجری میں ہوئی جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد ماجد کے ہمراہ پہلا حج ۹۶ ہجری میں کیا چونکہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں تقریباً ۵۵ حج کئے' تو لازمی حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں چودہ پندرہ حج کئے ہوں گے لہٰذا دریں اثناء ان سے کئی بار کی ملاقات یقینی ہے۔

جرح و تعدیل کے امام حضرت یحیٰی بن معین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی روایت حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توثیق کی لہٰذا آپ کی لقاء' روئیت و روایت از صحابہ کرام ثابت ہے جس کی توثیق متعدد علماء امت نے کی جن میں علامہ ابن سعد' محدث ابن عدی' امام دار قطنی' حافظ ابن البر' خطیب بغدادی' علامہ سمعانی' امام

نووی، علامہ ذہبی، حافظ عراقی، حافظ ابن حجر، امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہم جیسے بزرگ شامل ہیں۔ امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے "تبیض الصحیفہ" میں حضرت ابو معشر رحمتہ اللہ علیہ کی تالیف کے حوالے سے کئی احادیث لکھی ہیں جو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اخذ کیں۔ اس طرح آپ تابعی ہیں۔ مورخ محمد بن اسحاق بن ندیم فرماتے ہیں۔

وکان من التابعین لفی عدة من الصحابة وکان من المتورعین الزاھدین " ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعین میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملاقات کی ہے اور متورعین و زاہدین میں شمار ہوتے ہیں۔" (الفہرست جلد اول)

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندانی پیشہ تجارت خصوصاً کاروبار پارچہ از قسم خز (مرکب ریشم و سوت) تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کاروبار میں ان کو اتنا وسیع اور بابرکت رزق دیا تھا کہ آپ کا خاندان امراء و رؤسا میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کے تجارتی کارندے نزدیک و دور مختلف علاقوں میں کام کرتے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو فکر معیشت سے بے نیاز کر رکھا تھا۔

کوفہ خلافت راشدہ میں علوم و فنون اسلامیہ کا مرکز رہا۔ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایران فتح ہونے پر آپ کے حکم پر رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شہر کی بنیاد ڈالی۔ بروایت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۱۸ ہجری) ایک ہزار پچاس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن میں اصحاب الشجرہ و اصحاب بدر شامل تھے وہاں پر تشریف لاکر مستقل طور پر اقامت گزیں ہو گئے۔ (کتاب الکنی والاسماء)

بقول امام احمد عبداللہ عجلی رحمتہ اللہ علیہ ایک ہزار صحابہ کرام کوفہ میں رہائش رکھتے تھے۔ (شرح نقایہ ملا علی قاری، فتح القدیر، ابن ہمام) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس کثرت کے باعث یہ شہر ایک علمی مرکز کی حیثیت حاصل کر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے وقتاً فوقتاً جن معزز ترین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو انتظامی امور کے سلسلے میں وہاں متعین کیا انہوں نے اشاعت دین کی بھی زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دیں۔ ان میں سرفہرست حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت براء بن عازب رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم تو اتنا پھیلا کہ ہر بعد میں آنے والے نے اس کا اعتراف کیا حتیٰ کہ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لائے تو فرمایا۔

لقد ترک ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود ھو سراج الکوفہ "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب کوفہ کے چراغ ہیں۔" (طبقات ابن سعد، مناقب الموفق)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے والوں کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ "اللہ کا نیزہ، ایمان کا خزانہ اور عرب کے سردار ہیں۔" حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب اپنے زمانہ خلافت میں کوفہ میں اقامت گزیں تھے وہ امن کا زمانہ نہ تھا اس لئے آپ کے وقت علوم کی اتنی توسیع نہ ہو سکی، اس کے باوجود کوفہ والے آپ کے بے پناہ علوم سے فیضیاب ہوئے۔ ان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ بن جریر بن عبداللہ کو وہاں بھیجا تو انہوں نے بھی علمی مجالس قائم رکھیں۔ ان کے بعد اجل تابعین حضرات علقمہ، مسروق، اسود، شعبی، نخعی، حکیم بن عیینہ، حماد، ابواسحاق، منصور، اعمش رحمتہ اللہ علیہم جیسے بزرگوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جلائی ہوئی علمی شمعوں کو روشن رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ان میں متعدد ایسے بزرگ تھے جنہوں نے مدینہ منورہ جا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے علوم حاصل کئے۔ غرضیکہ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کوفہ علوم اسلامیہ کا گہوارہ تھا خصوصاً حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے

علوم کا مخزن، جہاں سے لوگ فیضیاب ہو رہے تھے اور ہر گھر حدیث و روایت کی درسگاہ تھا۔

امام نووی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں وھی دار الفضل و محل الفضلاء "کوفہ فضیلت کا گھر اور فضلاء کا دار الاقامت ہے۔" (شرح مسلم)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں معدن العلم والفقہ "کوفہ علم و فقہ کا معدن ہے۔" (مناقب موفق)

شیخ الاسلام امام سفیان بن عیینہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں خذوا الحلال و الحرام عن اهل الکوفة" حلال و حرام کے مسائل اہل کوفہ سے سیکھو۔" (معجم البلدان، یاقوت حموی)

ومن اراد الفقہ فالکوفہ " جو فقہ حاصل کرنا چاہے تو کوفہ سے کرے۔" (مناقب، صدر الائمہ)

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ اپنے لڑکے کو فرماتے ہیں یرحل و یکتب من الکوفیین والبصریین و اهل المدینہ و مکة " سفر اختیار کرنا چاہئے کوفیوں، بصریوں اور اہل مدینہ و اہل مکہ سے علم سیکھنا چاہئے۔" (تدریب الراوی، تفح المغیث)

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں لا احصی کم دخلت الی الکوفة و بغداد مع المحدثین " میں حصول حدیث کے لئے محدثین کے ہمراہ کوفہ و بغداد متعدد بار گیا جن کی گنتی یاد نہیں۔" (ہدی الساری مقدمہ فتح الباری)

حضرت محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں قدمت الکوفة و بها اربعة الاف یطلبون الحدیث " میں جب کوفہ پہنچا تو وہاں چار ہزار طلباء حدیث کے مطالعہ میں مصروف تھے۔" (تدریب الرادی)

محدث بغداد حضرت عفان بن مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے چار ماہ کوفہ میں قیام فرمایا اور احادیث کا ذخیرہ حاصل کرنے کے بعد فرمایا لو اردنا ان نکتب مائة الف حدیث

لکتبناھا فما کتبنا الا قدر خمسین الف حدیث " اگر ہم چاہتے تو ایک لاکھ سے بھی زیادہ احادیث لکھ سکتے تھے۔ مگر ہم نے احتیاطا" صرف پچاس ہزار احادیث لکھیں۔" (شرح لفیہ عراقی و تقدیر نصب الرایہ)

امام ابوبکر عبداللہ بن ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ " میں کوفہ گیا اور ایک مختصر وقت میں حتی کتبت ثلاثین الف حدیث میں نے تیس ہزار حدیثیں لکھ لیں۔" (تذکرہ الحفاظ، تاریخ بغداد، طبقات سبکی)

علامہ ذہبی رحمتہ اللہ علیہ نے تذکرہ الحفاظ، جلد اول میں کوفہ میں ستانوے محدثین کرام کے نام مع تاریخ وفات وغیرہ درج کئے جبکہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاضی ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے مستقل عنوان قائم کئے۔

اس مختصر جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ علمی لحاظ سے اس وقت کتنا بلند پایہ رکھتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس حدیث پاک میں بشارت دی ہے جسے ابونعیم رحمتہ اللہ علیہ نے "حلیہ" میں بروایت سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لوکان العلم عند الثریا لتنا ولہ رجل من ابناء فارس " اگر علم ثریا کی بلندیوں میں پہنچ جائے تو فارس کے جواں مردوں میں ایک اس تک پہنچ جائے گا۔" (حلیہ)

جناب شیرازی رحمتہ اللہ علیہ " الالقاب " میں قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوکان العلم معلقا بالثریا لتناولہ قوم من ابناء الفارس " اگر علم ثریا پر بھی اٹھ جائے تو مردان

فارس کی قوم اس تک ضرور پہنچ جائے گی۔" (الالقاب)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث پاک جن کے اصل الفاظ صحیح بخاری و مسلم میں یہ ہیں لوکان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال من فارس " اگر ایمان ثریا کے نزدیک پہنچ جائے تو مردان فارس اس تک ضرور پہنچ جائیں گے۔"

صحیح مسلم کے یہ الفاظ ہیں لوکان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ " اگر ایمان ثریا کے پاس پہنچ جائے تو مردان فارس کا ایک شخص اس تک ضرور پہنچ کر اسے حاصل کرلے گا۔"

حضرت قیس بن سعد رحمتہ اللہ علیہ کی حدیث معجم' طبرانی' کبیر میں ان لفظوں سے ہے لوکان الایمان معلقا بالثریا لا تناولہ العرب لنا لہ رجال فارس " اگر ایمان ثریا تک پہنچ جائے تو اہل عرب نہ پہنچ سکیں گے البتہ مردان فارس سے ضرور حاصل کرلیں گے۔"

معجم طبرانی میں بھی بروایت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوکان الدین معلقا باثریا لتناولہ ناس من ابناء فارس " اگر دین ثریا میں معلق ہو جائے تو یقیناً مردان فارس اسے حاصل کرلیں گے۔" (تبییض الصحیفہ اردو ترجمہ از سید غلام معین الدین نعیمی مرحوم' صفحہ ۵)

علامہ محمد معین السندی شیعہ ہونے اور قیاس و تقلید کے منکر ہونے کے باوجود لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس عظیم منقبت کے مالک ہیں جس سے انہوں نے ثریا سے علم حاصل کیا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ (دراسات اللبیب)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں' بسلسلہ حدیث مذکور لوکان العلم عند الثریا۔

" مذاکرہ کردیم فقیر گفت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دریں حکم داخل است

کہ خدائے تعالیٰ علم فقہ را بردست وے شائع ساخت و جمع از اہل اسلام را باں فقہ مہذب گردانیدہ خصوصاً در عصر متاخر کہ دولت ہمیں مذہب است و پس در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہان حنفی اندو قضاۃ و اکثر مدرساں و اکثر عوام حنفی۔" (کلمات طیبات)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں "صواب است کہ ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل است وہم جملہ محدثین فرس باشارۃ النص۔" (اتحاف النبلاء)

خطیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن مہران نے فرمایا کہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کو کرید رہے ہیں تو انہوں نے محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس قاصد بھیج کر تعبیر حاصل کی تو انہوں نے فرمایا یہ خواب دیکھنے والا علوم اسلامیہ کی نشرواشاعت کرے گا جیسی کہ پیشترازیں کسی نے نہیں کی۔ ہشام رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نظرو فکر کے بعد اس میں لب کشائی کی۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۳' الخیرات الحسان' تذکرہ جلد ۴' مقام ابوحنیفہ صفحہ ۱۵۴)

امام کردری (صاحب مقامات امام اعظم) اور امام ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہما نے اس خواب میں یہ اضافہ کیا ہے "گویا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کو کرید کر ان کے جسد اطہر کو اپنے سینے سے لگا رہے ہیں۔" (مناقب کردری' مفتاح السعادہ' الخیرات الحسان)

ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو دعوت دینے میں اشارہ نبویہ کے بعد مشغول ہوئے جو ان کو خواب میں ہوا۔ (الخیرات الحسان)

حصول علم

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجر پیشہ ہوتے ہوئے بھی زہد و تقویٰ

کی زندگی گزارتے۔ ایک زمانہ ایسا آیا کہ آپ گوشہ نشین ہو گئے۔ حضرت امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو حصول علم کی ترغیب دی تو ہمہ تن اسی میں مشغول ہو گئے چونکہ فکر معاش سے بے نیاز تھے۔ لہٰذا بڑی دلجمعی اور اطمینان قلبی سے تمام علوم مروجہ حاصل کئے۔ قرآن و حدیث کے علم حاصل کرنے کے بعد تمام تر توجہ فقہ پر مرکوز کر دی حتیٰ کہ دنیائے میں "امام اعظم" کے لقب سے مشہور و معروف ہو گئے۔

علامہ ابوالموید الموفق نے مناقب امام رضی اللہ عنہ میں بہ ترتیب حروف تہجی ان شیوخ کے نام لکھے ہیں جن سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخذ حدیث کی ہے۔ ان کی تعداد ۲۳۷ ہے۔ (اقوال صحیحہ صفحہ ۱۱۵)

دیگر کتب میں مزید شیوخ حدیث بھی ملتے ہیں جن سے آپ نے روایت حدیث کی۔ علوم نبویہ کے حاملان میں سے محدث حدیث کی روایت کرنے والے، متن حدیث اور سند کی درستی وغیرہ جانچنے والے اور حدیث کا درجہ متعین کرنے والے شیوخ کہلاتے ہیں جبکہ ان میں سے صحیح احادیث کی روایت کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت کی روشنی میں مسائل کا استخراج کرنے والے فقہاء کہلاتے ہیں جو حدیث کم واسطوں سے شیوخ کے ذریعہ پہنچے وہ عالی کہلاتی ہے لیکن جو حدیث فقہاء کی وساطت خواہ زیادہ واسطوں سے ہو وہ شیخوں کی عالی حدیث پر فوقیت رکھتی ہے۔ امام شافعی و امام محمد رحمتہ اللہ علیہما کے استاد حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ جن کا قول حدیث کے بارے میں حجت تسلیم کیا جاتا ہے فرماتے ہیں۔

حدیث تداولہ الفقھاء خیر من ان یتداولہ الشیوخ "جو حدیث فقہاء کے ہاں رائج ہو وہ اس سے بہتر ہے جو شیوخ کے ذریعہ رواج پائے۔" (الکفایہ، خطیب بغدادی)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لیتفقھوا فی الدین (سورۂ توبہ) "دین کی سمجھ حاصل کریں۔" فرما کر فقہ حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (حاشیہ سید محمد نعیم الدین فقہ افضل ترین علوم ہے) جبکہ کفار کے لئے بانھم قوم لا یفقھون (سورۂ انفال) نیز یعلمکم الکتاب والحکمۃ (القرآن) "کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے۔" میں حکم سے مراد

مفسرین نے فقہ لی ہے۔ (حاشیہ محمد نعیم الدین)

یوتی الحکمة من یشاء و من یوت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیرا (القرآن) " اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔" حکمت سے مراد قرآن و حدیث کا علم ہے۔ (بحوالہ مدارک و خازن و حاشیہ سید محمد نعیم الدین)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من یردا اللہ خیرایفقه فی الدین " جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے وضاحت کی ساتھ علماء کی سب لوگوں پر اور فقہ کی تمام علوم پر فضیلت بیان کی گئی ہے۔ (فتح الباری)

فقیه واحداشد علی الشیطان من الف عابد و لکل شی عماد و عماد الدین الفقه " ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ ہر شے کے لئے ستون ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔" (بیہقی ' دار قطنی)

وقال ابوهریره لان اجلس مساعة فافقه احب الی من ان احیی لیلة القدر " حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں ایک ساعت بیٹھ کر فقہ سیکھوں تو میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں شب قدر میں جاگتا رہوں۔" (اقوال صحیحہ ۳۶)

قال اولو العلم والفقه و طاعة الرسول اتباع الکتاب والسنة " حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم میں " اولی الامر " سے مراد اہل علم و فقہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت قرآن و حدیث کا اتباع ہے۔ (اقوال صحیحہ ۳۶ بحوالہ سنن دارمی)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تفقهوا قبل ان تسودوا " فقہ سیکھو

قبل اس کے کہ تم سردار بنائے جاؤ۔"

قال ابو عبد اللہ بعدا ان تسود و اوقد تعلم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی کبیر سنھم "ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ فقہ سیکھو بعد سردار بنائے جانے کے اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بڑھاپے میں علم سیکھا۔"

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے مقدمہ قسطلانی شرح صحیح بخاری ابوالعباس الولید بن ابراہیم سے لکھا ہے وھو مع ذا المرۃ الحدیث "فقہ حدیث کا ثمرہ ہے۔"

وکذلک قال الفقھاء وھم اعلم بمعنانی الاحادیث "فقہاء نے ایسا ہی کہا ہے اور وہ احادیث کے معنی (محدثین کی نسبت) زیادہ جاننے والے ہیں۔" (صحیح ترمذی، اقوال صحیحہ ۳۷)

قاضی ابوالطیب الطبری شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خواب میں "یا فقیہ" کہہ کر مخاطب کیا تو قاضی صاحب ساری عمر اس پر فخر کرتے رہے۔ (اقوال صحیحہ صفحہ ۳۷ بحوالہ طبقات الشافعیہ الکبریٰ)

حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات شافعیہ میں لکھا ہے کہ تفقہ علی الحمیدی "امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حمیدی سے فقہ حاصل کی۔" (اقوال صحیحہ ۳۸)

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنما کے لئے دعا فرمائی اللھم فقھه الدین "اے اللہ! ابن عباس کو دین کا فقیہ بنا دے۔" (مشکوۃ)

مشہور محدث شیخ الاسلام حضرت سلیمان بن مہران الاعمش (متوفی ۱۴۸ ہجری) نے فرمایا یامعشر الفقھاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة "اے فقہاء کے گروہ تم طبیب ہو اور ہم پنساری۔" (ذیل الجواہر، جامع البیان، مناقب موفق، الخیرات الحسان)

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ

سے حلال و حرام کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کسی اور سے پوچھو اس نے جب زیادہ اصرار کیا تو فرمایا سل عافاک اللہ غیر ناسل الفقہاء اباثور " اللہ تجھے عافیت میں رکھے کسی اور سے پوچھ' فقہاء سے پوچھ' اباثور رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ اس بندے کو تروتازہ رکھے جو میری حدیث سن کر یاد رکھے اور دوسروں کو پہنچا دے کیونکہ بعض پہنچانے والے علم میں صاحب فہم نہیں ہوتے اور بعض ایسے لوگوں کو پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فہیم ہوتے ہیں۔ (بیہقی' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعض حامل حدیث (محدث) قلیل الفہم ہوتے ہیں لہٰذا جب وہی حدیث فہیم کو پہنچے گی تو وہ اس سے زیادہ مسائل استنباط کر سکیں گے یعنی فقیہ اس سے زیادہ حاصل کرے گا اور فائدہ پہنچائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں وبعد از قرآن و حدیث مداراسلام برفقہ است " قرآن و حدیث کے بعد اسلام کا دارومدار فقہ پر ہے۔" (قرۃ العینین)

نواب صدیق حسن بھوپالی (اہلحدیث کے ممتاز عالم) لکھتے ہیں " جس شخص نے گمان کیا کہ ملکہ علمیہ صرف حفظ ہی سے حاصل ہوتا ہے اس نے خطا کی کیونکہ مطلوب تو دراصل استخراج و استنباط و الفاظ و معانی کی طرف ہے۔" (الحطہ فی ذکر الصحاح)

غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل صاحب لکھتے ہیں " ائمہ اہلسنّت کے نزدیک بنیاد اصول چار ہیں' تمام دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قرآن' سنت' اجماع امت اور قیاس ان میں اصل قرآن و سنت اور اجماع و قیاس کا ماخذ بھی قرآن و سنت ہے۔" (پیش لفظ معیار الحق)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ " امام احمد بن حنبل رحمتہ

اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث کی معرفت اور اس میں تفقہ پیدا کرنا مجھے اس کے یاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔" (منہاج السنہ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۸ ہجری) کو یمن کا گورنر (عامل) بنا کر بھیجنا چاہا تو ان سے دریافت کیا کہ جب تمہارے سامنے کوئی جھگڑا آئے تو تم فیصلہ کس طرح کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو پھر کیا کرو گے؟ عرض کیا تو سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں نہ پاؤ تو پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا:

قال اجتھد برایی ولا الوفضرب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم صدرہ فقال الحمدللّٰہ الذی وفق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما یرضٰی رسول اللّٰہ صلی لللّٰہ علیہ و آلہ وسلم "تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کروں گا۔ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھاتی پر (ازراہ شفقت) ہاتھ مار کر فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے۔" (ابوداؤد جلد ۲، ترمذی، دارمی، الانتقاء، البدایہ والنہایہ، مشکوۃ، سنن کبریٰ)

شیخ الاسلام حافظ ابو عمرو بن عبدالبر مالکی فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اس کو عادل ائمہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اجتہاد اور قیاس علی الاصول کے لئے ایک اور مدار ہے۔ (جامع البیان)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بارے میں صحابہ کرام کا قول تھا کہ وہ سب سے زیادہ اعلم ہیں، ان کا معمول بھی یہ تھا جب ان کے پاس کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں اگر ان کو اس کی وضاحت نہ ملتی تو فرماتے فقال اجتھد برائی "میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں۔" (طبقات ابن سعد، جلد ۳)

اعلام المو قعین جلد ا' دارمی میں لکھا ہے کہ بعض اوقات ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہترین افراد امت سے مشورہ بھی لے لیتے تو پھر اس کے مطابق فیصلہ دیتے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "وہ حضرات صحابہ میں علم رائے اور زیادہ مشورہ لینے میں پیش پیش تھے۔" (کتاب اختلاف الحدیث)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتویٰ دیتے وقت فرمایا کرتے تھے ھذا رای عمر "یہ عمر کی رائے ہے۔ (اگر درست ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہو گا اور اگر خطا ہوئی تو عمر کی خطا سمجھنا) (میزان' شعرانی' سنن کبریٰ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا احکم بکتاب اللہ و سنت رسولہ و اجتہد رائی " میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے مطابق عمل کروں گا اور اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔" (شرح فقہ اکبر' ملا علی قاری)

رائے کے مطابق حکم کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے مشہور ہے اور ان کے اجتہاد میں بھی خطا کا احتمال ثابت ہے کیونکہ وہ خطا سے معصوم تو نہ تھے۔ (امام اعظم ابوحنیفہ' تالیف ابوزہرہ مصری)

اسود بن یزید سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے یہاں تعلیم کنندہ احکام دین و حاکم بن کر آئے۔ ہم نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص مر گیا' اس نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑی' حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصف بیٹی کے لئے اور نصف بہن کے لئے حکم دیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات تھے۔ (بخاری' ابوداؤد)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بغیر تحقیق و دلیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام دوسرے پر اعتماد کر کے اس کے قول کو تسلیم کر لیتے تھے۔ یہی تقلید شخصی ہے۔ کیونکہ تقلید کسی کے قول کو محض حسن ظن پر مان لینے کو کہتے ہیں

جبکہ اس سے دلیل طلب نہ کی جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں یہ بات بتانا مناسب نہیں سمجھتا کہ تم لوگوں میں کب تک رہوں سو تم لوگ ان دونوں شخصوں کی اقتداء کیا کرنا جو میرے بعد ہوں گے اور اشارہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف کیا۔ (ترمذی)

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد زمانہ خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ان کی اتباع لازمی ہوئی اور یہ حکم بلاطلب و دلیل و تحقیق دیا گیا۔ یہی تقلید شخصی ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ جات سے اجتہاد' قیاس' رائے فقہ اور تقلید کے بارے میں وضاحت ہو گئی۔

شیخ محی الدین ابن عربی المعروف شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب "فتوحات مکیہ" میں باب الوصایا میں فرماتے ہیں :

ایاکم والطعن علی احد من المجتھدین و تقولون انھم محجوبون عن المعارف والا سرار کما یقع فیہ جھلۃ المتصوفۃ فان ذلک جھل مقام الا ئمۃ فان للمجتھدین القدم الراسخ فی علم الغیوب وھی فی مقامات الرسل من حیث تشریعھم لا مت باجتھادھم کما شرعت الھل لا ممھم۔

"تم مجتہدین میں سے کسی پر طعن نہ کرو۔ تم جو کہتے ہو کہ مجتہدین عارف و اسرار سے محروم ہیں جیسا کہ جاہل صوفی کہا کرتے ہیں' سو یہ ائمہ کے مقام کی ناواقفیت ہے کیونکہ علم غیوب میں مجتہدین کا قدم راسخ ہے۔ مجتہدین پیغمبروں کے مقامات میں ہیں' اس حیثیت سے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے امت کے لئے شریعت بیان فرمائی جیسا کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کے لئے شریعت بیان فرمائی۔" (اقوال صحیحہ ۵۳ - ۵۴ بحوالہ الیواقیت والجواہر' علامہ شعرانی جزء ثانی)

آپ اپنے محترم استاد حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۰ ہجری کے بعد ان

کی جگہ مسند آراء ہوئے تو عرب و عجم کو اپنے علوم سے اس طرح فیض یاب کرنا شروع کیا کہ ہر جگہ آپ ہی کا چرچا ہونے لگا حتیٰ کہ آپ حج کے لئے جاتے تو راستے بھر جہاں جہاں سے گزرتے آپ کی زیارت کرنے اور مسائل پوچھنے کے لئے ہزاروں کا مجمع ہو جاتا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ آپ کے اساتذہ بھی آپ کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتے تھے۔ ماسوائے اسپین کے اسلامی دنیا کے تمام ممالک سے لوگ جوق در جوق آپ کے حلقہ درس میں شریک ہونے کے لئے کوفہ پہنچ رہے تھے۔ اور بقول امام ابو اللیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ جب آپ حرم شریف میں بیٹھتے تو طالبان عالم کا ایسا ہجوم ہوتا کہ رایت الناس متقصین علیہ " میں نے دیکھا کہ لوگ ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔" سبحان اللہ! یہ مرتبہ' یہ عظمت کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔

ایک روز آپ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں عیسیٰ بن موسیٰ عباسی نے بدیں الفاظ آپ کا تعارف کرایا۔ ھذا عالم الدنیا الیوم " یہ دنیائے اسلام کے آج سب سے بڑے عالم ہیں۔"

خلیفہ نے پوچھا اے نعمان! تم نے علم کہاں کہاں سے حاصل کیا؟ تو آپ نے جواب دیا حضرت عمر' حضرت علی' حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اصحاب سے علم حاصل کیا ہے جبکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے زمانے میں روئے زمین کے بہت بڑے عالم تھے' تو منصور نے کہا لقد استوثقت لنفسک " تم نے اپنے نفس کی تکمیل بڑی مضبوطی سے کی۔" (بحوالہ سیرۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ۲۷ - ۲۸' حضرت امام ابو حنیفہ' ابو زہرہ صفحہ ۱۱۶)

اسی طرح دیار بکری کی تاریخ خمیس میں ہے' حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں منصور نے پوچھا تم نے علم کہاں سے حاصل کیا؟ میں نے کہا امام حماد رحمۃ اللہ علیہ سے' انہوں نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے' انہوں نے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے' تو انہوں نے فرمایا بخ بخ

استوثقت ماشئت اباحنیفه الطیبین الطاهرین المارکین رضی الله عنهم "خوب خوب ابو حنیفہ تم نے اپنا مقصد پختگی سے بڑے خوب پاک صاف مبارک حضرات سے حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ سب سے راضی ہوا۔" (سیرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، صفحہ ۲۸)

امام یحییٰ بن معین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء تو صرف چار ہیں، سفیان ثوری، ابو حنیفہ، مالک اور اوزاعی رحمتہ اللہ علیہم۔ (البدایہ والنہایہ)

امام صدر الائمہ مکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں و اباحنیفة قاضی القضاة للعلماء "ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علماء کے قاضی القضاۃ تھے۔" (مناقب الموفق)

حسن بن صالح بن حی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ دار عالم متثبت فی العلم تھے۔ (الانتقاء و تانیب خطیب)

مشہور مورخ محمد بن اسحاق بن ندیم تحریر فرماتے ہیں والعلم براو بحر او شرقا و غربا بعداوقها تدوینه رضی الله عنه "علم بر و بحر، مشرق و مغرب، بعد و قرب میں جتنا بھی مدون ہوا ہے وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدون کیا ہوا ہے۔" (الفہرست، ابن ندیم)

حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں الامام فقیه العراق احدائمة الاسلام و السادة الاعلام احد ارکان العلماء احد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتبوعة (البدایہ والنہایہ)

حضرت ابو عبداللہ سفیان، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد پر تعظیما" کھڑے ہو گئے جس پر ان کے رفقاء جن میں امام ابو بکر بن عیاش بھی تھے، اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا "ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا پایہ علم میں بہت بلند ہے، اگر میں ان کے علم کے لئے کھڑا نہ ہوتا تو ان کی عمر کے لحاظ سے کھڑا ہوتا اور اگر علم کا لحاظ نہ کرتا تو ان کے فقہی مقام کے لئے کھڑا ہوتا اور اگر فقہ کے لئے بھی نہ کھڑا ہوتا تو ان کے زہد کے لئے کھڑا ہوتا۔" (یعنی حضرت امام رضی اللہ عنہ جامع الکمالات ہیں، ان کا ہر کمال تعظیم و تکریم کا مستحق

ہے۔) (تبییض الصحیفہ اردو صفحہ ۳۱' تاریخ بغداد' جلد ۱۳)

شداد بن حکیم کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر بڑا عالم نہیں دیکھا۔ (تبییض الصحیفہ اردو صفحہ ۱۹)

حضرت مکی بن ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلم اہل زمانہ تھے۔ (ایضاً)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں ان فخر الدین الرازی بالنسبة الی الامام ابی حنیفه کطالب العلم اوکا حادالرعية مع السلطان الاعظم اوکا حادا النجوم مع الشمس "فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایسا ہے جیسا طالب علم استاد کے سامنے' یا جیسا رعیت کا ایک فرد سلطان اعظم کے سامنے' یا ایک ستارہ آفتاب کے سامنے۔" (بحوالہ کتاب میزان جزو اول' صفحہ ۵۲)

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا رواج نہ ہوتا' وہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تعریف فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے اسی طرح یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہ ہم نشین ہیں۔"

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا انه ليكشف لک من العلم عن شيئى كلنا عنه غافل "آپ (امام ابوحنیفہ) پر علم کی ایسی باتیں منکشف ہوتی ہیں جن سے ہم سب غافل ہیں۔" (صحیحہ صفحہ ۹۷ بحوالہ تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کے اشعار رایت ابا حنيفة حين يوتى علم بحرا عزيرا تدافعتها "میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ دینے پر آتے اور کوئی ان سے طلب علم کرتا وہ بحر ناپید اکنار تھے۔" رجال العلم كان بها بصيرا "جب انہوں نے ہماری تمام مشکلیں دور کر دیں تب علم نے ان کو صاحب بصیرت

مانا۔" (تبییض الصحیفہ اردو، صفحہ ۲۴ - ۲۵)

خطیب بغدادی ابن ابی داوٗد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ بعض عالم لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جاہل ہیں اور ان سے حسد کرتے ہیں۔ (تبییض الصحیفہ اردو صفحہ ۲۵)

خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفت علم سے نوازا، پھر آپ نے اپنے صحابہ کرام کو اس سے سرفراز فرمایا، پھر تابعین میں منتقل ہوا، اس کے بعد اب علم سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ بہرہ ور ہیں۔ (تبییض الصحیفہ صفحہ ۲۶)

حسن بن سلیمان سے منقول ہے کہ انہوں نے حدیث پاک لا تقوم الساعۃ حی یظھر العلم "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ علم خوب غالب نہ ہو جائے۔" اور اپنی کتاب "تفسیر الاثار" میں بیان کیا کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا علم ہے۔ (تبییض الصحیفہ صفحہ ۲۶)

امام صدر الائمہ مکی رحمتہ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ مسدود بن عبدالرحمٰن بصری سے روایت کرتے ہیں "میں مقام ابراہیم اور حجراسود کے درمیان سو گیا، خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کوفہ میں نعمان نام کا ہے؟ کیا میں اس سے علم حاصل کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خذمن علمہ واعمل بہ فنعم الرجل "ہاں اس سے علم حاصل کرو اور عمل کرو، وہ بہترین آدمی ہے۔" (مناقب موفق، صفحہ ۳۲، الخیرات الحسان بحوالہ مقام ابوحنیفہ، صفحہ ۱۰۰)

زہیر بن کیسان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

میں نے ان سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا فقال ھذا علم انفتح من علم الخضر " آپ نے فرمایا کہ یہ تو علم خضر کے علم سے پھوٹ نکلا ہے۔" (یعنی علم لدنی ہے) (الخیرات الحسان، مقام ابو حنیفہ صفحہ ۱۰۰)

ابو معانی الفضل بن خالد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے علم کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا ذلک علم یحتاج الناس الیہ " یہ ایسا علم ہے کہ لوگ اس کے ہمیشہ محتاج ہیں۔" (الخیرات الحسان)

یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو کہاں دیکھو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عند علم ابی حنیفۃ " مجھے علم ابو حنیفہ کے پاس دیکھو۔" (کشف المحجوب، اردو صفحہ ۱۱۹)

ہمارے ایک ہمعصر غیر مقلد عالم مولوی محمد صادق صاحب سیالکوٹی لکھتے ہیں " خدا کا فضل اور توفیق آپ کے ساتھ تھا۔ اس کو منظور تھا کہ انہیں دنیا میں علم کا ایک خاص مرتبہ عطا کرے، زمانے کا مجتہد بنائے۔" (سبیل الرشاد، صفحہ ۳۳۲)

" آپ کے ہمعصر لاینحل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علم کی خوبیوں اور بلندیوں کے سبب آپ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علم کی دولت پائی۔ آپ کے شاگرد امامت علم کے مرتبوں تک پہنچ گئے۔ جن میں امام ابو یوسف، امام محمد زفر بہت مشہور ہیں۔" (سبیل الرشاد، صفحہ ۳۳۳)

حضرت روح بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۱۵۰ ہجری میں مشہور محدث ابن جریج کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر آگئی، ابن جریج نے اناللہ پڑھ کر صدمہ کے ساتھ یہ فرمایا اعلم ذھب " کتنا بڑا علم رخصت ہو گیا ہے۔" (مقام ابو حنیفہ بحوالہ بغدادی جلد ۳، صفحہ ۳۳۸)

امام الجرح والتعدیل یحیٰ بن سعید القطان حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں انه والله لا علم هذه الائمة بما جاء عندالله و رسوله "اللہ کی قسم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس امت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جو کچھ بھی وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم تھے۔" (مقدمہ کتاب التعلیم بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث، علامہ مسعود بن سندھی) -

روایت ہے کہ فقیہ شام امام اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ نے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دن کہا کہ یہ کوفہ کا بدعتی شخص کون ہے جو ابوحنیفہ کنیت رکھتا ہے؟ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دینے کے بجائے دقیق مسائل بیان کرنے شروع کر دیئے اور ان کی وضاحت کرنے لگے۔ امام اوزاعی نے پوچھا یہ کس شخص کے فتاویٰ ہیں؟ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں اس شخص سے عراق میں ملا تھا۔ امام نے کہا یہ تو مشائخ میں سے بڑے برگزیدہ شخص ہیں۔ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کروں گا۔ تو ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر امام اوزاعی کی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مکہ میں ملاقات ہوئی تو وہی مسائل زیر بحث آئے جو ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے تھے۔ جب دونوں جدا ہونے لگے تو امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مبارک سے کہا :

"اس شخص کی کثرت علم اور نور عقل پر مجھے رشک آتا ہے۔ استغفراللہ! میں کتنی بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھا۔ میں انہیں متہم کرتا تھا حالانکہ یہ تو اس کے بالکل برعکس ہیں جو مجھے بتایا گیا تھا۔" (الخیرات الحسان)

قرآن مجید کے علم میں رسائی

زافرین سلیمان رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رکعت میں رات گزار دیتے اور اس میں پورا قرآن مجید پڑھ جاتے۔ اسد بن عمر رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس سال تک فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی اور اکثر رات کو ایک رکعت میں سارا قرآن مجید پڑھا

کرتے تھے اور آپ کا رونا سنائی دیتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کے ہمسائے آپ پر رحم کھاتے تھے اور آپ کی نسبت یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے اس جگہ میں جہاں وفات پائی سات ہزار دفعہ قرآن مجید ختم کیا۔ (اقوال صحیحہ صفحہ ۱۰۹، علامہ نور بخش توکلی رحمتہ اللہ علیہ بحوالہ امام نووی فی تہذیب الاسماء)

اس قسم کی متعدد روایات تبییض الصحیفہ اردو، وفیات الاعیان قاضی ابن خلقان، طبقات الکبریٰ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، الخیرات الحسان ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔

خطیب نے حفص بن عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی، کہا میں نے مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک رات میں مسجد میں داخل ہوا، وہاں میں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا، مجھے اس کی قرات شیریں معلوم ہوئی۔ اس نے قرآن کا ساتواں حصہ پڑھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب رکوع کرے گا، پھر آپ نے تہائی حصہ قرآن مجید پڑھا۔ پھر نصف، وہ قرآن پڑھتا رہا یہاں تک کہ اس نے ایک رکعت میں تمام قرآن مجید ختم کر دیا، میں نے دیکھا تو وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ (تبییض الصحیفہ اردو، صفحہ ۲۱)

خطیب نے خارجہ بن مصعب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، کہا اماموں میں سے چار نے ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا، حضرت عثمان بن عفان (ذوالنورین) رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تمیم داری، سعید بن جبیر، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (تبییض الصحیفہ اردو، صفحہ ۲۱)

ابو عبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند کے مقدمہ میں علی بن یزید صدائی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے، کہا میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ماہ رمضان میں ساٹھ بار قرآن پاک ختم کیا، ایک ختم رات کو، ایک دن کو۔ (تبییض الصحیفہ)

متعدد طریقوں سے منقول ہے کہ آپ نے قرات امام عاصم رحمتہ اللہ علیہ سے

حاصل کی جو قراء سبعہ میں سے ایک معزز قاری ہیں۔ (جواہر البیان ترجمہ اردو الخیرات الحسان، صفحہ ۱۵۸)

شیخ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "وہ (امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ) علوم شرعی یعنی تفسیر و حدیث اور آلہ یعنی علوم ادبیہ و مقائس حکمہ میں سمندر تھے۔ جن کی ہمسری نہیں کی جاسکتی اور امام تھے جن کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔" (اقوال صحیحہ، مولانا نور بخش توکلی بحوالہ الخیرات الحسان)

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں "میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں، اگر مسئلہ اس میں نہیں پاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو لیتا ہوں، اگر اس میں نہ پاؤں تو اقوال صحابہ لیتا ہوں۔" (اقوال صحیحہ، ۱۲۲ بحوالہ تہذیب التہذیب جزو عاشر)

مذکورہ حوالوں سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ آپ علم قرآن کے ماہر تھے اور مسائل کا استخراج قرآن مجید سے کرتے تھے اور حافظ قرآن تھے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی اخذ روایت میں احتیاط

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روایت حدیث کے بارے میں طریقہ یہ تھا کہ آپ احادیث لینے میں احتیاطاً" بہت زیادہ شدت سے کام لیتے تھے۔ آپ صرف ایسی روایت بیان کرنا مناسب سمجھتے تھے جو بالکل اسی طرح یاد ہو جس طرح پہلی مرتبہ سنی ہو۔ (امام طحاوی، مقام ابوحنیفہ، صفحہ ۱۳۴ بحوالہ الجواہر، جلد ا، بہ تغییر الفاظ از علامہ قرشی)

آپ کسی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی روایت بھی جبکہ اسے زبانی یاد نہ ہو، ایسی روایت کی بھی اجازت نہ دیتے تھے۔ (الکفایہ) ابو عصمہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ مجھے کن لوگوں سے روایت لینے کا حکم کرتے ہیں، تو فرمایا قال من کل عدل فی ھواہ الا الشیعۃ قال واصل مذھبھم تضلیل اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم "ہر اس شخص سے اگرچہ وہ جماعت سے ہٹا ہوا ہو،

سوائے شیعہ کے کہ ان کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو گمراہ ثابت کریں۔" (حیات امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، صفحہ ۱۶۳ بحوالہ الکفایہ فی علم الروایہ بحوالہ عبداللہ بن مبارک)

نیز اخذ روایت میں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کی ہے کہ کسی شیعہ سے روایت قبول نہ کی جائے۔ (خطیب بغدادی، حوالہ مذکور)

علامہ ابن خلدون رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں والامام ابوحنیفہ انما قلت روایة لما تدد فی شروط الروایة والتحمل " اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت تو اس لئے کم ہے کہ انہوں نے مشروط روایت و تحمل میں تشدد کیا ہے۔" (اقوال صحیحہ صفحہ ۱۰۰ بحوالہ مقدمہ ابن خلدون)

امام وکیع بن الجراح رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں لقد وجد الورع عن ابی حنیفة فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ " بلاشبہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث میں وہ احتیاط کی ہے جو اور کسی نے نہیں کی۔" (مقام ابوحنیفہ، صفحہ ۱۳۴ بحوالہ مناقب امام صدرالائمہ، جلد ۱)

امام عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کان الامام ابوحنیفة شدید الاخذ للعلم ذابا عن حرم اللہ ان تستحل یاخذ بما صلح من الحادیث التی کانت یحملها الثقات و بالاخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم " امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کے حاصل کرنے میں بڑے سخت محتاط اور حدود الٰہیہ کی بے حرمتی پر بے حد مدافعت کرنے والے تھے اور نہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی ہوتی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے آخری فعل کو لیا کرتے تھے۔" (مقام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، صفحہ ۱۳۳)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم سے منقول ہو اس میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ یہ شرط لگاتے تھے کہ عمل سے پہلے دیکھ لیا جائے کہ راوی حدیث سے صحابی تک پرہیزگاروں کی ایک خاصی جماعت اسے نقل کرتی ہے، پھر وہ قابل عمل ہو گی۔" (میزان الکبریٰ جلد ۱، مقام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، صفحہ ۱۳۴)

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب اور رائے نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں "یہ سخت مذہب ہے اور عمل اس کے خلاف پایا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ بخاری و مسلم کے ان رواۃ کی تعداد جو شرط مذکور پر پورے اترتے ہوں، نصف تک بھی پہنچے۔" (مقام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، صفحہ ۱۳۵ بحوالہ تدریب الراوی)

امام ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قلت روایت کے عذروں میں سے ایک وہ بھی ہے جو آپ کے قول سے ظاہر ہے کہ انسان کو چاہئے کہ صرف اسی حدیث کی روایت کرے جو سننے کے دن سے روایت کرنے کے دن تک اسے حفظ ہو، پس آپ کے نزدیک بجزیاد رکھنے والے کی روایت جائز نہیں۔" (اقوال صحیحہ، صفحہ ۱۰۷ بحوالہ تدریب الراوی)

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ کے علم کا عالم ہوں۔ (ایضاً) امام اعمش نے کہا تجھے (اسے امام) کافی ہیں جو تجھے سو روز میں حدیث بیان کیا کرتے ہیں۔ مجھے ایک ساعت میں حدیث بیان نہیں کرتے ہو۔" (ایضاً)

مولانا مبارک پوری اہلحدیث ارقام کرتے ہیں "حدیث کی قیود و شروط کے بارے میں جتنی تشدید، پابندی اور احتیاط امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے اور کسی نے اس کا ثبوت نہیں دیا۔" (مقام ابو حنیفہ، صفحہ ۱۳۶)

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور علم حدیث و عامل سنت

امام صدر الائمہ مکی رحمتہ اللہ علیہ حسن بن زیاد کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں

کان ابو حنیفة یروی اربعة الاف حدیث الفین الحماد و الفین لسائر المشخة

" امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے چار ہزار احادیث روایت کی ہیں' دو ہزار تو صرف حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔" (مقام ابو حنیفہ' صفحہ ۱۱۶)

یہ پہلا تکرار بہ تعداد ہے ورنہ مختلف راویوں سے ان کی تعداد بے شمار ہو جاتی ہے۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مارایت اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفة " میں نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حدیث کی تفسیر کرنے والا اور ان کے فقہی نکات کو پرکھنے والا اور مواقع کا علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔" (الخیرات الحسان' اقوال صحیحہ صفحہ ۳۱)

ابوعبدالرحمٰن مقری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ جب ہم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی کسی حدیث کو بیان کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں حدثنا شاھنا یعنی ہمارے بادشاہ نے ہم سے حدیث بیان فرمائی۔ (تبییض الصحیفہ اردو' صفحہ ۲۸)

ابوحمزہ رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا ہے کہ جب ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث مل جاتی ہے تو پھر اس کے علاوہ کسی اور پر توجہ نہیں دیتے۔ (ایضاً صفحہ ۳۰)

ابوغسان رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے اسرائیل رحمتہ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے اچھے بزرگ تھے جس حدیث پاک کو کوئی مسئلہ فقیہ ہو تو وہ اس کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والے اور اس میں خوب غور و خوض کرنے والے تھے۔ خلفاء' امراء' وزراء ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

بروایت نعیم بن عمر انہوں نے کہا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا' آپ نے ارشاد فرمایا تعجب ہے کہ میرے بارے میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ میں قیاس اور رائے سے فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ میں وہی فتویٰ دیتا ہوں جو حدیث میں ہو۔ (الخیرات الحسان' جواہر المضیہ' جلد ۲' تبییض الصحیفۃ اردو صفحہ ۳۳)

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا لا تقولو اارای ابی حنیفة ولکن قولوا انه تفسیر الحدیث " تم یہ کہو کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے بلکہ یوں کہو وہ حدیث کی تفسیر ہے۔" (مقام ابوحنیفہ ' صفحہ ۱۸۶) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے۔ (نہایہ شرح ہدایہ ' جلد ا ' اقوال صحیحہ صفحہ ۱۴۱)

سوید بن سعید المروزی رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کو فرماتے سنا (اشعار)

لقد زان البلادو من علیها　　امام المسلمین ابوحنیفه

باثاد وفقه فی حدیث　　کاثار الزبور علی صحیفه

فما فی المشرقین له نظیر　　ولا بالمغربین ولا بکوفه

رایت لقامعین سفاها

خلاف الحق مع حجج ضعیف

" امام المسلمین ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہروں سے اور ان کے رہنے والوں کو بلاشبہ مزین کر دیا اور حدیث و آثار و فقہ سے اس طرح باخبر فرمایا جس طرح قرآن پاک میں رموز و آثار ہیں۔ آپ کی نہ تو مشرق و مغرب دونوں میں کوئی نظیر ہے۔ اور نہ کوفہ میں۔ میں نے ان کے بدگوؤں کی بیوقوفیاں دیکھی ہیں کہ کمزور ضعیف باتوں سے حق کے خلاف کرتے ہیں۔" (تبییض الصحیفه اردو ' صفحہ ۴۱)

استاد المحدثین امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ عنہ استاد امام اعظم رضی اللہ عنہ نے امام سے کہا اے گروہ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار اور اے ابوحنیفہ ! تم نے دونوں کنارے لے لئے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ' جلدا ' صفحہ ۳۸۹)

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں فاولهم تبریا من کل رای یخالف الشریعة الامام الاعظم ابوحنیفة النعمان بن ثابت رضی الله عنه " ائمہ میں سب سے اول ایسی رائے جو شریعت کے مخالف ہو ' بیزار ہونے والے امام اعظم ابوحنیفہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔" (میزان، جلد ۱، مقام ابو حنیفہ، صفحہ ۱۹۱)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "پس میں نے آپ (امام ابو حنیفہ) کے اقوال میں یا آپ کے اتباع کے اقوال میں سے کوئی قول ایسا نہ پایا جو کسی آیت یا حدیث یا اثر صحابی یا اس کے مفہوم کی طرف یا کسی ضعیف حدیث کی طرف جس کے طریق بکثرت ہوں یا اصل صحیح پر قیاس صحیح کی طرف مستند نہ ہو۔" (اقوال صحیحہ صفحہ ۳۲)

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے تبییض الصحیفہ میں ۴۷ محدثین کے نام تحریر کئے ہیں جن سے حضرت امام رحمتہ اللہ علیہ نے اخذ حدیث کی اور علامہ ابوالموید الموفق نے مناقب امام میں ۲۳۷ محدثین کے نام تحریر فرمائے ہیں جن سے حضرت امام رضی اللہ عنہ نے حدیث حاصل کر کے روایت کی ہے۔ (اقوال صحیحہ، صفحہ ۱۰۵)

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند فی الحدیث کے بارے میں یوں لکھا ہے انہ اخذ عن اربعۃ الاف شیخ من ائمۃ التابعین وغیرھم ومن ثمہ ذکرہ الذھبی وغیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین " امام صاحب رضی اللہ عنہ نے ائمہ تابعین میں سے چار ہزار شیوخ سے حدیث پڑھی اور امام ذہبی وغیرہ نے آپ کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔" (الخیرات الحسان، اقوال صحیحہ، صفحہ ۱۰۶)

حدیث میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ پرہیزگاری پائی گئی جو کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔ (اقوال صحیحہ، ۱۴۳ بحوالہ مناقب موفق)

کہا زفر نے کہ بڑے بڑے محدثین مثل زکریا بن ابی زائدہ اور عبدالمالک بن ابی سلیمان اور شین بن ابی سلیم اور مطرف بن طریف اور حصین بن عبدالرحمٰن وغیرہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا کرتے تھے اور آپ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ وہ مسائل جو انہیں پیش آتے ہیں اور وہ احادیث جو ان پر مشتبہ ہوا کرتی تھیں۔ (اقوال صحیحہ

صفحہ ۱۴۶' بحوالہ مناقب الموفق)

یحییٰ بن معین رحمتہ اللہ علیہ جن کی نسبت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس حدیث کو یحییٰ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں۔ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کان ابو حنیفۃ ثقۃ لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظ "امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثقہ تھے' اسی حدیث کو بیان کرتے تھے جو حفظ ہو۔" (تہذیب التہذیب اقوال صحیحہ ۱۴۶)

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ امام محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں ان الامام ذکر فی تصانیفہ نیفا و سبعین الف حدیث وانتخب الاثار من اربعین الف حدیث " امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الاثار کا انتخاب کیا ہے۔" (مناقب ملا علی قاری بذیل الجواہر' جلد ۲)

اسی کی تائید میں امام صدر الائمہ مکی مناقب موفق جلد ۲ میں رقمطراز ہیں وانتخب ابو حنیفہ الآثار من اربعین الف حدیث " امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے الاثار کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب کیا ہے۔"

علامہ عبدالکریم شہرستانی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۴۷۹ ہجری) نے مشہور و معروف کتاب " المحل والنحل " میں چند لوگوں کے اسماء تحریر فرمائے ہیں۔ حماد بن ابی سلیمان' ابو حنیفہ' ابویوسف' محمد بن حسن رحمتہ اللہ علیہم ... پھر آپ لکھتے ہیں وھولاء کلھم ائمۃ الحدیث "یہ سب ائمہ حدیث تھے۔"

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب " معرفت علوم حدیث " میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ نوع علوم سے تبع تابعین کے ان ائمہ اور مشہورین کی معرفت کے بیان میں ہے جن کی احادیث مشرق و مغرب تک حفظ و مذاکرہ کے لئے جمع کی جاتی ہیں اور ان کی ذات سے مشرق و مغرب تک تبرک حاصل کیا جاتا ہے پھر ان کے نام میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

نام درج فرمایا ہے۔

حافظ محمد یوسف صالحی الشافعی اپنی کتاب " عقود الجمان " میں لکھتے ہیں کان ابوحنیفة من کھار حفاظ الحدیث و اعیافھم ولولا کثرة اعتنائه بالحدیث ماتھیاله استنباط مسائل الفقه " امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بڑے حفاظ حدیث ان کے فضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ اگر وہ حدیث کا بکثرت اہتمام نہ کرتے تو فقہ کے مسائل میں استنباط کا ملکہ ان کو کہاں سے حاصل ہوتا۔"

امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کتاب " المیزان " جلد ا میں لکھتے ہیں "ایک شخص کتاب دانیال لے کر کوفہ میں داخل ہوا۔ قریب تھا کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ اسے قتل کر ڈالیں، آپ نے اس سے فرمایا یہاں قرآن اور حدیث کے سوا کوئی کتاب نہیں چلے گی۔ آپ نے فرمایا لوگ درست رہے جب تک ان میں طالب حدیث رہے اور جب انہوں نے علم کو بغیر حدیث کے طلب کیا تو بگڑ گئے۔"

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مشہور قصیدہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں یوں عرض کرتے ہیں ؎

فاذا سکت ففیک صمتی کله　　　واذا نطقت فمادحا علیا کا

واذا سمعت فعنک قولا طیبا　　　واذا نظرت فما اری الا کا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں جب خاموش ہوتا ہوں تو آپ ہی کے تصور میں مستغرق ہوتا ہوں اور جب بولتا ہوں تو آپ ہی کی مدح سرائی کرتا ہوں، جب سنتا ہوں تو آپ کے اقوال ہی سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپ ہی کو دیکھتا ہوں۔"

ان اشعار میں جہاں آپ کا فنا فی الرسول کا مرتبہ ظاہر ہو رہا ہے وہاں یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ آپ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے شیدائی تھے۔ لہٰذا آپ کے جملہ علوم کی اصل اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے بارے میں فرماتے ہیں روی اثارہ فاجادفیھا کطیران القصور من المبعة ولم یک بالعراق کنظیر ولا بالمشرقین ولا بکوفه " انہوں نے آثار (احادیث) کو روایت کیا تو ایسی بلند پروازی دکھائی جیسے شکاری پرندے بلند مقام پر عراق میں ان کی کوئی مثال تھی اور نہ شرق و غرب اور کوفہ میں۔"

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور فقہ

حضرت سفیان رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں " سب سے زیادہ فقیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں نے فقہ میں ان کی مثل کوئی نہیں دیکھا۔" پھر فرماتے ہیں " جب کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور حضرت سفیان مجتمع ہو جائیں تو پھر کون ہے جو ان کے مقابل کوئی فتویٰ لاسکے اور جو ان دونوں کا اجماعی فیصلہ ہو وہی میرا قول ہے۔" اور فرمایا کہ " کسی کے لئے یہ سزاوار نہیں کہ وہ یہ کہے کہ یہ میری رائے ہے لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زیبا ہے کہ وہ یہ کہیں کہ یہ میری رائے ہے۔" (تبییض الصحیفہ اردو، صفحہ ۱۸)

خطیب بغدادی بشر بن حارث رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن داؤد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب میں اخذ حدیث کا قصد کرتا تو حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتا اور جب اس کی باریکیوں کو حاصل کرنے کا ارادہ کرتا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاتا، جب میں سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو؟ تو میں کہتا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے، تو وہ فرماتے یقیناً تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو جو روئے زمین پر سب سے بڑا فقیہ ہے۔ (تبییض الصحیفہ اردو، صفحہ ۱۹)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یحییٰ بن زبان کو مخاطب کر کے کہا کہ اے بصریو! میں تم سے زیادہ فقیہ ہوں ۔ ابونعیم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسائل میں غوطہ زن رہنے والے شخص تھے۔ عبداللہ بن داؤد

خریبی نے کہا کہ تم مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس کے بعد فرمایا امام صاحب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لئے سنن و فقہ کی حفاظت فرمائی۔

شداد بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر زیادہ عالم کسی کو نہیں دیکھا۔ یحیٰی بن سعید القطان نے فرمایا اللہ جھوٹ نہ بلوائے ہم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ صائب الرائے کسی کو نہیں پایا۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب لوگ فقہ میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فرزندی میں ہیں۔ نیز فرمایا جو فقہ میں تحریر اور مہارت کا ارادہ کرتا ہے وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فرزندی میں ہے۔ (تبییض الصحیفہ اردو، صفحہ ۲۰)

سعید بن منصور سے نقل ہے کہ انہوں نے فضیل بن عیاض حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی مکہ ۱۸۷ ہجری) کو فرماتے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مرد فقیہ، مشہور بالورع تھے۔ وافر مال و دولت رکھنے والے اور ہر ایک پر دل کھول کر خرچ کرنے والے تھے اور رات دن تعلیم علم میں منہمک و مصروف رہنے والے، عمدہ رات گزارنے والے، خاموش طبع، کم گو، اللہ کی راہ میں خوب خرچ کرنے والے، بادشاہ کے مال و تحفے سے دور بھاگتے تھے اور جب ان کے سامنے کسی مسئلہ پر حدیث صحیح بیان کر دی جاتی وہ اس کا اتباع کرتے، ورنہ وہ قیاس و اجتہاد خوب فرماتے۔ (تبییض الصحیفہ اردو، صفحہ ۲۷)

نضر بن شمیل کہتے تھے کہ لوگ فقہ کے معاملہ میں خواب غفلت میں تھے یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بیدار کیا اور فقہ کو خوب واضح نکھار کر بیان فرمایا۔ (تبییض الصحیفہ اردو، صفحہ ۲۷)

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر فقہ میں گفتگو کرتے کسی کو نہیں دیکھا۔ (تبییض الصحیفہ اردو، صفحہ ۲۷)

معمر رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہترین کسی شخص کو نہیں جانتا جو فقہ میں عمدہ گفتگو کرے اور اس کا اجتہاد وسیع ہو، ازروے فقہ

حدیث کی تشریح کرتا ہو' ان کی معرفت سب سے عمدہ تھی' امام صاحب کی مانند کسی کو زیادہ مہربان نہ دیکھا جو اللہ تعالیٰ کے دین میں شک کا حصہ بھی رہنے دے۔ (تبییض الصحیفہ اردو' صفحہ ۲۸)

ابوداؤد کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کوئی بدگوئی نہیں کر سکتا بجز ان دو شخصوں کے' یا تو وہ ان کے علم سے حسد کرنے والا ہوگا یا وہ ان کے علم سے جاہل و ناواقف ہوگا اور ان کے تبحر علمی سے نادان ہوگا۔ (تبییض الصحیفہ اردو' صفحہ ۲۸)

امام اوزاعی اور عمری فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مشکل سے مشکل کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ (تبییض الصحیفہ اردو' صفحہ ۲۸)

تاریخ بخارا میں بروایت غنجار از علی بن عاصم ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر روئے زمین کی نصف آبادی کی عقلوں کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی عقل سے وزن کیا جائے تو یقیناً ان کی عقل غالب' وزن دار ہوگی۔ (تبییض الصحیفہ اردو' صفحہ ۳۳)

ابوالقاسم غمسان بن محمد بن عبداللہ بن سالم تمیمی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں لکھتے ہیں ۔

وضع القیاس ابوحنیفة کله　　　فاتی باوضح حجت و قیاس

والناس یتبعون فیها قوله　　　لما استبان ضیائ للناس !

افدی الامام اباحنیفة ذا اتقی　　　من عالم بالشرع والمقیاس

سبق الائمة فالجمیع عیاله

فیما تجراه بحسن قیاس

"یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیاس و اجتہاد کے تمام دروازے وضع کر کے خوب واضح محبت و قیاس کے ساتھ دیا ہے اور لوگ آپ کے قول کی پیروی کرتے ہیں. کیونکہ اس کی ضیاء لوگوں پر خوب روشن ہو چکی ہے۔ ہر عالم دین اور صاحب عقل و

فراست، ملاقات کرتے ہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر فدا ہو جاتا ہے، بعد والے تمام ائمہ آپ ہی کے عیال ہیں، جس مسئلہ میں بھی اجتہاد کیا خوب کیا۔" (تبییض الصحیفہ اردو، از غلام معین الدین، صفحہ ۴۱ - ۴۲)

الفقه منا ان اردت تفقها
والجود والمعروف للمنتاب

و اذا ذكرت اباحنيفة فيهم
خضعت له فى الراى كل رقاب

"یعنی ہمارے فقیہ کو اگر تم سمجھنے کی کوشش کرو گے تو ہر صاحب عقل، سخاوت و نیکی ہی پائے گا۔ اور جب تم ان میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرو گے تو آپ کے اجتہاد پر سب کی گردنیں جھک جائیں گی۔" (ایضاً، صفحہ ۴۲)

ابو المئوید موفق بن احمد مکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

هذا مذهب النعمان خيرالمذهب
كذا القمر الوضاع خيرالكواكب

تفقه فى خيرالقرون مع التقى
فمذهبه لاشک خير المناهب

"یہ نعمان بن ثابت کا مذہب بہترین ہے۔ جس طرح چاند خوب روشن ہے اور ستاروں سے خوب بہتر ہے، خیر القرون میں تقویٰ کے ساتھ مرتب ہوا تو ان کا مذہب بلاشبہ بہترین ہے۔"

مسند امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جمع کرنے والوں میں سے ایک صاحب نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں یہ صفت منفرد اور خاص ہے۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور مختلف ابواب میں تقسیم کیا، پھر اس کی پیروی امام مالک بن انس نے "موطا" کی ترتیب میں فرمائی، امام صاحب رضی اللہ عنہ سے پہلے کسی

نے ایسا نہ کیا۔ (تبییض الصحیفہ اردو، صفحہ ۴۲ - ۴۳)

نیز امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں دیکھا ہے، وہ ایسے شخص تھے کہ اگر تجھ سے اس ستون کے سونا ثابت کرنے کے دلائل کریں تو لقام بحجت وہ ضرور اپنی حجت میں کامیاب رہیں۔ (خطیب جلد ۳، صفحہ ۳۳۸، اکمال صفحہ ۶۲۵)

مؤرخ اسلام ابن خلدون یوں رقمطراز ہیں "فقہ میں ان کا مقام اتنا بلند ہے کہ کوئی دوسرا ان کا نظیر نہیں ہو سکتا۔ اور ان کے ہمعصر علماء نے ان کی اس فضیلت کا اقرار کیا ہے۔ خصوصاً امام مالک اور امام شافعی نے۔ (امام شافعی ہمعصر نہیں تھے البتہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علوم و معارف سے مستفیض ہوئے) (مقدمہ ابن خلدون)

زیر نظر کتاب "مقامات امام اعظم رضی اللہ عنہ" میں امام حافظ الدین کردری امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں ما رایت افقہ منہ" میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں پایا۔"

ابو عاصم نبیل سے سوال کیا گیا کہ سفیان بڑے فقیہ ہیں یا ابو حنیفہ؟ تو انہوں نے فرمایا "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور غلام بھی فقہ میں سفیان سے بڑھ کر ہیں۔"

عبد اللہ بن مقری فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی نوجوان ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا۔ شیخ الاسلام یزید بن ہارون سے پوچھا گیا کہ سفیان زیادہ فقیہ ہیں یا ابو حنیفہ تو انہوں نے فرمایا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ زیادہ فقیہ ہیں۔ (بغدادی)

یحیٰی بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لا نکذب واللہ ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفۃ "اللہ کی قسم ہم جھوٹ نہیں بولتے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے سے کوئی اعلیٰ رائے والا نہیں سنا۔"

ابو مطیع الحکم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی صاحب سفیان ثوری

رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا' مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ان سے بڑھ کر فقیہ ہیں۔ ابو مسلم المستملی نے فرمایا اگر تم فقہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتابوں کو ضرور دیکھو کیونکہ میں نے فقہاء میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہیں پایا جو ان کے قول کو دیکھنا ناپسند کرتا ہو۔" (تاریخ بغدادی)

امام یزید ہارون رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آدمی فتویٰ کب دے سکتا ہے؟ فرمایا جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرح اور ان کی مثل فقیہ ہو جائے۔ میں نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر صاحب ورع اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا کسی کو نہیں پایا۔ (مناقب موفق)

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وتعلمت الفقه الذی عندی من ابی حنیفة "میں نے جو علم فقہ حاصل کیا وہ تو ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہی سے حاصل کیا ہے۔" (بغدادی' مناقب موفق)

عبداللہ بن داؤد فرماتے ہیں "جب تم فقہ کی باریکیاں حاصل کرنا چاہو تو ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے حاصل کرو۔" حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انه وضع ثلاثة الاف و ثمانين الف مسالة منها ثمانية و ثلاثون الفاً فی العبادة والباقی فی المعاملات "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے تراسی ہزار مسائل طے فرمائے جن میں سے اڑتیس ہزار عبادت اور باقی معاملات کے بارے میں تھے۔" (ذیل الجواہر' جلد ۲)

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ورع و تقویٰ

حبان بن موسیٰ سے روایت کرتے ہوئے خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا ہے کہ جب میں کوفہ میں آیا تو میں نے لوگوں میں سب سے متورع و پارسا شخص کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا اور خطیب' حامد بن آدم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے سنا انہوں نے فرمایا میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ متورع کسی کو نہیں دیکھا۔ (تبییض الصحیفه)

خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو دس ہزار درہم کی پیشکش کی لیکن انہوں نے قبول نہیں کی۔ (ایضاً) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑپوتے قاسم بن معن کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بہت نیک، پارسا اور سخی تھے۔

یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۰۶ ہجری) جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کبار شیوخ سے ہیں اور اصحاب صحاح ستہ کے استاد ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے بہت لوگوں سے ملاقاتیں کی ہیں لیکن کسی کو بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عاقل، افضل اور متورع نہیں پایا۔

ابوعبداللہ وکیع سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ عظیم الامانت تھے، ان کے قلب مبارک میں اللہ کی عظمت و جلالت اور اس کی کبریائی بھرپور تھی، وہ ہر شے پر رضائے الٰہی کو غالب رکھتے تھے۔ اگر اللہ کی راہ میں ان کو تلواروں کی باڑ پر اٹھایا جاتا تو بھی گوارا کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور حق تعالیٰ اور اس کے بندے ان سے راضی ہوں، بلاشبہ وہ ابرار میں سے تھے۔ (تبییض الصحیفہ مترجم سید غلام معین الدین نعیمی، صفحہ ۲۷)

ابوالجویر سے مروی ہے کہ انہوں نے متعدد بزرگوں کے نام گننے کے بعد فرمایا کہ میں ان کی صحبتوں میں رہا ہوں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں بھی رہا ہوں۔ مگر ان میں سے کسی کو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ احسن طریق پر رات گزارنے والا نہ پایا۔ بلاشبہ میں حضرت امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چھ ماہ رہا لیکن کبھی کسی پہلو پر آرام نہ کرتے دیکھا۔ (ایضاً صفحہ ۳۰)

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عامل، عالم، زاہد، متورع، متقی، کثیر الخشوع، اور اللہ تعالیٰ کے حضور دائم التضرع تھے۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ وجیہ اور خوش رو تھے۔ (ایضاً صفحہ ۳۵-۳۶)

عبدالرزاق فرماتے تھے کہ میں جب بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتا تھا تو آپ کے رخسار اور آنکھوں سے گریہ کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ (ایضاً صفحہ ۴۰)

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے مثل یادگار تھے۔ اللہ کی قسم روئے زمین پر ان کا ثانی نہیں ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فقیہ تھے اور فقہ اور ورع کے ساتھ مشہور تھے۔ (مقام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، صفحہ ۷۵)

ابو جعفر رازی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑا پرہیزگار کوئی نہیں پایا۔ (بغدادی) علامہ ذہبی آپ کو الامام الاعظم، فقیہ عراق، امام متورع، عالم، عامل، متقی کبیرالشان لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بڑی جماعت نے ان (ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ) کی تعریف کی اور ان کو صاحب فضیلت تسلیم کیا۔ (جامع البیان)

امام یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ہزار استاد سے علم سیکھا اور حاصل کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ان سب میں ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر صاحب ورع اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔ (موفق جلد ۱، صفحہ ۱۹۰)

ابراہیم بن عکرمہ حروی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو متورع اور بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ (خطیب، جلد ۱۳ صفحہ ۳۴۷)

مولانا محمد بن اسحاق بن ندیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعین میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے کئی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے اور وہ متورعین اور زاہدین میں شمار ہوتے ہیں۔

امام خطیب ولی الدین بن محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عالم، عامل، نیک، زاہد، عابد، علوم شریعت کے امام تھے۔ (الاکمال)

حضرت علی بن عثمان ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اماموں کے امام، اہلسنّت و جماعت کے مقتداء فقہا کے شرف، علماء کی عزت ابو حنیفہ نعمان

بن ثابت ضرار رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا مجاہدوں اور عبادتوں میں قدم درست ہے اور آپ اس طریقت کے اصول میں بڑی شان رکھتے ہیں۔ آپ نے دو مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے ابوحنیفہ! تجھ کو میری سنت کے زندہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے زندگی دی ہے۔ گوشہ نشینی کا قصد مت کرنا۔" (کشف المحجوب، ترجمہ مولانا محمد حسین، صفحہ ۱۱۰ - ۱۱۴)

حضرت خواجہ فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب "تذکرۃ الاولیاء" میں اٹھارویں باب کے شروع میں زیر عنوان حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کوفی تحریر فرماتے ہیں :

"چراغ شرع و ملت، شمع دین و دولت نعمان بن ثابت حقائق عمان، جواہر معانی و دقائق عارف عالم، صوفی امام جہاں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ کی صفت تمام زبانوں نے کی اور جو تمام ملتوں میں مقبول ہوئے۔ ان کی تعریف بھلا کون کرے، آپ ریاضت و مجاہدہ، خلوت میں کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور اصول طریقت و فروع شریعت میں آپ کا درجہ نہایت رفیع تھا اور آپ کی نظر نہایت نافذ تھی۔ آپ نے بہت سے صحابہ اور مشائخ کو دیکھا تھا۔ جب آپ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کو آئے تو کہا "السلام علیکم یا سید المرسلین!" جواب ملا "وعلیکم السلام یا امام المسلمین" (ترجمہ کشف المحجوب از ملک عنایت اللہ، صفحہ ۱۷۴)

مولانا میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی، حافظ عبدالمنان صاحب اہلحدیث وزیر آبادی کے حالت میں لکھتے ہیں کہ حافظ صاحب ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین خصوصاً امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔ (مقام ابوحنیفہ، صفحہ ۱۴۸ بحوالہ تاریخ اہلحدیث ۴۳۷)

مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اہلحدیث علماء ہیں بڑے اعتدال پسند اور محقق عالم دین تھے۔ آپ کو حضرت امام رضی اللہ عنہ سے کچھ بدعقیدگی سی پیدا ہو گئی تھی، اس سلسلے میں

لکھتے ہیں " جب میں نے اس مسئلہ کے لئے کتب متعلقہ الماری سے نکالیں اور حضرت امام صاحب کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل میں کچھ غبار سا آگیا جس کا اثر میرے جسم پر بیرونی طور پر ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا گویا ظلمت بعضھا فوق بعض کا نظارا ہو گیا۔ معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحب سے بدظنی کا نتیجہ ہے، اس سے استغفار کرو، میں نے کلمات استغفار کو دوہرانا شروع کیا، وہ اندھیرا فوراً کافور ہو گیا اور اس کے بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحب سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ سے حسن عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معارج قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے افتمارونہ علی مایری میں نے جو کچھ بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے۔ (تاریخ اہلحدیث، صفحہ ۷۷ بحوالہ مقام ابو حنیفہ ۱۴۹)

مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی (اہلحدیث) حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں یوں رقمطراز ہیں۔ امامن وسیدنا ابوحنیفۃ النعمان افاض اللّٰہ علیہ شابیب العفور والغفران " ہمارے امام اور ہمارے سردار ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ ان پر عفو و مغفرت کی موسلادھار بارش نازل فرمائے۔" (معیار الحق، صفحہ ۲)

پھر آگے لکھتے ہیں " ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی و پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں اور آیت کریمہ ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم " زینت بخش مراتب ان کے لئے ہیں۔" (مقام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بحوالہ معیار الحق صفحہ ۱۳ - تاریخ اہلحدیث صفحہ ۷۳)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ رضویہ کی جلد اول میں لکھتے ہیں کہ اولیاء فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرداران اہل کشف

و مشاہدہ ہیں۔

امام شعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد حضرت سید علی خواص شافعی سے راوی ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیاء کشف کے سوا کسی کے علم کی رسائی وہاں تک معلوم نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ رضویہ' جلد ا' صفحہ ۳۹۰)

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں " آپ (امام ابوحنیفہ) کی پارسائی میں بہت سے طریقے ہیں اور آپ کے مناقب بے شمار ہیں۔ یہ کتاب ان کی متحمل نہیں ہو سکتی اور میں جو علی بیٹا عثمان جلابی کا ہوں' ملک شام میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مئوذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر سویا ہوا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو خواب میں مکہ مکرمہ میں پایا۔ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شیبہ کے دروازہ کے اندر تشریف لائے اور ایک بوڑھے کو مثل نوخیز بچے کے بغل میں دبائے ہوئے قدم رنجہ فرما رہے ہیں۔ میں محبت کی رو سے دوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ میں تعجب میں تھا کہ وہ بوڑھا کون ہے۔ تب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے معجزانہ طاقت سے میرے باطن اور فکر پر اطلاع پائی' آپ نے فرمایا یہ تیرے امام ہیں اور تیری ولایت کے ہیں۔ یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور مجھ کو اس خواب سے بڑی امید ہوئی اور اپنے شہر کے لوگوں پر بھی بڑی امید ہوئی۔ (پھر آگے لکھتے ہیں) جیسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے خطا صادر نہیں ہو سکتی ویسے ہی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسائل فقہ میں خطا صادر نہیں ہو سکتی۔" (کشف المحجوب' اردو ترجمہ' صفحہ ۱۱۹)

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا یہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں جو رات کو نہیں سوتے۔ اس پر امام صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم لوگ میری نسبت وہ بات نہ کہیں جو میں نے نہیں کی۔ پس اس دن کے بعد آپ تمام رات نماز و دعا تضرع میں گزارتے۔ (اقوال صحیحہ علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمتہ' صفحہ ۱۵۸)

مذہب حنفی اور اس کی مقبولیت

ابن خسرو بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم علی بن حسین بن عبداللہ شافعی سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں، میں نے ابوالقاسم بن برہان نحوری کو کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو فہم و فراست سے نوازا ہے وہ مذہب کے اعتبار سے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تبییض الصحیفہ صفحہ ۳۳)

حضرت ابویوسف یعقوب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے لئے یہ اشعار موزوں فرمائے ؎

حسبی من الخیرات ما اعددته　　یوم القیمة فی رضی الرحمٰن
دین النبی محمد خیرالوریٰ　　ثم اعتقادی مذهب النعمان

"اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قیامت کے دن میرے اعمالنامہ میں یہ نیکی کافی ہو گی کہ میں سید عالم خیرالوریٰ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دین پر ہوں اور امام ابوحنیفہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر میرا ایمان ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں "ایسی مناسبت کی وجہ سے جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رکھتے ہیں جو کچھ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فصول ستہ" میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کا اجتہاد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے موافق ہو گا۔ وہ تقلید تو نہیں کریں گے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان ان سے بہت بلند ہے کہ وہ علمائے امت میں سے کسی کی تقلید کریں۔ تکلف اور تعصب کی ملاوٹ کے بغیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کشفی نگاہ میں حنفی مذہب کی نورانیت بڑے دریا کی مانند دکھائی دیتی ہے اور دوسرے مذاہب حوضوں اور ندیوں میں دکھائی دیتے ہیں اور ظاہری طور پر یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ اہل اسلام کی بڑی اکثریت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرتی ہے، ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔" (مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب نمبر ۵۵، ترجمہ اردو)

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نوفل بن حیان نے وفات پائی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے' تمام مخلوق حساب گاہ میں کھڑی ہے' میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حوض کے کنارے کھڑے ہیں' ایک سفید بالوں والے خوبصورت بوڑھے کو دیکھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخساروں پر منہ رکھے ہوئے ہے اسی طرح آپ کے سامنے میں نے نوفل بن حیان رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو میرے پاس آیا اور سلام کیا۔ میں نے کہا مجھے پانی پلاؤ' نوفل نے کہا میں حضور علیہ السلام سے اجازت لے لوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اشارہ کیا کہ پانی پلاؤ' اس نے مجھے پانی پلایا اور میرے ماننے والوں کو بھی دیا' سب نے پی لیا لیکن اس پیالے کا پانی ویسے کا ویسا ہی رہا۔ اس میں سے کچھ کم نہ ہوا' میں نے پوچھا اے نوفل! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داہنی طرف کون ہے جو بوڑھا آدمی ہے؟ انہوں نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور آپ کے بائیں پہلو پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (کشف المحجوب' اردو ترجمہ' صفحہ ۱۱۸)

ابومالک اشعری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگ کبھی گمراہی کی بات پر متفق نہ ہو گے۔ (ابوداؤد) ملاحظہ کریں کہ اللہ عزوجل نے مذہب حنفی کو اتنی وسعت دی کہ ہر زمانہ میں کلمہ پڑھنے والوں میں سب سے زیادہ تعداد حنفی مقلدوں ہی کی رہی اور ہمیشہ ہمیشہ عوام و خواص علماء مشائخ اولیاء کرام ' صوفیا عظام و محدثین بلکہ سلاطین تک نے حضرت سے اپنی نسبت باعث فخر تصور کی۔ آج بھی دنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں میں سے تقریباً پینتالیس کروڑ مسلمان حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں اور دنیا کے ہر ملک اور ہر خطے میں پھیلے ہوئے ہیں۔

ائمہ شافعیہ فرماتے ہیں کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارک ایسے دقیق ہیں جن کو اکابر اولیاء ہی پہچانتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ' جلد ا' صفحہ ۲۴۵)

حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں " امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا مذہب سب مذہبوں سے پہلے جمع کیا گیا اور سب سے اخیر ختم ہو گا جیسا کہ بعض اہل کشف نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے دین اور بندوں کے لئے امام پسند فرمایا۔ آپ کے مقلدین ہر زمانہ میں بڑھتے رہے اور قیامت تک بڑھتے رہیں گے۔ (اقوال صحیحہ' صفحہ ۲۹۲)

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ " مرقاۃ شرح مشکوۃ " جزء اول میں فرماتے ہیں "امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلدین دیگر تمام ائمہ کے مقلدین سے زیادہ ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اتباع باقی تمام انبیاء کے اتباع سے زیادہ ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ اہل جنت کی دو تہائی ہوں گے اور حنفی بھی تمام مومنین کی دو تہائی ہیں۔ واللہ اعلم (اقوال صحیحہ' صفحہ ۲۹۳)

علامہ سید محمد مرتضیٰ رحمتہ اللہ علیہ " الجواہر المنیفہ " جزء اول میں فرماتے ہیں عرفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان فی المذھب الحنفی طریقة انیقة ھی اوفق الطرق بالسنة المعروفة التی جمعت و نقحت فی زمن البخاری واصحابہ " مجھے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ایسا طریقہ ہے کہ وہ زیادہ موافق ہے' سنت نبوی مشہورہ کے جمع اوصاف کی گئی امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے زمانہ میں۔" (فیوض الحرمین)

مطلب یہ ہوا کہ حنفی مذہب عین رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا طریقہ ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا وصال

خلیفہ عباسیہ امیرالمومنین منصور کے زمانہ اقتدار میں بغداد میں نماز پڑھتے ہوئے بحالت سجدہ آپ کا انتقال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ستر سال تھی۔ آپ کی وفات ۱۵۰ ہجری میں (بروایت ۴ شعبان) ہوئی۔ قاضی شہر حسن بن عمارہ نے آپ کو غسل دیا۔ نہلاتے جاتے اور کہتے واللہ تم سب سے بڑے فقیہ' بڑے عابد' بڑے زاہد تھے۔ تم میں

تمام خوبیاں جمع تھیں، تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا کہ وہ تمہارے مرتبے کو پہنچیں۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ عالم کی رونق ۱۵۰ ہجری میں اٹھ جائے گی۔ امام شمس الدین کروری نے فرمایا کہ اس حدیث پاک سے مراد امام اعظم رضی اللہ عنہ ہیں کہ ان کا وصال ۱۵۰ ہجری میں ہوا۔ (جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، صفحہ ۳۸)

نماز جنازہ میں پہلی مرتبہ پچاس ہزار افراد نے شرکت کی لیکن دور دراز سے لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ چھ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ آخری مرتبہ نماز جنازہ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ آپ کے فرزند نے پڑھی۔ خلیفہ منصور نے قبر پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھی۔ (امام ابو حنیفہ، از ابو زہرہ، صفحہ ۹۲)

مورخ خطیب کہتے ہیں کہ دفن کے بعد بھی بیس دن تک لوگ ان کی نماز جنازہ ان کی قبر پر پڑھتے رہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواص و عوام میں آپ کی کتنی مقبولیت تھی۔ خیزران کے مقبرہ میں جو عباسی خاندان کے خلفاء کے لئے مخصوص تھا، آپ کو دفن کیا گیا خیزران ہارون الرشید کی والدہ کا نام تھا جن کے نام سے یہ قبرستان منسوب ہوا۔

آج تک دنیا بھر کے علماء و مشائخ اور مسلمان سلاطین اس مزار سے فیض حاصل کر رہے ہیں اور نذریں پیش کرتے ہیں۔ سلطان ناصر الدین شاہ ایران اپنے حالات سفر میں لکھتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور نذر چڑھائی، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں روزانہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری دیتا ہوں اور جب کوئی حاجت ہوتی ہے تو آپ کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں تو حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت امام کا مزار قضائے حاجات کے لئے تریاق ہے۔ احتراماً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مزار پر طریق حنفی کے مطابق نماز ادا فرماتے تھے۔

خطیب بغدادی اپنی مسند میں محمویہ سے روایت کرتے ہیں (جو ابدال میں شمار ہوتے تھے) کہ میں نے محمد بن الحسن کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا آپ پر کیا گزری؟

فرمانے لگے' اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ میں نے تجھے علم کا ظرف اس لئے تو نہیں بنایا تھا کہ میں تجھے سزا دوں۔ میں نے کہا تو ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ پر کیا گزری ؟ انہوں نے فرمایا وہ مجھ سے اوپر ہیں' تو میں نے پوچھا' ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر کیا گزری ؟ تو انہوں نے فرمایا "فوق ابی یوسف" (بغدادی' جلد ۲' مقام ابوحنیفہ' صفحہ ۱۵۷) وہ تو امام ابویوسف سے بھی کئی درجہ بلند ہیں۔ کہ مولیٰ طاش کبریٰ زادہ اور ابن عبدالبریہ روایت یوں نقل کرتے ہیں' ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے ؟ انہوں نے جواب دیا۔ قال اعلٰی علیین "یعنی وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔" (مفتاح السادہ' الشفاء مقام ابی حنیفہ' صفحہ ۱۵۷)

شیخ الاسلام تاج سبکی طبقات الشافیہ الکبریٰ جزو رابع میں امام ابوالفتح' عابر بن السادی علیہ الرحمہ کا ایک طویل خواب بلاسناد ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے حرم شریف میں ۱۴ شوال ۵۴۵ ہجری کو ظہرو عصر کے درمیان آنکھ لگ جانے پر دیکھا تھا' وہ مختصراً کچھ یوں ہے۔

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اس کے بعد ایک اور شخص آ گیا' کہا گیا کہ یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ امام صاحب نے سلام عرض کیا اور امام شافعی کے پہلو میں بیٹھ گئے اور کتاب سے اپنا مذہب و اعتقاد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آگے پیش کیا۔ پھر امام صاحب کے بعد ہر ایک صاحب مذہب آیا یہاں تک کہ صرف تھوڑے باقی رہ گئے۔ جو شخص آتا تھا وہ دوسرے کے پہلو میں بیٹھ جاتا۔ جب فارغ ہو چکے تو اہل بدعت جنہیں رافضی کہتے ہیں میں سے ایک شخص آیا' اس کے ہاتھ میں کچھ اجزاء بے جلد تھے جن میں اس کے عقائد باطلہ کا ذکر تھا۔ آپ نے اس کو جھڑکا اور باہر نکل جانے کو کہا اور اس کی کتاب کے اجزاء لے کر حلقہ سے باہر پھینک دیئے اور اس شخص کو نکال دیا اور ذلیل کیا۔" (اقوال صحیحہ' صفحہ ۲۶۶)

اولاد حضرت امام ابو حنیفہ ﷛

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک لخت جگر کا نام اپنے استاد محترم کے نام پر "حماد" رکھا تھا۔ حضرت حماد ﷫ نہایت پاکیزہ سیرت اور صاحب علم تھے۔ اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ ان کی اولاد سے چار لڑکے تھے جن کے نام حضرت عمر، اسماعیل، ابوحبان اور عثمان رحمتہ اللہ علیہم تھے۔ آگے ان کی اولاد کافی پھیلی اور ان میں سے بڑے بڑے صاحب علم و فضل اور زاہد و پرہیزگار ہوئے۔ حضرت بوعلی قلندر علیہ الرحمہ پانی پتی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے۔

(بہ شکریہ ماہنامہ نوراسلام، شرق پور شریف)



بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆

"وبہ نستعین علی القوم الظلمین"

الحمدللہ الذی اجری علی لسان الائمۃ الاسلام ☆ اعلام الحلال و الحرام ☆ وجعل کلامھم المرضی امضی علی کافۃ الانام ☆ فی کل الایام من المھندۃ التی بید الحکام ☆ والصلوۃ والسلام علٰی مؤسس الاحکام بالاحکام ☆ محمد حبیب اللہ الداعی باذنہ الی دارالسلام ☆ و علٰی آلہ و صحبہ العظام ☆ والتابعین الکرام ☆ وبعد ☆ فھذا مختصر فی بعض مناقب الامام الاعلم المعظم الاعظم ☆ و مشائخہ و اصحابہ الذین احکم اللہ بھم الدین الاقوم ☆ رتبہ الداعی الضعیف المحتاج محمد بن محمد الکردری علی مقدمۃ و فصول و خاتمۃ رزقہ تعالٰی اللہ سعادۃ الخاتمۃ ☆

یہ مختصر سی کتاب امام اعظم، عالم معظم، فقیہ محترم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مناقب اور مقامات علمیہ پر مشتمل ہے۔ آپ کے اساتذہ اور مشائخ کا تذکرہ ہے۔ آپ کے شاگردوں کا ذکر ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالٰی نے دین اسلام کو مضبوط بنایا اور اس کتاب کے مرتب کرنے کی سعادت ایک ضعیف، محتاج انسان، محمد بن محمد الکردری (رحمتہ اللہ علیہ) کو ملی ہے۔ اس کتاب میں ایک مقدمہ ہے، چند فصلیں ہیں اور خاتمہ کتاب ہے۔

"مقدمہ"

تابعی کون ہوتا ہے؟

تابعی کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ اس کی ولادت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہوئی ہو اور یہ شرط بھی نہیں کہ وہ کسی صحابی رسول ﷺ کی صحبت یا مجلس میں رہا ہو۔ اور یہ بھی شرط نہیں کہ وہ کسی نہ کسی صحابی سے روایت حدیث کرے۔ صرف ایک شرط ہے اور یہ نہایت اہم شرط ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں کسی صحابی رسول ﷺ کی زیارت کی ہو اور اس سے ملاقات کی ہو۔ حدیث پاک روایت کی ہو یا نہ کی ہو۔ وہ تابعی ہو گا۔ اس نے کسی صحابی کا زمانہ پایا ہو۔

"تاریخ بغداد" میں علامہ خطیب بغدادی (مرحوم) نے لکھا ہے کہ تابعی وہ ہے جسے کسی صحابی کی صحبت میسر آئی ہو۔ دوسرے کئی فقہا اور ارباب اصول بھی یہی لکھتے ہیں کہ تابعی کے لئے کسی صحابی کی صحبت یا مجلس میں حاضری ضروری ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس طرح ایک صحابی کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ایمانی حالت میں زیارت کرنا ضروری ہے اور وہ ایک دو سال آپ ﷺ کی صحبت میں رہا ہو۔ آپ کے ساتھ رہا ہو' ایک یا دو جنگوں میں شریک ہوا ہو۔ لیکن دوسرے محدثین کے نزدیک صحابی کے لئے یہ شرائط ضروری نہیں ہیں۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس مسلمان نے حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بار زیارت کی ہو یا آپ کی مجلس سے سرفراز ہوا ہو وہ صحابی ہے۔

صاحب "القواطع" نے لکھا ہے کہ محدثین ہر اس خوش قسمت کو صحابی کہتے ہیں جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بات روایت بیان کی ہو۔ پھر یہ

بھی جس شخص کو ایمان لانے کے بعد ایک بار بھی شرف زیارت میسر آیا ہو یہ شرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی نگاہ اور بلند رتبہ کی وجہ سے ہے جسے بھی ایک بار حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی زیارت نصیب ہو گئی وہ صحابی ہے۔

میں (امام کردری رحمتہ اللہ علیہ) کہتا ہوں میرے پاس ابن الصلاح الشافعی رحمتہ اللہ علیہ کی روایت بطور دلیل ہے۔ آپ نے ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے' انہوں نے ان تمام اہل ایمان حضرات کو صحابی قرار دیا ہے جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے ایک بھی روایت بیان کی ہو۔ پھر وہ تمام حضرات صحابی ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ساتھ حجتہ الوداع کے دن رفاقت کی تھی۔ اس وقت چالیس ہزار صحابہ کرام موجود تھے۔ جنگ تبوک میں ستر ہزار صحابہ کرام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ساتھ ہمرکاب تھے۔

اس روایت میں مزید کہا گیا ہے کہ بعض لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیان کردہ صرف چار ہزار احادیث صحیحہ کہتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ایسے شخص کے دانت توڑ ڈالے جس نے یہ بات کہی ہے یہ دشمنان اسلام اور زندیقوں کا قول ہے۔ ہم ایسے لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے یوم وصال تک کن کن لوگوں نے آپ کی احادیث مرتب کی تھیں اور پھر کون لوگ ہیں جو اتنی تعداد میں احادیث ضبط کر چکے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے وصال کے وقت ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام موجود تھے ان میں سے اکثر راویان احادیث تھے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی زیارت کی ہو خواہ ایک بار ہی کی ہو یا آپ سے ایک روایت ہی سنی ہو' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مدینہ نے بحالت ایمان دیکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ نے دیکھا تھا' پھر وہ لوگ جو ان دونوں شہروں کے درمیان وادیوں میں رہتے تھے' انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی' دیہات میں بیشمار اعراب تھے' دیہاتی تھے انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ حجتہ الوداع میں حاضر ہونے والے اہل ایمان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی'

آپ ﷺ کی احادیث سنیں، میدان عرفات میں قیام کرنے والوں نے آپ ﷺ کا خطاب سنا تھا۔ یہ ایک اصولی بات ہے کہ کسی کو اگر صحبت یا مجلس میسر نہیں بھی آئی وہ صحابی ہے۔

بعض محدثین نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صحبت طویلہ صحابی کے لئے شرط نہیں ہے۔ اس پر صحابہ کا اجماع ہے کہ صحبت طویلہ کی شرط نہیں ہے۔ تمام علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ وہ مسلمان جو فتح مکہ تک اسلام لا چکے تھے دہ صحابی ہیں۔

جریر بن عبدللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابہ میں شامل ہیں حالانکہ آپ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے۔ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ ان کی زندگی کا ایک سال بھی نہیں گزرا تھا بلکہ چھ ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

صحابی ہونے کیلئے صحبت طویلہ ضروری نہیں ہے

شعبہ بن موسیٰ سیلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے پوچھا، حضور! ان دنوں آپ کے علاوہ کوئی صحابی موجود ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی عرب کے دیہات میں بہت سے صحابی موجود ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تھی۔ ان میں شاید ایسے بھی ہوں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طویل صحبت کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔ مگر میرے علم میں سوائے میرے اپنے کوئی ایسا صحابی نہیں ہے جسے طویل صحبت کا شرف ملا ہو۔ یہ وہ یات ہے جو سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور انہوں نے برملا کہا کہ جس نے ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لی وہ صحابی ہے۔ اسی طرح تابعی کے لئے جمہور مذہب ہے کہ اس کے لئے صحابی کی صحبت کی ضرورت نہیں صرف اس کی زیارت شرط ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے جو لوگ صلح حدیبیہ کے بعد ایمان

لائے تھے وہ تابعی ہیں۔ ان کے نزدیک خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے حضرات صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے بلکہ بعض تو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے ایک بار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کے متعلق کچھ نہ کہو۔ اگر تم کوہ احد کے برابر بھی سونا خرچ کر دو تو میرے ایک صحابی کے ایک سیر مال خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث پاک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے "میرے صحابی" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صلح حدیبیہ سے پہلے ایمان لائے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد تابعی کہلائیں گے۔

اسی طرح جو صحابہ کرام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایمان تو لے آئے مگر انہیں صحبت رسول ﷺ میسر نہیں آئی تھی وہ بھی تابعین کہلائیں گے۔ ایسے لوگوں کو "خضرم" کہا جاتا ہے۔ مسلم نے ایسے لوگوں کو صحابہ میں شمار کیا تو وہ صرف بیس نکلے جیسے عثمان نہدی، سوید بن غفلہ الکندی، عبدخیر بن یزید، عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے لوگ تھے۔ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ اور ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ ایسے ہی حضرات میں سے تھے۔

الحاکم ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ ایک طبقہ تابعین سے وہ ہے جنہیں صحابہ کرام سے احادیث سننے کا موقع ملا تھا۔ ان میں ابراہیم بن سوید نخعی بکیر بن عبداللہ الاشجع رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسی ہی ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک وہ دلیل زیادہ مضبوط ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایک بار بھی دیکھنا صحابی بنا دیتا ہے۔ ایک صحابی کو ایک بار دیکھنے سے تابعی بن جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بلاشک و شبہ تابعی تھے

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی صحابہ کرام کی زیارت کی تھی۔

بعض لوگ اس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا آپ نے کسی صحابی سے روایت لی ہے یا نہیں۔ امام حاکم نے نعمان اور سوید مقرن مزنی کے دونوں بیٹوں کو تابعین میں شمار کیا ہے حالانکہ وہ معروف صحابی تھے۔ وہ غزوہ خندق میں موجود تھے مگر اس میں نظر ہے جیسے ہم نے بیان کیا ہے۔

اب ہم ناظرین کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ امام المسلمین ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشک و ریب تابعی ہیں۔ قولہ تعالیٰ والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضواعنہ و اعدلھم جنات تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابداً ذالک الفوز العظیم ○ اس آیت کریمہ کی روشنی میں آپ کا مقام امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیھم سے کئی درجہ بلند ہے۔

بعض ائمہ نے اعتراض کیا ہے کہ اگر مندرجہ بالا آیت کو واؤ کے بغیر پڑھا جائے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل نہیں ہو سکتے اور صرف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں۔ ہم اس اعتراض کو موضوع قرار دیتے ہوئے ہم جس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں وہ روایت متواترہ سے ثابت ہے، جس قرات کی روشنی میں واؤ کو گرایا جا رہا ہے وہ "قراۃ شاذہ" ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا معارضہ بھی غلط ہے کیونکہ ان کی صحابہ سے ملاقات اور روایت تو کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تبع تابعین میں شمار کیا ہے۔ وہ صحابہ کرام کو نہیں ملے۔ اگر ان کی صحابہ کرام سے ملاقات تسلیم کر لی جائے تو پھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تابعی ہونے پر کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ پر مقدم ہیں۔

صحابہ کرام سے ملاقات اور روایت

ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کی زیارت بھی کی ہے اور ان سے احادیث بھی سنی ہیں۔ ہم مختلف علماء کرام کی آراء پیش کرتے ہیں :

۱- امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن احمد المدینی رحمۃ اللہ علیہ (مدینہ خوارزم کا ایک قلعہ ہے) اور تاج الاسلام عبدالکریم محمد بن سمعانی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالموالی فضل بن سہل حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سندات کے ساتھ ابونعیم فضل بن عمرو بن حماد المعروف بابن دکین، بنی طلحہ بن عبداللہ تمیمی کے موالی ہیں۔ آپ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ روایت واقدی اور سمعانی نے امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی سند سے پیش کی ہے۔

۲- سمعانی نے مزاحم بن زواد اور یحییٰ بن معین نے روایت میں غلطی کی ہے۔ ابوعثمان نہدی اور عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت کی ہے "اہل حق کو حق ادا کرو" اسی نے لکھا ہے کہ وہ ابوالموالی ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے تھے مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

۳- محدثین کا اتفاق ہے کہ چار صحابہ کرام کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تھا۔ ان کی اس روایت کے متعلق بھی اختلاف ہے مگر ان کی زیارت پر کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ حضرت انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام ابن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن عمرو بن مناۃ بن عدی بن عمر بن مالک بن النجار الانصاری الخزرجی خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ جس وقت مدینہ منورہ میں آئے تو آپ کی عمر دس سال تھی بعض نے کہا ہے کہ نو سال کے تھے۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سال خدمت کی تھی۔ آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مدینہ منورہ سے بصرہ چلے گئے تھے۔ آپ نے وہاں لوگوں کو احادیث مبارکہ سنانا شروع کیں اور احکام شریعت کو فقہی انداز میں سمجھانا شروع کیا۔ آپ تمام صحابہ کے آخرین صحابی ہیں جو فوت ہوئے تھے، صرف ایک صحابی ابوالطفیل موجود تھے۔ ہاں ہم دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ بصرہ میں رہنے والے تمام صحابہ کے آخرین صحابی ہیں جو فوت ہوئے۔ آپ وفات کے وقت ۹۱ یا ۹۳ سال کے تھے۔

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک سو دس بیٹے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ ۸۰ سال عمر تھی۔ صرف دو بیٹیاں تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے وقت حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تیرہ سال یا گیارہ سال تھی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زندگی میں کم از کم بیس بار بصرہ میں گئے۔ بعض اوقات آپ بصرہ میں سال سال یا دو دو سال قیام فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو وہاں معتزلہ سے مباحثہ کرنے کا موقع ملا۔ اہل ہوا اور بعض دوسرے بد عقیدہ لوگ بھی آپ سے مناظرہ کرتے مگر آپ کے دلائل اور بیان کے سامنے منہ کی کھاتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایات

امام سید الحفاظ شہردار بن شیرویہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ اور برہان الاسلام غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح سندات میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ "جس نے خالص قلب سے لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ کہا وہ جنت میں ہو گا۔"

توکل کیا ہے؟

"اگر تم توکل کے حق کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرو تو تمہیں ایسا رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔"

بر توکل گر بود فیروزیت
حق دہد مانند مرغاں روزیت

پہلی حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے محدثین نے بیان کیا جنت میں داخلہ دو قسموں سے ہو گا۔ جنت میں داخلہ ایسے لوگوں کے نصیبوں میں ہو گا جنہوں نے زبان سے لاالٰہ الااللہ کہا تھا۔ اور محارم اللہ کو مکمل طور پر ترک کر دیا ہو۔ یہ بات حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس حدیث پر ایک وضاحتی سوال پر کہی تھی۔

علامہ سید جلال الملتہ والدین الکرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مجموعہ میں اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایسا دخول معلق ہو گا۔ مگر مطلق داخلہ قیامت کے بعد ہو گا۔ ابتدائی دخول جنت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنے فضل سے معاف فرمائے گا یا ایسا شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شفاعت کا حق دار بن کر جنت میں داخل ہو گا۔ وہ لاالہ الااللہ اخلاص سے کہے گا' اس میں منافقت نہیں ہو گی' کیونکہ منافق خواہ کتنی بار کلمہ پڑھے گا داخل جنت نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ جہنم کے نچلے درجہ میں ہو گا۔ سورۂ حدید میں فرمان باری تعالیٰ ہے اعدت للذین آمنوا باللہ و رسلہ ○ (سورۂ حدید' پارہ ۲۷) اس پر عمل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بعض اہل جنت کے لئے سابقین فی الجنۃ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ ان کے متعلق فرمایا وہ ایسے متوکل لوگ ہوں گے' نہ وہ جھاڑ پھونک پر اعتقاد رکھتے ہوں گے' نہ داغ لگواتے ہیں' نہ دوسروں کو داغ لگاتے ہیں۔ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔ اللہ کی تقدیر پر بھروسا کرتے ہیں۔ کسی دوسری چیز کی پروا نہیں کرتے' کسی نفع و نقصان کو خاطر میں نہیں لاتے۔ وہ کسی بات پر مضطرب نہیں ہوتے' دنیاوی مقاصد پورے ہونے یا نہ ہونے کی پرواہ نہیں کرتے' وہ محض توکل علی اللہ پر کاربند ہوتے ہیں۔ وہ اسباب اور دنیاوی ذرائع پر نگاہ نہیں رکھتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایسے ہی توکل کے متعلق فرمایا توکلتم علی اللہ ○

ہوا میں اڑنے والے پرندے کس قدر توکل الی اللہ کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ ایک پرندہ نفع و نقصان کی پروا کئے بغیر اڑتا ہے' شام تک اس کا پیٹ بھر جاتا ہے۔ دوسرے دن پھر اللہ تعالیٰ کے بھروسا پر پر پھیلاتا ہے۔ اگر کوئی انسان بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو یہ اس کا اخلاص ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اگر تم اپنے مقاصد اور نتائج سے بے نیاز ہو کر صرف اور صرف اللہ پر توکل کر لو تو یہی توکل الی اللہ ہے۔ جو چیز تمہارے مقسوم میں ہو گی ہر طرح ملے گی۔ کھیتی باڑی' تجارت' ملازمت کا

کوئی بھروسا نہیں ہونا چاہئے۔

یہ وہ توکل ہے جو ماذون فیہ اور غیر مدعو الیہ ہے۔ یہ وہ توکل ہے جس میں تکالیف کو روکنے اور مشقتوں اور ریاضتوں اور آفات سے احتراز نہیں کیا جاتا۔ اس توکل کو ناقص توکل کہا جاتا ہے۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے عمرو بن امیہ ضمری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلہ وسلم! میں اپنی اونٹنی اللہ تعالیٰ کے توکل پر چھوڑ کر مسجد میں آجاؤں اور اسے اللہ تعالیٰ کے سہارے پر کھلا چھوڑ دوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھٹنے باندھ کر اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ اس واقعہ سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اپنی کسی چیز کو تباہی سے بچایا کرو تاکہ سکون نفس سے محروم نہ ہو جاؤ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر کام اپنی قوت ارادی سے کیا مگر پھر بھی اصحاب سے مشورہ لیا' ان کو مشاورت کا موقعہ دیا اور یہی دراصل توکل ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت فرمایا جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ جنگ تبوک میں شریک نہیں ہو سکے تھے یہ تین صحابہ تھے جو اس جنگ میں بلاعذر شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اس نے اپنی بریت اور معافی کے اعلان کے بعد کہا یارسول اللہ علیک! میں اس خوشی میں اپنا سارا مال و اسباب اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کچھ مال اپنے لئے رکھ لو۔ یہ ہے اصل توکل۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے محبوب صحابی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا بلال! خرچ کرو' مگر صاحب عرش کی رحمت سے مال میں کمی کا خوف نہ کرو۔ ایک اور مقام پر سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کچھ کھجوریں چھپا کر رکھی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلال کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ ان کھجوروں کی وجہ سے نار جہنم میں دھنسا دیئے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھا کرو۔ اس پر توکل کیا کرو۔ اپنے نفس کے لئے ایسی چیزوں کو

بچا کر نہ رکھا کرو۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا اپنی ذات سے توکل کا مقام تھا۔ مگر آپ ﷺ دوسروں کے لئے ایسی احتیاط سے منع نہیں فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! آپ بیمار ہیں طبیب کو بلا لاؤں۔ فرمایا صدیق طبیب نے ہی تو مجھے بیمار کیا ہے اور یہ الفاظ پڑھے وجاءت سکرۃ الموت بالحق (پارہ ۲۶) ایک اور مقام پر فرمایا اذا مرضت فھو یشفین (سورۃ الشعرا' پارہ ۱۹)

اب توکل کی ایک اور صورت بھی پیش نظر رہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے تیراندازوں کے لئے دوہرے پھل والا تیر پسند فرمایا اور اس کے بنانے کا حکم دیا۔ چوڑے پھل والے تیر بننے لگے اور میدان جنگ میں استعمال ہونے لگے اور اگر کسی صحابی نے ایسے تیر نشانے پر لگنے کے لئے آپ ﷺ سے دم کرنے کی استدعا کی تو آپ ﷺ نے اس پر پھونک ماری۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر لبید بن اعصم نے جادو کیا۔ سحرکاری سے آپ ﷺ کو گزند پہنچانے کی کوشش کی تو آپ نے معوذتین پڑھ کر دم کیا اپنے بدن پر پھونک ماری یہ توکل کے خلاف بات ہے۔

کامل توکل

ہم اس کا جواب یوں عرض کریں گے یہ بات اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے تھی۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور حکم میں کوتاہی نہیں فرمایا کرتے تھے اور پھر اسباب کے استعمال کو توکل کے خلاف قرار نہیں دیتے تھے۔ آپ ماذون تھے' اس کا ترک افضل جانتے تھے مگر حکم خداوندی کے سامنے تمام طریقے ترک کر دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی فرمان خداوندی کے سامنے تامل نہیں فرمایا اور یہی توکل کامل ہے۔ تقدیر الٰہی ایسی پھونک' علاج کی اجازت دیتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیماری کے دوران جو بھی علاج کے طریقے استعمال کئے گئے وہ توکل ہی

کی ایک شکل تھی۔

اسرائیلی روایات میں بھی بعض ایسی مثالیں ملتی ہیں جنہیں علمائے کرام نے بیان فرمایا ہے۔ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام بیمار ہو گئے۔ آپ کو حکم ہوا کہ آپ بیماری کا علاج کریں مگر آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ خود صحت و عافیت دے گا لیکن مرض بڑھتا گیا' بیماری زیادہ ہوتی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ جب تک تم علاج نہ کرو گے میں شفاء نہیں دوں گا۔ چنانچہ آپ نے علاج کرایا تو صحت یاب ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خیال آیا کہ ایسا کیوں ہوا۔ حکم ہوا موسیٰ! تم میری حکمت اور اسباب کو باطل قرار دے رہے ہو۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ

ہمیں یہاں بیماریوں کے علاج سے مطلب نہیں ہے ہم تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب اور نظریہ کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا مذہب توکل کی تعلیم دیتا ہے۔ فرح کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ امام حسن بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے کہ وہ بیماری کا علاج کرانا ناجائز خیال کرتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ علاج کرانا توکل کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ نے فتوکلوا ان کنتم مومنین فرما کر توکل کا سبق دیا ہے۔

ہم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا' حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی بیماری کے دوران پوچھا آپ کو کسی سے شکایت ہو تو بتائیے' فرمایا مجھے میرے گناہوں سے شکایت ہے۔ آپ سے پوچھا گیا آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ عرض کی گئی آپ کے لئے طبیب یا معالج کو بلایا جائے' فرمایا طبیب نے ہی تو مجھے بیمار کیا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آشوب چشم کی بیماری ہو گئی' دوستوں نے عرض کی آپ اس کا علاج کرا لیں۔ فرمایا مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ عرض کی شفاء کے لئے دعا ہی کیجئے۔ آپ نے فرمایا میں اس سے وہ چیز مانگ رہا ہوں جو شفا سے بھی اعلیٰ اور

اہم ہے۔

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فالج کا حملہ ہوا عرض کی گئی علاج کرائیے۔ آپ نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ علاج کراؤں مگر مجھے عاد و ثمود کی قومیں یاد آگئیں ان میں طبیب بھی تھے' معالج بھی تھے ' حکیم بھی تھے مگر وہ انہیں بچا نہ سکے اور وہ ان سب کے ہوتے ہوئے موت کی وادیوں میں چلے گئے۔

ان الطبیب بطبه و دوائه لایستطیع دفاع مقد ورائی

ما للطبیب یموت بالداء بالذی قدکان یبری مثله فی ما مضی

هلک المداوی والمداوی والذی

جلب الدواء و باعه ومن اشتری

(ترجمہ) طبیب اپنی تمام طبی صلاحیتوں کے باوجود میری تقدیر کو نہیں ٹال سکتا۔ طبیب بھی اسی بیماری سے مرتا ہے جس کا ساری عمر علاج کرتا رہتا ہے۔ طبیب' مریض' ادویات بنانے والا اور ادویات فروخت کرنے والا اور خریدنے والا تمام مر گئے ہیں۔

ہمارے نزدیک تقدیر خداوندی کی حاکمیت کے باوجود علاج کرانا ضروری ہے۔ اس میں نہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے' نہ اس کی تقدیر کا مقابلہ ہوتا ہے۔ ان امراض کے تین اسباب ایسے ہیں جن سے ان میں افاقہ ہو جاتا ہے یا بالکل رفع ہو جاتے ہیں۔ بھوک کا علاج کھانا پینا ہوتا ہے' اس کا ترک کرنا حرام ہے اور اسے توکل نہیں کہا جاسکتا۔ جو شخص فاقہ کشی کو دور کرنے کے قابل ہے مگر توکل کے نام پر کچھ نہیں کھاتا وہ حرام کی موت مرتا ہے۔ جس طرح خودکشی کرنے والا حرام موت مرتا ہے۔

خودکشی توکل نہیں ہے

ایک طالب علم نے ایک کتاب میں یہ پڑھ لیا کہ خودکشی کی موت حرام کی موت

نہیں ہے اور اس سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ اس کا یہ خیال باطل ہے۔ ایسا کام تو کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔ احادیث نبوی ﷺ میں خودکشی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر پاگل یا مجنون ہی خودکشی کرتا ہے بعض اوقات صحیح الدماغ لوگ بھی خودکشی کر لیتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے لئے موت کو لبیک کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

جادو اور تعویذات کی حقیقت

بعض لوگوں میں یہ رواج چل نکلا ہے کہ وہ بعض بیماریوں اور توہمات سے بچنے کے لئے جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈا کا سہارا لیتے ہیں اور جن دعاؤں کی شرعی طور پر اجازت ہے دور رہتے ہیں۔ یہ چیزیں توکل سے دور کا بھی تعلق نہیں رکھتیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متوکلین کے متعلق ایک روایت بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ توکل یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے جائز اسباب کے استعمال سے انکار کر دیا جائے۔

بعض بیماریوں میں داغنا، خون نکلوانا بعض قوموں اور ملکوں میں علاج کا یہ طریقہ رائج ہے۔ خاص طور پر عربی، ترکی، ہندو اور دوسرے کئی مذاہب کے لوگ کرتے ہیں۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو ان کے بدن کو داغا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے ایک نور نظر آتا تھا، میں فرشتوں سے تسلی آمیز باتیں سنتا تھا اور فرشتے سلام کہتے تھے۔ جب مجھے داغ دینا چھوڑ دیا گیا تو یہ تمام چیزیں منقطع ہو گئیں۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور کہا اے اللہ! میں نے کوشش کی کہ میری بیماری دور ہو جائے اب میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے صحت عطا فرما تو ان میں بے پناہ کرامات لوٹ آئیں۔

عربوں میں ایک طریقہ علاج مظنون تھا۔ فصد لگانا، پچھنے لگانا، یا سہل کرانا اور دوسرے کئی طریقے رائج تھے جن سے گرمی یا سردی دور ہو جاتی تھی۔ ایسے ہی بعض طبیب علاج بالغذا سے علاج کیا کرتے تھے۔ ان تمام چیزوں کو توکل کے خلاف نہیں کہا

جاسکتا۔ مگر ان طریقوں کو ہی صحت بخش قرار دینا اچھا نہیں۔ ان طریقوں کے استعمال کے باوجود اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھنا چاہیے۔ ان پر عمل کرنا کسی حدیث پاک کے منافی نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو شب معراج کے سفر میں فرشتوں کی ایک جماعت نے آپ کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ اپنی امت کو پچھنے لگایا کریں۔ ان پچھنوں سے چمڑے سے مہلک اور زہریلا خون نکال دیا جاتا ہے۔ کیڑے سے زہر کو نکال دیا جاتا تھا۔ یا کہیں آگ بھڑک اٹھے تو اس پر پانی ڈال کر بجھا دیا جائے۔ شدید گرمی میں نہا لیا جائے۔ یہ تمام کام توکل کے خلاف نہیں ہیں۔

صحابی کی ایک اور تعریف

اگرچہ ہم سابقہ صفحات پر صحابی کی تعریف کرتے ہوئے توکل کے معانی پر گفتگو کرنے لگے تھے مگر ہم دوبارہ سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحابی اور تابعی ہونے پر خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ ابراہیم نے کہا تھا کہ ابومحمد اور ابومعاویہ عبداللہ بن ابی اوفی، علقمہ بن قیس بن خالد بن الحارث بن ابی اسید بن ابی رفاعہ بن ثعلبہ بن ہوازن بن اسلم الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ سارے حضرات صلح حدیبیہ کے موقعے پر موجود تھے اور غزوہ خیبر میں بھی موجود تھے اس کے بعد کے غزوات میں حاضر تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں ساری زندگی مدینہ پاک میں گزار دی یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد یہ تمام حضرات کوفہ میں منتقل ہو گئے۔ یہ آخرین صحابہ کرام ہیں جو کوفہ میں فوت ہوئے تھے۔ آپ کوفہ میں ۲۴ یا ۲۵ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ مگر صحابہ رسول میں چھ سات صحابہ ایسے بھی موجود تھے جن سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث سنی تھیں۔ ان کی زیارت کی تھی۔ بعض اقوال کے پیش نظر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس صحابہ کرام کی

زیارت کی تھی۔ آپ صحابہ کی رویت اور روایت دونوں سے مشرف ہوئے تھے۔ اس قول کی سند قلیل اور کثیر حضرات سے ملتی ہے۔

ابن الصلاح موسیٰ بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ (جو حفاظ احادیث میں سے ایک تھے) نے روایت کی ہے کہ جب ایک بچے کو گائے اور گدھے میں تمیز ہو جائے تو اس کا سماع حدیث درست مانا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب بچہ عقل کی بات کرنے لگے تو اس کا سماع حدیث جائز ہے۔ آپ سے ایک شخص نے کہا کہ پندرہ سال سے پہلے سماع احادیث جائز نہیں۔ آپ نے اس کی اس بات کی تردید کر دی اور فرمایا بئس القول یہ قول برا ہے۔

حضرت حافظ عیاض بن موسیٰ الیحصبی اندلسی (صاحب شفا شریف) نے فرمایا ہے کہ محدثین نے سماع احادیث کی حد بتائی ہے۔ کم از کم اس کی حد محمود بن الربیع ہیں۔ اس پر آپ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت بیان کی ہے جو "صحیح بخاری" میں موجود ہے۔ یہی روایت آپ نے ترجمۃ الباب میں بیان کی ہے کہ صغیر سنی کی روایت کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حسن بن محمود بن الربیع نے کہا تھا کہ مجھے یاد ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ڈول سے پانی کا ایک چلو لیا اور میرے منہ پر کلی کر دی۔ میں ان دنوں چار یا پانچ سال کا تھا اور مجھے یہ بات اچھی طرح یاد ہے۔ (بخاری شریف کتاب العلم)

ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پانچ سال کی عمر میں باشعور ہونے اور بات کو یاد رکھنے کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے اور بچے کی صلاحیت مستند ہو جاتی ہے۔ وہ بات کو سن کر جواب دے سکتا ہے۔ لہذا ہم اس کی سماعت احادیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہاں اگر وہ فاتر العقل ہے یا بات یاد نہیں رکھ سکتا تو پھر اس کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

چار سالہ بچہ حافظِ قرآن

حضرت ابراہیم بن سعید الجوہری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک چار

سالہ بچے کو دیکھا وہ خلیفہ عباسی کے دربار میں لایا گیا تھا۔ اس نے خلیفہ کے سامنے پورا قرآن پاک سنایا اس کے باوجود جب اسے بھوک لگتی تو رونے لگتا تھا جس طرح تمام بچے بھوک برداشت نہیں کر سکتے۔

قاضی ابو محمد عبداللہ بن محمد اصبہانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ابھی پانچ سال کا تھا میں نے قرآن پاک حفظ کر لیا تھا مجھے ابوبکر مقری (استاد الحفاظ) کے سامنے پیش کیا گیا، لوگوں نے کہا آپ اس سے قرآن پاک نہ سنیں یہ ابھی چار سال کا بچہ ہے۔ مجھے ابن مقری نے دیکھا اور فرمایا سورۂ کافرون سناؤ۔ میں نے سنا دی۔ پھر فرمایا سورۂ التکویر سناؤ، میں سناتا گیا۔ پھر فرمایا اچھا سورۂ المرسلات سناؤ میں نے وہ بھی سنا دی اور اس میں کوئی غلطی نہ کی۔ ابن المقری رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا اس سے سارا قرآن سن لو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

محمود بن الربیع کی روایت سماع سے انکار نہیں ہے۔ سید الحفاظ امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کسی کی محبت اس کے عیب دیکھنے سے اندھا کر دیتی ہے اور تم اس کے خلاف بات سننے سے بہرے ہو جاؤ گے۔ مزید فرمایا نیکی کی رہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔ پھر فرمایا ہر طرح کی فریاد رسی سے محبت کرتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد الساعدی بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس صحابی کا نام حزن تھا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام بدل کر سہل رکھ دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ آپ جب کسی کا نام برا سنتے یا بے معنی پاتے تو اسے اچھے نام سے تبدیل فرما دیا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی صحابہ کرام کے نام تبدیل فرمائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آئے تو سہل اس وقت پندرہ سال کے تھے آپ نے اکاون سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ اٹھاسی سال کی

عمر میں فوت ہوئے تھے۔ یہ آخری صحابی ہیں جو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے تھے۔

صحابہ کرام سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ملاقاتیں

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی بار حج کرنے آئے تو ۹۶ ہجری میں آپ نے حضرت ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کی۔ کیونکہ ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی بھی کوفہ نہیں گئے تھے اگرچہ آپ نے ان سے کوئی حدیث نہیں سنی تھی۔ نہ ہی آپ سے کوئی روایت بیان فرمائی۔ مگر اس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ضرور کی اس لئے آپ تابعی ہیں۔

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ صحابی سے ملاقات

حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ بن عبداللہ بن عمیر بن جابر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم قبیلہ بنو سعد سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں ابن لیث الکنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم وصال پر آٹھ سال کے تھے۔ آپ مکہ مکرمہ میں ۱۰۲ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آخری صحابی ہیں جو روئے زمین پر تمام صحابہ کرام کے بعد فوت ہوئے تھے۔ ان کے بعد تمام روئے زمین پر کسی صحابی کی زندگی کا پتہ نہیں چلتا۔ تمام محدثین بھی آپ کو آخرین صحابی تسلیم کرتے ہیں اور "صحاح ستہ" کی روایات بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے ملاقات کی تھی۔

دوسرے صحابہ کرام سے ملاقات

عبداللہ ابن الحارث بن جز (بالجیم المفتوحة والزای المعجمة الساکنة المهموزه) ابن عبداللہ بن سعدی کرب بن عمرو بن زبید الزبیدی سے ملاقات ہوئی وہ ۸۵ یا ۸۸ ہجری کے درمیان مصر میں فوت ہوئے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۵ سال تھی۔ اگر ہم ۸۵ ہجری کو سال وفات تسلیم کر لیں تو پھر اخطب الخطبا امام موفق المکی کی روایت

غلط ثابت ہوتی ہے جبکہ وہ اپنی مسند میں فرماتے ہیں کہ ابن سماعہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس وقت ملاقات کی جب آپ پہلا حج کرنے اپنے والد گرامی کے ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے سنا تھا جو اللہ کے دین میں سے کچھ سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اس کی جو مراد ہو گی پوری ہو گی اور اسے ایسی جگہ سے رزق ملے گا جس کا وہ گمان تک نہیں کر سکتا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلا حج کیا وہ ۹۶ ہجری کا سال تھا۔

حافظ ابو بکر محمد بن محمد بن عمرو بن محمد بن سبرۃ جعابی اور برہان الاسلام ابوالحسن علی بن الحسین غزنوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ عبداللہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۹۹ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ اس لئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان سے روایت کرنا درست ہے۔ ان دونوں روایتوں سے وہ روایت زیادہ مستند ہے جسے قاضی القضاہ ابو منصور بن محمد بن حسین بن محمد البغدادی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہلال بن ابی العلاء سے مروی ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حج کے موقعہ پر میرے والد گرامی مجھے اپنے کندھوں پر بٹھا کر عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے تھے۔ آپ نے پوچھا کس لئے آئے ہو۔ میرے والد نے عرض کی میری دلی خواہش ہے کہ آپ میرے اس بچے کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کوئی حدیث سنائیں۔ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ہے کہ پریشان حال انسان کی امداد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ پھر فرمایا جس نے اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کر لی وہ اللہ تعالیٰ کا بڑا پیارا انسان ہے۔

اس زمانہ میں حج کے دوران ہجوم کی وجہ سے اکثر لوگ بچوں کو کندھوں پر بٹھا کر لے جایا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت پانچ یا چھ سال کے تھے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس صحابی کی

زیارت کی تھی۔ اگرچہ ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ مکہ مکرمہ میں یہ کس مقام یا مکان میں ہوئی تھی مگر ان کو کندھے پر اٹھا کر لے جانا اس زمانہ کے عادت کے مطابق تھا۔ اس صحابی کی وفات ۹۰ ہجری میں ہوئی تھی۔

اس حدیث کے مطابق ایک اور حدیث بھی ہے جسے حسن بن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے ہر معاملہ میں کفایت کرے گا اور اسے اتنا رزق دے گا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ فقاہت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ اور فقہ تین علوم دینیہ کا مجموعہ ہے، علم، الاتقان اور عمل، یہ تینوں چیزیں اللہ تعالیٰ کا ہو جانے سے حاصل ہوتی ہیں۔

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اور صحابی حضرت واثلہ بن الاسقع بن عبدالعزی بن عبدیالیل بن ناشب بن غبرۃ بن سعد بن لیث بن بکر بن عبدمناۃ بن علی بن کنانہ اللیثی سے ہوئی تھی۔ حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ایمان لائے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیش العسرۃ کی تیاری میں مصروف تھے۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین سال خدمت کی۔ وہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ پھر آپ بصرہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ پھر شام چلے گئے۔ آپ کا گھر بلاط میں تھا جو دمشق سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ وہاں سے ۸۶ ہجری میں بیت المقدس چلے گئے تھے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا تھا انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ کوئی گمان نہ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہے جب تک پانچ نمازوں کو قائم نہ کرلے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت

میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو بندہ میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے نماز کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ اس سے بڑھ کر دوسرا کوئی عمل نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حج فرض افضل ہے۔ حج کے نوافل ہیں مگر یہ نوافل قیامت کے دن اس شخص کے کام آئیں گے جس کے فرائض میں کمی ہو گی اگرچہ نوافل فرائض کے تابع ہیں مگر وہ تقرب خداوندی کا ذریعہ ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مقبول ہے اور ایک اصولی بات ہے۔

بعض اہلحدیث محدثین کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں دیکھا تھا۔ مگر اصحاب مناقب نے اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی تھی ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ دیکھنے کے شواہد اور امکانات موجود ہیں۔ اور جتنے راوی اور ناقل ہیں وہ سچے اور عادل ہیں۔

یہ بات بھی ظاہر ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسائل سے استخراج کرنے کا زبردست ملکہ تھا۔ وہ روایات کو جمع کرنے کی طرف زیادہ راغب نہیں تھے۔ صحابہ کرام میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسائل کے حل کرنے میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ وہ امور دینیہ میں اتنے مشغول رہے کہ روایات کو جمع نہ کر سکے۔ اس سلسلہ میں یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

یا طالب العلم الذی　　ذهبت بمدته الروایه
کن فی الروایة ذا العنا　　یة بالروایة والدرایه
وار و القلیل و راعه
فالعلم لیس له نهایه

(ترجمہ) اے طالب علم تو نے عمر کا زیادہ حصہ روایات نقل کرنے میں گزار دیا ہے۔ روایت کے علاوہ صاحب روایت بھی ہونا ضروری ہے۔ وہ درست ہو گی۔

تھوڑی سی روایات بیان کرو مگر ان میں نگہداشت اور تحقیق زیادہ ہونی چاہئے اس لئے کہ علم تو ایک سمندر ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ملاقات کی تھی۔ معقل بن یسار بن معبر بن خراق بن لائی ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ "مناقب" میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا' مومن کی تین علامتیں ہیں۔ جب بولے تو سچ بولے' وعدہ کرے تو پورا کرے' امانت رکھی جائے تو اسے لوٹا دے۔ اسی طرح منافق کی بھی تین علامات ہیں جب وہ بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ جب وعدہ کرتا ہے تو ایفا نہیں کرتا۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔

حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی ہیں جو شجرہ رضوان کے نیچے بیعت ہوئے تھے۔ نہر مقعل آپ سے ہی منسوب ہوئی تھی۔ آپ نے بصرہ میں عبداللہ بن زیادہ کے زمانہ میں وفات پائی تھی۔ آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت میں فوت ہوئے تھے اس طرح آپ کی وفات ۶۷ ہجری یا ۷۰ ہجری کے درمیان ہوئی ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ۸۰ ہجری میں ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ صحابی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سے پہلے فوت ہو چکے تھے ان کی ملاقات تسلیم نہیں کی جاسکتی۔

ہم اوپر منافق کی علامات پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی علامات پر بات کر رہے تھے۔ فاضل مؤلف نے منافق کی ان علامات پر بڑی بحث کی ہے اور طویل دلائل دیئے ہیں۔ بڑے لطیف نکتے بیان فرمائے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے صحابہ نے ان علامات پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بار بار وضاحت کے لئے استدعا کی' تفصیلات حاصل کیں' مختلف انداز میں وعدہ خلافی' جھوٹ اور امانت میں خیانت برتنے پر سوالات کئے۔ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کی تربیت فرمائی' سوالات کے جواب دیئے۔ فاضل مؤلف کتاب نے بڑا طویل سلسلہ بیان فرمایا ہے ہم اسے قارئین سے معذرت کے ساتھ نظرانداز کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات

اہل علم و فضل نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔ میں نے ان کی زبان سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین باتوں پر بیعت کی تھی۔ حکم سن کر سر تسلیم خم کر لینا۔ طاعت و فرمانبرداری کو زندگی کا اصول بنا لینا۔ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنا۔ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان تین باتوں پر بیعت کر چکے کہ ہم ہر بات پر سر تسلیم خم کریں گے اور ہر اس مسلمان کی اطاعت کریں گے جو ہمارا امیر منتخب ہو کر آئے گا اور ہمیں شریعت کی اتباع کا حکم دے گا۔ ہم ہر مسلمان کی خیرخواہی کریں گے مگر سرکشی' فساد اور بغاوت نہیں کریں گے۔ ہم نے اس بیعت کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے متصف کیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات پر بہت سے محدثین نے کلام کیا ہے' اعتراض کیا ہے' کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مشہور صحابی تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے۔ عقبہ اولیٰ میں نہیں آئے تھے۔ آپ اس غزوہ اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک بھی رہے تھے۔ آپ شام اور مصر میں بھی تشریف لے گئے

تھے۔ ان کے والد گرامی ان بارہ نقباء میں سے تھے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقرر فرمائے تھے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت امان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی تھی۔ آپ ان دنوں مدینہ پاک کے امیر (گورنر) تھے۔ اندریں حالات حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سے پہلے انتقال کر گئے تھے۔ ہاں اگر اس قول پر اعتبار کر لیا جائے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے تھے تو ان کی ملاقات کا امکان ہو سکتا ہے مگر اکثر لوگ تسلیم نہیں کرتے۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت عبداللہ ابن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ غزوہ احد اور دوسرے تمام غزوات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ رہے تھے۔ وہ مہاجر ہیں' انصاری ہیں اور عقبی ہیں۔ بعض محدثین نے آپ کو قضاعہ سے آپ کو انصار کا حلیف لکھا ہے۔ مناقب میں سند کے ساتھ مذکور ہے کہ داود طیاسی نے فرمایا تھا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا تھا کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹۴ ہجری میں کوفہ میں ہمارے گھر تشریف لائے تھے میں اس وقت چودہ سال کا تھا۔ میں نے ان سے سنا تھا وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تجھے کسی کی محبت اس کے عیب دیکھنے سے اندھا کر دے گی۔ اس کے عیب سننے سے بہرہ ہو جائے گا۔

محبت کے معاملہ میں اس مقام پر فاضل مئولف نے بڑا ادبی انداز اختیار کیا ہے اور محبت پر ایک طویل گفتگو فرمائی ہے۔ ہم اس کا ترجمہ نظرانداز کر رہے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات میں بعض اشکال سامنے آتے ہیں۔ اس لئے کہ ارباب سیرو تواریخ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں اس وقت فوت ہو

گئے تھے جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس تاریخی حوالہ کے باوجود فاضل مئولف نے "تہذیب التہذیب" کے حوالے سے حاشیہ لکھا ہے کہ ابن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام میں ۸۰ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ حافظ عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں بھی آپ کی وفات ۸۰ ہجری درج کی ہے۔ خود امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسا کہ مناقب امام موفق میں ہے) نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹۴ ہجری میں کوفہ میں تشریف لائے تھے اور میں نے ان سے مذکورہ بالا حدیث سنی تھی۔ حاشیہ نگار نے لکھا ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو دوسروں کی نسبت احسن اسبق اور اعرف قرار دیتے ہیں۔ وہ دوسرے اقوال کی نسبت زیادہ معتبر ہے۔

حضرت عائشہ بنت عجرد سے ملاقات

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واحد صحابیہ رسول سے ملاقات کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں میں نے ان کی زبان سے سنا تھا آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا ٹڈی اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک زبردست لشکر ہے جو دنیا کے مختلف خطوں میں پایا جاتا ہے۔ میں اسے حلال قرار دیتا ہوں۔

اس حدیث شریف کی وضاحت مسلم شریف میں دیکھی جا سکتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زیر قیادت سات جنگیں لڑی تھیں، ہم آپ کے سامنے ٹڈی کھایا کرتے تھے۔ ٹڈی کے حلال ہونے میں علماء کرام نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ اس کا کھانا جائز ہے۔ جب اسے پکڑا جائے تو اس کا سر کاٹ کر علیحدہ کر لیا جائے۔ وہ بالاتفاق حلال جانور ہے۔ اس کے ذبح کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ اس کے مرنے یا اس کا شکار کر کے مارنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ مچھلی کی طرح طبعی موت سے مرنے پر بھی حلال ہوتی ہے۔ اس کا سر کاٹ لیا جائے، پر علیحدہ کر لئے جائیں، پاؤں کاٹ دیئے جائیں، اسے بھون کر کھایا جا سکتا ہے۔ یہ

بیابان اور جنگل کا شکار ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مردہ مکڑی کے کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ ہاں اگر زندہ پکڑی جائے اور مرجائے تو اس کے مکروہ ہونے کا سوال نہیں ہوتا۔

دار قطنی میں ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لئے دو جانور حلال کر دیئے گئے ہیں ایک مچھلی اور دوسری ٹڈی۔ ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے کو ٹڈیاں تھالوں میں بھر کر بطور تحفہ بھیجا کرتی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار قسم کے جانور پیدا فرمائے ہیں جن میں سے چھ سو پانی میں رہتے ہیں اور چار سو جنگلات میں ہوتے ہیں۔ ان میں ٹڈی کا گروہ مر کر بھی حلال رہنے والا ہے۔ ٹڈی کے لشکر ایسے لشکر ہیں کہ ایک لشکر ہلاک ہوتا ہے تو اس کے پیچھے اس کا دوسرا لشکر چلا آتا ہے اور اس طرح سلسلہ جاری رہتا ہے۔ وہ دھاگے کی طرح تسلسل سے چلے آتے ہیں۔

ترمذی شریف میں ہے کہ قیامت کے قریب سب سے پہلے جس نسل کو ہلاک کیا جائے گا وہ ٹڈی دل ہو گا۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے قالب کی بقیہ مٹی سی بنائی گئی تھی۔ دوسرے زمینی' آبی اور فضائی جانور انسان کی موت کے بعد ہلاک ہوں گے کیونکہ تمام حیوانات انسان کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کی ضروریات کا کتنا خیال رکھا ہے۔

کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے
جانور پیدا ہوئے تیری وفا کے واسطے
یہ جہان تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا خلق لکم مافی الارض جمیعا "ہم نے زمین کی ساری چیزیں صرف تمہارے لئے پیدا کی ہیں۔"

ٹڈی دل کو مارنے کی متعلق علماء کرام کی آراء

ٹڈی دل کو مارنے' اس کے قتل کرنے یا اس کو فنا کرنے میں علماء کرام نے مختلف آراء پیش کی ہیں۔ اگر وہ کسی علاقہ پر حملہ آور ہو اور فصلوں کو تباہ و برباد کرے تو بعض علماء نے کہا ہے کہ اسے قتل کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے اور اس کی عظیم ترین مخلوق ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا رزق کھاتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹڈی دل کو قتل نہ کرو یہ ایک عظیم ترین لشکر ہے۔ مگر علماء و مشائخ کا ایک طبقہ فرماتا ہے کہ اس کا قتل کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ فصلوں' باغات اور اموال کو چٹ کر جاتی ہے جس سے انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے انسان کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا ہے جب وہ کسی کے مال پر ہاتھ صاف کرے' اسے چھین کر لے جائے۔ سانپ بچھو کو قتل کرنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ انسان کو ایذاء دیتے ہیں تو ٹڈی دل بھی ایک موذی مخلوق ہے۔

حضرت جابر و حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ٹڈیوں کا لشکر آتے دیکھتے تو دعا کرتے یااللہ! ان کی بڑی ٹڈیوں کو ہلاک کر دے چھوٹی ٹڈیوں کو قتل کر دے اور ان کے انڈوں کو تباہ کر دے اور ان کے بقیہ لشکروں کو ختم کر دے اور ان کے چہروں کو ہماری معاش سے دور رکھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ٹڈی دراصل مچھلی کا بیابانی بچہ ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی صحابہ کرام سے ملاقات

بعض محدثین نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی صحابی سے

ملاقات سے انکار کیا ہے۔ لہٰذا آپ کو تابعی نہیں مانتے۔ مگر آپ کے تلامذہ' معتقدین اور دوستوں نے آپ کی مختلف صحابہ کرام سے ملاقات کو بڑی شد و مد سے بیان فرمایا ہے۔ " صحاح ستہ " میں کئی اسناد سے آپ کی ملاقات کا ذکر آیا ہے۔ آپ کے تلامذہ اور محدثین کے علاوہ ہزاروں تذکرہ نویسوں نے اور حالات لکھنے والوں نے متفقہ طور پر آپ کی صحابہ کرام سے ملاقات کو تسلیم کیا ہے' اسے بیان کیا ہے۔ یہ لوگ عالم تھے' عادل تھے اور نہایت مستند تھے۔ ایسے علماء نے پچاس احادیث کو تواتر کے ساتھ بیان کیا ہے جو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براہ راست صحابہ رسول ﷺ سے سنی تھیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

کفی النعمان .فخرا ماروا‌ه　　　من الاخبار عن غرر الصحابه

اصدر التابعين قبلت منهم　　　نيابتهم فاحسنت النيابه

امتبوع الانام غدوت بحرا

لعلمک والعدى امسو احبابه

(ترجمہ) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ بات نہایت قابل فخر ہے کہ آپ نے مشاہیر صحابہ کرام سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ تابعین میں مقدم ہیں۔ تابعین کی نہایت کی ہے۔ آپ متبوع الانام ہیں۔ آپ بحرالعلام ہیں۔ آپ کے علم و فقاہت کے سمندر کے سامنے آپ کے مخالفین حباب بن کر رہ گئے تھے۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ ہمارے پاس اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہ رسول ﷺ سے جو کچھ آیا ہے ہم اسے بہ سرو چشم تسلیم قبول کرتے ہیں۔ جو تابعین سے ملا ہے وہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ وہ رجال خاص تھے۔ ہم بھی رجال ہیں' اسی لئے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجال عصر اور علمائے وقت کے اقوال کی مزاحمت فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ

اگر کوئی تابعی صحابی کے فتویٰ کے خلاف بات کرے گا تو ہم اس کی مزاحمت کریں گے۔ اگر وہ اقوال صحابہ سے ہٹ کر بات نہیں کرتا تو ہم اس تابعی کی بات کو ترجیح دیں گے، معتبر مانیں گے، اس کی تائید کریں گے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مقدم ہونے کے وجوہات

ہم حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کو دوسرے ائمہ فقہ سے بارہ وجوہات کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں اور اسے مقدم خیال کرتے ہیں :

اصحابی وجوہ

۱۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تمام شہادتوں سے افضل ترین شہادت کے مالک ہیں قیامت کے دن تمام مخلوقات کی موجودگی میں گواہی دیں گے اور پہلے اپنی امت کے ایمان کی شہادت دیں گے۔ امام زاہد بن اسحاق سراجی خوارزمی رحمتہ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ایک ایسا مرد آئے گا جسے ابو حنیفہ کہا جائے گا وہ میری امت کا چراغ (سراج الامت) ہو گا۔ قیامت میں میری امت کی روشنی ہو گا۔

۲۔ " تاریخ بغداد " میں اس حدیث پاک کو بہ سند صحیح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ابو حنیفہ کے نام کے ساتھ نعمان کا اضافہ کیا گیا ہے۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحیح اسناد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایک ایسا مرد پیدا ہو گا اس کا نام نعمان بن ثابت ہو گا' اس کی کنیت ابو حنیفہ ہو گی' وہ اللہ کے دین اور میری سنت کو زندہ کرے گا۔

۴۔ مندرجہ بالا روایت میں ایک اضافہ یہ بھی ہوا ہے وہ اللہ کے دین کو زندہ

کرے گا۔ اللہ اور رسول کے دین کی تجدید اور تدوین ہو گی۔

۵ - انہیں اسناد کے بعد فرمایا وہ اللہ کے دین کو زندہ کرے گا' میری سنت اس کے ہاتھوں زندہ ہو گی۔ خطیب بغدادی نے فرمایا کہ یہ روایت احمد بن روح کی طرف مروی ہے وہ صدق ہیں۔ قابلیح محاضرہ ہیں' احسن المذاکرہ ہیں۔

۶ - فضل بن محمد زیادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اسلام میں میری سنت کو زندہ کرے گا۔

۷ - حضرت نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہی روایت بیان کی گئی ہے۔ اس میں یوں لکھا ہے میرے بعد ایک مرد ظاہر ہو گا جس کی کنیت ابو حنیفہ ہو گی وہ میری امت کا بہترین شخص ہو گا۔ احمد بن حم نے فرمایا کہ میں نے محمد بن احمد اسماعیل کی کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں عنقریب ایک مرد پیدا ہو گا اسے نعمان بن ثابت کہا جائے گا' اس کے ذریعہ میری سنت زندہ ہو گی۔ ایسی اسناد محدثین نے اپنے اپنے انداز میں بیان کی ہیں۔

۸ - نصری نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک مرد پیدا ہو گا وہ میری سنت کو زندہ کرے گا اور بدعت کو مٹائے گا' اس کا نام نعمان بن ثابت ہو گا۔

۹ - ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ایک مرد ظاہر ہو گا ابو حنیفہ کے نام سے شہرت پائے گا۔

۱۰ - ابن الھیعہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کے صحابہ سابقون میں سے ہوں گے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے سابقون میں سے ہوں گے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تمام محدثین نے فرمایا ہے کہ

امام بخاری نے کتاب " التاریخ " تصنیف فرمائی ہے۔ انہوں نے ایسے حضرات کے اسمائے گرامی کی ایک طویل فہرست دی ہے۔ اس میں ۵۰ ہجری سے لے کر راویان حدیث کا شمار کیا ہے ان کی تعداد چالیس ہزار ہے جن میں مرد و خواتین دونوں کے نام ہیں۔ امام بخاری انہیں روایات کی تخریج فرماتے ہیں۔ اسی طرح امام مسلم نے بھی تشریح کی ہے۔ ان میں ان دونوں (بخاری و مسلم) نے تخریج کی ہے۔ متفقین اور مخالفین کی تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ چالیس ہزار ایسے افراد ہیں جن پر جرح و تعدیل کی گئی ہے۔ مذکورہ بالا روایات کے راوی ثقہ ہیں لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے احتیاطاً روایت نہیں لی۔ یہ بات احتیاط اور شرف المنازل کے طور پر ہے جو روایات نہیں لی گئیں وہ محول کے مطابق ہیں۔

امام محدث فقیہ ابویحییٰ ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب " جامع الترمذی " کے آخر میں لکھا ہے اس کتاب " ترمذی شریف " میں احادیث معمول بہ درج کی گئی ہیں انہیں اہل علم و فضل نے بیان فرمایا ہے۔ ان پر عمل بھی کیا ہے سوائے دو احادیث کے۔ ایک حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے جو جمع بین ظہر و عصر ضرورت یا سفر کے بیان میں فرمائی ہے۔ دوسری حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ شرابی اگر چوتھی بار بھی شراب پیئے تو اسے قتل کر دینا چاہیئے۔ صحیح بخاری و مسلم میں یہ احادیث کثرت سے ملتی ہیں جس کی سند صحیح ہو' وہ حدیث صحیح ہے اور راوی عادل ہے۔ اسے تسلیم کیا جائے گا۔ وہ روایات جو ہم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں بیان کی ہیں انہیں قبول کیا جائے گا۔ اور یہ جرح قدح نہ ہو کہ ان روایات کو امام بخاری اور امام مسلم نے بیان نہیں کیا۔

محدثین فرماتے ہیں کہ جو احادیث تابعی بلا سند حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کرے وہ ارسال پر معمول کی جائے گی۔ تابعی جیسا بھی ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ذکر فرمایا ہے۔ کہ حدیث مرسل ہمارے مذہب میں مقبول ہے مگر شوافع کے ائمہ احادیث حدیث مرسل کو معطل

مانتے ہیں حالانکہ مرسل روایات پچاس اجزاء کے قریب ہیں اور ہم (احناف) الحمدللہ مرسل احادیث کو قیاس پر مقدم گردانتے ہیں اسی وجہ سے اس کے فضل سے اصحاب الرائے والحدیث ہیں۔

مختصر یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش سے پہلے ان کے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ وہ سراج الامت ہیں۔ وہ محی الشریعت ہیں۔ وہ السابق الوقت ہیں۔ ان تینوں اوصاف کی روشنی میں امام ابوحنیفہ پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں اور ہم انہیں دوسرے ائمہ پر ترجیح دیتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے خطابات پر اعتراض

کئی معتقدین نے ان اوصاف کو بھی نشانہ تنقید بنایا ہے وہ کہتے ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو " سراج الامتہ " نہیں مانا جائے گا۔ جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سراجا" منیرا ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجاً منیرا (سورۃ احزاب' پارہ ۲۲)

اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سراج الامت تسلیم کر لیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سے برابری آتی ہے اور یہ بات غلط ہے۔ ہم ان حضرات کی توجہ قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کی طرف دلانا چاہتے ہیں یا داود انا جعلناک خلیفۃ فی الارض پھر حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفہ کیا اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی توہین یا برابری کا پہلو نکلتا ہے۔ دنیا میں چوتھی ریاست الٰہیہ کا قیام کرتا ہے وہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ ہم ایسے معترضین سے یہ بھی گذارش کریں گے کہ روایت کے مقابلہ میں نص کو نہیں لانا چاہئے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکثر روایات کی روشنی میں " سراج الامت " تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ مسلمانوں میں کوئی اختلافی اور نزاعی مسئلہ نہیں ہے۔ ایک مومن آفتاب و ماہتاب اور ستاروں سے افضل ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں سورج کو سراج کہا گیا ہے۔ چاند کو سراج کہا گیا ہے' ستاروں کو سراج کہا گیا

ہے تبارک الذی جعل فی السماء بروجا و جعل فیھا سراجاً و قمراً منیرا ○
(سورۃ مومنون - پارہ ۱۹)

بروج میں ستاروں کو سراج کہا گیا ہے۔ کیا اس میں مساوات کا پہلو نکلتا ہے یا افضلیت پر بات کی جاسکتی ہے۔ یا ستارے کو سراج کہنے سے آفتاب و ماہتاب کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ یہ بات سارے جہان کو تسلیم شدہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف اور فضیلت بلا مثل ہے' آپ بلا تمثیل ہیں۔ آپ سراج الملک والملاکوت والامتہ ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو " سراج الامتہ " ہیں۔ آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل قرار دینا اعتراض برائے اعتراض ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے۔ انہیں اصحابی کالنجوم کہہ کر خطاب فرمایا ہے۔ کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں ستاروں کا نور ہے۔ وہ سورج سے نور حاصل کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مجسم نور ہیں۔ آفتاب و ماہتاب اور ستارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نور لیتے ہیں۔ ستارے گم ہو جاتے ہیں تو ان کا نور نظر نہیں آتا' سورج غروب ہو جاتا ہے تو اس کا نور دکھائی نہیں دیتا۔ مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے سراجا" منیرا ہیں کہ آپ کسی سے نور لینے کے محتاج نہیں۔ صحابہ کرام ستارے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے نور لیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سراج امت ہیں وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور اور صحابہ کے نور سے روشنی لیتے ہیں۔

معترضین نے غالباً ان حقائق پر غور نہیں کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور من نور اللہ ہیں۔ صحابہ کرام آپ سے نور لیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اصلی ہے۔ صحابہ کرام کا نور عطائی ہے۔ اسی طرح سراج امت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نور عطائی ہے۔ ہم مزید وضاحت کریں گے کہ صحابی کو ستاروں سے تشبیہ دینا ان کی نورانیت کی وضاحت کرنا ہے۔ ایک صحابی ہادی ہے وہ آخرت کے راستہ کو بھی روشن کرتا ہے۔ ستارہ ہادی ہے وہ رات

کو راہنمائی کرتا ہے۔ بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھاتا ہے۔ یہ زمین کا روشن مینار ہے۔ کسی صحابی کو سراج کہہ دینا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی فضیلت کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سراج امتی کہہ دینا کسی صحابی کی فضیلت کے مانع نہیں ہے۔

امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ نے سورۂ فرقان کی تفسیر کے اقوال کو نقل کیا ہے اور دلیل دی ہے کہ صحابی کو سراج سے موصوف کرنا صحیح ہے اور ستارے گم ہونے کے بعد بھی نورانی ہیں یہ الگ بات ہے کہ ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ سورج غروب ہونے کے بعد بھی نور کا مجسمہ ہے صرف ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے۔ اندریں حالات حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سراج امت کہنا کسی صحابی یا رسول کی صفت کا انکار نہیں۔

صحابہ کرام کا مقام ' ان کا ستاروں کی طرح ہادی اور راہنما ہونا ایسا ہے جس میں کوئی غیر اصحابی یا امتی شریک نہیں ہو سکتا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ " سراج امت " ضرور ہیں مگر وہ صحابہ کرام سے تشبیہ و تمثیل نہیں ہو سکتے۔ صحابہ کرام نے آفتاب نبوت کے انوار کو اپنے مشاہدہ سے حاصل کیا تھا مگر تابعی تو صحابہ کرام کے انوار سے مستند ہوتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے دوستوں کو فرمایا تم میرے صحابی ہو۔ مگر تمہارے بعد میں آنے والے میرے " اخوانی " ہوں گے۔ آج تک کسی شخص نے نہیں کہا کہ اخوان صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ اسی طرح اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سراج نہیں تو وہ صحابہ کرام کے سراج ہونے کی نفی نہیں کر سکتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میری امت کی مثال ایک بارش جیسی ہے ان میں پہلا یا آخر افضل کون ہے۔ بارش کا پہلا قطرہ اور آخری قطرہ بارش کا حصہ ہیں۔ و خیر القرون قرنی الذین انا فیھم ثم الذین یلونھم چوتھی بار کہا تو راوی کو اشتباہ ہوا۔ شیخ درمیان میں ہیں' اول و آخر میں ہیں' اس امت کو مبارک ہو کہ ان کے سابق اور قائد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اور ان کے آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ یہ امت دوسری امتوں سے مختلف ہے۔ سابقہ امتیں بگڑ جانے

کے بعد دوبارہ سنبھل نہ سکیں مگر امت رسول اللہ ﷺ پر کئی ادوار آئے مگر پھر ابھری اور سنبھلی۔

حضور ﷺ کے صحابی اور تابعی

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جو لوگ حضور کے قریب تھے' آپ کے ساتھی تھے' آپ سے متصل تھے وہ تمام زمانوں کے لوگوں سے افضل تھے۔ بخدا ہم سارے زمانے کے اہل علم و فضل ایک صحابی کے ایک لمحہ کے برابر نہیں ہیں۔ بعض اوصاف اور مناقب میں ہم آہنگی یا مشابہت بھی ہو پھر بھی مدارج مختلف ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام وہ لوگ ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر ایمان لائے۔ آپ ﷺ کے دست و بازو بنے' ہر معاملہ میں آپ کی صرف اتباع ہی نہیں کی بلکہ امداد بھی کی۔ آپ ﷺ کی قیادت میں جنگیں کیں۔ جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ حضور ﷺ کی امت میں سے آخری گروہ دجال سے مقابلہ کرے گا۔ ان کے قائد حضور ﷺ کی غلامی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ اس لئے یہ اوصاف ایک دوسرے سے متعارض نہیں ہو سکتے۔ کوئی عقل مند صحابہ کرام پر دوسرے افراد کو فضیلت نہیں دے سکتا۔ وہ عملی لحاظ سے لاکھ ایک دوسرے کے برابر ہوں مگر درجات کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ متاخرین کو ایمان بالغیب کی عظمت حاصل ہے تو اولین کو ایمان بالشہادت کی فضیلت ہے۔

متقدمین کی متاخرین پر ترجیح

ہم نے متاخرین کی فضیلت بیان کرتے ہوئے متقدمین کا ذکر کیا ہے وہ اکتساب ایمان بالغیب کے شرف سے مشرف تھے۔ ان کی فضیلت اپنی جگہ اور ان پر احادیث میں بھی اشارے فرمائے ہیں مگر متقدمین کا اپنا مقام ہے۔

ابو جمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے عرض کی کیا ہم سے بھی کوئی بہتر طبقہ ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایک وقت آئے گا ایک ایسا طبقہ سامنے آئے گا وہ کتاب اللہ کو دیکھیں گے اور ان کے دو کناروں کے درمیان ایمان لائیں گے اور مجھے دیکھے بغیر اس کی تصدیق کریں گے۔ وہ ان حالات میں تم سے بہتر ہوں گے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے سنا ہر چیز کا عروج و زوال ہوتا ہے میرے دین کا بھی عروج و زوال ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ لوگ بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے' اسلام سے تمسک کریں گے۔ متاخرین کا یہ اقدام متقدمین سے کئی درجہ افضل ہو گا۔ تم وہ لوگ ہو جنہوں نے مجھے دیکھا' میری زیارت کی' میری باتیں سنیں اور مجھ پر ایمان لائے۔ مگر وہ لوگ بغیر دیکھے' بلا سنے ایمان لائیں گے۔

ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر چلنے والے آج بہت سے لوگ ہیں مگر ایک زمانہ آئے گا لوگ بلا دیکھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پیروی کریں گے۔ ایسے لوگوں کی ایک نیکی تمہاری پچاس نیکیوں جیسی ہو گی۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیا اس وقت کے عامل کی پچاس نیکیاں کسی ایک کی ایک نیکی کے برابر ہوں گی' فرمایا نہیں۔ تمہارے عمل کرنے کی پچاس نیکیاں ان کی ایک نیکی کے برابر ہو گی۔

عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کاش میں اپنے ان بھائیوں کو ملتا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیا ہم آپ کے بھائی اور اخوان نہیں ہیں؟ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں' آپ کی تابعداری کی ہے' آپ کی مدد کی ہے' آپ کی تصدیق کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ساری باتیں درست ہیں مگر آپ نے دوبارہ کہا کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتا۔ ہم نے پھر عرض کی یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا میرے اخوان وہ

لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے۔ مجھ پر ایمان لائیں گے' اسی طرح جس طرح تم ایمان لائے ہو۔ وہ میری تصدیق کریں گے جیسے تم کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا کاش میں انہیں دیکھ لیتا اور ان سے ملاقات کرتا۔ ایک اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ ہم نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم آپ کے اخوان نہیں ہیں؟ فرمایا نہیں تم تو میرے صحابی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے سوال کیا کہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ عجیب ایمان کس کا ہے؟ عرض کی ملائکہ کا۔ فرمایا وہ کیسے ہو سکتا ہے وہ تو معائنہ کر کے ایمان لائے تھے۔ صحابہ نے کہا انبیاء کرام کا ایمان عجیب ہے۔ فرمایا وہ عجیب کیسا ہے ان کی پاک روحیں تو آسمانوں سے وحی کی حفاظت میں آئی تھیں۔ عرض کی کہ آپ کے صحابہ کا ایمان عجیب تر ہے۔ فرمایا وہ کیسے ہو سکتا ہے انہوں نے اپنی آنکھوں سے معجزات دیکھے' مجھے دیکھا' مشاہدہ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جنہوں نے نہ مجھے دیکھا ہو گا' نہ معجزات دیکھے ہوں گے' وہ میری تصدیق کریں گے' امداد کریں گے۔ یہ لوگ میرے اخوان ہوں گے۔

ہم مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں متاخرین کے ایمان کی ایک کیفیت بیان کر رہے ہیں۔ آپ ان کی فضیلت پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان تو سن آئے ہیں مگر صحابہ کرام اور تابعین کے اس کثرت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ ایک دوسرے کے ایمان کو افضل نہیں کہنا چاہئے۔ دونوں طبقات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے میں مخلص ہیں۔ ہاں انہیں حالات و واقعات مختلف میسر آئے تھے۔ اگرچہ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متاخرین اور اخوان کے ایمان کی بھی بے حد تعریف کی ہے مگر آپ نے صحابہ کرام کی افضلیت پر جو باتیں کی ہیں ان کا کوئی مقابلہ نہیں۔ خیر القرون قرنی سب سے بڑی دلیل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے امت کے متعلق سوالات کئے تو آپ نے اپنے صحابہ کبار کے مختلف طبقوں کے فضائل اور کمالات پر روشنی ڈالی تھی۔ السابقون الاولون میں عشرہ مبشرہ ہیں۔ خلفائے اربعہ ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کون لوگ افضل ہیں۔ فرمایا میں تو مسلمانوں سے ایک فرد ہوں ہاں خیرالقرون کا ہم مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ وہ مخصوص اور معتبر لوگ تھے۔ ان کی فضیلت میں قرآنی نص موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث موجود ہیں۔ اس میں نہ اختلاف کیا جاسکتا ہے نہ انکار۔ ان کے علاوہ اولین و آخرین کے کئی طبقے ہیں۔ مگر صحابہ کرام پر کسی کو فضیلت نہیں دی جاسکتی۔ وہ اعمال صالحہ کے ذریعے بے پناہ درجات کے مالک تھے۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ایمان لائے۔

ایک عجیب نکتہ

ہم اولین و آخرین کی تخصیص کے لئے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اولین مہاجرین و انصار ہیں۔ وہ بلند رتبہ صحابی تھے۔ مگر ہم ان کی فضیلت' مساوات اور درجات بیان کرتے ہوئے یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ درمیان والوں کی نسبت بہتر تھے۔ مثلاً متاخرین میں سے وہ گروہ افضل ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا۔ پھر اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی نصیب ہوئی۔ چنانچہ درمیان والے گروہ سے یہ گروہ افضل ہے۔ اسی طرح اولین درمیان والوں سے افضل ہیں۔ ان کی افضلیت کا تعلق آخرین سے نہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے اولین و آخرین افضل ہیں۔ درمیان والے دوسرے درجے والے ہیں۔ اس حدیث پاک کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اولین و آخرین کی افضلیت قطعی ہے مگر دوسروں کی افضلیت ضمنی ہے۔ اعمال صالح اور اطاعت کی جدوجہد پر ہے۔ ہاں اولین کو چونکہ زمانہ کے لحاظ سے سبقت حاصل ہے اس لئے ان کا

خاصہ ہے اور وہ مخصوص لوگ ہیں اور متاخرین پر فضیلت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا (سورۂ حدید' پارہ ۲۷) پھر ایک اور مقام پر ثلة من الاولین و قلیل من آخرین (سورۂ واقعہ' پارہ ۲۷) پھر اصحاب یمین ہیں۔ ہم پھر کہیں گے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی مثال ایک بارش سے ہے جو کھیتیوں اور باغات کے لئے تو نفع بخش ہے پھولوں اور پھلوں کو شاداب کرتی ہے اور بارش کے اول و آخر پر منحصر نہیں یہ ساری کی ساری رحمت ہے۔ پہلی نے دانے اگائے' دوسری نے پودے بڑھائے اور ان کی نشوونما کی۔ اسی طرح امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین حضرات نے اپنے خون سے اسلام کی جڑیں مضبوط کیں بعد میں آنے والوں نے اسے پھیلایا اور مضبوط کیا۔ یاد رہے کہ شرافت صرف صحبت اور قربت کی وجہ سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشاہدے اور ملاقات کی سعادتیں بڑی خوش بختی اور کامیابی ہے۔ بدیں وجہ تمام صحابہ کرام اولین ہیں' انہیں اولیت کا شرف حاصل رہا ہے' اس میں کوئی غیر صحابی شریک نہیں۔

مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے مجھے دیکھا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ کتنے خوش بخت اور مبارک ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا تھا' پھر میرے دیکھنے والوں کو دیکھا' پھر ان دیکھنے والوں کو دیکھا۔ ہم نے سابقہ صفحات پر جس قدر مراتب اور افضلیت کی دلیلیں پیش کی ہیں ان میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی افضلیت اور بلند مقامی نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ سراج امت رسول ہیں وہ دین کے مسائل کو حل فرماتے ہیں۔ دلائل قائم کرنے میں' احکام کی تخریج و ترتیب میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ حاسدین یہ بات حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق تو کہتے ہیں مگر کسی دوسرے امام کا معیار فضیلت قائم کرنے کے لئے اعتراض نہیں اٹھاتے۔

بعض معترضین سوال کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماننے والے انہیں "محی السنة" کہتے ہیں۔ یہ بات صحابہ کے مقام اور مرتبہ کے منافی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کے زمانہ کو خیر القرون قرنی قرار دیا ہے' اسے احیاء الموت قرار دیا ہے' اسے ایجاد الحیوة کہا ہے' کیا تمام صحابہ کرام شرع کو مارنے والے تھے جسے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندہ کیا تھا۔ یہ بات ان کی خدمات کے منافی ہے۔ ان کی شان میں گستاخی ہے۔

ہم ایسے برخود غلط معترضین کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ احیاء کے لئے ضروری نہیں ہے کہ پہلے اسے مارا جائے' پھر زندہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وکنتم امواتاً فاحیاکم اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے' تم محض ڈھیلے ڈھالے تھے' تمہیں اللہ تعالیٰ نے زندگی بخشی' جمادات اور ست رفتار چیزوں پر میت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ احیاکم موت کی سبقت پر نہیں ہے۔ بے جان اور بے کار زندہ اجسام بھی مردہ ہیں انہیں زندگی دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ فاحیینا به بلدة میتا ہم نے مرے ہوئے شہر کو زندہ کر دیا۔ کیا شہر مرا ہوا تھا۔ نہیں اس شہر کے لوگ کفرو شرک کی موت میں پڑے ہوئے تھے۔ انہیں ایمان کی زندگی عطا کی گئی۔ یحیون العظامه یعنی ہڈیوں میں زندگی دی گئی باوجودیکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عالم اسلام کو زندگی بخشی مگر آپ خیرالقرون سے افضل نہیں تھے۔ امام ابو حنیفہ کا مقام ان کے ہمعصر لوگوں پر فائق تھا۔ انہوں نے ان لاکھوں مردہ دلوں کو زندگی بخشی تھی' یہ بات ہر زمانہ میں ہوتی ہے۔ لوگ جیتے جاگتے اپنے مقاصد سے غافل ہو جاتے ہیں۔ انہیں از سرنو راہ ہدایت پر لا کر زندہ کیا جاتا ہے۔ اکثر لوگ قوموں کی زندگی کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اور اس میں اصلاحی روح پھونکتے ہیں۔ زمانہ متاخرین میں لوگ اسلام سے بے گانہ ہو گئے' وہ مسیحی ہوتے گئے۔ اجتہادی قوتوں سے خالی ہو گئے تھے۔ ہزاروں علماء کے ہوتے ہوئے بھی اجتہادی قوتیں ختم ہو چکی تھیں۔ اگر ایسے زمانے میں ایک ایسا شخص اٹھے اور معاشرے کی حالت بدل دے تو اسی "محی السنته" کہنا خلاف واقعہ نہیں

ہوتا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی مسائل کو حل کیا' ان کی تدوین و تخریج کی' یہاں تک کہ مشکل مسائل کو حل کرنے میں اعلیٰ کردار ادا کیا۔ مشکل مسائل کو حل فرمایا بلکہ مستقبل میں آنے والے مشکل مسائل کا حل بھی ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہی زندگی بخش کردار ہے اور اسے ہی "محی السنۃ" کہا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مقلد ابن سریج رحمتہ اللہ علیہ نے کسی سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذمت سنی تو اسے فرمایا' تو اس شخص کا گلہ کر رہا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے چار حصوں میں سے تین حصوں کا علم عطا فرمایا تھا۔ آج دنیا کے سارے اہل علم دینی علوم کے چوتھے حصہ کے مالک ہیں۔ اس نے کہا وہ کیسے' تو آپ نے فرمایا علم فقہ سوال و جواب پر مشتمل ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال و جواب کے علوم کو سمیٹ کر نصف علم پر کمال حاصل کر لیا تھا۔ پھر ان سوالات کا صحیح جواب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا۔ اسی طرح آپ نے تیسرا حصہ بھی لے لیا۔ اس طرح تمام ائمہ کے پاس تو صرف چوتھا حصہ ہی رہ گیا ہے۔ اگر آپ کو "محی الشریعۃ" کہہ دیا جائے تو کیا حرج ہے۔

یاد رکھئے محی السنتہ کا اطلاق مصابیح کے جامع کے لئے ہوتا ہے جب کہ انہوں نے صرف ایک کتاب لکھی تھی۔ مگر جس نے تمام مسائل کا حل پیش کیا اس پر اس لقب کا اطلاق کیونکر نہ ہو گا۔ ہم دنیائے اسلام کے معروف عالم دین امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کو حجتہ الاسلام کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لقب تو صرف اور صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی زیب دیتا ہے۔ دوسرے کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ مگر دنیائے اسلام نے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کو "حجتہ الاسلام" تسلیم کیا ہے۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو السابق پر بھی حرف گیری کرتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ السابقون تو صرف صحابہ کرام ہی تھے۔ ہم ایسے حضرات کے جواب میں عرض کریں گے کہ سابق دو قسم کے ہوتے ہیں ایک

تو وہ ہیں جنہیں قرآن پاک نے السابقون الاولون کہا ہے۔ پھر ایک اور مقام پر فرمایا و منھم سابق بالخیرات اور و سابقوا الی مغفرۃ اور فاستبقوا الخیرات یہ تمام مقامات ایسے ہیں ان پر علیحدہ علیحدہ غور کرنے سے اعتراض رفع ہو جائے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے فی کل قرن من امتی سابق "میری امت میں ہر زمانہ میں ایک سابق ہو گا" اگر معترضین اس سابق پر غور کریں اور حدیث نبوی کو سامنے رکھیں تو ان کے سینے اس حسد سے صاف ہو جائیں گے جو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے رکھتے ہیں۔

سابق سے مراد یہ بھی ہے جو خیرات میں سبقت لے جاتے ہیں۔ تابعین میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سلسلہ میں اپنے تمام معاصرین سے سبقت رکھتے تھے۔ اور ہم دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعین میں سے تھے۔ اور شارع علیہ السلام نے آپ کو اپنے زمانے کا سابق قرار دیا ہے۔ تابعین کے سردار تھے' سابق تھے' حضرت امام اعظم نے بھی اس سبقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا جو کچھ ہمیں صحابہ کرام سے ملا ہم نے بسرو چشم اسے قول کیا۔ البتہ تابعین رجال ہیں اور رجال سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ وہ رجال ہی تو ہیں کسی نے اس موضوع پر کیا خوب کہا ہے ؎

رسول اللہ قال سراج دینی
و امتی الھداۃ ابوحنیفہ

غدا بعد الصحابۃ فی الفتاوی
لا حمد فی شریعتہ خلیفہ

(ترجمہ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دین اور میری امت کے چراغ ابو حنیفہ ہوں گے۔ میرے صحابہ کے بعد وہ شریعت و فتاویٰ دیا کریں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے مسائل دین کو حل کیا کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت دیتے ہیں

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں تمہارے شہر کوفہ کے ایک ایسے مرد کی بات بتاتا ہوں جس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی۔ اس کا دل علم و حکمت کا سمندر ہو گا۔ اس کی وجہ سے امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہلاکت سے بچ جائے گی مگر بعض لوگ اس سے بغض رکھیں گے جس طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں رافضی ہلاک ہوئے تھے۔

بعض احادیث میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے ایک وہ لوگ جو دین کو پس پشت ڈال دیں گے' دوسرے وہ جو دین سے خارج ہو کر خارجی کہلائیں گے۔ دونوں اپنے اپنے معاملہ میں غلو کریں گے۔ ایک محبت کا دعویٰ کر کے غلو کریں گے اور دوسرے مخالفت کر کے خارج ہو جائیں گے۔ دونوں اپنے مقام و درجہ سے دور ہوتے جائیں گے۔ ایک طبقہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا دعویٰ کر کے ہلاک ہو گا۔ ایک بغض کی وجہ سے تباہ ہو گا۔ ان دونوں قسم کے لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا انکار کر دیا تھا اور بغض کی وجہ سے آپ سے دور ہو کر تباہ ہو گئے تھے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک فتویٰ میں کہا ہے کہ جو شخص کہے کہ وہ کدو سے کراہت کرتا ہے وہ کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پسندیدہ سبزی سے کراہت کی ہے۔ جن دونوں طبقوں کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ دخول فی النار کی سزا کے مستحق ہیں۔ دونوں نے آپ کی خلافت کا انکار کر دیا تھا۔ ایک محبت کی وجہ سے اور ایک دشمنی کی وجہ سے گمراہ ہوا ہے۔ محبت کے معاملہ میں غلو کرنے والے آخر کار نجات پائیں گے کیونکہ انہوں نے غلط روش اختیار کی' مگر وہ خالدین فی النار سے محفوظ رہیں گے۔ جس طرح فاسق ہمیشہ ہمیشہ نار جہنم میں نہیں رہیں گے۔ بعض اوقات انسان محبت کے جذبہ کو بے اختیار ہو کر اپنا لیتا ہے۔ اس کا کوئی

موخذاہ نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت کے پیش نظر فرمایا تھا یااللہ میں تمام ازواج سے یکساں سلوک کرتا ہوں' انصاف و عدل کرتا ہوں مگر سیدہ عائشہ صدیقہ سے محبت کا رشتہ میرے اختیار سے باہر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خراسان کے علاقہ کا ایک ایسا شخص پیدا ہو گا جس کی کنیت ابو حنیفہ ہو گی۔ وہ تمام خراسان پر فوقیت حاصل کر لے گا۔ علی جمیع خراسانی کا مطلب یہ ہے کہ وہ امام ہو گا۔ اہل خراسان اس سے علم فقہ حاصل کریں گے۔ یہ بات ایسی نہیں کہ ہم کہیں کہ خراسان میں دوسرا کوئی امام ہی نہیں ہو گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑے امام ہوں گے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کو خراسان اور ماسواء اسلامی ممالک میں پھیلائیں گے۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کو فرمایا تھا کہ اب ہمارا علم سارے عراق میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اب آپ اس وقت تک مصر و شام کی قضاہ قبول نہ کرنا جب تک آپ کا علم واضح نہ ہو جائے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے قضاہ کے عہدہ سے انکار کر دیا

شمس الائمہ ۔نے اپنی سیر کی شرح میں لکھا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ چاہتے ہیں کہ آپ دارالخلافہ سے دور رہیں اور خلیفہ کے دروازہ سے ہٹ جائیں مگر یہ بات آپ کے معاندین نے گھڑی تھی۔ دراصل امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا چاہتے تھے۔ اور قضاہ یا کسی دوسرے منصب کی طرف نہیں آنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے خود ہی منصب قضاہ سے انکار کر دیا تھا۔ وہ اس منصب سے دور رہنا چاہتے تھے۔ امام ابویوسف

رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے قضاہ کا عہدہ اس لئے سنبھال لیا تھا کہ اگر کسی نااہل کو بٹھا دیا گیا تو دین کے مسائل میں فتور ڈال دے گا چنانچہ انہوں نے منصب قضاء کو قبول کرلیا۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے اس وقت سارے عالم اسلام میں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ جیسا فقیہ اور عادل کوئی دوسرا نہیں تھا۔

قیاس کیا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رائے (قیاس) اچھی چیز ہے، جس سے فتویٰ دینے سے مسائل کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ ایک ابو حنیفہ کوفہ میں مسند علم پر بیٹھے گا وہ اسلامی احکام جاری کرے گا۔ اس کا نام نعمان بن ثابت ہو گا، کنیت ابو حنیفہ ہو گی۔ وہ علم فقہ میں اجتہاد کرے گا۔ کوفہ اور اطراف کوفہ کے لوگ اس کے اردگرد جمع ہوں گے۔ وہ صحیح طریقہ سے احادیث رسول کو سمجھے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کا مذہب حنفی ہو گا اور حسن رائے سے فیصلے کرے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قیاس اور رائے کو پسند کیا ہے۔ اس پر عمل کرنا ہمارے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا کام ہے وہ اس فن کے امام ہیں۔ بعض حضرات نے سوال اٹھایا ہے کہ اگر قیاس اچھا طریق کار ہے تو اس کی تخصیص امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی کیوں ہے، دوسروں سے کیوں نہیں؟ ہم ان کی توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ تراویح کی نسبت حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیوں ہے؟ جمع القرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے حالانکہ قرآن پاک کا جمع کرنا یا تراویح کا پڑھنا صرف ان دو حضرات پر منحصر نہیں ہے، سارے صحابہ کرام پڑھا کرتے تھے۔ نحو سیبویہ کی طرف منسوب ہے حالانکہ سینکڑوں اور نحوی بھی موجود ہیں۔ اس لئے کسی شخصیت سے ایک بات کا منسوب ہونا اس کی افضلیت اور قابلیت کی وجہ سے ہے۔

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت امام باقر بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما

تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ نے دیکھ کر فرمایا ابو حنیفہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے دادا عبداللہ کی سنت کا احیاء کرو گے۔ حالانکہ اس وقت معاشرہ اسلام اس سے ناواقف ہوتا دکھائی دے گا۔ تمہارے پاس پریشان حال لوگ اور مسائل کے ناواقف علماء آیا کریں گے۔ تم ان کی فریاد رسی کرو گے۔ حیران اور پریشان لوگ تمہاری فقیہانہ راہنمائی سے آسانیاں حاصل کریں گے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی امداد شامل حال ہو گی۔ اس کی توفیق سے تم حق کے راستہ پر چلتے رہو گے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتیں سنیں' دل قوی ہوا اور آپ کا شکریہ ادا کر کے واپس آ گئے۔

جن علوم کی وضاحت حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی تھی وہ آپ کا علم فراست تھا جس کی وجہ سے آپ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ دیکھتے ہی مستقبل کے حالات بیان کر دیئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں چند صحابہ کرام آئے۔ ایک شخص نے ایک بیگانی عورت کو بڑے پیار سے گھور کر دیکھا تو آپ کو اس کی یہ بات بڑی ناگوار گزری۔ آپ نے فرمایا ہمارے پاس کئی ایسے لوگ بھی چلے آتے ہیں جن کی نظروں سے زنا ٹپکتا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا کیا آپ پر وحی نازل ہونے لگی ہے' آپ نے فرمایا نہیں یہ مومن کی فراست ہے جس کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فراست مومنانہ سے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق باتیں کہہ گئے تھے۔ جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

علم فراست کیا ہے؟

علم فراست علوم عالیہ میں ایک بہت بڑا علم ہے جو فال فال لوگوں کو عطا ہوتا ہے۔ ہمارے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم فراست میں سے بہت بڑا حصہ ملا تھا۔

یہ دولت بھی آپ نے سماع احادیث سے حاصل کی تھی اور آپ ایک نظر دیکھ کر سائل کے سوال کی تہہ تک پہنچ جایا کرتے تھے۔

حضرت ابو حمزہ ثمالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم ایک بار امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ اچانک امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے آپ سے چند مسائل پر گفتگو کی، جب آپ چلے گئے تو آپ نے لوگوں کو بتایا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے میرے مسائل کا خوب جواب دیا، انہیں علم فقہ میں بڑا درک ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ تاثرات بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

شیعوں اور رافضیوں کی توجہ کیلئے

ہمیں ان شیعوں اور رافضیوں پر تعجب ہوتا ہے جب وہ کہتے ہیں کہ ان کے امام باقر رضی اللہ عنہ صادق تھے۔ کیا کوئی صادق امام غیر صادق امام کی تعریف کر سکتا ہے؟ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذات خود علم کے دریا تھے اس کے باوجود آپ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و بصیرت کی تعریف کی۔ مگر آج کے رافضی ایک مبہوت فرقہ ہے انہیں نہ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تاثرات سے سروکار ہے نہ راہ راست سے واسطہ۔ وہ اس شخص کے خلاف الزام تراشی کرتے رہتے ہیں جسے امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر عالم تعریف کریں۔ شیعوں اور رافضیوں کا مذہب دراصل کینہ پروری ہے یا الزام تراشی!

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

جس دن حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی بار حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ تم نعمان ہو جس کا ذکر ابراہیم کرتے رہتے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں سے ایک زمانے کو سیراب کرے گا اور دنیائے علم کے پیاسے تمہاری مجالس سے سیراب ہوں گے۔ تم احکام شریعت کو زندہ کرو گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی داد رسی کرو گے۔ انہیں شریعت

کے مسائل سے آگاہ کرو گے اور میرا خیال ہے جب تک اسلام باقی رہے گا لوگ تمہارے مسائل سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ جو لوگ ان مسائل پر عمل کریں گے ہلاک نہیں ہوں گے۔ اس دن سے آپ نے حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کر لی اور بہت علوم حاصل کئے۔ آپ نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا جب ہمارے استاد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو ملو تو انہیں میرا سلام کہنا۔

یہ بات حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات سے ایک ہے۔ اسی طرح کئی دوسرے حضرات کی ایسی بھی باتیں سامنے آئی ہیں کہ وہ مستقبل کے متعلق ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جو درست اور صحیح ثابت ہوتی ہیں۔ بعض چیزیں مشاہدے سے حاصل ہوتی ہیں بعض سماع سے بھی حاصل ہو جاتی ہیں مگر انبیاء کرام علیہم السلام کو وحی کے ذریعہ مستقبل کے حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں۔

مشاہدے کی قسمیں

مشاہدے کی دو قسمیں ہیں ایک عادی مشاہدہ ہے یہ مشاہدہ ہر شخص کو حاصل ہوتا ہے وہ دیکھتا ہے تو کسی نتیجے پر پہنچ جاتا ہے۔ دوسری قسم "خارقا للعادة" ہے یہ مشاہدہ دور دراز کے حالات کو قریب کر دیتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام ایک جگہ سے دور دراز کے مقامات و حالات کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افریقہ میں وفات پانے والے حضرت نجاشی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ مدینہ منورہ میں ادا کی۔ آپ کا یہ مشاہدہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشہ کی سرزمین سمٹ کر سامنے آگئی تھی۔

غائبانہ نماز جنازہ کی حقیقت

نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشاہداتی قوت کی مظہر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اسی واقعہ سے غائبانہ نماز جنازہ کا جواز نکالتے ہیں حالانکہ یہ بات صحیح نہیں۔ نجاشی کی میت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیب نہیں تھی بلکہ آپ کے مشاہدے میں سامنے رکھی ہوئی تھی اور آپ کے

لئے ایک دور دراز مقام کو قریب کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح کئی اولیاء اللہ کی لئے بعض مقامات کو سمیٹ لیا جاتا ہے۔ یہ خصوصی چیزیں مشاہدہ مکانی میں آتی ہیں۔ اگر نماز جنازہ غائبانہ طور پر پڑھنا معمول ہوتا یا جائز ہوتا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے ان صحابہ کی نماز جنازہ ضرور پڑھایا کرتے جو دور دراز علاقوں میں شہید ہوئے یا فوت ہوئے تھے۔

محمد بن یوسف المعروف ابو حنیفہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ کو نویں ذالحجہ کو میدان عرفات میں دیکھا گیا دوسری طرف وہ اسی وقت بصرہ میں بھی موجود تھے یہ از قبیل کرامات اولیاء اللہ ہے۔ اگر ولی اللہ کو ایسا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے تو یہ معجزہ نہیں کرامت ہے۔ معجزہ تو صرف انبیاء کرام علیہم السلام سے مختص ہے۔ ہاں اس سے انکار کرنا یا اسے کفر کہنا درست نہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات جیسے دریا کا پھٹ جانا' عصا کا سانپ بن جانا اور اس قسم کے معجزات برحق ہیں۔ ایسے ہی بعض صحابہ کبار اور اولیاء اللہ سے خرق عادات رونما ہوتی ہیں۔ یہ کرامات ہیں ان سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اہلسنّت و جماعت کا ایک طبقہ اولیاء اللہ کی بعض کرامات کو تسلیم نہیں کرتا اگرچہ ان کا ظہور ہوا ہو۔ اس کو وہ کرامت کے بجائے استدراج قرار دیتے ہیں اور استدراج جان کر ہی انکار کرتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کا دجال کو زندہ کرنا جبکہ وہ پہلے حضرت خضر علیہ السلام کو قتل کرے گا' پھر آپ کو زندہ کرے گا آپ دوبارہ زندہ ہو کر اسے قتل کریں گے۔ دجال کا یہ استدراج قابل قبول نہیں ہے۔ اس کی وضاحت شرح مسلم میں موجود ہے۔ ایسے مسائل پر کفر کے فتوے جاری کرنا بھی ناجائز ہے۔ اسی طرح کچھ خبریں دور از قیاس ہوتی ہیں انبیاء کے سوا انہیں رد کیا جاسکتا ہے۔ قیافہ اور فراست سے کی گئی باتیں یقینی نہیں ہوتیں ان سے انکار کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وحی کے علاوہ وہ تمام خرق عادات خواہ کرامت ہو' قیافہ ہو' فراست ہو' سے انکار کرنے سے کفر لازم نہیں آتا۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبر مبارک کھودی ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جسم اطہر سے ہڈیاں علیحدہ علیحدہ کر کے انہیں اپنے سینے سے لگا رہے ہیں۔ آپ بیدار ہوئے تو خواب کا تصور کر کے دہشت زدہ ہو گئے۔ کئی دن تک معمولات سے دستبردار ہو گئے۔ آخر اس وقت کے معبر حضرت امام ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کے خدمت میں حاضر ہوئے اپنا تعارف کرائے بغیر تعبیر پوچھی تو آپ نے فرمایا یہ خواب تمہیں نہیں آسکتی جسے آئی ہے اسے میرے پاس بھیجو۔ یہ خواب تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو آنی چاہئے۔ حضرت امام بصرہ پہنچے، اپنا تعارف کرایا اور عرض کی کہ میں ابو حنیفہ ہوں۔ تو آپ نے تسلی دی اور فرمایا مجھے اپنا کرتا ہٹا کر اپنا کندھا دکھاؤ۔ دیکھا تو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک نشان تھا، فرمایا تم ہی وہ شخص ہو جس کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت میں ایک ایسا شخص آئے گا جسے ابو حنیفہ کہا جائے گا اس کے دونوں کاندھوں کے درمیان تل کا نشان ہو گا، وہ میرے دین کو زندہ کرے گا۔ آپ کو اس خواب سے پریشان نہیں ہونا چاہئے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو ازسرنو زندہ کریں گے۔ آپ کے علوم کو اپنے سینے میں سمیٹ کر لوگوں تک پہنچائیں گے۔

حضرت امام ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کی روایت فضیلت کے ضمن میں آتی ہے۔ اسے ہم خواب و خیال کہہ سکتے ہیں۔ تخیل بھی کہہ سکتے ہیں۔ علماء کرام کے نزدیک یہ حدیث منقطع ہے مگر بطور کرامت اس واقعہ کو تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ نیک انسان کی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے مومن کا خواب نبوت کا پینتالیسواں حصہ ہے۔ ایک اور روایت میں نبوت کا سترواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہما نے خواب کو نبوت کا چالیسواں حصہ شمار کیا ہے۔ غرضیکہ مختلف روایات میں خواب کی اہمت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اسے جزویست از پیغمبری کہا گیا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی نازل ہوتی ہے مگر انبیاء کرام کی خوابیں بھی وحی کا درجہ رکھتی ہیں۔ نیند میں خواب آنا وحی در خواب ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ انبیاء کرام کو نیند سے بیدار نہ کیا جائے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ خواب دیکھنے والوں کا خواب نبوت کے موافق تو ضرور ہے مگر یقینی نہیں ہوتا۔ وہ کتنے خوش قسمت انسان ہیں جن کا ایک کام نبوت کا جزو قرار دیا جائے۔

مسلم شریف میں ایک روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رویاء دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ ہاں وسواس شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون آگے چل کر لھم البشری کا لفظ آیا ہے۔ اس بشریٰ سے مراد نیک خواب ہیں۔ جسے مومن دیکھتا ہے اور اسے اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔ یہ بشریٰ اللہ کی نعمت ہے۔ واما بنعمة ربک فحدث اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کیا کرو۔ یاد رہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خواب سے پریشان تھے۔ آپ نے ابن سیرین کو فخریہ خواب نہیں سنایا بلکہ ڈرتے ڈرتے عبرت اور فکرمندی سے تعبیر دریافت کی تھی۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ خواب بھی جزو پیغمبری ہے اس کے باوجود خواب کو حجت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ مشاہدات غیر یقینی ہوتے ہیں۔ علمائے اہلسنّت نے اسے کبھی حجت تسلیم نہیں کیا، مگر اس کی فضیلت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا۔ وہ اپنے نیک بندوں کی خواب کے ذریعے کئی قسم کی راہنمایاں فرماتا ہے۔ یہ خواب بھی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور راہنمائی کی دلیل ہے۔ آپ کو اس کی تعبیر سے تسلی ہوئی، آپ نے پہلے سے زیادہ کام کرنا شروع کر دیا۔ دین مصطفیٰ کی خدمت میں شب و روز مصروف ہو گئے۔ ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ ایک تابعی تھے۔ انہوں نے جو حدیث پاک یا روایت بیان کی تھی اسے ہم کم از کم حدیث مرسل کا مقام دے سکتے ہیں۔ انہوں نے اس

حدیث پاک کی روایت میں کسی صحابی کا نام نہیں لیا باین ہمہ مراسل احادیث کسی مومن کے نزدیک حجت نہیں اور ہم اسے حجت تسلیم کرتے میں تامل نہیں کریں گے۔

کیا ہر شخص کا خواب نبوت کا جزو کہا جا سکتا ہے

محدثین نے ہر شخص کے خواب کو نبوت کا جزو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ لوگوں کے مختلف احوال ہوتے ہیں نیک و بد مختلف حالات سے گزرتے ہیں' ایک فاسق و فاجر کا خواب نیک انسان کی طرح نہیں ہو سکتا۔ ہم اسے اگر جزو نبوت مان بھی لیں تو اسے سابقہ روایات کی روشنی میں نبوت کا سترواں حصہ تسلیم کریں گے۔ حضرت امام طبری نے جلی اور خفی خوابوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے فاسق و فاجر کا خواب دور از قیاس ہوتا ہے۔

خواب اور وحی

حضرت امام خطابی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وحی کی مدت تیئس (۲۳) سال ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت سے کئی ماہ پہلے مختلف خواب دیکھا کرتے تھے۔ یہ نبوت کا حصہ تسلیم کئے جائیں گے۔ بعض لوگ اعتراض کریں گے کہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت سے قبل چھ ماہ کے عرصہ میں خواب دیکھے تھے یا زیادہ عرصہ تک۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایسے خواب نبوت کے اظہار اور رسالت کے بعد منقطع نہیں ہوئے تھے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ نبوت کے بعد وحی کا نزول قرآن کا حصہ ہے مگر اسی دوران خواب کے حالات قرآن پاک کا حصہ نہیں بنائے گئے گو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سونا اور بیداری یکساں ہے۔

تورات میں صحابہ کرام کے فضائل

ابن مسعر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل علم کی ایک جماعت سے سنا ہے کہ کعب الاحبار' حضرت نعمان بن ثابت اور مقاتل بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے

حضرات کے اوصاف تورات میں لکھے دیکھے ہیں۔ محمد بن سائب کلبی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے اوصاف تو بعض سابقہ الہامی کتابوں میں بھی ملتے ہیں۔ وہ علم سے اتنے بھرپور ہوں گے جیسے انار انار کے دانوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔

حضرت کعب الاحبار رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں نے اہل فقہ کے اسمائے گرامی تورات میں دیکھے ہیں۔ اس میں ان کی صفات و مناقب بھی درج تھے۔ مجھے ایک شخص کا نام پوری طرح یاد ہے اور وہ ہے نعمان بن ثابت' اس کی کنیت ابو حنیفہ ہو گی' وہ فقہ اور حکمت اور عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ ہو گا' اس کی موت پر لوگ رشک کریں گے۔ اس کی زندگی قابل صد افتخار ہو گی' وہ علم میں اپنے وقت کے علماء کا سردار ہو گا۔

اگرچہ سابقہ کتابوں میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ملتا ہے مگر ہم اسے بطور استدلال تسلیم نہیں کرتے۔ ان کتابوں میں ایک عرصہ تک تحریف و ترمیم کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ ان کے احکام ساقط ہو چکے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل کتاب کی تصدیق کرنے اور ان کی کتابوں سے راہنمائی حاصل کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اسی طرح ان کی تکذیب سے بھی روک دیا تھا۔ ہمارے علماء کرام نے کہا ہے کہ سابقہ کتابوں کے واقعات اور احکامات کی اس وقت تک تصدیق نہیں کی جائے گی جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث یا صحابہ کرام کے اقوال اس کی تائید نہ کریں۔ جو احکام شریعت محمدیہ سے مطابقت رکھتے ہوں ان کی تصدیق سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

سابقہ آسمانی کتابوں سے استدلال

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور کرامت کا تذکرہ سابقہ کتابوں میں سے دیا گیا ہے حالانکہ ہمارے علمائے کرام نے سابقہ کتابوں کے استدلال کو نہ معتبر جانا ہے' نہ تسلیم کیا ہے۔ ان میں تحریف کی گئی ہے' یہ ساقط ہیں' ہم تورات کے

حوالے کو بھی قطعاً قابل اعتماد نہیں جانتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل کتاب کی تصدیق نہ کی جائے اور نہ ہی ان کی تکذیب پر اصرار کرو۔

ہم اس کا جواب یوں دیں گے کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ یا واقعہ جو ہماری اپنی کتابوں کے خلاف ہے اسے ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ مگر جو احکام ہماری شریعت کے مطابق ہوں ان سے انکار نہیں کرنا چاہئے' وہ حوالے مقبول ہیں۔ مگر جن کی تائید شریعت محمدیہ میں نہیں آئی اس پر سقوط کرنا چاہئے۔

کتاب الحدود میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم علیہ السلام نے دو یہودیوں کو زنا کی سزا دینے سے پہلے ان سے پوچھا تمہاری کتاب میں اس جرم کی کیا سزا ہے؟ انہوں نے بتایا رجم یا سنگسار کرنا۔ آپ نے بھی وہی سزا جاری فرمائی۔ خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علم اللہ کو صحابہ کرام تک پہنچایا۔ انہوں نے تابعین تک' پھر وہی علم اللہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے حاصل کیا تھا۔ اس پر معترضین کا اعتراض درست نہیں۔ علم اللہ سے ہم علم الشرائع مراد لیتے ہیں۔ علم الاصول و الفروع میں علم التفسیر و الحدیث ہے۔

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سکندریہ فتح کیا۔ وہاں کے فلاسفروں اور حکماء میں ایک شخص آیا۔ اس کا نام یحییٰ تھا مگر اسے حکیم ماطیقوس کہتے تھے' وہ علم نحو کا بھی ماہر تھا' اس کا مذہب یعقوبیہ تھا۔ وہ تثلیث کا قائل بھی تھا۔ اس نے مصر میں اپنے فلسفہ تثلیث کو پیش کیا تو مسلمانوں اور اہل کتاب دونوں کی نظر سے گر گیا۔ وہ ایک مقہور انسان کی طرح اسکندریہ مصر میں مقیم تھا۔ وہ فتح مصر کے بعد حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا' اس نے اپنی حکیمانہ اور فلسفیانہ باتیں کر کے فاتح مصر کو متاثر کیا۔ ایک دن کہنے لگا آپ اس شہر پر قابض ہو چکے ہیں' اس کی تمام چیزیں اب آپ کی ملکیت ہیں' آپ ان پر اپنی مہر لگا دیں' لیکن جو چیزیں آپ کی ناپسندیدہ ہیں وہ ہمیں عنایت کر دیں۔ آپ نے پوچھا تمہیں کن کن چیزوں کی ضرورت ہے؟ وہ کہنے لگا اسکندریہ کے کتب خانہ میں فلسفہ اور حکمت کی کتابیں ہیں وہ آپ کے مطلب کی نہیں ہیں'

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو میری ملکیت نہیں، ہاں امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دے سکتے ہیں، میں ان سے اجازت لے لیتا ہوں، اگر اجازت مل گئی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کو لکھا وہاں سے جواب آیا کہ یہ کتابیں اگر کتاب اللہ کے موافق بھی ہوں تو آپ کو ان کی ضرورت نہیں ہے، اگر وہ توحید و رسالت کے خلاف ہیں تو بھی آپ کو ان کی ضرورت نہیں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ان تمام کتابوں کو دریا برد کر دو یا جلا دو۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی تمام کتابیں حماموں میں بھیج دیں تاکہ انہیں آگ کے چولہوں میں جلا دیا جائے۔ چھ ماہ کے اندر اندر ایسی تمام کتابیں جلا دی گئیں۔

میں نے (مصنف کتاب ہذا) فتوحات شام میں پڑھا ہے کہ جب مسلمانوں نے اسکندریہ فتح کیا تو اس وقت اس شہر میں ایک ہزار حمام تھے اور بارہ ہزار سبزی فروش (بقالوں) کی دکانیں تھیں۔

نجم الدین عمرالنسفی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کسی کو کوئی علمی تمیز نہ ہو اور وہ مسائل کا استخراج کرنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو اسے بلا جھجک حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کرنا چاہئے اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وسیلہ بنائے اس کی یقیناً نجات ہو گی۔

ایک اسرائیلی کہتے ہیں کہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کیسے بھلے آدمی تھے، وہ احادیث کو یاد کرتے اور اس سے مسائل کا صحیح صحیح استخراج فرمایا کرتے تھے۔ وہ تحقیق میں بڑی محنت سے کام لیا کرتے تھے۔ آپ نے احادیث کو اپنے استاد حماد رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور اسے فقہ کی روشنی میں اپنایا اور لوگوں تک پہنچایا۔ اس وقت کے خلفاء، وزراء اور امراء نے آپ کی بڑی عزت کی۔ آپ مناظرہ کرتے، فتح حاصل کرتے تو یہ لوگ آپ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ ایک طبقہ کہتا ہے کہ اس میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت نہیں ہے۔ تمام ائمہ مذاہب کے اجتہاد کو تسلیم کر لینا اچھی بات ہے۔ یہ بات

درست ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد سب ائمہ سے درست ہے۔ اس لئے آپ کے فیصلوں کو ترجیح دینا چاہیے۔

حضرت خالد بن زید عمری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام ابویوسف' امام محمد' امام ذفراور امام حماد بن ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہم ایسے لوگ تھے جنہوں نے لوگوں کے مسائل حل کئے' مخالفت نہیں کی' وہ علم کے امام تھے' وہ آسانیاں پیدا کرتے تھے اور لوگوں کو مشکلات سے نکالتے تھے۔

مشاہیر معاصرین کے تاثرات

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی آیت ہیں۔ ایک مخالف نے یہ بات سن کر کہا' کیا آیت الخیر ہیں یا آیت الشر ہیں۔ آپ نے فرمایا او جاہل خاموش رہو۔ آیت تو آیت خیر ہی ہوتی ہے' کبھی آیت شر بھی ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے آیت الشر کا کبھی ذکر نہیں کیا۔

حضرت عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے آج تک آنکھ بھر کا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا صاحب علم نہیں دیکھا۔ ابو یحییٰ الحمانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے امام ابوحنیفہ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔ حمانی کبار محدثین میں سے تھے۔ ابوبکر بن عیاش رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام محاصرین سے افضل ہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لوگوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے' آپ نے فرمایا ان کی ذہانت اور علمی برتری کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ تمہیں یہ کہتے کہ سامنے والا پہاڑ سونے سے بنا ہے تو وہ دلائل سے قائل کر دیا کرتے تھے کہ واقعی یہ پہاڑ سونے کا ہے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی بات سن کر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین نے کہا یہ بات تو محض گپ ہے' اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ پھر دارالہجرت کے شخص کی یہ بات غیر عقلی ہے۔ یہ لوگ عجیب ہیں' ایک طرف تو یہ لوگ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کی تمام باتوں کو مستند اور درست تسلیم کرتے

ہیں' دوسری طرف وہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں بات کریں تو اسے گپ اور جھوٹ کہہ دیتے ہیں۔ عقلی طور پر سوئی کے سوراخ سے اونٹ گزرنا محال ہے' مگر قرآن پاک میں کفار کے عدم دخول کے متعلق قرآن پاک نے مثال دی ہے کیا یہ مبالغہ آمیز بات ہے اگر تم قرآن پاک کے استدلال کو بھی اپنی عقل اور تجربہ پر پرکھتے ہو تو تمہاری ایمانی حالت کا کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کی بات تمہارے نزدیک کیا وزن رکھ سکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا' آپ نے اس کی بڑی قدر و منزلت فرمائی۔ جب وہ چلا گیا تو لوگوں نے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اگر وہ اس ستون کو سونے کا کہہ دیتے تو اپنے دلائل سے اسے ثابت کر دکھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم فقہ سے نوازا' اس کے متعلق ان کی بے پناہ ذمہ داریاں ہیں اور وہ شریعت کے مسائل کو فی الفور حل کر دیتے ہیں۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔ آپ نے انہیں اپنے پاس بٹھایا جب وہ چلے گئے تو فرمایا آپ تقویٰ اور ورع میں کمال رکھتے ہیں اور زاہدوں میں عظیم الشان ہیں۔ ان کی زندگی قابل رشک ہے' ان کے مرنے کے بعد ایسا زاہد و عابد نہیں ملے گا' لوگ ان کی تعریف کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شام میں مجھے امام اوزاعی سے ملاقات کا موقع ملا۔ وہ ان دنوں بیروت شہر میں قیام پذیر تھے۔ فرمانے لگے کوفے کے بدعتی کا کیا حال ہے۔ وہ جس کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ میں نے ان کی بات سنی' گھر آیا' تین چار روز بعد حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل کو نوٹ کیا اور دوبارہ امام اوزاعی کے پاس گیا۔ میرے ہاتھ میں کاغذ دیکھ کر فرمانے لگے یہ مجھے دکھاؤ۔ کیا ہے' جب انہوں نے مطالعہ کیا ان کاغذات میں لکھا ہوا تھا کہ یہ مسائل امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس سے نوٹ کیے گئے ہیں۔ امام اوزاعی پڑھتے گئے حیران ہوتے گئے۔ نماز پڑھائی' نماز کے بعد مجھ سے پوری کتاب چھین لی اور اس کا مطالعہ کیا۔ مجھ سے

پوچھا یہ نعمان بن ثابت کون ہیں۔ جنہوں نے یہ مسائل لکھے ہیں؟ میں نے کہا یہ وہی ہیں جنہیں آپ کوفے کا بدعتی کہا کرتے ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ امام اوزاعی مکہ میں تھے، حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حج کرنے گئے ہوئے تھے۔ امام اوزاعی آپ سے بعض مسائل پر بحث کر رہے تھے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ایک ایک مسئلہ کا جواب دے رہے تھے۔ آپ نے زور دار انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جب وہ چلے گئے تو لوگوں نے امام اوزاعی سے پوچھا امام ابو حنیفہ کیسے ہیں، فرمانے لگے وہ علم کا سمندر ہے، میں ان کی عقل و بصیرت پر رشک کرتا ہوں، سابقہ باتوں سے استغفار کرتا ہوں، میں آپ کے خلاف الزامات پر بدظن تھا مگر لوگوں کے الزامات غلط ثابت ہوئے۔

ہم یہاں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے، انہوں نے نہایت انصاف سے اپنی سابقہ رائے سے رجوع کیا۔ امام عبداللہ ابن المبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے استاد کا بڑی حکمت علمی سے دفاع فرمایا اور امام اوزاعی کی غلط رائے کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ پھر لطف یہ ہے کہ امام اوزاعی پر بھی حرف نہ آنے دیا۔

عبداللہ بن المبارک کی رائے

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہ ایک دن حدیث بیان فرما رہے تھے کہ آپ نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے ہی بیان کی ہے۔ ایک مخالف شخص مجمع میں موجود تھا وہ اٹھا اور کہنے لگا۔ آپ کس ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بات کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے قلم روک لیا اور تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تم کتنے کم ظرف اور کم علم لوگ ہو کیا تمہارے ہاں اہل علم اور مشائخ کے ادب کا یہ انداز ہے؟ تم ایسے لوگوں کی اس طرح قدر و منزلت کرتے ہو؟ کیا تمہارا علم تمہیں یہی سکھاتا ہے؟ آج امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کون ہے جو علم کا واقف ہو۔ ان کی اقتداء تو سب پر واجب ہے۔ وہ امام العصر

ہیں۔ ورع میں کمال رکھتے ہیں، علم فقہ میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ انہوں نے علم کی راہیں کشادہ کی ہیں، جنہیں آج تک کسی نے نہیں کھولا تھا۔ وہ فہم و فراست کے ساتھ فقہ کے میدان کے شاہسوار تھے، پھر وہ ورع اور تقویٰ میں بھی کمال رکھتے تھے، ان کے علمی راستوں سے ہٹ کر چلنے والے آخرکار گمراہ ہو جاتے ہیں۔

آپ نے لوگوں کو یہ باتیں کہہ کر فرمایا میں احتجاجاً" ایک ماہ تک آپ لوگوں کو درس نہیں دوں گا۔

محمد بن مسلم فرماتے ہیں کہ میں طلب علم کے لئے نکلا تو بصرہ جا پہنچا۔ ایک عالم دین نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسند نکالی اور میں نے اس کی املا کی مگر بعض حضرات نے لکھنے سے قلم روک لئے۔ شیخ اٹھے اور فرمایا میں تمہاری بے ذوقی کی وجہ سے ایک ماہ تک حدیث نہیں پڑھاؤں گا۔ پھر فرمایا یاد رکھو مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا تھا۔ اس وقت فلاں فلاں امام وقت موجود تھے۔ یہ کون لوگ ہیں جو ایسے امام کی احادیث کی نقل کرنے سے ہاتھ روک رہے ہیں۔

ہم اوپر کے واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ کوفہ اور بصرہ میں ایک ایسی جماعت بھی موجود تھی جو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبول نہیں کرتی تھی۔ آپ سے مخالفت کرتے تھے اور آپ کی روایت کردہ احادیث کو رد کر دیا کرتے تھے، وہ آپ سے بغض رکھتے تھے۔ علم میں بخل کرتے تھے اور احساس کہتری کا شکار تھے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ بعض اوقات اپنے شہر اور اپنے قریب کے اہل علم کے کمالات کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ کفار مکہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور معجزات کو قبول کرنے سے انکار کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی تھی کہ یہ ہمارے جیسا ہے، ہمارے جیسا بشر ہے، ہم میں سے ہے۔

شیخ محمد بن مسلم یا عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہم جیسے لوگوں نے نااہل لوگوں کو منبع الحکمۃ سے پڑھانا چھوڑ دیا تھا۔ وہ ایسے نااہل اور حاسدین کو علم کا ہتھیار دینا پسند نہیں کرتے تھے۔ احادیث میں ایسی ہدایات ملتی ہیں کہ نااہلوں کو علم کی باریکیاں نہ

دی جائیں۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے کبھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت نہیں کی کیونکہ میرا یقین تھا کہ آخرت کی نجات تو آپ کے مذہب کی پیروی میں ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی احادیث کا صحیح مطلب سامنے نہ آتا۔ اگر امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو ہمیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث کو تسلیم کرتے وقت سوچنا ہوگا کہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ قضاہ کے خیالات میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ تجربہ کار تھے۔ ہم ان کے اس خدشہ کے جواب میں عرض کریں گے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب نجات دینے والا ہے۔

قاسم بن برہان نحوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم فقہ عطا فرمایا ہے۔ لوگ دیکھیں گے کہ آپ کے علوم کی روشنیاں ہر دل میں جلوہ گر ہونے لگیں گی۔ وہ منہاج الحق اور شرعۃ الصدق سے مخصوص تھے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض لوگوں کو بہت سے علوم عطا کئے گئے ہیں۔ عربی زبان میں خلیل نحوی کو کمال حاصل تھا۔ دوسرے حضرات میں سے کئی ایسے ہوئے ہیں جو نحو اور فقہ دونوں میں بڑے ماہر تھے مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی فقاہت کہیں بھی نہیں ملتی۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ان حضرات نے علم کی مختلف اصناف کا ذائقہ تو چکھا مگر انہیں ان علوم کو مکمل حاصل کرنا نصیب نہ ہوا۔ یہ صرف امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکت ہے جو علم کا منبع ہے۔

توبہ بن سعد اکثر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں بیٹھا کرتا تھا اور آپ سے صفوۃ العلم حاصل کیا تھا۔ وہ جب عدالت کے منصب پر پہنچا تو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں سے تجاوز نہیں کیا کرتا تھا اور آپ کے اقوال تک محدود رہتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میرے لئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال ہی کافی ہیں۔ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان انہی کا وسیلہ کافی ہے۔ توبہ بن سعد کے اس ایقان

کی وجہ سے انہیں بڑی علمی فقاہت حاصل ہوئی تھی۔ وہ علم کے علاوہ ورع و تقویٰ میں بھی باکمال تھے۔ یاد رہے کہ امام توبہ بن سعد رحمتہ اللہ علیہ اہل مرو کے امام تھے' دین اسلام میں پختہ تھے' پرہیزگاری میں باکمال تھے۔ نصر بن زیاد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ بن سعد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کاش توبہ بن سعد جیسا ہمارا بھی کوئی ساتھی ہوتا۔ عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ قوی القلب مومن تھا۔

امام نضر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام شداد بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں بیٹھا ہوا تھا اور یہ مجلس آپ کی وفات کے چوبیس روز پہلے تھی۔ میں نے عرض کی اگر آپ کے سامنے صحابہ کرام کے اقوال اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ آئے تو آپ کس پر عمل کریں گے۔ آپ نے فرمایا اگر ایک صحابی کا قول موجود ہے تو اس پر فتویٰ دیں گے لیکن اگر کسی صحابی کا قول نہیں ملا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو دوسرے تمام ائمہ کے اقوال پر ترجیح دی جائے گی۔ میں نے عرض کی اسی طرح تو بہت سے غیر حنفی لوگ میرے خلاف ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا اگر سارا جہاں بھی تمہارے خلاف ہو جائے تم کسی کی پرواہ نہ کرو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر ہی عمل کرو۔ تم مجتہد نہیں ہو اس لئے تمہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کرنی چاہئے۔

ہمارے احناف کے فتاویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول آپ کے تلامذہ کے پاس موجود ہو تو انہیں لازم ہے کہ اس پر فتویٰ دیں اور اسی کو قبول کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے مذہب یا اقوال کے علاوہ دوسرے اقوال مردود ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اقوال پر عمل کرنا زیادہ محفوظ ہے اور اسی میں نجات ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کی صحیح صحیح تشریح کی ہے۔ آپ نے مسائل کو بڑی تحقیق سے بیان فرمایا ہے۔ آپ نے احادیث صحیحہ سے تمسک فرمایا ہے۔ بہت سے ایسے مسائل ہیں جنہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے حل کیا مگر دوسرے حضرات وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ حتیٰ کہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ جیسا مشہور قاضی جنہوں نے عدالت میں بیٹھ کر کئی سال شرعی فیصلے دیئے کئی مسائل میں رک گئے تھے۔

اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک فتویٰ دیتے ہیں مگر ان کے شاگرد اور دوسرے ائمہ ان کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں اور ہمیں موقع ملتا ہے کہ ہم ایک بات پر عمل کریں امام عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ہم تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کریں گے دوسروں کو نظرانداز کر دیں گے۔

امام شداد بن حکیم رحمتہ اللہ علیہ بلخ کے بلند پایہ ائمہ میں سے تھے۔ اپنے زمانہ کے عابد اور زاہد تھے' وہ اکثر ظہر کی نماز سے دوسرے روز کی نماز ظہر ادا کیا کرتے تھے۔ وہ متواتر ساٹھ سال تک نہیں سوئے۔

عثمان بن عفان بجزی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علمائے عراق میں اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو قطعی فیصلہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر ہی ہوتا تھا اور آپ کے خلاف کوئی قول نہ لیتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اصول محکمہ سے استخراج کیا گیا ہے۔

آج تک ہزاروں مخالفین نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت میں باتیں کی ہیں' کتابیں لکھی ہیں' مگر آپ کے مضبوط اصولوں کو نہیں توڑ سکے۔ آپ کے فروع کے سامنے تو ہر ایک کو سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ ہاں اصول میں اگر واضح یا متفق علیہ حدیث مل جائے تو فبہا ورنہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں ہی نجات ہے۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا فیصلہ

حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے کوئی فتویٰ پوچھتا تو آپ جواب دے کر فرمایا کرتے تھے میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر فتویٰ دے رہا ہوں اور امام

صاحب رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ بناتا ہوں۔ اس پر عمل کرنے سے نجات ہوگی اور دین میں پختگی آئے گی۔

علی بن مدینی رحمتہ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ہیں' انہوں نے حدیث قلتین پر اعتراض کیا ہے اور فرمایا کہ میں نے عبدالرزاق سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ معمر نے یوں کہا ہے اور معمر فرمایا کرتے تھے میں نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے اور ان کے بعد فقہ میں کوئی کلام نہیں کرتا تھا۔ مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی دوسرا آگے نہیں آیا۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں نے تفسیر الحدیث اور اس میں جو فقہی مسائل ہیں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔

حکم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ان سے بھی کہیں بلند تھا۔ یزید بن ہارون سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک احادیث کی تشریح میں کون زیادہ فقیہ ہے آپ نے فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حسن سے پوچھا گیا کہ ابوعاصم نبیل زیادہ فقیہ ہیں یا سفیان۔ آپ نے فرمایا سفیان۔ پھر پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ میں ان تمام حضرات سے بلند ہیں' سائل نے پھر پوچھا تو ابوعاصم نے فرمایا۔ اے جاہل انسان! امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چھوٹا سا عالم اور شاگرد بھی امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ ہے۔

سجادہ نے کہا ہے کہ ہم ابومسلم مستملی کے ساتھ ایک بار بغداد میں یزید بن ہارون کے ہاں گئے' وہ اپنے کمرہ میں آرام فرما رہے تھے' ان سے مستملی نے پوچھا کہ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ آپ نے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے' وہ کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تم فقہ چاہتے ہو تو آپ کو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اچھی کتابیں نہیں ملیں گی۔ ان کا مطالعہ کریں' میں نے مشائخ علماء میں سے ایک بھی نہیں دیکھا جس نے آپ کے مسئلہ یا فیصلہ سے کراہت کی ہو۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الرھن" بڑی بلند پایہ کتاب ہے مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کے مقابلہ میں وہ منسوخ ہے۔

عبداللہ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن داود رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی کو زاہد نہیں دیکھا اور فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ سے زیادہ پرہیزگار نہیں پایا۔ مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کوئی شخص امام یا فقیہ نہیں دیکھا۔ وہ اعلم الناس تھے' وہ آثار صحابہ اور احادیث کو سب سے زیادہ جانتے تھے' وہ افقہ الناس تھے' وہ آثار اور احادیث کے معانی کو گہری نظر سے جانتے تھے۔ وہ احادیث و آثار کو بطریق اولیٰ اختیار کیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن داود رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جب تم آثار اور ورع کے علوم حاصل کرنا چاہو تو سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کی محافل میں حاضری دیا کرو۔ اگر تم احادیث کے دقائق جاننا چاہتے ہو تو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس سے بہتر مجلس کسی دوسرے کی نہیں۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام مسعر کو دیکھا کہ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیٹھے استفادہ کر رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی دوسرا شخص فقہی مسائل بیان نہیں کر پاتا تھا۔ وہ فقہ ہیں احسن گفتگو کیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن داود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا کیا کریں کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کی فقہ اور سنن میں بڑی راہنمائی کی ہے۔ حضرت ملیح وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے فقہ میں افقہ اور نماز پڑھنے والوں میں سب سے زیادہ خشوع و خضوع کیا کرتے تھے۔ ادیب ابو یوسف یعقوب نے یہ اشعار آپ کی منقبت میں کہے تھے۔

حسبی من الخیرات ما اعددته
یوم القیامة فی رضی الرحمٰن

دین النبی محمد خیر الوریٰ

ثم اعتقادی مذہب النعمان

(ترجمہ) میں نے جو نیکیاں جمع کی ہیں ان میں قیامت کے دن اللہ کی رضا کے لئے کافی ہیں۔ محمد نبی خیر الوریٰ ہیں۔ ان کا دین میرا اعتقاد اور ایمان ہے۔ میرا مذہب امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

امام ابو سعید مسعود بن حسین کشتانی نے اپنے لئے ایک قصیدہ لکھا۔

فقلت لنفسی اذلعبت و آثرت　　حظوظ هواها فیه ما انت صانع

لهاک لقد ادلی بنائک غفلة　　وقد فنی اللذات والعمر ضائع

فقالت نعم ضیعت عمری و عدتی

بانی للنعمان فی الدین تابع

(ترجمہ) میں نے اپنے نفس سے کہا جب تم لہو و لعب میں مشغول ہو جاؤ اور خواہشات کے غلام بن جاؤ تو تمہاری راہنمائی کرنا صرف امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اقوال ہی ہیں۔ کیا ٹھیک نہیں ہے کہ میں نے اپنی عمر کا سرمایہ ضائع کر دیا ہے۔ مگر مجھے ایک بات پر فخر ہے کہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام ہوں اور ان کے مذہب پر گامزن ہوں۔

محمد بن ثابت خجندی شافعی رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس مدرسہ نظامیہ اصفہان نے اپنے والد سے ائمہ کرام کے فضائل پوچھے تو آپ نے ایک قصیدہ لکھا۔ ہم اس کے چند اشعار ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

وان اردت سبیل الحق متضحا　　فاحفظ معانی متلوات قران

واعمد الی السنن الغراء التی ثبتت　　عند الائمة فی اقطار بلدان

صحح اسانیدھا واسمع روایتھا لا ترض تصحیف ضجعان و کسلان
ارض الصحابة فیھا قدوة سلفا والتابعین لھم فیھا باحسان
اما الحدیث فزھری و مالکه و شعبة بعد حماد و سفیان
والفقه کان کطرف غر راکبه حتی تزین من تھذیب نعمان
ابوحنیفة لولا ما تجشمه من جامعیه مار بافوق اقران
ما کان ینھض للفتوی اکابرھم وکان افرسھم کالحائر العانی
انظر الی صاحبیه الحبرین انھما یعقوب ثم فتاه حبر شیبان

واللہ یجمعھم طرا و یجمعنا
غدا و ایاھم فی دار رضوان

(ترجمہ) اگر تمہارا ارادہ ہو کہ تم حق کی راہ اختیار کرو اور قرآن پاک کے اصل معانی سمجھنا چاہتے ہو۔

☆ ... تو ان تمام اقوال کو مشعل راہ بنا لو جو ائمہ کرام نے بیان فرمائے ہیں۔ ان روشن اقوال کو ازبر کرلو جو ان شہروں کے اماموں نے بیان فرمائے ہیں۔

☆ ... ان کی سندات کو صحیح کر لو۔ ان کی روایات کو سن کر عام لوگوں اور کمزور علم والے حضرات کی غلطیوں سے محفوظ ہو جاؤ۔ ہاں صحابہ کرام کی اتباع کرو، اسلاف کی اقتداء کرو، ان کے تابعین کے نقش قدم پر چلو۔

☆ ... احادیث میں امام زہری، حضرت امام مالک، حضرت شعبہ، حضرت حماد اور حضرت سفیان رحمتہ اللہ علیہم کے اقوال کا جواب نہیں مگر فقہ میں امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی دوسرا نہیں۔ ان کی فقہ کی روشنیوں نے چہاردانگ عالم کو اپنی جلو میں لے لیا ہے۔

☆ ... حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اگر محنت اور ریاضت نہ کرتے تو اپنے ہم عصر علماء سے فوقیت حاصل نہ کرتے۔

☆ ... اپنے اکابر سے وہ کبھی ادھر ادھر نہ جاتے تھے۔ وہ سب سے زیادہ دانشور اور فقیہ تھے۔

☆ ... آپ کے دو شاگردوں' امام ابویوسف اور امام محمد شیبانی کو دیکھئے تمام دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو جمع کرے گا اور وہ ہمیں قیامت کے دن ان حضرات کے دامن میں ڈھانپ لے گا۔

شیخ الاسلام ابو المفاخر محمود بن منصور سرخسی خراسانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب النبیہ فی التنبیہ علی بطلان التشبیہ میں تین سو اشعار لکھے ہیں۔ یہ سارے اشعار حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب ہیں۔

در سوا علوم صحائف مدروسة ... فتجددت فی اظهر البرهان
متمسكين بسنة و شريعة ... متنكبين مناهج الا ذهان
وشاهم النعمان و شيا ظاهرا ... سبق الجواد البحر يوم رهان
ماالروض فاح غداة غب سمائه ... بالاقحوان الغض و الحوذان
فرعت بلابله منار زبرجد ... فيصيح من طرب صياح اذان
ماغص من كتب سقاها ماطر ... من خاطر الحبر الرضى نعمان
قد زانها بحقائق و دقائق ... تنسيک حسن شقائق النعمان
لابی حنيفة فی العلوم بدائع ... و صنائع تزری بوشی عمان
وله اذا دجت العويصة دحجة ... تفری فری العضب وهو يمان
ومسائل قد صاغها بدلائل ... يلهيک عن درر و سلک جمان
لله در عصابة نشاوابه ... فی العلم واقتبسو اعلی الازمان
و شاهم يعقوب ثمة بعده ... داود ذاک العالم الربانی

وحوی فروع اصوله و فصولها　　حبر الشریعة ذا الفتی الشیبان
فبنی سماء للعلوم رفیعة　　فاقت مناط الوهم و الحسبان
فاتوا بفقه واضح مستنبط　　بعری الی حجج تنیر متان
من آیة متلوة اوسنة
مرویة صینت عن البهتان

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کی ائمہ شہادت دیتے ہیں

اس بات پر تمام ائمہ اسلام اور اہل علم کا اتفاق ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی بلند پایہ امام تھے۔ مندرجہ ذیل اقوال ان ائمہ کرام کے ہیں جو اپنے وقت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ انہوں نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔

ابو الفضل اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام مذاہب اسلام پر فوقیت دی ہے کیونکہ آپ تمام ائمہ مذاہب سے بلند قدر اور بلند رتبہ تھے۔ وہ ہر لحاظ سے اقدم اور اقوم ہیں' احکم و اسبق ہیں' احق و ادق ہیں۔ اقصر و احصر اور ایسر ہیں۔ اجمع اور امنع ہیں۔ اسہل اور اوصل ہیں' افرض و امحض ہیں۔ احسب و اقرب و اعراب اور اغرب ہیں۔

یاد رہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب قرآن کریم کے زیادہ موافق ہے' سنت کے زیادہ قریب ہے' صحابہ کرام کی اتباع میں بہت زیادہ ہے' اسلاف اور اجماع امت کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اخلاف کے لئے زیادہ واضح ہے۔ آپ کے شاگردوں کے لئے زیادہ مفید اور زیادہ بہتر ہے۔ وہ قطعی طور پر یقینی مسائل کی بات کرتا ہے' قیاس میں اقویٰ دلائل دیتا ہے۔ اس پر عمل کرنے والے زیادہ منزہ اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔ وہ حلال و حرام کے معاملات میں بڑے محتاط ہیں۔ وہ زیادہ ناصح او داعی الی الحق ہیں۔ وہ کھانے پینے والی چیزوں میں نہایت پاکیزہ اور اطیب انداز اختیار کرتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب عادل اور منصف ہے۔ وہ بیوگان پر زیادہ خرچ کرتا ہے۔ باطل مال کھانے والوں کے خلاف جہاد کرتا ہے۔ مزارع اوز معامل

کے حقوق کو صحیح نہج پر لاتا ہے۔ صلہ رحمی میں زیادہ احکام جاری کرتا ہے۔ نماز میں زیادہ دیر نہیں کرتا۔ زیادہ کلام سے اجتناب کرتا ہے۔ وہ مقتداء اور امام ہونے کے لحاظ سے زیادہ صحیح قابل قبول ہے۔ مساکین کو زیادہ کھلانے والا مذہب ہے۔ جانورں پر زیادہ رحم کرتا ہے۔ بیوگان کو شادی کے لئے آسانیاں بہم پہنچاتا ہے۔ یتیموں کے احوال کی حفاظت کرتا ہے۔ قرات قرآن اور خطبہ کے وقت لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب باہمی جھگڑوں کو مٹاتا ہے۔ ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔ طلاق کے مسائل پر متوازن راہیں اختیار کرتا ہے۔ یہ وہ مذہب ہے جو بے گناہ قیدیوں کو آزادی دلاتا ہے۔ وہ تنگ دستوں کی امداد کرتا ہے۔ گری ہوئی چیزوں کو ملکیت میں لانے میں زیادہ اہتمام کرتا ہے۔ لاوارث بچوں کی حفاظت کا کفیل ہے۔ شادی بیاہ اور ولیمہ کی دعوتوں پر اسراف اور فضول خرچی نہیں کرنے دیتا۔ حج کی ادائیگی میں آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ خوش کن اسباب مہیا کرتا ہے۔ عبادات کے اوقات کو بڑے اعتدالی انداز میں مرتب کرتا ہے۔ زکوٰۃ کے معاملہ میں مستحق افراد میں خرچ کرتا ہے۔ عیال پر شفقت کا سبق دیتا ہے۔ گواہ کو اچھے طریقے سے گفتگو کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ کسی کے احسان کو احسن طریقہ سے لوٹاتا ہے۔ عقلا کی عقل کو دین کی راہنمائی مہیا کرتا ہے۔ عورتوں کے مہر کی ادائیگی میں تاخیر نہیں ہونے دیتا۔ عیدین کے مسائل کو تمام ائمہ مذاہب سے آسان بناتا ہے۔ عہد و پیمان کی پاسداری کا سبق دیتا ہے۔ رہن میں اوثق ہے۔ مسلمان بھائیوں پر نیک گمانی کی تلقین کرتا ہے۔ وہ مستعمل پانی کے دوبارہ استعمال سے روکتا ہے۔ جانوروں کو ذبح کے مسائل کو مکمل طریقے سے رائج کرتا ہے۔ نمازوں میں خشوع و خضوع کی پابندی کراتا ہے۔ گم شدہ خاوند کی غیرحاضری میں مستورات کو نکاح ثانی کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ انسانی عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ دکھی لوگوں کی امداد کرنا سکھاتا ہے۔ تنگ دست اور مغلوب انسان کی مدد کرتا ہے۔ وہ اولاد کے حقوق میں عدل و انصاف کرتا ہے۔ وہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے لئے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ وہ کم اسباب والوں کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ حج کے مکمل مسائل بتاتا ہے۔ قربانی کا خون بہانے کا

صحیح طریقہ بیان کرتا ہے۔ وہ احرام باندھ کر بلند آواز سے لبیک کہنے کا حکم دیتا ہے۔ حج کے دوران طواف اور سعی کی ترکیب سکھاتا ہے۔

قرعہ اندازی جیسے انداز سے روکتا ہے جو قمار بازی تک جا پہنچے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی کام میں شریک ہونے والے کو شرک سے روکتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے علوم خصوصاً مافی الارحام کی تفسیر بتاتا ہے۔ وہ امام کی تعظیم اور تکریم کا حکم دیتا ہے۔ وہ دارارباب اور دارالاسلام کا فرق بتاتا ہے۔ زوال عذر کے بعد روزے سے رکنے والوں کی تنبیہہ کرتا ہے۔ عورتوں اور بچوں کی اقتدار سے روکتا ہے۔ غنا و رقص کرنے والوں سے مقاطعہ کرتا ہے۔ نماز میں سجدہ سہو کے مسائل کو واضح کرتا ہے۔ شطرنج کھیلنے والوں کی گواہی قبول نہیں کرتا۔ رمضان میں بلاعذر روزہ نہ رکھنے والوں کو سزا دیتا ہے۔ وہ نوجوانوں کو شک کی بنا پر سزا نہیں دیتا۔ وہ عبادت الٰہیہ میں سب سے زیادہ مخلص ہے اور دشمنان اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ وہ اسلام کے باغیوں کو تہ تیغ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ زمین میں شر پھیلانے والوں کا قلع قمع کرتا ہے۔ حج قران، تمتع اور افراد کو اپنے اپنے انداز میں احسن طریقے سے ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ پانی کے مسائل میں اطہر اور اطیب خیال رکھتا ہے۔ وہ صدقات و خیرات کے معاملات میں کشادہ دلی سکھاتا ہے اور فقراء مساکین کے لئے نرم دل رکھتا ہے۔ وہ عورتوں کو عدت پوری کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ غنی، فقیر، صغیر و کبیر، اندھے، بہرے کے مسائل کو حل کرتا ہے۔ چور کے ہاتھ کاٹنے کے مسائل کو عدل و انصاف سے بیان کرتا ہے۔ وہ عہد و پیمان کو نبھانے والوں کی تعریف کرتا ہے۔

وہ کسی کی ملکیت پر قبضہ کرنے کو روکتا ہے۔ وہ ناجائز تصرف سے منع کرتا ہے۔ وہ فدیہ اور قضاء میں فرق واضح کرتا ہے۔ وہ باتونی کو پسند نہیں کرتا۔ جہالت کے اندھیروں کو دور کرنے والا مذہب ہے۔ وہ بلامحرم عورتوں کو سفر سے منع کرتا ہے۔ وہ خطی ہاشمی کے نسبی فرق کا امتیاز بتاتا ہے۔ وہ بیت اللہ میں امان لینے والوں کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ زندہ اور مردہ میں فرق بتاتا ہے۔ تراویح کا صحیح طریقہ بتاتا ہے۔ وہ باہمی گفتگو کا احسن انداز اختیار کرتا ہے۔ ماں کے پیٹ سے سالم بچہ پیدا ہونے والا اور ناقص الاعضاء پیدا

ہونے والے بچے کے شرعی حقوق کو متعین کرتا ہے۔ وہ بدعت اور سنت پر تحقیقی دلائل مہیا کرتا ہے۔ وہ عورت کے نان و نفقہ کا تعین کرتا ہے۔ وہ صدقہ کا مال غنی کو نہ کھانے کا حکم دیتا ہے۔ وہ زندیقوں کی سزاؤں کا تعین کرتا ہے۔ اس کے ہاں اعتکاف کے مسائل کی وضاحت ملتی ہے۔ وہ ہمسائیوں کے حقوق میں سختی سے پابندی کراتا ہے۔ وہ کنیزوں اور غلاموں کے حقوق اور عیوب کا تعین کرتا ہے۔ وہ عضوب وعواری کے درمیان فرق بتاتا ہے۔ وہ تبع و شرعا کے مسئلے وضاحت سے بیان کرتا ہے۔ وہ اقارب کو وراثت کی تقسیم عدل و انصاف سے کرتا ہے۔ وہ تو انسان کے جسم کے بالوں اور زلفوں کے متعلق فرق بیان کرتا ہے۔ وہ سر کے بال اور داڑھی کے بالوں میں امتیاز کرتا ہے۔

مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیات

ہم سابقہ صفحات میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے چیدہ چیدہ خصوصیات اور مختصر مسائل بیان کر آئے ہیں اور ہم اس بحر ناپیداکنار کے فیصلوں اور اصولوں کو کماحقہ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ ہم نے اختصار سے کام لیا ہے' تفصیلات آپ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ہمارے مذہب حنفی میں ایک ایک مسئلہ پر پوری پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے اور ہمارے سامنے ایسی ایسی ضخیم کتابیں موجود ہیں جن میں دلائل کے دریا بہہ رہے ہیں۔ ہم نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی ترجیح کو سامنے رکھتے ہوئے اشارے کئے ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دوسرے مذاہب کے ائمہ نے جو کچھ کہا ہے ان کا مقصد بھی احیائے شریعت تھا۔ انہوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق مسائل بیان فرمائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلائل صف اول میں نظر آتے ہیں۔ وہ ہر معاملہ میں اسبق نظر آتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کی ہمہ گیری مسلم نظر آتی ہے۔ ہم نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے مسائل کو حل فرمایا تھا۔ لہٰذا ان ائمہ کرام سے آپ کو اولیت اور سبقت

حاصل ہے۔ آپ کے مسائل کو ترجیح حاصل ہے۔

اگر علم کو مجسم بنا کر پیش کیا جائے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس علم کا مکمل جسم ہیں اور دوسرے ائمہ جسم نہیں جسم کے مختلف حصے ہیں۔ شریعت کے متشکل جسم کو سامنے رکھیں تو دوسرے ائمہ شریعت کی آنکھیں ہیں مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان آنکھوں کی پتلی ہیں۔ اگر سارے ائمہ شریعت کا پنجہ ہیں تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انگوٹھا ہیں۔ اگر وہ زبان شریعت ہیں تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریعت محمدیہ کے نطق لسان ہیں۔ اگر دوسرے قلب ہیں تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دل کی دھڑکن ہیں۔ وہ ہاتھوں میں داہنا ہاتھ ہیں۔ وہ الفاظ کے معانی ہیں۔ وہ لذات علمیہ کا ذائقہ ہیں۔ جہاں علم ہمارے گرد گھومتا ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس جہاں کا مرکز ہیں۔ سارے ائمہ علم کا ایک ہار ہے جس کا دھاگا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ہم ارباب علم اور احباب بصیرت کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ ہم حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب و مقامات پر مبالغہ یا بے جا تعریف نہیں کرتے۔ یہ اصول ہے کہ ہر فن کے لئے ایک اولیت ہوتی ہے۔ وہ اولیت حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ مجمع علوم دینیہ ہیں۔ ام العلم ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہے۔ وہ علم کی گود میں پلے۔ علم کی جھولی میں کھیلے۔ علم کا دودھ پیا اور اللہ تعالیٰ کے انعامات سے مال مالا ہو کر بڑے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کی غذا سے جوان ہوئے۔ آج مخالفین کو حق نہیں پہنچتا جو ہمارے امام کے متعلق گفتگو کرے، جتنے ائمہ آئے وہ اسی ام العلام سے بہرہ ور ہوئے، وہ اسی مجمع علوم کے ریزہ چین ہوئے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سب سے مقدم ہیں

ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب پر مقدم ہیں۔ حبر مفخم اور سنام اکوم، طود اشم اور معدن علوم ربانی ہیں۔ وہ دوحتہ العلم ہیں، وہ فقہ

کے امام ہیں' آپ امام الائمہ ہیں' سراج الامت ہیں' علوم شریعت میں سابق ہیں' وہ سب سے اول اور سابق ہیں۔ آپ نے فقہ کی تدوین کی' اسے ضبط کیا' اسے پختہ کیا۔ بعد میں آنے والے ائمہ کرام نے اس سے استفادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی رحمت کاملہ نثار کر دی' ساری امت محمدیہ کو اس رحمت کامل کے حصہ دیا۔ آپ صاحب علم و فہم کے لب اللباب ہیں۔ ہم وقت کے بلند پایہ اہل علم کے اثرات پیش کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اکابر تلامذہ پر ایک نظر

یہ بات اہل علم کے ہاں متفقہ طور پر تسلیم شدہ ہے کہ آپ ذوالفقہ والدرایہ تھے۔ آپ کی احادیث کی روایت کا سب کو اعتراف ہے۔ وہ امام المسلمین ہیں۔ وہ قاضی القضاۃ ہیں۔ ان کے شاگرد رشید حضرت امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے درخشندہ آفتاب تھے۔ وہ فہم و فراست پر کمال درجہ رکھتے تھے۔ وہ ماہر احادیث تھے۔ وہ سید اللسان تھے۔ عظیم القدر و الشان تھے۔ جس کے علم و فضل کا ساری دنیائے اسلام کو اعتراف ہے۔

محمد بن حسن بن فرقد شیبانی رحمتہ اللہ علیہ ہیں ذوالفقہ الباہر و علم الزاہر الفقیہ الماہر حضرت امام زفر بن ہذیل تمیمی ہیں۔ پھر امام حسن بن زیاد اللولوی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو ورع و تقویٰ کی مثال تھے۔ زاہد النصاح وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے شاگرد تھے۔ بشر بن غیاث المرسی رحمۃ اللہ علیہ جو فقیہ مقدام فی علم الشرائع والاحکام تھے' آپ کے خاص شاگرد تھے۔ حضرت عافیہ بن یزید ازدی' شیخ داود طائی' یوسف بن خالد السمتی' مالک بن مغول بجلی' نوح بن ابی مریم جامع رحمتہ اللہ علیہم آپ کے جلیل القدر شاگرد ہوئے ہیں۔ ہم ان حضرات کا تذکرہ کتاب کے آخر میں کریں گے۔

یہ وہ ائمہ ہیں جن کی علمی اور فقہی خدمات کو زمانے بھر نے تسلیم کیا تھا اور اپنی تحریروں میں ان کا تذکرہ کیا تھا۔ یہ تمام شاگرد خود بھی ارباب علم الفقہ و التفسیر تھے۔ وہ کتاب و سنت کی باریکیوں کے ماہر تھے۔ وہ علم نحو کے امام تھے۔ وہ علم معانی مقامات

صحابہ اور مقالات اہل بیت کے ماہر تھے۔ وہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کے اعلیٰ نمائندے تھے اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترجمان تھے۔ ہمارے امام ابو حنیفہ کا ایک ایک شاگرد اپنے وقت کا امام ہے۔ ہم مخالفین کے اعتراضات کے جوابات میں مندرجہ ذیل اشعار پیش کر رہے ہیں ؎

اولئک آبائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعت یاجر برالمجامع

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ کے ممبر

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی بنیادیں مجلس شوریٰ پر تھی۔ آپ نے اسے اپنے مذہب کا اصول قرار دیا تھا۔ آپ کے اہل علم تلامذہ مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو لوگوں تک پہنچانے پر کوشاں رہے۔ انہوں نے اس معاملہ میں بڑی جدوجہد کی۔ آپ کی عادت تھی کہ آپ ہر مسئلہ کو سوال کی شکل میں دریافت کرتے۔ اگر کوئی دوسرا سوال نہ کرتا تو آپ خود سوال کر کے اس مسئلہ کا جواب مہیا کرتے۔ ہر مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لاتے۔ ہر جزو پر مناظرہ کرتے۔ جب تک وہ مسئلہ صاف نہ ہو جاتا مطمئن نہ ہوتے۔ بعض مسائل کو پورا پورا ہفتہ زیر بحث لائے رکھتے۔ وہ ہر مسئلہ پر مضبوط دلائل لاتے۔ ان کے دلائل آفتاب و جہاں تاب سے بھی زیادہ روشن ہوتے۔ ایسے مسائل کو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے تصنیف فرمایا۔ جب تک تمام ارباب اجتہاد قبول نہ کر لیتے اسے دنیا میں نہ پھیلاتے تاکہ ہر شخص اسے قبول کر لے، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جس کا مذہب شوریٰ پر نہ ہو اس کی بنیادیں کمزور رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے ائمہ کرام نے بھی اسے تسلیم کیا اور تسلیم و اعتراف کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خیر القرون میں سے تھے

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ "خیر القرون" کی حدود میں آتا

ہے جب کہ دوسرے ائمہ ان حدود سے باہر ہیں۔ انہوں نے دوسرے قرن میں فقہ مرتب کی تھی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کے بعد مسلم معاشرہ میں جھوٹ اور کذب بیانی کے اثرات آ گئے تھے۔ معاشرہ میں ایسے لوگ آ گئے تھے کہ گواہی طلب کئے کے بغیر ہی عدالت میں پہنچ کر جھوٹی گواہیاں دینے لگے۔ قسم کا مطالبہ کئے بغیر ہی قسمیں اٹھانے لگے۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے خوف کے بجائے نفسانی خواہشات کے پیچھے جاتے اور زر پرستی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ یہ بات حدیث رسول ﷺ میں آئی تھی۔ کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ جھوٹی قسمیں کھانے سے نہ شرمائیں گے اور جھوٹی گواہی کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے۔

قیامت کی علامات میں سے انسان کے ایسے کردار کی بے شمار علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ حلال و حرام کی تمیز اٹھ جانا' روح کمزور ہونا اور جسموں میں قدماپا آجانا' یہ عباسی دور اقتدار کی عام بیماری تھی۔ اسلاف حلال کے مختصر سے لقمہ پر قناعت کرتے تھے مگر بعد کے لوگ پیٹ کو تنور کی طرح بھرتے رہتے تھے۔

تنور شکم دم بدم تافتن !
مصیبت بومر روز نایافتن

آج ایسے فقیہ پیدا ہو گئے ہیں کہ مرغن کھانے کا سن کر ان کو قرآن پاک بھول جاتا ہے' رگیں پھول جاتی ہیں اور وہ قرآن پاک کی تلاوت بھی کرتے ہیں تو ربنا انزل علینا مائدہ سے شروع کرتے ہیں۔ اسلاف اس لئے کھاتے تھے کہ بیٹھ کر اللہ کی عبادت کر سکیں۔ اقامت' رکوع اور سجدہ ہو سکے۔ مگر آج اس طرح کھایا جاتا ہے جیسے زندگی صرف کھانے کے لئے دی گئی۔

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از برائے خوردن است

موٹے علماء کا تذکرہ

ہمارے شیخ سراج الامت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ دو درہم ستو یا جو کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ پھر ساری رات نوافل ادا کرتے اور تلاوت قرآن کرتے۔ سارا دن تدریس کی مسند پر شاگردوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو پسند نہیں کرتا۔

آج بہت سے موٹے جسم کے ایسے علماء کرام موجود ہیں جو تعریف کے لائق نہیں۔ اگرچہ علماء کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلم ہے۔ پھر ہم اس حدیث کا کیا مطلب لیں گے۔ ہم اس کے جواب میں یوں کہیں گے کہ موٹے عالم سے یہ مراد ہے کہ جو عالم دین نفسانی خواہشات کا غلام بن کر کھاتا پیتا رہتا ہے۔ ہم یہاں اس وہم کا ازالہ ضروری سمجھتے ہیں کہ پیدائشی موٹے علماء یا علاقائی موٹے علمائے کرام مذموم نہیں ہیں کیونکہ یہ قدرت نے بنائے ہیں، ان کی اپنی کوشش کا دخل نہیں۔ ایک شیخ طریقت نے اس ضمن میں کیا خوب شعر کہا ہے ؎

یقول اجسام المحبین نضوة
وانت سمین لست غیر مرائی

فقلت لان الحب خالف طبعهم
و وافقه طبعی فصار غذائی

(ترجمہ) عشاق کے اجسام تو ہلکے پھلکے اور نحیف ہوتے ہیں۔ تم تو موٹے ہو اور ریاکار بھی نہیں۔ اس نے کہا کہ لوگوں کی طبع محبت کے خلاف ہے لیکن میری طبیعت محبت کے موافق ہے، وہی بری غذا ہے جس نے مجھے موٹا کر دیا ہے۔

ہم بات کر رہے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیرالقرون کے آخری سالوں میں دینی خدمات میں مامور رہے ہیں۔ تمام علوم و فنون اسی زمانے میں درخشاں تھے

اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ آپ صحابہ کرام کے آخری دور میں پیدا ہوئے تھے اور صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد کے زمانہ میں زندہ رہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ طبقات علیہ صحابہ کے ہمعصر تھے۔ آپ نے قرن ثانی کے آخری اور قرن ثالث کے اول برسوں میں علم پڑھا اور اسے پھیلایا۔ فتوے دیئے' دینی مسائل حل کیے۔ لوگوں سے مناظرے کیے۔ گمراہ سوچ رکھنے والوں کے خلاف مزاحمت کی اور اپنے مخالفین کا ڈٹ کا مقابلہ کیا اور ان سے بحث و تمحیص کرتے جان جان آفرین کے حوالے کی۔

یہ خیرالقرون کی آخری قرن تھی' اس قرن کا آخری حصہ تھا' اس دور کے اقوال میں سچائی اور صداقت کا غلبہ تھا۔ ارباب منقول و معقول بڑے خدا ترس تھے۔ جو شخص عدالت میں گواہی دیتا تھا اللہ کے حکم کی اتباع میں دیتا تھا۔ کسی کی رو رعایت کی خاطر سے نہ دیتا تھا۔ وہ اللہ کے احکام کی اتباع صرف اسی کی ذات کے لئے کرتا تھا۔ یہ قرن اولیٰ کی برکات اور نعمتوں کی کثرت کا دور تھا۔ جب اس دور کے علماء اٹھتے گئے علم اٹھتا گیا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا دور

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس زمانے میں پیدا ہوئے جس میں خواہشات کا غلبہ نہیں تھا اور لوگ خلافت راشدہ کی اخلاقی تربیت کے زیر اثر تھے۔ اس وقت کے لوگ اکثر زہد و تقویٰ کو پسند کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یوم ندعوا کل اناس باماھم یہ ایک مشہور مثال ہے کہ لوگ عام طور پر اپنے حکمرانوں کے طریقہ کار پر چلتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ اسی زمانے کے لوگ تقویٰ کے معیار پر پورے اتریں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مرگیا اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہیں جانتا اور اسے معلوم نہیں کہ وہ کس کی اقتداء کرتا ہے اور کسی کی ہدایت کی اقتداء نصیب نہیں ہوئی تو وہ شخص بے بہرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی شریعت کی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔ آپ کی شریعت قیامت تک نیک ہاتھوں میں محفوظ رہے گی اور آپ کی امت مذہب اور طریقت میں زیر نگاہ رہے گی۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ○

ہمارے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام ائمہ سے افضل ہیں۔ دوسرے ائمہ نے اپنے علوم کو صندوق بنا رکھا تھا مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے علوم کے دروازے کھول دیئے تھے۔ علم بند ہونے یا ضائع ہونے سے بچ گیا۔ علماء کی موت سے علم ضائع ہو جاتا ہے مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگردوں کا ایک وسیع طبقہ تیار کیا جو دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں پھیلتے گئے۔ علم کا قافلہ مدینہ منورہ سے چلا۔ کوفہ اور بصرہ پہنچا۔ مصر کے مدرسوں میں جا پہنچا مگر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اسے ایران، خراسان سے آگے شمالی سرحدوں اور ماوراالنہر تک لے گئے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا علمی زمانہ

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی مسائل کے ابواب مرتب کئے۔ کتابیں تیار کیں۔ طہارت کے باب سے مسائل کا آغاز کیا۔ اس کی شرائط کی تشریح کی۔ ایمان کے بعد میں سے اولین چیز طہارت ہے۔ کلام اللہ ایمان لانے کے بعد طہارت کو یقینی بتاتا ہے کیونکہ طہارت کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔ وہ انسانی ستر کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ استقبال قبلہ پر زور دیتے ہیں مگر ان دونوں چیزوں سے طہارت کی اہمیت زیادہ ہے۔

امام ابو عبداللہ جرجانی رحمتہ اللہ علیہ اس کی شرح یوں فرماتے ہیں کہ جو شخص دونوں ہاتھ کہنیوں تک اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک نہ دھوئے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ جنبی یا محتلم کے غسل میں وہ نہایت آسانیاں لاتے ہیں۔ اگر ایسی حالت میں پانی میں غوطہ لگا لیا جائے یا موسلا دھار بارش میں جسم شرابور ہو جائے تو غسل ہو جاتا ہے۔ تازہ وضو کرے یا نہ کرے طہارت کی شرط پوری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کے نزدیک مشروعۃ الاعتکاف اور نذر مانے ہوئے اعتکاف میں فرق ہے۔ اعتکاف کی شرائط اور اس کی مختلف صورتوں کو

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طہارت کے مسائل کے بعد صلواۃ (نماز) کا تذکرہ فرماتے ہیں کیونکہ اللہ کی عبادت انسان کے لئے اول الاحوال میں واجب ہے۔ جبکہ زکوٰۃ تیسرے نمبر پر آتی ہے یہ مال کا شکرانہ ہے۔

قرآن پاک میں جہاں نماز کا ذکر آیا ہے وہاں زکوٰۃ کا ذکر بھی آیا ہے اور بیاسی (۸۲) آیات ایسی ہیں جہاں دونوں کا ذکر یکجا آیا ہے۔ ایک دوسرے کا آگے پیچھے آنا انتہائی تاکید کی علامت ہے اور یہ بھی بات ہر شخص جانتا ہے کہ نعمت الوجود کا شکر کرنا ما بہ الوجود کے شکر سے مقدم ہے۔

انسانی معاملات پر توجہ

عبادات کے بعد حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انسانی معاملات پر توجہ دی اور ان احکام و امور کو مرتب کیا۔ فقہ کی روشنی میں انسانی معاملات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ آپ نے وصیت کے ابواب پر ان معاملات کو مکمل کیا ہے۔ کیونکہ انسانی معاملات اس کی موت پر ختم ہو جاتے ہیں اور اس کے مرنے کے بعد ورثہ کے معاملات شروع ہوتے ہیں۔ آپ نے وصیت کے بعد وراثت کا باب تیار کیا اور وراثت کے مسائل کو مرتب کیا۔ اہل علم و خرد اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتداء سے اختتام تک کے معاملات کو بڑی تفصیل سے تحریر کیا۔ آپ ان معاملات اور ترتیب مسائل میں تمام ائمہ سے زیادہ ماہر تھے۔ آپ نے اپنی تحریروں کو ہر باب میں مرتب کیا۔ ہر کتاب کو اپنی اپنی جگہ مکمل کیا۔ ہم اس موضوع پر تفصیل سے بات کرنے سے معذرت طلب کرتے ہیں ورنہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس انداز پر ایک مکمل کتاب تیار ہو گی۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے استفادہ کرنے والے

یاد رہے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف آپ کے شاگردوں،

تلامذہ اور اہل مجلس نے ہی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ آپ کے بعد میں آنے والے اہل علم و فضل بھی آپ کی تحریروں سے استفادہ کرتے رہے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ سے استفادہ کا اعتراف فرمایا ہے۔ علی الاعلان فرمایا کرتے تھے ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے عیال ہیں۔ ابن سریح فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوابات دو دھاری تلوار سے زیادہ کاٹ کیا کرتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی علمی سبقت

ہم سابقہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ پھر جو شخص اللہ کے کلام کو لوگوں تک پہنچانے کا ذمہ لے اس کی حفاظت نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے معاندین کے الزامات سے محفوظ رکھا اور ان کے عناد سے اپنی پناہ میں رکھا۔ ان علوم کے علاوہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم الحساب اور علم الفرائض میں سب سے سبقت لے گئے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول پر عمل پیرا رہے کہ تعلموا الفرائض فرائض پڑھو۔ لوگوں کو پڑھاؤ کیونکہ تمہارے دین کا زیادہ حصہ فرائض پر مشتمل ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی پہلے امام ہیں جنہوں نے "کتاب الشروط والوثائق" کی بنیاد رکھی۔ قرآن پاک نے اس مسئلہ کو بڑی اہمیت دی ہے۔ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ اور ان مسائل کی وضاحت وہی شخص کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کامل علم سے نوازا ہو' بحرالعلام ہو' جامع الفنون ہو۔ مخالفین نے آپ کے علوم پر گہری نظر ڈالی مگر آپ کے سامنے طفل مکتب دکھائی دیئے۔

اہل علم و تحقیق نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ قرآن و احادیث کی روشنی میں ان علوم کو اپنی خداداد استعداد سے مرتب کیا۔ کسی استاد سے راہنمائی حاصل نہیں کی تھی' نہ کسی استاد نے ان علوم کو مرتب کیا تھا۔ آپ سے قبل علمی دنیا میں نگاہ ڈالی جائے تو تسلیم کر لیا جائے گا کہ ان علوم کی ترتیب کا سہرا آپ کے سر پر سجا ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے پانچ لاکھ مسائل مرتب کئے

امام صدر شریعتہ قاضی اہل الملت نے فرمایا ہے حضرت امام ابو حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ لاکھ دینی مسائل جمع کئے تھے۔ آپ نے اپنی کتابوں میں ایسے ایسے گہرے مسائل پر گفتگو کی جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ آپ نے مشکل مسائل کو آسان بنا دیا اور آپ نے اسرار و دقائق کو کھول دیا۔ آپ نے جب علم میراث پر کتاب مرتب فرمائی تو امام حصری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھا کہ یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم جب آپ کے مسائل سے آگاہ ہوا تو برملا پکار اٹھا۔ یہ تو "چھوٹے محمد" کی کتاب ہے۔ اب میں بڑے محمد کی وہ کتاب دیکھنا چاہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اتاری تھی۔ اس نے قرآن پاک سامنے رکھا' امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب سامنے رکھی تو بلا تردد کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اپنی ساری زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کر دی اور کہنے لگا اگر دین حق حنیف نہ ہوتا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صداقت سامنے نہ آتی۔ اگر یہ شخص دعویٰ کرے کہ اس پر وحی الٰہی نازل ہوتی رہی ہے تو میں اس کی کتاب کو معجزہ جان کر تسلیم کروں گا۔ جس طرح ہر ولی کی کرامت اس کی ولایت کی تصدیق کرتی ہے۔ اسی طرح ہر نبی کا معجزہ اس کی نبوت کی تائید کرتا ہے۔

اسلام کے بدترین مخالفین نصاریٰ ہیں جن کے پادری حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کو دیکھ کر "احبولہ الصیادین" کہتے یہ شکاریوں کا جال ہے اس کے سامنے جو آتا ہے پھنس جاتا ہے۔

ابوبکر جصاص رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب المیزان ابوبکر علی بن عبدالغافر فارسی کے ہاں پڑھا کرتا تھا۔ وہ کتاب پڑھاتے پڑھاتے کتاب کے مرتب (امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ) کی علمیت پر تعجب کرتے اور ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آتے گویا یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت علمیہ کو خراج تحسین تھا۔ اس نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کتاب

فن نحو پر دیکھی اور پکار اٹھا یہ کتاب وہی لکھ سکتا ہے کہ خلیل و سیبویہ کا ہم پلہ ہو۔ لیکن جب میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فنی تحریر کو دیکھتا ہوں تو ان کی تحقیق اور گہرائی نے مجھے حیران کر دیا حالانکہ آپ کا کمال تو مسائل دینیہ اور فقہ پر ہے' زہد و ورع پر ہے۔

حج و زیارت مدینہ منورہ

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندگی میں بڑے سفر کئے مگر یہ سارے سفر حرمین شریفین کی طرف ہیں۔ آپ نے پچپن (۵۵) بار حج و عمرہ ادا کیا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی روزہ و افطار میں بسر کی۔ امام ہمدان رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب زندگی کے آخری حج پر گئے تو سارا زاد راہ اور مال و متاع خدام کعبہ میں تقسیم کر دیا اور خود بیت اللہ میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گئے۔ عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ ایک پاؤں پر کھڑے کھڑے نصف قرآن پاک ختم کیا۔ پھر دوسرے پاؤں پر کھڑے ہو کر باقی نصف قرآن پاک پڑھا۔ اور عرض کی اے اللہ! میں نے تیرا کلام پڑھا ہے مگر تیری معرفت کا حق ادا نہیں کر سکا۔ اور نہ ہی تیری عبادت کر سکا۔ میرے ان نقصانات کو پورا فرما' میری کوتاہیوں سے درگزر فرما اور اپنی رحمت سے میری لغزشوں کو معاف فرما۔ کہتے ہیں بیت اللہ کے ایک گوشے سے آواز آئی ابو حنیفہ تم نے پہچانا اور خوب پہچانا۔ تم نے خدمت کی اور اچھی خدمت کی۔ ہم نہ صرف تمہیں بخشیں گے بلکہ قیامت تک تمہارے تمام پیروکاروں کو بخش دیا جائے گا۔

قریش کی امامت اور اولیت

بعض معترضین نے اعتراض کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک کی روشنی میں قریش سب پر مقدم ہیں۔ ان پر نہ کسی کو فضیلت دو' نہ مقدم سمجھو۔ اور فرمایا قریش سے علم حاصل کرو اور ان کو پڑھاؤ۔ اس حدیث پاک کی روشنی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو قریش سے تھے سب پر فضیلت رکھتے ہیں اور مقدم ہیں۔ ان کے علاوہ

جتنے ائمہ مذاہب ہوئے ہیں وہ غیر قریش ہیں۔ پھر امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی اولاد میں سے ہیں۔ وہ لغت عرب کے ماہر تھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں پرورش پائی' علم حاصل کیا اور تربیت پائی۔ مدینہ شریف گئے تو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے آپ سے علم حاصل کیا۔ اندریں حالات امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب کو اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے۔

ہم ان حضرات کے جواب میں عرض گزار ہیں کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے قریش کو اولیت دی' یہ اولیت نماز کی امامت کے لئے تھی۔ حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے تمام اشراف قریش کی موجودگی میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ اہل قبا کو نمازیں پڑھائیں' امامت فرمائیں۔ اسی طرح جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو نماز تراویح کی امامت پر آمادہ کیا تو امام ابی کو مقرر کیا حالانکہ اس وقت بے شمار قریش علماء موجود تھے۔ اس طرح صحابہ نے اجماع سے ثابت کیا کہ امامت نماز کے لئے قریش کی تخصیص نہیں ہے۔ یہ امامت نسبت پر نہیں بلکہ علم و تقویٰ پر ہوتی ہے۔ اگر اس حدیث میں قریش کو امامت فی العلم کی وجہ سے مقدم قرار دیا جائے تو ہم ثابت کریں گے کہ علمی دنیا میں قریش علماء سے بلند پایہ ایسے علماء صحابہ کرام میں موجود تھے جو غیر قریش تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا معلم بنا کر بھیجا گیا حالانکہ اس وقت قریش کے بہت سے عالم موجود تھے۔ آپ نے فرمایا تمام صحابہ ہدایت کے ستارے ہیں' ساری امت ان کے کردار سے راہنمائی حاصل کرے گی۔ انہیں کی اقتدا کرو' ہدایت پاؤ گے۔ اس حکم میں قریش اور غیر قریش صحابہ سب کے سب آتے ہیں۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو مختلف ممالک میں غیر قریش اہل علم ہوئے ہیں۔ موالی اور غلام علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ہیں۔ ہر زمانے اور ہر صدی میں غیر قریش اہل علم نے اسلامی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ہر علاقہ میں لوگوں نے ایسے حضرات سے راہنمائی حاصل کی ہے۔ حضرت موسیٰ اشعری و حضرت حذیفہ رحمتہ اللہ علیہ عراق

کے امام ہوئے ہیں۔ زید بن ثابت اور زہری رحمۃ اللہ علیہ حجاز کے امام ہوئے ہیں۔ معاذ بن ابی امامہ رحمتہ اللہ علیہ شام میں امام ہوئے ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت اور قیادت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان کا قرب بھی محتاج شکایت نہیں۔ ان کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود امامت و قیادت کے دروازے کھولے تھے۔ حضرت صہیب اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حال کس سے پوشیدہ ہے۔

تابعین کے دور پر ایک نظر ڈالیں تو قاضی شریح رحمتہ اللہ علیہ تین خلفائے راشدہ کے دور میں منصب قضاء پر فائز رہے ہیں۔ صحابہ کرام کے ہوتے ہوئے انہیں قاضی بنایا گیا۔ ان کی رائے پر اعتماد کیا جاتا رہا۔ اجماع امت میں ان کا بڑا دخل رہا ہے۔ حضرت علقمہ بن قیس رحمتہ اللہ علیہ کو کون نظرانداز کر سکتا ہے۔ یہ وہی بزرگ ہیں کہ جب ان کی وفات ہوئی اس کی خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنچی تو آپ نے فرمایا آج ربانی العلم فوت ہو گیا ہے۔ عمرو بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اکثر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ علقمہ اور اسود، مسروق سے فتویٰ حاصل کرتے تھے۔ یہ تمام بزرگ غیر قریش تھے۔ ان کی امامت، قیادت اور علمی فوقیت کو تمام لوگ تسلیم کرتے تھے۔ جب ابراہیم نخعی فوت ہوئے تو امام شعبی نے کہا کوفہ کا فقیہ فوت ہو گیا ہے۔

قریش کی فوقیت میں جو لوگ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا علم قریش سے پڑھو اور انہیں نہ پڑھاؤ اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ سب مصنوعی باتیں ہیں۔ عقلی طور پر یہ بات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منسوب کرنا درست نہیں۔ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ کیسے فرما سکتے ہیں کہ قریش کو نہ پڑھاؤ وہ جاہل رہیں۔ یہ تو قرآن پاک کے بھی خلاف بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون تم اہل ذکر و علم سے پوچھو اگر تم کوئی چیز نہیں جانتے۔ اگر تعلیم ناجائز ہوتی تو سوال کرنا بھی ناجائز ہوتا۔ ارشاد فرمایا

ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن ایک اور جگہ فرمایا ولینذروا قومھم اذا ارجعوا الیھم O

وہ خبر جسے صرف عورت ہی جانتی ہو اس کی خبر قبول کر لینی چاہئے خواہ یہ خبر واحد ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذ اخذاللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبینہ للناس ولا تکتمونہ اگر تعلیم واجب نہ ہوتی تو بیان واجب نہ ہوتا۔ اگر بیان واجب ہے تو تعلیم بھی واجب ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علم کو روکنا حلال نہیں پھر فرمایا میں نے اپنی امت کے لئے وہ چیز پسند کی جو ابن ام عبد نے پسند کی تھی۔ (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) آپ نے فرمایا تم میں سے علم میراث میں سب سے بڑا عالم زید ہے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دین کے علم کا سب سے بڑا حصہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ تو قریش نہیں تھے۔ علم الفرائض کے ماہر حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ اگر ہم ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات مان لیں تو ہمیں باقی مذاہب کی باتیں چھوڑ دینی چاہئیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ علم الفرائض جاننے والا سب سے بڑا عالم زید رضی اللہ عنہ ہے۔ حالانکہ قریش کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جس چیز کو پسند فرمایا تھا وہ ہمارے لئے زیادہ معتبر ہے۔

مجتہد کی تعریف

اسلام میں مجتہد کا بڑا بلند مقام ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے مجتہد تھے۔ مجتہد مصیب ہوتا ہے اس کی خطا پر بھی اگر وہ مخطی (غلطی کرنے والا) ہو تو اسے ثواب ملتا ہے۔ لیکن جس کے اجتہاد میں اکثر صواب ہو وہ اعلیٰ درجہ کا مجتہد ہے۔ جو اپنے اجتہادی فیصلوں میں زیادہ خطا کرے وہ قابل اعتماد نہیں رہتا۔ اس سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ مجتہد خطاکار ہو یا صواب پر وہ ہمیشہ نیکی پر ہو گا۔

ایک بار حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے چالیس سوالات کئے گئے آپ نے

چھتیس کے جواب میں فرمایا "لاادری" میں نہیں جانتا۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے علم الفرائض میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تتبع کیا ہے حالانکہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش نہیں تھے۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے خلفائے راشدین جو قریش تھے کے فیصلوں کو چھوڑ کر حضرت زید رضی اللہ عنہ (غیر قریش) کو اپنا راہنما بنایا۔ اس مسئلہ پر امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترجیح میں کہا ہے کہ امامیہ اور زیدیہ کا مذہب اختیار کرو۔ اور شافعی کو چھوڑ دو وہ قریشی تھے۔ لیکن یاد رہے امامیہ اور زیدیہ کا مذہب صرف سادات کے لئے ہے۔ امامیہ کے مذہب کی بنیاد امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال پر ہے۔ زیدیہ کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب اس شخصیت سے حاصل ہوتا ہے جو ناصرالحق ہے۔

قریش کی برتری پر ائمہ امت کا تجزیہ

حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے درمیان سب سے بڑے قاری ابی بن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قرات و تفسیر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے حاصل کی تھی۔ اسی طرح سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ میرے بیٹوں حسن و حسین کو قرآن پڑھایا کریں۔ حالانکہ سلمی قریش نہ تھے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علم حاصل کیا تھا۔ حضرت امام شافعی، امام مالک، محمد بن الحسن شیبانی، بشیر مریسی، مسلم بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شاگردی اختیار کی، یہ تمام امام غیر قریش تھے۔

ہم کہتے ہیں کہ دنیائے اسلام کے بہت بڑے علمی شہروں میں کیا تمام قریشی علمائے کرام ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر ایسے ہیں جنہوں نے غیر قریشی ائمہ سے علم حاصل کیا تھا اور یہ وہ لوگ تھے جو سارے عالم اسلام میں علم بانٹ رہے تھے۔ وہ مسائل کا جواب دیتے تھے کیا یہ تمام لوگ ایسے غیر قریشی علماء سے مسئلہ پوچھنے سے اپنی فوقیت سے ہٹ گئے تھے۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ کیا ایک قریشی کسی غیر قریشی سے مسئلہ پوچھے تو وہ

خاموش رہے کہ تم قریشی ہو میں مسئلہ نہیں بتاؤں گا۔ کیا ایسا کرنا تکمان علم نہیں جو علمی اور اسلامی دنیا میں جرم ہے' گناہ ہے' ناجائز ہے۔

شوافع کے بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی امام تھے کیونکہ وہ قریشی تھے۔ صرف ان کا مذہب ہی چلے گا۔ ہم ایسے علماء کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ دنیائے اسلام کے بڑے بڑے شہروں میں جلیل القدر علماء کرام موجود تھے وہ سارے قریشی نہیں تھے' مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینکڑوں شاگرد تھے جو قریش تھے لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات ایک خاص واقعہ پر کہی گئی تھی جس میں قریشی خصوصی وصف کے مالک تھے۔ ایسے معاملہ میں عمومی معاملات پر اطلاق نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد کی اولاد تھے۔ وہ دسویں پشت سے چچازاد تھے۔ اگر شافعی حضرات اس وجہ سے آپ کو اہل بیت قریشی ہونے کی وجہ سے فضیلت دیتے ہیں تو اس طرح ہر قریشی افضل قرار دیا جائے گا۔ بلکہ ہر عربی عجمی پر افضل ہو گا کیونکہ ہر عربی کسی نہ کسی انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتا ہے۔ اگر نزدیکی رشتہ داری نہ ہوئی تو سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام سے رشتہ موجود ہے۔ وہ ہر عربی کے دادا ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی دادا ہیں۔ پھر مزید آگے بڑھیں تو ہر رومی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے' پھر اور آگے بڑھیں تو حضرت نوح اور حضرت آدم علیہم السلام سے ہر ایک کا نسبی تعلق قائم ہے۔

نسب اور تقویٰ کی اہمیت

نسب کی فوقیت اور اہمیت سے ہٹ کر اسلام نے علم اور تقویٰ کو اولیت اور افضلیت کا معیار قرار دیا ہے۔ ہم اپنے دلائل سے ان حضرات کے وہم اور ظن کو باطل قرار دیں گے جنہوں نے افضلیت کی بنیاد نسب کو قرار دیا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ امام شافعی عربی زبان کے ماہر تھے۔ ہم کہتے ہیں ان کی زبان دانی سے انکار نہیں کیا جاسکتا مگر

آپ نے عربی زبان کے کئی بلند پایہ زبان دانوں کے نام پڑھے ہوں گے کیا صرف اس بنا پر انہیں فضیلت دی جائے گی۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں رہ کر عربی زبان کے ماہر تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنوامیہ کے مظالم سے تنگ آکر ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں زیر تعلیم رہے۔ عربی شعراء خاص کر امام رازی نے آپ کے اشعار کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار سے بلند قرار دیا ہے۔ وہ الطف و افصح تھے۔ ان میں عربوں کی سی فصاحت و بلاغت موجود ہے۔ مگر ہم عربی زبان کی وجہ سے کسی کو افضلیت نہیں دیں گے۔

ہم اس بحث کو سمیٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کی روشنی میں ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ افضلیت کی بنیاد تقویٰ پر ہے نسبت اور زبان دانی پر نہیں ہے۔ اس آیت کا شان نزول بھی یہ ہے کہ یہ آیت بنی بیاضہ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ وہ لوگ اپنے قبیلہ سے ایک عورت ابوہند کو ایک مسلمان غلام کے نکاح میں دیں۔ اس قبیلے کے امراء نے کہا ہم عرب ہیں ہم اپنی لڑکیوں کو غلاموں کے نکاح میں نہیں دے سکتے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ان لوگوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا واقعہ قرآن پاک میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح یہ بیٹا آپ کے اہل بیت سے نہیں اس کے اعمال درست نہیں ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب لوگوں نے کہا کہ کنعان نوح کا بیٹا تھا آپ دیر تک تسبیح پڑھتے رہے پھر سر اٹھا کر فرمایا لاالٰہ الااللہ سبحانہ' اللہ تعالیٰ بیٹے کی نسبت کی خبر دیتا ہے اسے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تسلیم کرتا ہے مگر اسے حضرت نوح علیہ السلام کے اہل بیت میں ماننے سے انکار کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا مگر اس کے عمل غیر صالح تھے۔ اس لئے ان کے اہل بیت میں شمار نہیں کیا۔ اسی طرح حضرت لقمان حکیم تھے حالانکہ وہ حبشی غلام تھے۔ موٹے ہونٹوں والے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں ولقد آتینا لقمان

الحکمة ہم نے لقمان کو حکمت (فقہ) عطا فرمائی۔ علماء کرام جانتے ہیں کہ اس پر " الف لام " عہدی ہے۔ استغراقی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اسی جنس حکمت جو تمام انسانوں میں پائی جاتی ہے تسلیم کی جاتی وہ کامل حکمت سے نوازے گئے تھے۔ وہ وافر خیر سے سرفراز کئے گئے تھے۔ اگرچہ وہ عبد تھے، غلام تھے مگر اعلیٰ و افضل تھے۔ حکمت تو مومن کی وراثت ہے یہ گم شدہ ورثہ حاصل کرنا ہر مسلمان کا حق ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غریب فقیر اور مساکین صحابہ سادات سے افضل تھے۔ ان کے تقویٰ کی بنا پر انہیں سادات پر فوقیت تھی۔ قرآن پاک پر نظر ڈالیں تو قریش مکہ سے ترجیحی سلوک کرنے پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ ان صحابہ کرام کی طرف مبذول کی گئی اور انہیں قریش امراء سے اولیت دی تھی۔ اگرچہ حضور ﷺ کو اسلام کی خاطر ہر شخص کی طرف توجہ دینا آپ کا حق تھا مگر غریب صحابہ کرام کو قریشی امراء سے افضل قرار دیا گیا۔ پھر سورۂ کہف پڑھیں تو غریب صحابہ کے درمیان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی شفقت کے واقعات ملتے ہیں۔

قرآنی آیات کریمہ پر ایک نظر

۱- ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا ○
۲- و تلک الجنة التی اورثتموھا بما کنتم تعملون ○
۳- ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون ○
۴- ان الارض للہ یورثھا من یشآء من عبادہ والعاقبة للمتقین ○
۵- و سبق الذین اتقوا ربھم الی الجنة زمرا ○
۶- لیس للانسان الا ما سعٰی ○

آخری آیت کریمہ کے ظاہری معانی پر غور کیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انسان محض اپنی کوششوں سے ہی منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ شفاعت رسول یا اللہ تعالیٰ

کی رحمت کی ضرورت نہیں رہتی۔ بعض لوگ اس آیت کریمہ کی روشنی میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ عمل ضروری ہے اور لطف خداوندی کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم ایسے حضرات کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ باب الشفاعت اور ثواب العمل تو ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان سے محروم ہیں۔ ان کے ہاں عمل یا دوسروں کا تعاون (شفاعت) ہی سب کچھ ہے اور وہ زندگی کے اعمال پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔ مگر اہل ایمان اپنی سعی پیہم اور شب و روز نیک اعمال کے ساتھ ساتھ اللہ کے فضل و کرم کے بھی محتاج ہیں کیونکہ ان کے اعمال کا دارومدار تو اللہ کے فضل پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اعمال کا بجا لانا بھی اس کی سعی کا نتیجہ ہوتا ہے اور وہ الا ماسعیٰ کا صحیح طور پر مستحق ہوتا ہے۔

معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ عمل اور عدل ہی سب کچھ ہے وہ عمل سے استحقاق کے قائل ہیں۔ انہیں عمل کر کے کسی ثواب کی ضرورت نہیں ہوتی اور ثواب کسی ایک عمل کا محتاج نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سعی کرتے جاؤ' کوشش کرتے رہو اور ثواب کی امید نہ رکھو۔ وہ مطلقاً جیسے ہو' جتنا ہو ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واصطفاک علٰی نسآء العالمین ان آیات کریمہ پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سعادت دارین تو صرف تقویٰ پر ہے اور اعمال اور نسب تو اور ہی چیزیں ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتسآء لون ○ جب قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا تو لوگوں کے اعمال کو دیکھا جائے گا' انساب کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔

اس موضوع کی وضاحت کے لئے ایک واقعہ پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام زین العابدین اور عبداللہ ابن المبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک زمانہ میں ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ اپنی درس گاہ سے باہر نکلنے لگے تو ان کے اردگرد ان کے شاگردوں کا ایک ہجوم تھا۔ آپ بڑے لباس فاخرہ میں ان شاگردوں کے درمیان جا رہے تھے۔ آپ کو ایک سید نے جو پھٹے پرانے لباس میں جا رہا تھا دیکھا تو رک گیا' خیال آیا ایک

طرف تو عبداللہ بن مبارک کس شان و شوکت کے ساتھ جا رہا ہے دوسری طرف سید المرسلین ﷺ کا بیٹا کس خستہ حالی میں کھڑا ہے۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک پر عمل کرتے ہوئے یہاں تک پہنچا مگر سید زادہ اعمال سعی سے کنارہ کش ہو کر۔ عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتا رہا تو اس حال میں رہا۔ نسب پر فخر کرنے والوں کے لئے ہم چند احادیث بیان کرتے ہیں۔

طبری نے "آداب النفوس" میں لکھا ہے کہ ابونضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کے اس خطاب کے وقت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ جب آپ نے فرمایا لوگو! خبردار! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ (آدم) ایک ہے، پھر بھی یاد رکھو کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر برتری ہے۔ نہ کسی کالے کو سرخ پر اور نہ کسی سرخ کو کالے پر فضیلت ہے۔ صرف تقویٰ ہی افضلیت کا معیار ہے۔ خبرادار! میری بات غور سے سن لو مجھے اللہ تعالیٰ نے پیغام دیا تھا وہ میں نے پہنچا دیا ہے۔ آپ ﷺ کے اس اعلان کی تمام لوگوں نے تصدیق کی۔ آپ نے فرمایا میری یہ باتیں جو جاضر ہیں ان لوگوں تک پہنچا دیں جو غائب ہیں۔

ابن مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے انساب و احساب کو نہیں دیکھے گا، نہ ہی اسے تمہارے اموال کی ضرورت ہے۔ لیکن وہ تمہارے ان اعمال کو ضرور دیکھتا ہے جن کی بنیاد تقویٰ پر ہو۔ جس کا قلب صالح ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ تم تمام بنو آدم ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہے جو متقی ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آج کے بعد تمہاری جہالت کے زمانہ کی حمیت ختم ہو گئی ہے، تم آج کے بعد آباؤ اجداد کی وجہ سے دوسروں پر برتری نہیں جتا سکتے، نہ فخر

کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تمہاری دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو نیک متقی اور سلیم القلب ہیں۔ دوسرے وہ جو فاسق فاجر شقی القلب اور کمینے ہیں۔ اگرچہ یہ تمام آدم کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

خلقکم من تراب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔ تمہیں اس بات پر فخر نہیں کرنا چاہئے۔ یہ روایت متعدد بزرگوں نے بیان کی ہے جن میں عبداللہ بن جعفر، علی بن المدینی کے والد عبداللہ بن احمد بن حنبل، امام بخاری اور دوسرے کثیر محدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام آتے ہیں۔

حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا دراصل اللہ تعالیٰ کے احساسات کا ادب ہے نہ کہ آباؤاجداد کی نسبت کا ادب۔ اباء و امہات پر ادب کی بنیاد ہوتی تو ابولہب اور دوسرے رشتہ دار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل کرتے۔ مگر یہاں تو بلال حبشی اور صہیب رومی اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت پاتے ہیں۔

اس موضوع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا ؎

الناس من جهة التمثيل اكفاء ابوهم آدم والام حواء
نفس كنفس و ارواح مشاكلة واعظم خلقت فيهم و اعضاء
فان يكن لهم من اصلهم حسب يفاخرون به فالطين والماء
ماالفضل الا لاهل العلم انهم على الهدى لمن استهدى ادلاء
وقدر كل امرء ما كان يحسنه وللرجال على الافعال سيماء
وصد كل امرء ماكان يجهله والجاهلون لاهل العلم اعداء
لاتحقرن امراء حراتكون له ام من الروم اوعجماء سوداء

فرب معربة ليست بمنجبة و ربما انجبت للفحل عجماء

وانما امهات الناس اوعية
مستودعات و للانسان آباء

(ترجمہ) لوگ ظاہری طور پر ایک دوسرے کے کفو ہیں، لیکن ان کا باپ آدم اور ماں حوا ہے۔

☆ ... جس طرح انسان ایک دوسرے کا ہم شکل ہے اسی طرح ارواح بھی انہی شکلوں میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔

☆ ... اگر ان کے اہل میں کوئی اعلیٰ نسب ہے تو اس پر وہ فخر کرتے ہیں حالانکہ یہ سارے انسان مٹی اور پانی سے بنے ہوئے ہیں۔

☆ ... فضیلت تو صرف اہل علم کو ہے، وہی ہدایت پر ہیں جو ان سے ہدایت پاتے ہیں وہی ہدایت دینے والے ہیں۔

☆ ... ہر انسان کی قدر و قیمت صرف اس بات پر ہے کہ وہ نیک عمل کرتا ہے انسانوں کی عظمت تو نیک اعمال سے ہوتی ہے۔

ابدال موالی سے بھی ہوتے ہیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابدال، اقطاب اور ایسے مقرب بارگاہ الٰہی لوگ موالی (غلاموں) سے بھی ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ عرب عجمیوں کو موالی کہا کرتے تھے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ مسئلہ مولیٰ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھو۔

نسب کا فخر تو آباؤاجداد کی وجہ سے ہوتا ہے اور آباؤاجداد تمام مٹی اور ہڈیوں سے بنے ہوئے ہیں۔ وہ ہڈیاں جس پر لوگ فخر کرتے ہیں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔ قبروں میں مٹی کھا جائے گی لہٰذا نسب پر فخر کرنا مذموم بات ہے۔

ماں باپ اور اجداد پر فخر کرنے والوں کے متعلق محمود وراق نے کیا خوب فرمایا

ہے ۔

عجبت من معجب بصورته و کان فی الاصل نطفة مدره

وهو غدا بعد حسن صورته يصير فی اللحدجيفة قذره

وهو علی تيهه و نخوته

مابين ثوبيه يحمل العذره

(ترجمہ) شکل و صورت پر فخر کرنے والے پر تعجب آتا ہے۔ یہ صورت تو ایک قطرہ آب سے بنائی گئی ہے۔ پھر یہ صورتیں مرتے ہی قبر میں رکھ دی جائیں گی جسے قبر کی مٹی بدبودار مردار سمجھ کر چاٹ لے گی۔ وہ اپنے فخرو غرور کو دو کپڑوں کے درمیان گندگی کا ڈھیر اٹھائے پھرتا ہے۔

جب زندگی میں شکل و صورت فخر کے لائق نہیں تو اپنے مرے ہوئے آباؤاجداد پر فخر کرنا چہ معنی دارد۔ ہڈیوں کے ان ریزوں پر غرور کرنے سے کیا حاصل ہوتا ہے۔

فرقہ شعوبیہ پر ایک نظر

اسلامی ممالک میں ایک فرقہ شعوبیہ ہوا ہے وہ قرآن پاک کی آیت کریمہ وجعلناکم شعوبا و قبائل پڑھ پڑھ کر اپنے آباؤاجداد پر فخر کرتا رہتا ہے۔ مگر وہ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم پر غور نہیں کرتا۔ یہ لوگ فضول دلائل سے اپنے دعویٰ کو مضبوط بنانے کے لئے سعی لاحاصل کرتے رہتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ نسب کسی طرح قابل فخر نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ (حضرت امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تو عرب نہیں تھے۔ صرف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ عربی النسل تھے۔ ان تمام ائمہ کرام نے کبھی نسب پر فخر کرنے کا حکم نہیں دیا۔ نہ خود کبھی اس بری عادت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں علمی برتری اور تقویٰ کی فضیلت پائی جاتی ہے۔ جس طرح باھلی (عربی) عام عربوں کو اپنا کفو نہیں کہتے۔ پھر عام

عرب قریش کو اپنا کفو تسلیم نہیں کرتے صرف قریش ہی ایک دوسرے کا کفو ہیں۔

ہم اوپر شعوبیہ فرقہ کا ذکر کر آئے ہیں جنہیں قبائل اور شعوب پر فخر ہے۔ یہ فرقہ دراصل عربوں کا دشمن تھا۔ یہ اخلاقی طور پر اچھے لوگ نہیں تھے۔ عرب ان کی عزت نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ انہیں کوئی فضیلت نہیں دیتے تھے۔ حسب و نسب پر فخر نہ کرنے کے باوجود ہم بعض عالی نسب صحابہ کی فضیلت کو تسلیم کرتے ہیں۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور قریشی اہل علم کے اقوال کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ تمہارے زمانہ جاہلیت میں پسندیدہ لوگ اسلام میں بھی پسندیدہ ہیں۔ جب انہوں نے جہالت کے اندھیروں سے نکل کر دین اسلام کی روشنی سے دل و دماغ کو منور کیا تو وہ پسندیدہ لوگ بن گئے۔ اس طرح ان پر فخر کرنا زمانہ جاہلیت کے عرب ہونے کی جوہ سے نہیں بلکہ ان کے علم و تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

ائمہ کرام میں صرف حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ ایسے ہیں جن کے آباؤاجداد بھی نیک تھے اور خود بھی اپنے علم و تقویٰ کی بنا پر پسندیدہ ہیں۔ بعض لوگ صنعت و حرفت کی وجہ سے اپنے خاندان پر فخر کرتے ہیں۔ یہ فخر بھی دراصل اس فن اور علم کی بنا پر ہوتا ہے۔ جو اس خاندان میں نسلوں سے چلا آتا ہے۔ وہ اپنے پیشہ کے لحاظ سے ایک کفو ہیں۔ وہ اپنے قبیلے میں نکاح کر کے اپنی خاندانی روایات کو قائم رکھتے ہیں اور زندگی کے اعلیٰ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنے خاندان کی کفو کی عصمت کو برقرار رکھتے ہیں تاکہ معاشی اور معاشرتی طور پر یکساں رہ سکیں' کیونکہ میاں بیوی کی رفاقت اور ہم آہنگی خاندانی حالات کو متوازن رکھتی ہے۔ خاندانی شرافت اور بزرگی کے بہت سے ایسے ثمرات ہوتے ہیں۔ اندرین حالات اعلیٰ مقاصد کے لئے کفو اور اپنے خاندان کو مربوط رکھنے میں کوئی عیب نہیں۔ اگر خدانخواستہ خاندان کا ایک فرد مرتد ہو جائے' یہود و نصاریٰ کا مذہب اختیار کر لے تو وہ اس خاندان میں اختلاف کا ذریعہ بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے خاندانی فرد ہونے کے باوجود ایسے افراد سے نکاح جائز قرار نہیں دیا۔ اس سے زندگی کے مقاصد اور فوائد حاصل نہیں ہو سکیں گے۔

شاکر غنی اور صابر فقیر کا مقام

صدر الاسلام بزدوی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور کتاب " شرح کتاب الکسب " میں لکھا ہے کہ شاکر دولت مند صابر فقیر سے بہتر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ غنی کی فضیلت اس کے غنا کی وجہ سے ہوتی ہے' اس پر علماء کرام نے گرفت کرتے ہوئے فرمایا ہے غنی کی فضیلت دولت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال پر شکر خداوندی کی وجہ سے ہے اور یہ بھی ایک اخلاقی پہلو ہے' وہ دولت پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر شکر کرتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نسب میں اختلاف

ائمہ کرام نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نسب میں اختلاف کی روایات بیان فرمائی ہیں۔ امام جزری رحمتہ اللہ علیہ " جامع الاصول " میں لکھتے ہیں کہ حضرت نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ کابل کے رہنے والے تھے۔ (بعض تذکرہ نگاروں نے کابل کی بجائے بابل لکھا ہے) " صاحب کافی " لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طاؤس بن طاوس بن ہرمز ملک بنوساسان کے خاندان سے تھے۔ یہ ساسان بغداد کے مضافات (یعنی سابق بابل) میں رہتے تھے۔ اس پر انہیں عربی النسل قرار دیا گیا ہے۔ بغداد کا سابق نام بابل ہی تھا۔ عراقیات میں امام ابو مطیع بلخی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ عربوں کے ایک قبیلہ انصار سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ نعمان بن ثابت زوطی بن یحییٰ بن راشد الانصاری ہیں۔ میں نے بعض تواریخ تذکرہ میں دیکھا ہے کہ آپ ابناء فریدون ملک عجم سے تعلق رکھتے تھے۔ غزنوی نے اپنی سند سے صالح بن احمد عجلی اور وہ اپنے آباء کی سند سے لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفی تھے۔ حمزہ زیات مقری کی اولاد سے تھے' کاروبار کے لحاظ سے بزاز تھے۔ ریشمی کپڑوں کی تجارت میں صف اول کے تاجر تھے۔

نصر بن محمد بن نصر مروزی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی ثابت نے خراسان کی ایک دیہاتی بستی میں پرورش پائی تھی۔ جعفر بن احمد بن بہلول رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انہیں ان کے دادا نے بتایا تھا کہ حضرت ثابت الانبار سے تعلق رکھتے تھے۔ اور حارث بن ادریس نے کہا کہ حماد نے لکھا ہے کہ ثابت بن زوطی ترمذ کے رہنے والے تھے۔ ترمذ میں ایک شہر ارجان تھا جہاں کے وہ باشندے تھے۔ قاضی القضاہ محمد بن حسن استرآبادی نے لکھا ہے کہ ثابت بن زوطی کابل کے رہنے والے تھے۔ ثابت حالت اسلام میں پیدا ہوئے تھے۔ البتہ زوطی غلام ہو کر آئے تھے۔ جنس ان کی مولیٰ تیم اللہ بن ثعلبہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ثابت کیلئے دعائے برکت فرمائی

ضمیری نے اپنی سند کے ساتھ اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ لکھا ہے سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا بخدا ہمارے آباؤاجداد میں سے کبھی کوئی غلام نہیں ہوا۔ ثابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ ہاں انہوں نے ازراہ عقیدت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کا اعتراف کیا تھا تو لوگوں نے آپ کو موالی یا غلام مشہور کر دیا۔ ہمارے خاندان میں کبھی غلامی واقعہ نہیں ہوئی۔ فیروز نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں فالودہ بھیجا تھا جسے آپ نے پسند فرما کر دعا دی تھی اور فرمایا ہمارا ہر روز نوروز اور مہرجان جیسا ہو۔

"الواقعات" میں شیخ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک شخص نے پچاس سال تک مسلسل اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اس نے نوروز کے دن کسی مشرک کو تحفہ بھیجا' اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نوروز کے تقدس پر اظہار تکریم کیا جائے۔ اس طرح اسلام میں بھیجنے والا کافر ہو جائے گا۔ عبادات کے باوجود اس نے آتش پرستوں کے نوروز کا احترام کیا ہے۔ یہ شرک و کفر کی روایات کا احترام بھی کفر کے مترادف ہے' جس طرح کوئی شخص خود تو سود نہ کھائے مگر سود خوروں کے ساتھ لین دین رکھے۔ رشوت حرام ہے مگر رشوت خور کے ساتھ لین دین رکھنے والا بھی اسی طرح ہو گا۔ حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ سود کھانے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اور سود کا مال کھلانے والے پر بھی لعنت بھیجتا ہے۔ اسی طرح آتش پرستوں کے دن نوروز مہرجان پر ہدیئے قبول کرنا اسلامی احکام کے خلاف ہے۔

ہم یہاں وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ کسی مشرک کو ہدیہ بھیجنا واقعی ناجائز ہے۔ مگر یہ بات ناجائز نہیں کہ ایک مسلمان مشرک کا ہدیہ قبول کرنے پر کافر ہو جائے گا۔ اس کام میں بڑا فرق ہے' کیونکہ ایک مسلمان اپنے کام کو قبیح یا حرام جانتے ہوئے ایسی حرکت کرتا ہے تو اسے احتیاط کرنا چاہئے اور ان رسومات سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ مشرکین اور آتش پرستوں کے تہوار کا احترام نہیں کرنا چاہئے۔ مسلمان اگر کافر کو ہدیہ دے گا تو ہو سکتا ہے کہ کافر کا دل نرم ہو کر مسلمان کے حسن اخلاق سے متاثر ہو اور ایک دن وہ اسلام قبول کر لے۔ اسلام ایسے حسن اخلاق کی اجازت دیتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے کلام سے دلیل لیتے ہیں ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن ○ محسن کے احسان کی جزاء اور اس کے حسن مروت و کرم کے اثرات ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم ایک حکایت درج کرتے ہیں۔

ایک آتش پرست مجوسی غریب مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنے بچے کے سر منڈوانے پر ایک تقریب کی اور تمام احباب کو دعوت پر بلایا' اس تقریب میں بہت سے مسلمان بھی تھے۔ اس نے کھانا کھلانے کے علاوہ بہت سے تحائف بھی پیش کئے۔ یہ بات مسلمانوں کے ایک عالم دین نے سنی تو اسے ناگوار گزری' اس نے اپنے استاد شیخ الاسلام ابوالحسن سغدی رحمتہ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ آپ اپنے شہر کے مسلمانوں کو ارتداد سے بچایئے۔ وہ مجوسیوں کی دعوتوں پر جمع ہوتے ہیں۔ آپ کے استاد نے انہیں لکھا کہ آپ ایک غلط فہمی کا شکار ہیں اہل ذمہ کی دعوت قبول کرنا شریعت میں جائز ہے۔ محسن کو اس کے احسان کی جزا ملنی چاہئے۔ کرم و احسان کا تقاضا ہے کہ ایسے روابط جاری رکھے جائیں۔ بچوں کا سر منڈوانا اور اس پر دعوت دینا مشرکین کا شعار نہیں ہے لہٰذا ہم مسلمانوں کے ارتداد کا فتویٰ نہیں دے سکتے۔ ہاں مسلمانوں کو خود بخود اس بات

کا خیال کرنا چاہئے کہ وہ غیر مسلم لوگوں کے تہوار کو عزت نہ دیا کریں۔ البتہ ان سے اظہار مسرت کرنے پر کوئی حرج نہیں۔

ہدیہ قبول کرنا ایسا ہے جیسے کوئی غیر مسلم آپ کے لئے دعا کرے۔ ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ غیر مسلم کو دعا دینے سے نہ روکو' شاید کبھی ان کی دعا قبول ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اپنی ساری مخلوق کی دعائیں سنتا ہے۔ تحائف کا قبول کرنا یا اسے رد کر دینا ہر مسلمان کا انفرادی فعل ہے۔ وہ جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ ہم اس پر شیطان لعین کے مطالبہ مہلت کی قبولیت کو دلیل بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک مہلت دی حالانکہ وہ اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ وہ نفخ صور تک زندہ رہے گا اور قیامت کے بعد جہنم کا ایندھن بنے گا۔

صحابہ کے حسن اخلاق کا مظاہرہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک جنگ میں ایک حربی کافر کو تلوار دے دی تا کہ وہ میدان جنگ میں اپنی شجاعت دکھا سکے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جانتے تھے کہ حربی کو تلوار دینا بہت بڑی غلطی ہے مگر آپ نے اس پر نگاہ رکھی۔ جب وہ اپنے دشمن کافر کو قتل کر چکا تو آپ نے اس سے تلوار واپس لے لی۔ ایک مثال ہے کہ بعض اوقات دشمنوں سے بھی مروت کرنا پڑتی ہے۔ تاریخ نگاروں نے ایسے واقعات لکھے ہیں کہ صحابہ کرام جن کفار سے سارا دن جنگ کرتے تھے اگر وہ بھی دعوت دین قبول کر لیا کرتے' رات کو دسترخوان بچھتا' ایک دسترخوان پر کھانا لگتا اور تمام مل کر کھانا کھاتے۔ مسلمانوں کا اس مشترکہ دعوت کا مقصد یہ تھا کہ ہم دسترخوان میں جس ایثار کا مظاہرہ کریں گے' کفار سے حسن سلوک سے پیش آئیں گے تو کفار کا دل نرم ہو جائے گا۔ انہیں ذمی سمجھ لیا جاتا' ان سے جزیہ بھی قبول کر لیا جاتا تھا وہ لوگ اگرچہ حربی تھے۔ جنگ کے لئے آئے ہوئے تھے مگر مسلمانوں کا حسن سلوک' محاسن اسلام اور اچھے اخلاق دیکھ کر اسلام قبول کر لیتے یا کم از کم اسلام کے متعلق نرم گوشہ اختیار کر لیتے۔ ایسے کام سے صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ

نے کبھی نہیں روکا تھا۔ وہ حسن اخلاق اور عدل و انصاف والوں کو پسند کرتا ہے خواہ یہ عدل و انصاف اپنے دشمن ہی سے کیوں نہ ہو۔

رشوت کے برے نتائج

بعض لوگ رشوت دے کر اپنا کام نکالتے ہیں مگر اس سے یہ قباحت ہوتی ہے کہ انسان عادی ہو جاتا ہے کہ اپنا مطلب نکالنے کے لئے رشوت دے اور دوسروں کے حقوق کو نظرانداز کرتا جائے۔ شریعت نے اسی لئے رشوت کو حرام قرار دیا ہے کہ جس سے معاشرے میں زرگیری اور مطلب براری کو فروغ ملتا ہے مگر ظلم و ستم کو روکنے کے لئے اگر کوئی چارہ کار نہ ہو تو علماء کرام نے ایسے مواقع پر رشوت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور اجازت دی ہے کہ ظالم لوگوں کو ظلم سے روکا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ وقف کا مال' بیت المال کا خزانہ وصی کو خرچ کرنے کی اجازت ہے تاکہ ظالم لوگ سارا مال نہ لوٹ لیں۔ ایسے ہی جہاں مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہوں اور ظالم لوگ رشوت لینے میں نرمی نہ برتیں تو ایسے مواقع پر علمائے کرام نے رشوت دینے کی اجازت دی ہے۔

سود کی حرمت پر ایک نظر

کافرانہ نظام میں سود کا مسئلہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ جہاں قرض لینے کے بغیر کام نہیں چلتا' تجارت نہیں ہو سکتی مگر قرض دینے والا اسرار کرتا ہے کہ اسے سود دیا جائے ان حالات میں سود لینے والا تو گنہگار ہو گا مگر دینے والا مجبور جان کر نظرانداز کر دیا جائے گا۔

سابقہ صفحات میں ہم نسب پر بحث کر رہے تھے۔ یاد رہے کہ نسب بعض غیر معتبر ہے ہاں اسلام میں معتبر علم تو تقویٰ ہے۔ جب لوگ اپنے نسب کے مختلف اوصاف پر فخر کرنے لگیں تو بہت بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نسب پر فخر کرنے والوں کے سامنے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا اہل بیت قرار دیا تھا تاکہ ہاشمی قریشی اپنے نسب پر فخر نہ کرنے لگیں۔ تو حضرت سلمان فارسی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت سامنے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات ○ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے درجے بلند کرتا ہے اور جن لوگوں کو علم عطا کیا گیا ہے ان کے درجات بہت بلند کئے جاتے ہیں۔ ہم سابقہ صفحات پر پیش کئے جانے والے دلائل کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نسب پر فخر نہ کیا جائے بلکہ علم و تقویٰ کی روشنی میں آگے بڑھ کر انسانی عظمتوں کو حاصل کیا جائے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نسب پر مختلف روایات کا تجزیہ

سابقہ صفحات پر ہم حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان اور ان کے نسب پر گفتگو کر آئے ہیں۔ ہمارے سامنے جتنی روایات آئی ہیں ان پر یوں تطبیق دی جاسکتی ہے' وہ پیدا ایک شہر میں ہوئے تھے' پرورش دوسرے شہر میں پائی' نشوونما ایک اور مقام پر ہوئی' مختصر قیام کسی اور شہر میں ہوا' بیاہ و شادی کسی اور شہر میں ہوئی۔ یہ تمام مقامات وطن ہی کہلاتے ہیں۔ نکاح کا شہر وطن کہلاتا ہے' پھر آپ کے شہر پیدائش' مقام پرورش اور جائے رہائش کی جتنی روایات ملتی ہیں وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی زبانی سنیں بلکہ مختلف حضرات اپنے اپنے انداز سے بات کرتے ہیں۔

امام ابوبکر خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ خوارزمیہ تھیں' والد طبری تھے مگر انہیں خوارزمی کہا جاتا تھا اور بعض لوگ آپ کو طبری بھی کہتے تھے۔ ابوالقاسم کبھی آپ کو بلخی کہا کرتے تھے اور بعض مواقع پر آپ کو بخاری بھی کہا جاتا رہا ہے' کیونکہ وہ بلخ میں پیدا ہوئے تھے اور بغداد میں نشوونما پائی تھی۔

ابا جبلی نعمان ان حصاکما
لتحصی ولا تحصی فضائل نعمان

جلائل کتب الفقه طالع تجدبها
دقائق نعمان شقائق نعمان

(ترجمہ) دو پہاڑوں کی کنکریاں تو گنی جاسکتی ہیں۔ مگر حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ

کے فضائل انگنت ہیں۔ آپ کی بے شمار کتابیں علم فقہ پر مشتمل ہیں اگر آپ ان کا غور سے مطالعہ کریں تو دقائق کے خزانے اور شقائق کے باغ نظر آئیں گے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ

ابو حفص کبیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے معتقدین بعض اوقات دونوں بزرگوں کی فضیلت پر اختلاف کرتے رہتے ہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت مند مشائخ کو گنا گیا تو ان کی تعداد اسی کے قریب سامنے آئی مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشائخ اور اساتذہ کی تعداد چار ہزار سے بھی زیادہ تھی۔ یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں سے ایک مثال ہے۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے اساتذہ کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ یہ تعداد آپ کی فضیلت کی دلیل ہے۔ مگر یہ سارے حضرات فقہ کی بصیرت علمی بلندیوں میں اس طرح شمار نہیں ہوتے جس طرح امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار ہزار اساتذہ تھے۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے اساتذہ صرف راویان احادیث ہیں مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ فقہا بھی تھے' محدث بھی تھے اور راویان احادیث بھی تھے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ محدث کی تعریف کرتے ہیں

حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ خود بہت بڑے محدث ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انسان اس وقت تک کامل محدث نہیں ہو سکتا جب تک وہ چار کو چار میں چار کی طرح چار کے نزدیک چار کے ساتھ چار سے چار کے لئے نہ لکھے۔ یہ وہ رباعیات ہیں جو مکمل نہیں ہوتیں۔ مگر چار کے ساتھ چار کے مکمل ہوتی ہیں۔ تو اس پر چار آسان ہو جاتے ہیں۔ وہ چار کے ساتھ مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب وہ صبر کرے گا تو اس کا اللہ چار کے ساتھ اکرام کرتا ہے اور چار کے ساتھ آخرت میں ثواب دے گا۔

اہل علم نے پہلے چار سے اصحاب رسول' دوسرے چار سے آپ کی شرائع کے

اصول' تیسرے چار سے اخبار صحابہ مراد لیا ہے۔ پھر ان کی مقادیر کو سامنے رکھتے ہوئے تابعین کا دور ان کے احوال' ان کی تواریخ' دوسرے فقہا اور علماء کرام اور ان کی تواریخ اربعہ کا مطلب تحمد مع الخطب' دعا مع الترسل' علم الحدیث محدثین کی مختلف کیفیتیں' ان کے مقامات' ان کے زمانے سامنے ہو جانے چاہئے۔ حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک محدث کے لئے مندرجہ بالا احوال و مقامات کے علاوہ مندرجہ ذیل اوصاف کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔

محدثین احادیث کے اوصاف

محدثین نے چار کے الفاظ کو احادیث کے سلسلہ میں بڑی اہمیت دی ہے۔ ان کے ہاں محدثین میں مختلف انداز میں چار اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔

۱- احادیث پر عبور حاصل ہو اور محدثین کے نام ازبر ہوں۔

۲- احادیث کی کیفیتیں سامنے ہوں۔

۳- احادیث کے مقامات اور اماکن کہاں کہاں اور کس کس موقع پر حدیث بیان کی گئی تھی۔

۴- احادیث کے بیان کا زمانہ معلوم ہو کہ کب اور کس وقت کہی گئی تھی۔

ان احادیث کا زمانہ چار جہتوں سے معلوم ہو۔ تحمد مع الخطب' دعاء مع الترسل' تسمیہ مع السورہ تکبیر مع الصلوۃ۔ پھر چار چیزوں کا خیال رکھا جائے' سفر کی حالت والی احادیث' ادراک کے لحاظ سے احادیث' نوجوانی میں سنی ہوئی احادیث' بڑھاپے میں سنی ہوئی احادیث۔ پھر چار قسم کی احادیث کو ذہن نشین ہونا ضروری ہے۔ مسندات' مرسلات' موقوفات' مقطوعات۔ اس طرح وہ احادیث جو مصروفیت کے اوقات میں بیان کی گئی تھیں' فراغت کے لمحات میں بیان کی گئی تھیں۔ فقر کے وقت بیان کی گئی ہو۔ غنا کے وقت بیان کی گئی ہوں۔ مقامات کا خیال رکھتے ہوئے چار مقامات کا خیال رکھا جائے۔ پہاڑوں کے ساتھ' دریاؤں کے ساتھ' شہروں کے ساتھ' جنگلوں کے ساتھ مفصل احادیث سامنے

رہیں۔ کیا احادیث کی حفاظت پتھر پر تھی، ٹھیکریوں پر تھی، چمڑے کے ٹکڑوں پر تھی یا ہڈیوں پر تحریر تھی یا کاغذ کے اوراق پر لکھی گئی تھی۔ اپنے نیچے والوں سے لی گئی تھی۔ اپنے جیسے حضرات سے لی گئی تھی۔ اپنے باپ سے لی گئی تھی۔ پھر باپ کا خط پہچاننا ضروری ہے تاکہ کسی دوسرے کی تحریر کے متماثل نہ ہو۔ احادیث کا حاصل کرنا بھی چار مقاصد کے لئے ہو۔ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو، کتاب اللہ پر عمل کرنے کے لئے ہو، طلبہ تک پہنچانے کے لئے ہو۔ معرفتہ الکتاب کے لئے ہو اور معرفتہ اللغت کے لئے ہو۔ اس میں معرفت الصرف اور معرفتہ النحو کا اہتمام بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ صحت، قدرت، لگن اور حفظ کی توفیق۔ مگر یہ چار چیزیں سامنے ہوں تو یہ چار چیزیں خود بخود آجائیں گی۔ اہل، ولد، مال اور وطن۔ بعض اوقات محدثین کو ایسے چار حالات سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ شماتۃ الاعداء، ملامۃ الاصدقاء، لمعن الجہال و حسد العلماء اگر ان چار چیزوں پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے چار دانگ عالم میں چار اوصاف عنایت فرمائے گا۔ قناعت کی عزت دے گا۔ بھیبۃ النفس دے گا۔ لذت العلم عنایت فرمائے گا اور حیات الابد دے گا۔ اسے آخرت میں چار انعامات ملیں گے۔ وہ اپنے بھائیوں اور عزیزوں کی شفاعت کرے گا۔ عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی۔ حوض کوثر کے کنارے کھڑے ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس سے پانی پیئے گا۔ اعلیٰ علیین میں قیام نصیب ہو گا جہاں انبیاء کرام کی قربت ہو گی۔

علم فقہ میں آسانیاں

ہم نے احادیث کی تحصیل اور اس کی روایت کے لئے اوپر اوصاف و مقامات بیان کئے ہیں۔ محدثین نے لکھا ہے کہ جو شخص اتنی مشقت اور ریاضت کا متحمل نہیں اسے چاہئے کہ علم فقہ حاصل کرے۔ علم فقہ گھر میں بیٹھے بیٹھے اپنے شہر کے ائمہ سے میسر ہو سکتا ہے۔ قرار اور سکون کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ سفر کرنے میں بھی آسانیاں ہوتی ہیں اسے مختلف شہروں، قصبوں کا علم ہوتا ہے۔ جہاں جہاں فقہا مسند ارشاد پر جلوہ فرما ہوتے

ہیں- یاد رہے کہ یہ کام بھی دور دراز سفر کر کے جنگلوں اور سمندروں کو عبور کر کے ثواب میں احادیث کے حصول سے کم نہیں ہے۔ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ علم الحدیث کا حاصل کرنا علم فقہ سے بہت ہی دشوار ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ اگرچہ فقہ کے امام تھے مگر ان کی محنت' مشقت اور ریاضت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدث سے کم نہیں تھی اور فضیلت کے لحاظ سے وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کم نہیں تھے۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے محدثین کی محنت' مشقت جو جس انداز میں بیان فرمائی ہیں وہ ایک فقیہ کے سامنے نہیں آتیں۔ مگر اس کے باوجود احادیث کے اصل مطالب کو حاصل کرنے کے لئے جتنی ریاضت کرنا پڑتی ہے وہ کسی محدث سے کم نہیں ہوتی۔ کامل فقیہ ایک کامل محدث سے کم ریاضت نہیں کرتا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اساتذہ اور مشائخ

ہم امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اساتذہ اور مشائخ کا ذکر کر رہے ہیں- یہ وہ حضرات ہیں جن تک ہمیں رسائی حاصل ہوئی ہے۔ ورنہ آپ کے اساتذہ کا شمار بے حد و حساب ہے۔

غدا مذهب النعمان خير المذاهب — كذا القمر الوضاح خير الكواكب
تفقه فى خير القرون مع التقى — فمذهبه لا شك خير المذاهب
ولا عيب فيه غيران جميعه — جلا اذ تخلى عن جميع المعائب
مناهب اهل الفقه عنه تقلصت — و اين عن الروسى تسبح العناكب
الدعداه قد اقر بحسنه — واقراره بالحسن ضربة لازب
وكان له صحب بنور علومهم — تجلى عن الاحكام سحب الغياهب

ثلاثة آلاف و الف شیوخه

و اصحابه مثل النجوم الثواقب

(ترجمہ) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب تمام مذاہب اسلام سے ایسے ہی برتر ہو گیا جس طرح ماہتاب ستاروں کے درمیان ہوتا ہے۔

☆ ... انہوں نے خیرالقرون میں متقدمین سے فقہ حاصل کی تھی۔ اس انداز سے کوئی فقیہ علم حاصل نہیں کر سکا تھا۔

☆ ... ان کے مذہب میں کوئی نقص یا عیب نہیں۔ ان کے حالات روشن اور عیوب سے پاک ہیں۔ تمام مذاہب فقہ ان سے چھوٹے ہیں۔ وہ تو مکڑی کے تانے بانے کی طرح کمزور ہیں۔

☆ ... مخالفین نے بھی آپ کے مذہب کی افضلیت کا اقرار کیا ہے اور جب مخالف اقرار اور اعتراف کرتا ہے تو یہ ایک بہت بڑی دلیل ہوتی ہے۔

☆ ... آپ کے شاگرد ایسے ستارے تھے جن کے نور سے چار دانگ عالم میں روشنیاں پھیل گئیں۔ پھر ان کی علمی ضیاؤں سے جہالت کے بادل چھٹتے گئے۔

☆ ... آپ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی۔ شاگردوں کا تو کوئی حد و شمار ہی نہ تھا۔

تبع تابعین سے ملاقات

اوپر کے اوراق میں ہم ان صحابہ کبار کا تذکرہ کر آئے ہیں جن سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث لی تھیں۔ اب ہم ان تابعین اور تبع تابعین کا ذکر کرتے ہیں جو آپ کے زمانہ میں موجود تھے۔ ہم ان حضرات کا تذکرہ صرف اپنی استعداد کے مطابق کر رہے ہیں ورنہ آپ کے ہمعصر تابعین اور تبع تابعین بے شمار تھے۔ آپ نے ایسے حضرات سے ملاقات کی، علم حاصل کیا اور استفادہ کیا پھر بعض کو اپنے علم سے حصہ بھی دیا۔

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ

حضرت امام محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم، آپ اہل بیت کے سردار بالیقین تھے۔ مشہور نام امام باقر رضی اللہ عنہ تھا۔ آپ علم کا منبع تھے۔ عراقی کوفیوں نے آپ کے سامنے اصحاب ثلاثہ کے خلاف ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم لوگ ان صحابہ میں سے ہو جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کر کے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ کیا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں اپنے گھر بنا لئے تھے۔ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تم میں سے کتنے لوگ یہاں موجود ہیں جنہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جانیں نثار کر دیں۔ انہوں نے کہا کوئی بھی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا تم میری مجلس میں سے اٹھ کر چلے جاؤ، تم صرف عیب شمار کرتے ہو، باتیں کرتے ہو، پھر ان حضرات کے خلاف باتیں کرتے ہو جنہوں نے سب کچھ قربان کر دیا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کیا تھا۔ تم زبان سے اسلام کا اقرار کرتے ہو اور عملی طور پر ایک قدم نہیں اٹھاتے۔

۱۔ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۷۰ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔ آپ کو جنت البقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک قبہ حسن رضی اللہ عنہ میں موجود ہے اور وہاں ہی حضرت عباس آرام فرما ہیں۔

۲۔ حضرت ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرۃ الزہری رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھا۔ آپ علمائے مدینہ میں معروف تابعین میں سے تھے۔ ۱۲۴ ہجری میں ۷۲ سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے۔

۳۔ حضرت محمد بن قیس المرھبی (باضم میم) ہمدان کے خانوادہ کی ایک شاخ ہے۔

۴۔ حضرت ابوعبداللہ محمد بن المنکدر بن عبداللہ بن ربیعہ بن ہدی (باضم الھاء)

آپ ۱۳۰ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

۵ - حضرت ابو عون محمد بن عبداللہ بن سعید ثقفی کوفی رحمتہ اللہ علیہ آپ نے محمد بن سوقہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ وہ مکہ مکرمہ میں حج کے لئے گئے تو ان پر قرضہ واجب الادا تھا' یہ قرضہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا کر دیا۔ پھر ایک لاکھ درہم مکہ مکرمہ میں مساکین کو تقسیم کر دیئے گئے۔ ایک وقت آیا کہ ابو عون زکوٰۃ لینے کے لئے ابن ابی لیلیٰ کے پاس گئے۔ پھر ایسے حالات بھی آئے کہ وہ ریشمی کپڑے کے بڑے تاجر بن گئے۔ آپ نے غزوان بن ابی غزوان سے ریشمی کپڑا خریدا۔ اس سے تین لاکھ درہم منافع ہوا تھا۔ اس سے ان کا قرض ادا کیا۔ آپ نے فرمایا اگر یہ میرے لئے ہے تو یہ تمہارا مال ہے۔ اگر یہ تمہارا مال ہے تو پھر بھی تمہارا ہے۔

۶ - حضرت ابو زبیر محمد بن مسلم' محمد بن زبیر انصاری کوفہ' محمد بن عبدالرحمٰن ابن زرارہ ' محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کے اسمائے گرامی بھی سامنے آتے ہیں۔ اس کے بعد محمد بن مالک بن زبید ہمدانی ' محمد بن عمرو جیسے حضرات کے نام مذکور ہیں۔

آپ کے اساتذہ کا مزید ذکر

ان حضرات کے علاوہ ہم مندرجہ ذیل حضرات کا تذکرہ ضروری جانتے ہیں۔ ابراہیم بن ابی ابراہیم محمد بن المنتشر بن اجدع ابن اخی مسروق بن اجدع بن مالک ہمدانی ۔ روایت کرنے والے حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے پہلے اسلام لائے تھے۔ صحابہ کرام کے دور میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تلمذ حاصل کیا تھا۔ آپ چھوٹے بچے ہی تھے کہ کسی نے آپ کو اغوا کر لیا تھا' کچھ عرصہ کے بعد مل گئے تو آپ کا نام مسروق رکھا گیا۔ آپ عمرو بن معدی کرب کے بھانجے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو اپنا متبنّی

(بیٹا) بنایا تھا۔ بعض حضرات آپ کو ابن عائشہ کہا کرتے تھے۔ خوارج نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف ہتھیار اٹھائے تو آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن کوفی ' ابراہیم بن مسلم کوفی ' ابراہیم بن میسرہ رحمتہ اللہ علیہم بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثقہ راویان احادیث میں سے تھے۔ اہل مکہ نے آپ سے بہت سی روایات بیان کی تھیں۔ پھر آپ کے اساتذہ میں سے اسمٰعیل بن ابی جاہلی تابعین میں معروف فقیہ تھے۔ آپ کا نام "میزان" بھی تھا۔ حدیث شعبی میں تمام لوگوں سے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے ابو کاہل عبداللہ بن اوفی کو دیکھا تھا۔ آپ ۱۴۵ / ۱۴۶ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

اسی طرح اسمٰعیل بن عبدالملک' آدم بن علی بن عمرو بن سعید القاضی اموی قریشی مکی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ مکہ مکرمہ میں ۱۸۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایات بیان کی تھیں۔ آپ کے اساتذہ میں سے ایک بزرگ ایوب بن ابی تمیمہ کیسانی سختیانی بھی تھے۔ وہ چمڑے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ آپ ۹۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور آپ ۱۳۱ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ آپ نے خادم النبی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ کی زیارت کی تھی۔

حضرت ایوب بن عائذ الطائی ' اسمٰعیل بن مسلم المکی ' اسحاق بن ثابت ' ابراہیم بن مہاجر ابو حکم مئوذن مسجد ابراہیم النخعی رحمتہ اللہ علیہم آپ کے اساتذہ کی صف میں آتے ہیں۔ بلال بن ابی بلال مرداس ' بلال بن وہب بن کیسان بہزبن حکیم بن معاویہ بن حیدہ قشیری بہلول بن عمرو الصیرفی بھی امام صاحب کے اساتذہ میں سے تھے۔ بہلول وہی بزرگ ہیں جو سلطنت عباسیہ کے دوران ایک مجذوب کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ وہ ملکہ زبیدہ اور ہارون الرشید کے زمانہ میں موجود تھے۔ طویل العمر تھے۔ ان کے متعلق ایک واقعہ مشہور ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید ۱۸۸ ہجری میں حج کے لئے گیا' اسی سال حضرت بہلول رحمتہ اللہ علیہ بھی حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اس نے ہارون رشید کو بتایا کہ

مجھے عمرو بن عبداللہ المعاری نے روایت کی ہے اور کہا میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو اونٹ پر سوار دیکھا تھا۔ اس وقت اونٹ کی پشت پر ایک پرانا کجاوہ تھا۔ آپ کی سواری کے آگے کوئی دربان نہیں تھا۔ کوئی ہٹو بچو نہیں کہہ رہا تھا۔ حضرت بہلول رحمتہ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھ کر سنایا۔

هب انک قد ملکت الارض طرا
و ذان لک العباد فکان ماذا
الیس غدا مصیرک جوف قبر
و یحثو الترب هذا ثم هذا

(ترجمہ) خبردار تو تمام روئے زمین کا مالک ہے۔ اور لوگ تیرے اردگرد جمع ہیں۔ تو کون ہے ؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کل تم قبر کے پیٹ میں جانے والے ہو اور لوگ ادھر ادھر سے تم پر مٹی ڈالیں گے۔

ہارون الرشید نے یہ اشعار سن کر کہا بہلول میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے۔ حضرت بہلول رحمتہ اللہ علیہ نے مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ جسے مال اور جمال دے اسے چاہیئے کہ اسے تقسیم کرتا جائے۔ وہ پاک دامنی سے زندگی بسر کرے۔ اگر وہ دنیا کا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرے گا تو اس کا نام "ابرار" میں لکھا جائے گا۔ ہارون الرشید نے خیال کیا کہ شاید حضرت بہلول رحمتہ اللہ علیہ کو اس سفر میں مال کی ضرورت ہے۔ آپ نے اپنے غلاموں کو کہا کہ بہلول کو بہت مال دے دو۔ اور کہا کہ آپ اسے لے کر اپنا قرضہ ادا کر دیں۔ آپ نے فرمایا امیرالمومنین یاد رکھو قرضہ قرضہ لے کر ادا نہیں ہو سکتا۔ جو تجھے دے رہا ہے وہ مجھے بھی دیتا ہے' میں نے اپنے اللہ پر توکل کیا ہے' اس نے مجھے نظرانداز نہیں کیا۔ موت آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ مجھے مال دے گا کہ میرا قرضہ بھی ادا ہو جائے گا اور میں لوگوں کو بھی دے دوں گا۔ میں اس کی ذات کے علاوہ کسی سے بھی امید نہیں رکھتا۔ وہ مجھے دے گا' مجھے آپ کے مال کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ کے ایک استاد ثابت بن اسلم بنانی رحمتہ اللہ علیہ (باضم الباء) آپ تابعی تھے۔ اہل بصرہ سے تھے۔ بہت بڑے عالم تھے۔ ۱۲۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ ۸۶ سال عمر پائی تھی۔ آپ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں چالیس سال رہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ میں جواب بن عبداللہ کوفی ' جامع بن شداد ' جابر بن یزید جعفی (ابو محمد کوفی) بھی تھے۔ جابر بن یزید عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک بار پھر دنیا میں آئیں گے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی واپس آئیں گے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ میں لوٹیں گے۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آسمانوں کی طرف اٹھا لیا گیا تھا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہمارے ساتھ ہی ہیں۔

ہم جابر بن یزید کے ان خیالات کو مسترد کرے ہیں۔ ان کے خیالات باطل ہیں۔ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لوٹنا تسلیم کر لیا جائے تو بہت سے انبیاء کرام کا واپس آنا تسلیم کرنا پڑے گا۔ حضرت خلیل اللہ ' حضرت موسیٰ علیہما السلام جیسے اولوالعزم انبیاء کرام ہیں۔ یہ تمام انبیاء وصال کے بعد دنیا سے تشریف لے گئے تھے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں میں چلے گئے تھے۔ انبیاء کی رجعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رجعت سے تعلق نہیں رکھتی۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وصال کے بعد رجعت کی بات صرف سبائیوں کا عقیدہ ہو سکتا ہے کہ کسی صحیح العقیدہ کا نہیں۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات ○ قرآن پاک کے اس اعلان کے بعد دنیا میں رہنے والے واپس نہیں آیا کرتے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ اگرچہ میں نے جابر بن یزید سے استفادہ کیا تھا مگر اس راوی سے بڑھ کر مجھے دوسرا جھوٹا راوی نہیں ملا۔

بعض معترضین نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے کہ جب حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب معلوم تھا کہ یہ راوی جھوٹا ہے تو آپ نے اس سے روایت کیوں لی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جھوٹی باتیں کرنے والے کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ خاص طور پر جو آپ کی احادیث بیان کرتے وقت جھوٹ بولتا ہو۔

ہم ایسے حضرات کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے گذارش کریں گے کہ جھوٹے راوی سے روایت لینا نامناسب نہیں۔ ہاں اس پر لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے کہ ایسے ایسے لوگ بھی احادیث بیان کرتے رہے ہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے کئی معتزلہ کی روایات لیں ہیں حالانکہ آپ جانتے تھے کہ ان کے عقائد درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کئی جھوٹے کفار کے اقوال کو نقل کیا ہے' بیان کیا ہے تاکہ لوگوں کو ان جھوٹوں کے اقوال کا علم ہو جائے۔

"المثل السائر" میں لکھا ہے کہ شرک کے واقعات کو اس لئے بیان نہیں کیا جاتا کہ لوگ شرک کرنے لگیں بلکہ اس لئے بیان کئے جاتے ہیں کہ لوگ شرک کی ان باتوں سے آگاہ ہو کر اجتناب کریں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھوٹی روایت کرنے والے شخص کی روایت کو اس لئے نقل کرتے ہیں کہ لوگ اس سے آگاہ ہو جائیں اور اس کی بنائی ہوئی احادیث کو مسترد کر دیں۔ روایت بعض اوقات انسان کو وہم میں ڈال دیتی ہے۔ مگر جب اس کی وضاحت کر دی جائے تو وہم دور ہو جاتا ہے۔ حضرت امام یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے موضوع احادیث کو کیوں یاد کیا ہے؟ فرمایا اس لئے کہ جب بھی کوئی شخص ایسی احادیث کا سہارا لے کر میرے سامنے آئے تو میں اس کو بتا سکوں کہ یہ موضوع احادیث ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ میں سے جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم - یہ وہی امام ہیں جنہوں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے شہرت پائی تھی۔ آپ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمعصر تھے۔ آپ کا وصال ۱۴۱ ہجری

میں ہوا تھا۔ وفات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبہ میں جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کے والد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ دادا حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ نوراللہ مرقدھم ۔ اہل بیت کے یہ آفتاب و ماہتاب ہیں جو جنت البقیع کے ایک ہی قبہ میں آرام فرما ہیں۔

(نفوس اسلاف نے جن مزارات کا اتنا احترام کیا آج نجدیوں نے اسے مشرک کدہ قرار دے کر منہدم کر دیا ہے۔ مترجم)

حضرت حبیب بن ابی ثابت' قیس بن دینار الاعور رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ کے استاد تھے۔ انہیں حبیب دینار کے نام سے شہرت ملی تھی۔ آپ نے ابن عباس' ابن عمر' مولیٰ اسد بن خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کی تھی۔ ۱۱۹ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ حسن بن سعید مولیٰ حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوفی ثقہ فی الحدیث بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ حسن بن حرمولی بن اسد' حمید الاعرج المکی' الحارث بن عبدالرحمٰن ہمدانی' حصین بن عبدالرحمٰن الکوفی ان کے والد ان کے والد فضالہ ان سے عمارہ و شعبی ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے حضرات سے احادیث سنی تھی۔ آپ کی وفات ۱۳۶ ہجری میں ہوئی تھی اس وقت آپ کی عمر ۹۳ سال تھی۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ میں سے حماد بن مسلم ابوسلیمان اشعری' مولیٰ ابراہیم بن موسیٰ اشعری کا اسم گرامی درخشاں نظر آتا ہے۔ آپ تابعی کوفی تھے۔ آپ نے ابراہیم نخعی سے احادیث سنی تھیں۔ آپ کی وفات ۱۲۵ ہجری میں ہوئی۔ اسی طرح الحارث بن زید کوفی بھی آپ کے استاد تھے' بڑی قدر و منزلت والے بزرگ تھے۔ حکیم بن صہیب صیرفی' حسین بن حارث الجدلی (بفتح جیم) یہ نعمان بن بشیر و ابن الحارث سے روایت کیا کرتے تھے۔ مشہور تابعی تھے۔

ان کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں حر بن الصیاح الکوفی' حجاج بن ارطاۃ کوفی' حارث بن علقمہ ہمدانی' حصرم بن عبدالرحمٰن مولیٰ رحمتہ اللہ علیہم ۔ بنوامیہ کے اسمائے

گرامی بھی آپ کے اساتذہ میں ملتے ہیں۔ خالد بن عبدالاعلیٰ ' داود بن عبدالرحمٰن بن بزداد' داود بن نصیر طائی ' ذر ابو عمر ہمدانی رحمتہ اللہ علیہم آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

اسی طرح رباح الکوفی (بفتح الراء) ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن تابعی فقہائے مدینہ میں بلند پایہ شخصیت کے مالک تھے۔ ۱۳۶ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ ربیعہ الرائی آپ کا ہی دوسرا نام تھا۔ زید بن اسلم مولیٰ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ اکابر تابعین میں سے تھے۔ آپ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایات نقل کی ہیں۔ پھر صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت سے احادیث کو سنا تھا۔ آپ مدینہ منورہ میں ۱۳۶ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

زیادہ بن کلیب ' زیاد بن میسرہ کوفی ' زبید بن الحارث بن عبدالکریم ہمدانی ' ابواسامہ زید بن انیسہ مولی غنی بن اعصر الکوفی کے نام حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ کرام میں شامل ہیں۔ زکریا بن ابی زائدہ ' زکریا بن الحارث کوفی ' زید الکوفی بھی آپ کی اساتذہ میں سے تھے۔ سماک بن حرب بن اوس بن خالد بن معاویہ بن حارثہ بن ربیعہ بن عامر بن ذھل بن ثعلبہ الذہلی البکری الکوفی آپ کے اساتذہ میں بڑے مشہور فقیہ تھے اور کوفہ میں ان کی علمی شہرت تھی۔ آپ نے ۸۰ صحابہ کرام سے ملاقات کی تھی۔ آخری عمر میں آنکھوں کی بصارت سے محروم ہو گئے تھے۔ مگر ایک دن اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا مانگی تو آنکھیں دوبارہ روشن ہو گئیں۔

آپ کے ایک استاد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ (مگر یہ سلیمان الطیاسی نہیں ہیں وہ تو سنانی میں ۲۵۴ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔) آپ ۱۳۳ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے روایت لی ہے' ان کی وفات کے بعد امام صاحب رضی اللہ عنہ خود ۱۸۰ ہجری میں ان سے پہلے فوت ہوئے تھے۔

سلمہ بن کہیل بن حصین حضرمی الکوفی رحمتہ اللہ علیہ اکابر تابعین میں سے تھے۔ آپ زید بن ارقم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جندب غفاری رحمۃ اللہ علیہ سے

حدیث سنی۔ ۴۵ ہجری میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۲۱ ہجری یوم عاشور کو فوت ہوئے۔ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے حدثنا سلمہ بن کہیل - یہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد تھے۔ سالم بن عجلان الافطسی ، سلیمان ابو محمد بن مہران المعروف بالاعمش مولیٰ بنی کاھل رحمتہ اللہ علیہم بھی آپ کے استادوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ قبیلہ اسد بن خزیمہ کی ایک شاخ کے فرد تھے۔ ۶۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ انہیں کوفہ لایا گیا تھا۔ ایک کابلی تاجر سے خریدا، جوان ہونے پر آزاد کر دیا۔ آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کئی بار دیکھا تھا وہ عبداللہ بن ابی اوفی سے مرسلا روایت کرتے تھے۔ وہ علم قرات حدیث میں بلند مقام رکھتے تھے اور اہل کوفہ آپ کو سند حدیث میں معتبر مانتے تھے۔ صدقہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کرنے میں ان سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ ۱۴۸ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

آپ کے اساتذہ میں ایک سلیمان بن مغیرہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ (یہ وہ سلیمان بن مغیرہ قیسی نہیں ہیں کیونکہ قیسی تو ۱۶۵ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔) سلمہ بن نبیط سعید بن مسروق بن حبیب بن نافع بن عبداللہ بن موہبہ بن منقذ بن نصر بن الحکم بن الحارث بن مالک بن ملکان بن ثور بن عبداللہ بن اد بن طابخہ رحمتہ اللہ علیہم یہ لوگ اپنے زمانے میں بے مثال تھے۔ ان کا بیٹا سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ عبدالملک کے زمانہ اقتدار میں ۹۹ ہجری میں پیدا ہوا تھا اور خلیفہ مہدی کی خلافت کے دوران ۱۶۱ ہجری میں فوت ہوا۔

سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے استاد تھے۔ آپ کا اصل نام مہران بن سفیان بصری تھا۔ وہ بصرہ کے تابعین اور بلند قدر علمائے کرام میں سے تھے۔ آپ نے بصرہ میں ۶۵ ہجری میں تصنیف فرمائی تھی۔

شبیب بن غرقدہ بارقی کوفی رحمتہ اللہ علیہ تابعین میں سے تھے عروہ بارقی سے روایت کیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن شہاب سے شعبہ بن الحجاج بن الورد، آپ واسط میں پیدا

ہوئے تھے اور کوفہ میں تعلیم حاصل کی۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ شخص نہ ہوتے تو عراق میں علم حدیث نہ پھیلتا۔ وہ امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے بیس سال بڑے تھے۔ وہ بغداد میں دو بار آئے۔ سال ولادت ۸۳ ہجری ہے اور سن وفات ۱۶۰ ہجری ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

شرحبیل بن سعد ' شرحبیل بن مسلم' شداد بن عبدالرحمٰن بصری ' شیبان بن عبدالرحمٰن کوفی رحمتہ اللہ علیہم یہ تمام حضرات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد تھے۔ صلت بن بہرام' صالح بن صالح ہمدانی بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ (یہ وہ صالح نہیں ہیں جو منکر حدیث تھے۔) ابوعبداللہ ' ابومحمد طلحہ بن مصرف (باضم میم) ابن کعب بن عمرو البامی رحمتہ اللہ علیہ تابعین میں بہت مشہور عالم تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ' انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے تھے۔ آپ ۱۱۲ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ ابوسفیان طلحہ بن نافع قرشی بعض نے مدنی لکھا ہے' آپ موالی تھے مگر بڑے مشہور تابعی تھے۔ آپ فرماتے ہیں میں مکہ مکرمہ میں چھ ماہ تک بیت اللہ کے جوار میں رہا تھا۔

طلق بن حبیب العنوی رحمتہ اللہ علیہ (بعض نے غنوی لکھا ہے) بصری تھے۔ وہ بصرہ کے زاہدوں اور عابدوں میں شمار ہوتے تھے۔ دن رات عبادت میں گزارتے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ' حضرت جابر' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کرتے تھے۔ طریف بن سفیان بصری رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ میں سے تھے۔ ابومحمد عبداللہ بن الحسن بن الحسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سادات بنوہاشم سے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت حسین بن علی رضی اللہ عنہما تھیں۔ آپ ایک عرصہ تک کوفہ میں منصور عباسی کی قید میں رہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ بغداد میں فوت ہوئے اور یہ ۱۴۵ ہجری کا سال تھا۔ اس وقت آپ کی عمر چھیالیس سال تھی۔

عبداللہ بن نجیح جن کا نام یسار تھا' موالی تھے۔ طاؤس ' مجاہد' عطا سے احادیث روایت کرتے تھے۔ ۱۳۱ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ عبداللہ بن عثمان مکی' عبداللہ بن داود بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ عبداللہ بن حبیب ایک کوفی تابعی تھے۔ ۱۰۵ ہجری میں

فوت ہوئے تھے۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی الحسین المکی نوفلی قرشی رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ کے استاد تھے۔ آپ نے حضرت نافع بن جبیر' نوفل بن مساحق سے روایت کی تھی۔ آپ مشہور تابعین تھے۔

عبداللہ بن ابی مجالد کوفی اور عبداللہ بن نافع سرجس رحمتہ اللہ علیہم بھی آپ کے استاد تھے۔ آپ کے والد اکابر تابعین میں شمار ہوتے تھے۔ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن حمید بن عبید الانصاری عبدالرحمٰن بن عمرو' ابوعمر اوزاعی رحمتہ اللہ علیہم اہل شام کے امام تھے۔ انہوں نے یمامہ میں حدیث لکھی۔ بیروت میں ایک عرصہ حدیث پاک کا درس دیا۔ وہ ۱۵۷ ہجری میں شام میں فوت ہوئے تھے۔ عباس بن ولید نے کہا کہ میں ایک دن آپ کے گھر گیا تو آپ نے بچوں کی طرح مصلیٰ پر پیشاب کر دیا تھا۔ میں نے لونڈی کو جھڑکا اور کہا تم نے دیکھا نہیں کسی بچے نے حضرت شیخ کے مصلیٰ پر پیشاب کر دیا ہے۔ لونڈی کہنے لگی شیخ خود ہی بچوں کی طرح پیشاب کر دیتے ہیں۔ مجھے ہر رات مصلیٰ بدلنا پڑتا ہے۔ وہ ساری ساری رات مصلیٰ پر پڑے روتے رہتے ہیں۔ میں نے آپ سے عرض کی مجھے ایسی عبادت بتائیں جو اللہ تعالیٰ کی قربت کے لئے مفید ہو' آپ نے فرمایا دردمندی سے رونا اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہے۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ وہ صالحین کے اوصاف سے متصف تھے۔

عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاص بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ کے استاد تھے۔ آپ راسخین فی العلم تھے۔ عبیداللہ بن یزید مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے استاد تھے۔ آپ حضرت ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث بیان کرتے تھے۔ ۱۲۷ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعودی ' عبدالرحمٰن بن مروان ازدی '.عبدالملک بن عمیر بن سوید القرشی القبطی رحمتہ اللہ علیہم یہ بزرگ کوفہ کے قاضی رہے ہیں۔ شعبی کے بعد آپ تابعین میں بڑے عالم دین تھے۔ وہ حضرات جندب اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت علی اور حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کی زیارت کی تھی۔ ۱۳۶ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

عبدالملک بن میسرہ کوفی ' عبدالملک بن ابی بکر بن حفص بن عمرو بن سعد ' عبدالملک بن ایاس کوفی ' ابو عبداللہ عبدالعزیز بن رفیع رحمتہ اللہ علیہم (باضم راء) اسدی مکی کوفہ میں رہتے تھے اور مشاہیر تابعین میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایات بیان کی تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کی تھی۔ آپ ۹۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے۔

ابو امیہ عبدالکریم بن ابی مخارق رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ کے استاد تھے۔ ان کا اصل نام قیس بصری تھا۔ ان سے بخاری اور مسلم نے "کتاب الحج" میں روایت لی ہے۔ ۱۲۷ ہجری کو فوت ہوئے تھے۔ عبدالاعلی کوفی ' طاؤس و حسن مجاہد مکحول وغیرہم سے روایت کیا کرتے تھے۔ کوفہ میں سکونت رکھتے تھے ' وہاں ہی علم حاصل کیا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جسے علم دیا جائے اس پر مخلوق نہ روئے۔ پھر ایسا علم جس سے اللہ نفع دے اس سے محروم نہیں رہنا چاہئے۔

ان الذین اوتوا العلم .... یخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا ○

علمائے کرام کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ علم حاصل کر کے خشوع و خضوع کرتے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیں تو اللہ تعالیٰ کے دشمن ان سے بھاگ اٹھتے ہیں۔ ان کے چہرے آگ سے محفوظ رہتے ہیں۔

عبیدہ بن معتب ضبی ' علی بن الاقمر ہمدانی ' عطاء بن ابی رباح جنہیں اسلم کہہ کر یاد کیا جاتا تھا۔ وہ فہر کے مولیٰ تھے ' مکی تھے ' آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ وہ فقہا مکہ میں سے تھے۔ اور تابعی تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے میں نے اپنے استاد حماد رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر فقہ میں کسی کو نہیں پایا اور عطا سے بڑھ کر علوم کا جامع کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ نے بہت سی روایات بیان کی ہیں۔ ابن عباس ' ابن عمر ' ابی ہریرہ ' ابو سعید ' جابر ' عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ سے روایات بیان کی تھیں۔ ۱۱۵ میں فوت ہوئے جبکہ آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔

عطاء بن سائب بن یزید (سائب بن مالک ثقفی کوفی) ۱۳۶ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ عطاء بن عجلان ' عطار بصری ' عطیہ بن سعد کوفی' عطیہ بن الحارث ہمدانی کوفی' عاصم بن سلیمان الاحوال' قاضی مدائن' عاصم بن کلیب بن شہاب کوفی رحمتہ اللہ علیہم انہوں نے اپنے باپ اور عبدالرحمٰن بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ تمام حضرات حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے۔

ابوبکر عاصم بن ابی نجود (بفتح نون) اس کا اصل نام بہدلہ تھا۔ (بفتح باء) آپ مولیٰ بنو خزیمہ بن مالک بن قعین (بفتح قاف) تھے۔ آپ ابو رمثہ صحابی رسول ﷺ سے روایت کرتے تھے۔ اور زر (بکسر زا) ابن حبیش (بضم الحاء) ابووائل سے روایت کی تھی۔ اور قرآن پاک بھی ان سے پڑھا تھا۔ آپ دو سال بیمار رہے' پھر تندرست ہوئے' قرآن پاک حفظ کیا اور جب سنا تو ایک لفظ کی بھی خطاء نہ ہوئی۔ مسعر نے بھی ان سے قرآن پاک پڑھا تھا۔ آپ نے ایک لفظ کی غلطی کی۔ آپ نے فرمایا اونٹ کے بچے کا دودھ چھڑا رہا ہے یعنی بچوں کی طرح غلطی کرتا ہے۔ آپ ۱۲۸ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

عمرو بن مرہ مرادی شعبہ نے کہا ہے کہ میں نے انہیں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ وہ اس قدر منہمک تھے کہ مجھے محسوس ہوا کہ یہ نماز سے نہیں ہٹیں گے جب تک ان کی دعا قبول نہ ہو جائے۔ الحاح اس دعا کو کہتے ہیں جب انسان حد سے بڑھ جائے اور علماء کرام نے ایسے الحاح کو ناجائز قرار دیا ہے۔ انہوں نے قرآن پاک سے یہ دلیل لی ہے کہ انہ لایحب المعتدین ابن ماجہ قزوینی نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے عبداللہ بن مغفل نے اپنے بیٹے سے سنا وہ کہہ رہا تھا اے اللہ مجھے جنت میں سفید بنگلہ (سفید محل) عطا کرنا۔ آپ نے فرمایا بیٹا اللہ سے صرف جنت کی استدعا کیا کرو اور دوزخ سے پناہ مانگا کرو۔ محلات کی تفصیل سے اجتناب کیا کرو۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت میں عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو دنیا کی چیزوں کو بڑی اہمیت دیں گے اور تجاوز کرنے میں پیش پیش ہوں گے۔

الحاح میں مبالغہ نہیں کرنا چاہئے

مندرجہ بالا ایک خصوصی واقعہ کے موقع پر یہ روایت درست ہے مگر یہ ایک باپ بیٹے کی گفتگو ہے۔ دراصل نماز میں الحاح مبالغہ فی الطلب و شدت الاجتہاد اور اپنے اللہ سے قسم قسم کی نعمتیں طلب کرنا ان کے لئے آہ و زاری کرنا ہے۔ پھر الحاح و التجا کرنا تقویٰ کے خلاف ہے۔ ہاں کسی مفید کام کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں الحاح و زاری کرنا' گڑگڑانا یا مبالغہ کرنا اس کی شان کبریائی کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میدان بدر میں باران رحمت کے لئے بڑی التجا کی' بڑا مبالغہ کیا' بار بار ہاتھ اٹھائے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ آپ کے لئے کافی ہے' اس نے آپ سے امداد کا وعدہ کیا ہے۔ کیا اتنا کافی نہیں' آپ کیوں بار بار پریشانی کا اظہار فرماتے ہیں۔ وہ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔

اعتداء کی وجوہات پر ایک نظر

دعا کے وقت الحاح اور زور دینے پر ائمہ اسلام نے گفتگو کی ہے۔ زور زور سے فریاد کرنا اور چیخ چیخ کر التجا کرنا' ایسا منصب طلب کرنا جس کا امکان نہیں' یہ کہنا کہ مجھے اپنا نبی بنا لے' ایسے سوالات کرنا جن کا وقوع محال ہو' کسی گناہ کے ارتکاب کے لئے دعا مانگنا جن کا قرآن و احادیث میں کوئی ثبوت نہیں' الفاظ کو بنا سنوار کر مسجع بنا کر دعا کرنا' ایسی دعا مانگنا جو صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہی مختص تھی۔ ان تمام دعاؤں' التجاؤں اور الحاح کو ائمہ کرام نے جائز قرار نہیں دیا ہے۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں نماز کی دعاؤں کا تو وقت مقرر کیا گیا ہے مگر حج و عمرہ کی دعاؤں کے لئے وقت کی پابندی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا دعاؤں کو وقت کا پابند بنانے سے رقت قلبی چلی جاتی ہے۔ دعا بلااختیار ہونی چاہئے۔ نماز میں دعاؤں کا مقرر کر لینا اور ان پر اصرار کرنے سے فساد لازم آتا ہے۔ اگر بعد میں آنے والا نمازی (مسبوق) ان تمام دعاؤں کو دہرائے جو امام نے ادا کی ہیں تو اس کی نماز میں فساد ہو گا۔ اگرچہ دعاؤں کا

مقرر کرنا مضر نہیں، مگر بعض حالات اور مقامات کی نزاکت کو سامنے رکھنا نہایت ضروری ہے۔ ایسی دعائیں، اوراد و وظائف کرنا جس کی کوئی بنیاد نہ ہو الحاح کے خلاف ہے۔

عمرو بن مرہ مرادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا مجھے قرآن پاک کی کسی آیت سے سرسری طور پر گزر جانے سے گریز ہے، جس کے معانی کی سمجھ نہ آئے۔ میں اس آیت کو بار بار تلاوت کر کے اس کے مطالب پر غور کرنے کا عادی ہوں۔ ابلیس لعین نے انسانی مصائب میں یہ بات بھی کہی ہے کہ انسان مجھ سے بچ نہیں سکتا، وہ غصہ کرتا ہے تو میں اس کے ناک میں گھس جاتا ہوں، جب وہ خوش ہوتا ہے تو میں اس کے دل میں ہوتا ہوں۔

فتویٰ دینے پر حکومت سے وظیفہ لینا

عمر بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاد تھے۔ آپ باذان کے مولیٰ تھے۔ انہیں اثرم بھی کہا جاتا تھا۔ انہوں نے عبادلہ ثلاثہ سے احادیث سنی تھیں۔ انہیں ہشام بن عبدالملک نے کہا تھا آپ گھر بیٹھے بیٹھے فتوے دیتے رہا کریں میں سرکاری خزانہ سے آپ کی تنخواہ مقرر کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا، ایسا وظیفہ تو جائز نہیں۔ علماء کرام نے اس بات پر بحث کی ہے آیا فتویٰ دیئے بغیر حکومت سے وظیفہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ ائمہ نے فرمایا ہے کہ اگر ایسے مفتی کا اور کوئی ذریعہ معاش نہیں تو وہ بیت المال سے مساکین کی طرح وظیفہ لے سکتا ہے۔ مگر ایسا وظیفہ حلال و طیب مال سے ہونا چاہئے۔

بنوامیہ کے زمانہ اقتدار میں اموال میں حلال و حرام کی تمیز اٹھ گئی تھی۔ اس لئے ہمارے ائمہ نے ان سے وظیفہ نہیں لیا۔ اور جن لوگوں نے وظیفے لئے انہیں مکروہ کہا گیا۔ وظیفہ کے لئے اصرار کرنا، اسے متعین کرنا، اگر دوسرا ذریعہ موجود ہو تو ہاتھ بڑھانا درست نہیں۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کو فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم مکہ جاؤ تو حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں بیٹھا کرو۔ ان کے کان علم نے مضبوط کر دیئے ہیں۔ آپ مکہ مکرمہ کے مقتدا امام تھے۔ آپ رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے، ایک حصہ نیند، ایک حصہ نماز اور ایک حصہ احادیث نبوی بیان کرنا۔

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے میرے احباب حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں لے گئے۔ میں کوفہ میں آیا' حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی تو میں نے یہ بات تسلیم کرلی کہ یہ کوفہ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ وہ عمر بن دینار رضی اللہ عنہ کی احادیث بیان کرتے ہیں۔ آپ حدیث پاک بیان کرتے تو فرماتے خبردار! حفیظ وہ ہے جو ہماری مجلس احادیث سے اٹھ کر نہ جائے۔ ہم استغفار کرتے ہیں' ہم نے جو کچھ پایا اس مجلس سے پایا۔ آپ ۱۲۶ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

عمرو بن عبداللہ بن علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ ' عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو ابن العاصی السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاد تھے۔ آپ اہل طائف سے تھے۔ ان کا ذکر سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ عامر بن شرحبیل بن عبداللہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے چھٹے سال بعد پیدا ہوئے۔ وہ فرمایا کرتے تھے میں نے پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت عثمان غنی' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم یقینی جنتی ہیں اس میں شک و شبہہ کرنے والے گمراہ ہیں۔ انہوں نے یہ بیت پڑھی ؎

لیست الاحلام فی حین النھی
انما الاحلام فی حال الغضب

(ترجمہ) ہوش کے وقت عقلمند ہونا کمال نہیں ہے۔ غصہ میں ہوش والا ہونا عقلمندی ہے۔

شعبی سے لوگوں نے پوچھا آپ کی عمر کتنی ہے؟ آپ نے فرمایا ؎

نفسی تشکی الی الموت محمدة
وقد حملتک سبعا بعد سبعینا

ان تجدینی آملا یا نفس کاذبة
ان الثلاث توفین الثمانینا

(ترجمہ) میرا جی موت کی شکایت کرتا ہے حالانکہ اس وقت میری عمر ۷۷ سال ہے۔ اے جھوٹے نفس اگر تم اس کے بعد بھی جینے کی تمنا کرتے ہو تو ۸۰ سال میں صرف تین سال رہ گئے ہیں۔

ابن عائشہ نے فرمایا کہ خلیفہ عبدالملک نے آپ کو روم کے بادشاہ کی طرف اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ واپس آئے تو عبدالملک نے کہا مجھے آپ کے آنے سے پہلے ہی روم کے بادشاہ نے لکھا ہے کہ آپ ایسے شخص کو سفیر کی بجائے خلیفہ کیوں نہیں بناتے۔ آپ نے فرمایا اے امیرالمومنین روم کے بادشاہ نے آپ کو بھڑکانے کی سازش کی ہے تاکہ آپ مجھے قتل کر دیں۔ وہ آپ کو یہ تاثر دے رہا ہے کہ میں آپ سے حسد کرتا ہوں اور خلیفہ بننے کا متمنی ہوں۔ یہ مکالمہ جب روم کے بادشاہ نے سنا تو اس نے کہا واقعی میرا یہی ارادہ تھا کہ اس شخص کو قتل کر دیا جائے۔ یہ اس قدر ذہین اور ایمان دار ہے کہ ایسے لوگوں کا وجود ہماری سلطنت کے لئے ہمیشہ خطرہ رہے گا۔ آپ فرمایا کرتے تھے میں اشعار میں روایت حدیث بیان کرنے سے اجتناب کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اگر میں پورا ایک مہینہ اشعار کہتا رہوں تو مجھے کوئی رکاوٹ نہیں آتی۔

"تاریخ بغداد" میں لکھا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی بیاض پر شعر ثبت نہیں کیا' یعنی لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ مجھے جب بھی کسی نے حدیث پاک بیان کی میرے حافظے میں محفوظ ہو گئی۔ میں نے کبھی اس کا اعادہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث سنی تھی۔ شعبی اپنے مغازی میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایسی قوم کے افراد کو دیکھا ہے جو مجھ سے کہیں زیادہ ذہین ہیں اور اتنے بڑے عالم ہیں کہ اگر میں ان کے فضائل بیان کروں تو دفتروں کے دفتر بھر جائیں۔

عمر بن بشیر ہمدانی کوفی ' عمار بن عبداللہ کوفی ' عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الھذلی ' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کوفی کا بھائی تھا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اور ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات بیان کی تھیں اور انہیں اپنے دادا عتبہ کی زبان سے بیان کیا کرتے تھے۔ دنیائے اسلام کی تاریخ میں ان کے بڑے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ مسعودیوں میں ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا خوشحال نہیں تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے جو شخص قرآن پاک کو چھوڑ کر احادیث کی طرف جاتا ہے وہ ایسا شخص ہے جو اپنے گلہ میں بے شمار بکریاں رکھتا ہے مگر اس کے پاس سے جنگل کی ایک ہرنی گزرے تو وہ بکریوں کو چھوڑ کر اس ہرنی کے پیچھے ہو لیا۔ وہ ہرنی پکڑنے کے لئے دوڑتا رہا' واپس آیا تو تمام بکریاں گلے سے نکل کر تتر بتر ہو چکی تھیں۔ نہ ہرنی ہاتھ آئی' نہ بکریاں رہیں۔ اس لئے پہلے قرآن پاک کو محکم طور پر پکڑو پھر احادیث کی تلاش میں نکلو۔

اللہ تعالیٰ سے خوف کا ایک لطیف واقعہ

بنی اسرائیل میں دو ایسے بھائی تھے۔ ایک نے کہا مجھے ایک واقعہ سے بڑا ڈر آتا ہے۔ میں ایک دن ایک کھیت سے گزر رہا تھا' گندم کا ایک خوشہ توڑا لیکن خدا کے خوف سے وہاں ہی پھینک دیا۔ مجھے ڈر لگا رہتا ہے کہ خدا معلوم مجھے خوشہ توڑنے کی کتنی سزا ملے گی۔ دوسرے بھائی نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا' میں نماز کے لئے کھڑا ہوا کبھی ایک پاؤں پر کھڑا ہوتا کبھی دوسرے پر۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا خوف کھائے جا رہا ہے کہ میں کس پاؤں پر کھڑا ہوں جو اللہ کو پسند ہے لیکن اس ناانصافی میں پکڑا نہ جاؤں۔ ان دونوں بیٹوں کی گفتگو ان کے باپ نے سنی تو عرض کی اے اللہ! اگر میرے بیٹے سچے ہیں تو ان کو موت دے دے چنانچہ وہ دونوں اسی وقت مر گئے۔

علماء کرام اس واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے سوال اٹھاتے ہیں کہ ایسے صالح اور نیک آدمیوں کے لئے موت کی دعا کرنا اور انہیں موت کی نیند سلا دینا کہاں جائز ہے؟ بالخصوص اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اس طرح ضائع کر دینا کہاں کی دانش مندی ہے؟ ائمہ کرام نے کہا ہے کہ ایسے فروعی واقعات کو حجت کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ سابقہ امتوں میں ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جنہیں ہمارے تجربات تسلیم کرتے وقت

محسوس کرتے ہیں۔ سابقہ امتوں کے احکامات بھی مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا شاید موت کو طلب کرنا ان کی شریعت میں جائز ہو۔ جس طرح حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں۔ بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کے خوف کا لطیف واقعہ ہے۔

حضرت عکرمہ مولیٰ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ بربر (افریقہ) کے رہنے والے تھے۔ وہ مختلف شہروں میں قیام پذیر رہے۔ آخر آپ نے فقہائے مکہ سے علم حاصل کیا۔ اپنے مولیٰ ابن عباس' ابوہریرہ' ابوسعید اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث پاک سنی تھی۔ آپ ۱۰۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کیا ان دنوں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم ہے۔ انہوں نے کہا ہاں' عکرمہ مجھ سے بڑھ کر عالم ہیں۔

حضرت علقمہ بن مرثد حضرمی' عبداللہ بن لبابہ مولیٰ قریش' علاء بن زہیر الکوفی رحمتہ اللہ علیہم بھی آپ کے استاد تھے۔ بعض کتب احادیث میں آپ کی روایات ملتی ہیں۔ عمیر بن سعید کوفی نخعی حضرت علی' عمار اور سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ کے استاد تھے۔ ابوخالد فقہائے انصار میں جلیل القدر تابعی تھے۔ آپ حضرت قتادہ' حضرت ابوہریرہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کرتے تھے۔

قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود' قاسم بن محمد کوفی' قیس بن مسلم کوفی' قتادہ بن دعامہ' ابن قتادہ بن عزیز بن العمرو بن ابی الحارث بن سدوس بن شیبان بن ذھل بن ثعلبہ بن عکاشہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل السدوسی البصری الاعمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ کے اساتذہ تھے۔ آپ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی تھی۔ آپ تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ ۱۱۷ میں فوت ہوئے۔

کرام بن عبدالرحمٰن کوفی' کثیر بن رباح کوفی' اللیث بن سلیمان کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تمام حضرات حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد تھے۔ موسیٰ بن

طلحہ بن عبیداللہ تیمی قریشی نے اپنے باپ سے روایت کی تھی اور صحابہ کی ایک کثیر جماعت کو دیکھا تھا۔ آپ ۱۰۴ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

موسیٰ بن ابی عائشہ کوفی، مولی آل جعدہ بن ہبیرہ، عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے تھے۔ موسیٰ بن ابی کثیر، موسیٰ بن مسلم کوفی، منہال بن جراح منہال بن عمرو الاسدی، منہال بن خلیفہ کوفی، محارب بن دثار بن جعفر بن سلمہ بن صخر بن ثعلبہ السدوسی رحمتہ اللہ علیہم تمام حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد تھے۔ السدوسی کوفہ کے قاضی تھے۔ آپ نے جابر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ آپ تابعی تھے۔ معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود الہذلی اپنے باپ سے روایت کیا کرتے تھے۔ مسلم بن سالم بن فزارہ کوفی، مسعر بن کدام، میمون الاعور، میمون بن مہران، میمون بن سیاہ رحمتہ اللہ علیہم سب کے سب آپ کے استاد تھے۔

نافع مولیٰ ابن عمر، نافع بن درہم کوفی، ناصح بن عجلان بصری، نضر بن طریف بصری، ہیثم بن حبیب کوفی، ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام قرشی مدنی اپنے چچا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث پاک بیان کرتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت جابر، حضرت انس، حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب آپ کے اساتذہ تھے۔ آپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت کی تھی۔ وہ خلیفہ منصور کے دربار میں آتے رہے تھے۔ ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۴۶ ہجری میں بغداد میں فوت ہوئے۔

یحییٰ بن سعید بن قیس بن عمر بن سہل بن ثعلبہ بن الحارث بن زید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے استاد تھے۔ آپ نے حضرت انس، سائب بن یزید، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اور امام سہل بن حنیف، سعید بن مسیب قاسم بن محمد ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث سنی تھیں۔ آپ مدینہ پاک میں قضاء کے منصب پر رہے۔ آپ خاندان بنوامیہ میں سے تھے۔ آپ کو منصور نے عراق میں بلا لیا تھا۔ ہاشمیہ کی قضاہ سپرد کی۔ اہل علم آپ کی علمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپ نے ۱۴۳

ہجری میں وفات پائی تھی۔

یحییٰ بن عمرو بن سلمہ کوفی ' یحییٰ بن عبداللہ الکندی کوفی' یزید بن صہیب فقیر مصری رحمتہ اللہ علیہم بھی آپ کے استاد تھے۔ آپ نے حضرت جابر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی تھی۔ یزید بن ابی زیاد کوفی' یونس بن عبداللہ مدنی' یعلی بن عطاء الطائفی' یٰسین بن معاد الزیات کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی اساتذہ

ہم نے سابقہ صفحات پر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام اساتذہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی آپ کے اساتذہ تھے مگر ہم نے ان کے اسمائے گرامی نہیں لکھے۔ آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں سے چند حضرات کا ذکر کرنا ضروری جانتے ہیں۔ وہ بلند پایہ مشائخ احادیث تھے۔ ان میں ابواسمٰعیل ' حماد بن ابی سلیمان کوفی الاشعری کا نام سرفہرست ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے بلند پایہ عالم تھے۔ اس کے باوجود جب آپ سے پوچھا جاتا کہ آپ سے بڑا عالم کون ہے تو فرماتے حماد۔

ایک روایت میں یوں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی بڑا عالم نہیں دیکھا۔ صدر الائمہ المکی اخطب الخطباء خوارزمی معتزلی تھا وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ کرام سے افضل کہتا تھا' وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی سب سے اعلیٰ کہا کرتا تھا۔ ہم یوں کہیں گے کہ حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم میں بلند پایہ تھے۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کی وجہ سے بلند مقام تھے۔ اس طرح یہ دونوں حضرات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہترین اساتذہ سے تھے۔

امام نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ رمضان المبارک میں ہر روز پچاس روزہ داروں کو روزہ افطار کرایا کرتے تھے۔ عید الفطر آتی تو

پچاس آدمیوں کو پوشاکیں دیا کرتے تھے۔ پھر ہر ایک کو سو سو دینار نقد دیا کرتے تھے۔ آپ اپنے بیٹے کو معلمین قرآن کے پاس بھیجتے اور ان کی نقد خدمت کرتے تھے۔ یہ قرآن کے معلمین کی اجرت نہیں تھی بلکہ ہدیہ تھا جسے حق الخدمت کہا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض علمائے کرام نے قرآن پر اجرت کو جائز قرار دیا ہے۔ ایک وقت آیا کہ حکومت وقت نے حفاظ' قراء اور معلمین کے سرکاری وظیفے بند کر دیئے تھے۔ اس طرح ان حفاظ و قراء کی وظیفہ (اجرت) مقرر کی گئی تھی۔

فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علماء کرام کو تین چیزوں پر سختی سے قائم رہنا چاہیے۔ وہ عام بازاروں میں نہ جائیں' امراء کے گھروں میں نہ جائیں اور قرآن پڑھانے کی اجرت نہ لیں مگر اب میں ان تینوں چیزوں کی اجازت دیتا ہوں۔

قرآن پاک پڑھانے کی اجرت یا تنخواہ لینا

اہل علم نے قرآن پاک کی اجرت یا تنخواہ کو ناجائز قرار دیا ہے۔ بلکہ بعض علماء نے تو اسے مطلقاً حرام قرار دیا ہے۔ مگر حکومت اور لوگوں کے حالات بدلنے کے بعد علمائے کرام نے اس بات پر اجماع کیا کہ ایسے معلمین کو اجرت دی جانی چاہیے' ہم اس موضوع پر تفصیل سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

"المتفرقات" میں لکھا ہے کہ فنی علوم کی اجرت لینا جائز ہے اور اس کے نظائر ہر زمانہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس طرح قرآن اور احادیث کو اگر بطور فن پڑھایا جائے تو اجرت جائز ہے۔ "فوائد الہدایہ" میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں تعلیم القرآن اور فقہ کی تعلیم پر تنخواہ لینا عام ہو گیا ہے۔ اگر اسے روک دیا جائے تو قرآن پاک کی تعلیم اور فقہ کی اشاعت رک جائے گی۔ امراء میں تعلیم القرآن پر خدمت کرنا رک گیا ہے۔ طلبہ میں بھی ایثار و محبت کم ہوتی جارہی ہے۔

علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک قول بیان کیا ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ

طلبہ کو غنی کر دے گا۔ معلمین کو فقیر بنا دے گا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طلبہ غنی اور استاد فقیر اس میں کیا حکمت ہے۔ فرمایا اگر شاگرد امیر ہو گا تو وہ اپنی دولت سے استادوں کو متاثر کرے گا۔ اور استاد اپنی غربت کو مٹانے کے لئے امیر شاگردوں کو تعلیم سے بہرہ ور کرتے رہیں گے۔ شمس الائمہ حلوانی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ اس مرتبہ اور منصب پر کیسے پہنچے ہیں؟ فرمایا اپنے والد کی غنا سے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا مال اچھے لوگوں کی زندگی نکھار دیتا ہے۔

اس کتاب میں ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے کہ ابوالزناد کوفہ میں خراج ادا کرنے آئے تو کسی نے حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ سے کہا آپ سفارش کریں کہ وہ مجھے ایک ہزار دینار دے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں پانچ سو درہم اپنی جیب سے دے دیتا ہوں مگر میرا چہرہ اس کے سامنے سفارش کے لئے نہ لاؤ۔ اس شخص نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور دعا دی۔

حافظ ابوالحسن بجستانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ سے محبت کرتا ہوں۔ اس محبت کی وجہ یہ ہے کہ آپ گھوڑے پر سوار جا رہے تھے آپ کی زرہ ٹوٹ گئی' آپ درزی کے پاس گئے اور گھوڑے سے نیچے اتر کر مرمت کرانے کا ارادہ کیا تو درزی خود آگے بڑھا اور وہاں ہی بیٹھے بیٹھے آپ کی زرہ مرمت کر دی۔ آپ نے سکوں کی بھری ہوئی ایک تھیلی اس درزی کو دیتے ہوئے کہا بخدا میرے پاس یہی ایک تھیلی تھی ورنہ تم نے جو میری عزت افزائی کی ہے اس کا صلہ کہیں زیادہ ہے۔

حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے پناہ فضائل ہیں مگر ہم انہیں طول نہیں دینا چاہتے۔ میں نے اپنے والد سے یہ واقعہ سنا ہے اور انہوں نے اپنے استاد مولانا ھمام الدین الخطیبی خوارزمی رحمتہ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ امام حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز سوار ہو کر بازار سے گزر رہے تھے' آپ کے ہاتھ سے ایک تھیلی نیچے گر گئی اس میں کم از کم پچاس دینار تھے' ایک شخص آگے بڑھا اور تھیلی اٹھا کر آپ کو پیش کی۔ آپ

نے مسکرا کر کہا یہ تم اپنے پاس ہی رکھو' یہ وہ رزق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ہی گرایا تھا۔

یحییٰ بن سعید القطان رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ہم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آراء سنیں' ہم نے آج تک ایسی آراء کسی دوسرے فقیہ سے نہیں سنی تھیں۔ ابن معن نے فرمایا کہ یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے علماء سے فتویٰ لیا کرتے تھے۔ مگر جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی مسئلہ پر اپنی رائے کا اظہار فرماتے تو آپ اسے اختیار کرتے اور فرماتے دوسروں کے فتوے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کہیں واضح ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں پایا۔ خطیب بغدادی نے کہا (مارایت) کے معنی ماعلمت بھی ہے کہ میرے علم میں بھی ایسا کوئی عالم نہیں جو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم پایہ ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جس دن انتقال ہوا' امام شافعی اس دن پیدا ہوئے تھے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص علم فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں اور ان کے شاگردوں کی طرف رجوع کرے۔ کیونکہ فقہ میں تمام لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عیال ہیں۔ انہیں سے قیاس اور استحسان کی روایت چلی اور دینی مسائل کے حل کرنے میں آسانیاں ہوئیں۔ اگرچہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مقلد استحسان کو پسند نہیں کرتے مگر ان کے امام اس انداز کی تعریف کرتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تعریف اور مدح کریں مگر آپ کے ماننے والے آپ پر اعتراض کریں یہ عجیب و غریب بات ہے۔ حضرت امام شافعی فرمایا کرتے تھے میں استحسان کو سمجھتا ہوں مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر عمل کرتے ہیں۔

قیاس کی قسمیں

علمائے فقہ نے قیاس کو دو قسموں میں بیان فرمایا ہے۔ قوی و اقوی دوسری جلی و خفی اس طرح ہر دلیل میں تمسک بالحدیث کیا جاسکتا ہے۔ اضعف کو ترک کر کے اقویٰ کو قبول کیا جاتا ہے۔ اور وہی استحسان ہے اور اس بات پر کسی کو اختلاف نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کی صحت میں شک ہوتا ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ جب کوئی کوفہ سے نکلتا تو سارے عالم اسلام میں پھیل جاتا کیونکہ ان حضرات کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے پر مکمل اعتماد تھا۔ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک قرات میں حمزہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام تھے اور آج بھی لوگ اس پر کاربند ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے علوم پر اہل علم کا اعتماد

جعفر بن ربیع رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پانچ سال رہنے کا موقع ملا' آپ خاموش طبع تھے۔ مگر جب مسائل پر گفتگو فرماتے تو ایک دریا دیکھائی دیتے۔ لوگ آپ سے فقہ کے متعلق گفتگو کرتے تو آپ کا منہ ایک چشمہ بن کر مسائل کو بیان کرنے لگتا اور یوں محسوس ہوتا کہ ایک وادی میں تیز دریا بہہ رہا ہے۔ حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ فتویٰ کے لحاظ سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال نہیں ملتی۔ اوزاعی اور عمری جیسے مخالف ائمہ بھی آپ کے مسائل کو غور سے پڑھتے اور اپنی مشکلات کا حل تلاش کرتے تھے۔ یزید بن ہارون نے کہا کاش میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہر بات لکھ لیتا۔

ابو اسحاق فزاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں حضرت ابراہیم طائی کے ساتھ نکلا تو عراق جا پہنچا۔ میں نے ان سے پوچھا ان دنوں فتویٰ کی اہلیت کون رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا

حضرت امام ابو حنیفہ اور ابوسفیان - عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہی فتویٰ دینے میں بے مثال قابلیت کے مالک ہیں۔ میں ان کا مئوید ہوں۔ میں نے یہ بات ابو عبدالغفار بن قاسم کو پیش کی تو آپ نے فرمایا وہ فقیہ زمانہ ہیں۔ میں نے اس کا ذکر عبداللہ بن محمد بن حکیم سے کیا تو آپ نے فرمایا مسعود صحیح کہتے ہیں۔

ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر مفتی پر امام ہیں۔ مقری ابی عبدالرحمٰن نے کہا ہم نے وضو کرنے کا طریقہ اور نماز پڑھنے کا سلیقہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھا تھا۔ ابن عکرمہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص نے مجلس میں بیٹھے ہوئے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلطی (خطاء) بیان کی تو آپ نے فرمایا تم اس شخص کی خطاء کر ذکر کر رہے ہو جو قیاس سے ہر مسئلہ حل کر دیتا ہے۔ جبکہ دوسرے ابھی سوچ ہی رہے ہوتے ہیں۔

ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ آج بھی موجود ہیں وہ آپ کے شاگرد ہیں مگر یہ دونوں دینی مسائل کو جس سرعت اور صحت سے حل کرتے ہیں اس کا کوئی دوسرا ثانی نہیں۔ یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان، مندل، داود، فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہم جیسے لوگ موجود ہیں کون ہے جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خطاء پکڑے۔ اگر ان لوگوں سے خطاء ہوتی تو یہ لوگ بھی آپ سے رجوع کرتے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس سے بڑھ کر کوئی مجلس نہیں ملی۔ ابن ابی لیلیٰ کی مجالس اپنی جگہ **مگر امام** ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں۔

یحییٰ بن معین رحمتہ اللہ علیہ نے کہا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثقہ فقیہ ہیں۔ وہ جھوٹ اور فریب سے بری ہیں۔ حماد بن زید نے کہا ہم عمرو بن دینار کے پاس رہا کرتے تھے اچانک ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو ہم تمام کے تمام انہیں چھوڑ کر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے

تھے۔ امام عمرو بن دینار مکہ کے امام تھے۔ ان سے آپ نے بہت سی احادیث سنی تھیں۔ اور انہوں نے بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطالب احادیث سنے تھے۔

یٰسین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں جن دنوں ابو زبیر مکی کے پاس ہوتا تھا وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیخ تھے اور مکہ کے مقتدر عالم دین تھے مگر وہ بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے تھے۔ سعید بن سالم قداح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن جریج کے سامنے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے تو وہ استحسان فرماتے۔ وہ امام صاحب سے محبت کا اظہار فرماتے۔ حارث بن عمیر مکی نے کہا کہ جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں آئے تو آپ کی مجلس میں ابن جریج ' عبدالعزیز بن داود جیسے حضرات تشریف لایا کرتے تھے۔ امام جریج رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے تین بار کہا وہ فقیہ ہیں وہ فقیہ ہیں وہ فقیہ ہیں !

ہشام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں دیکھا۔ میں نے مکہ میں ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ جیسے شیخ کو دیکھا کہ وہ اپنی مجلس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ میں جب بھی حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کوفہ جاتا' میں بہت سے مسائل لکھ کر لے جاتا اور ان سے حل کراتا۔ اسی طرح جب آپ مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو میں پہلے ہی مسائل لکھ لیتا اور آپ سے حل کراتا۔ میں زیادہ وقت آپ کے پاس ہی گزارتا اور بہت سے امور پر گفتگو کرتا اور آپ کی اقتدا کرتا۔

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان حجت ہیں۔ وہ ایک پہچان ہیں' جو آپ سے محبت کرتا ہے وہ اہلسنّت ہے۔ جو آپ سے بغض رکھتا ہے وہ اہل بدعت ہے۔

(نوٹ) آج کے اہل علم میں آپ جہاں جائیں اور امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے علمی اور فقہی مقامات پر بات کی جائے تو کئی حضرات کے چہروں کے رنگ اڑنے لگتے ہیں۔ بس سمجھ جائیے کہ وہ اہلسنّت نہیں ہیں کسی اور عقیدہ کے ہیں۔ اویسی)

عبداللہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو شاہ مرداں کہتا جبکہ امام اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ انہیں شاہ شاہاں (شہنشاہ) کہتے تھے۔ امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں ایک بہت بڑے امام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں فرمایا۔ آپ نے فرمایا یہ نہ کہو بلکہ کہو نعمان نے یوں لکھا ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا ایسا کہنے والا زندہ نہیں مردہ ہے۔ یہ لوگ فقہ کے علوم سے بے خبر ہیں اور نہ ہی انہیں فقاہت کی عظمت کا علم ہے۔ پھر آپ نے قسم کھا کر کہا ایسے لوگ میری مجلس میں نہ آیا کریں جو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقام سے بے خبر ہوں۔

حرملہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اپنے وقت کے مقری سے سنا آپ فرمایا کرتے تھے کہ آج سیاہ بالوں والوں میں سے اگر کوئی بلند درجہ کا عالم ہے (یعنی نوجوانوں میں سے) تو وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

یٰسین نے کہا کہ میں ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ابوزبیر مکی کے ہاں بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی توقیر و تعظیم کا بڑا اہتمام کیا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے شیخ تھے اور وہ کئی بار مکہ مکرمہ میں آپ کو مل چکے تھے۔

سعید بن سالم القداح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ابن جریج کے سامنے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل چھیڑ دیتے تھے' وہ ان مسائل کو بڑے غور سے سنتے' استحسان فرماتے' کیونکہ وہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے محب تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں تشریف لاتے تو ابن جریج کے پاس جاتے۔ عبدالعزیز بن ابی داؤد کے ہاں نشست و برخاست کرتے۔ یہ لوگ بھی آپ کی آمد پر اظہار مسرت کرتے اور آپ کے علم و فضل کی بے پناہ تعریف کرتے تھے اور آپ کی ذات پر فخر کیا کرتے تھے۔ ابن جریج کے سامنے آپ کا ذکر ہوتا تو آپ فرماتے وہ فقیہ ہی نہیں۔ فقیہ یمن مکہ امام الفقہا ہیں۔

ہشام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ زندگی بھر میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ میں مکہ مکرمہ میں الشیخ ابن جریج کے پاس جاتا تو وہ

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی عزت اور تکریم سے یاد کرتے تھے۔ عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد نے فرمایا کہ میرے والد گرامی کو اگر کسی دینی مسئلہ میں دقت محسوس ہوتی تو آپ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ کر بھیجتے تھے اور اس کا جواب حاصل کرتے تھے۔ اگر آپ سے ملاقات ہوتی تو بہت سے مسائل زبانی دریافت کر لیا کرتے تھے۔ جب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں قیام فرماتے تو میرے والد ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے' جدا نہ ہوتے اور آپ کے فیصلہ کی ہی اقتدا کرتے تھے۔ عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لوگوں کے درمیان جو شخص حضرت امام رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا تھا ہمیں معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ اہلسنت و جماعت سے ہے اور جو بغض رکھتا تو ہم معلوم کر لیتے کہ یہ بدعتی اور بدبخت ہے۔ عبداللہ بن یزید فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاہ مردان ہیں۔

امام اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابوعبدالرحمٰن مقری حافظ احادیث تھے' وہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی' لوگ کہتے ہم انہیں نہیں مانتے۔ آپ فرماتے مجھے نعمان بن ثابت نے خبر دی ہے کہ جو لوگ فقہ سے ناواقف ہیں وہ مردے ہیں' زندہ نہیں ہیں۔ جو فقہ کو نہیں جانتے اور اس کی فضیلت سے بے خبر ہیں۔ ابوعبدالرحمٰن مقری ایسے شخص کو احادیث نہ سناتے تھے جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ سے ناآشنا ہوتا۔ یہی مقری فرمایا کرتے میں نے آج تک کالے بالوں اور داڑھی والا ایسا عالم دین نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم پایہ فقیہ ہو۔

احمد بن الحاج نیشاپوری نے فرمایا کہ میں ایک دن مسلم بن خالد زنجی کے حلقہ تدریس میں بیٹھا ہوا تھا' وہاں محمد بن مسلم طائفی بھی موجود تھے۔ اسی دوران حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل پڑا۔ محمد بن مسلم نے آپ کی بے پناہ تعریف کی' آپ کے خصائل و شمائل بیان کئے' آپ کا تعارف فرمایا۔ طائفی فرمانے لگے' اتنا مبالغہ بھی اچھا نہیں۔ مسلم نے کہا بخدا یہ مبالغہ نہیں ایک حقیقت ہے۔ مسلم اس موضوع کو اتنے مدلل طریقے سے بیان کرتے گئے کہ طائفی کو تسلیم کرنا پڑا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ بے مثال فقیہ ہیں۔

یاد رہے کہ طایفی وہی بزرگ تھے جو امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے استاد تھے اور مکہ مکرمہ کے بلند پایہ مشائخ میں سے تھے۔ آپ اپنے وقت میں امام الحدیث' امام الفقہ اور امام الکلام تھے۔ عقیدہ کے لحاظ سے معتزلی تھے۔ غیلان بن مسلم کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔ اصول خمسہ کے امام حسن بن محمد بن حنفیہ سے علمی استفادہ کرتے رہے اور واصل بن عطاء (معتزلی) نے امام ابوہاشم عبداللہ بن محمد حنفیہ سے بھی علم حاصل کرتے رہے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

عبدالعزیز بن رواد نے فرمایا۔ کہ ہم حضرت جعفر صادق بن محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس میں مقام الحجر میں بیٹھے تھے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضر ہوئے اور آتے ہی سلام عرض کیا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور آپ کو گلے لگایا' خیر و عافیت دریافت کی' حتیٰ کہ آپ کے نوکروں پر بھی دست شفقت فرمایا۔ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس سے چلے گئے تو لوگوں سے ایک شخص نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا اے ابن رسول ! کیا آپ انہیں جانتے ہیں ؟ فرمایا' میں نے تیرے جیسا احمق اور ناواقف شخص کہیں نہیں دیکھا' میں ان کے نوکروں کی خیریت پوچھ رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ آپ انہیں پہچانتے ہیں ؟ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس وقت کے بہت بڑے فقیہ ہیں۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اپنی مجالس میں اکثر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل بیان فرمایا کرتے تھے اور آپ کے اقوال کو تفصیل سے پیش کیا کرتے تھے لیکن آپ کا نام نہیں لیتے تھے اور کسی پر ظاہر نہیں کیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں پر اعتماد کیا کرتے تھے۔ یونس بن بکیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں امام محمد بن اسحاق صاحب المغازی کوفہ آئے تو ہم ان سے مغازی سننے کے لئے ان

کے اردگرد جمع ہوتے تھے۔ محمد بن اسحاق امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور استفادہ کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں دیر تک بیٹھے رہے اور بہت سے مقامات پر گفتگو کرتے رہے۔

اسماعیل بن ابی فدیک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور دونوں حضرات مسجد حرام کی طرف جا رہے تھے۔ جب مسجد کے دروازہ میں داخل ہوئے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا اور فرمایا' اے اللہ! تیرا گھر امان کی جگہ ہے' تو مجھے اپنی حفاظت میں رکھ اور عذاب سے نجات دے' نار جہنم سے بچا۔

اسحاق بن بہلول رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ابوحمزہ سے سنا ہے کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہایت احسن طریقہ سے کیا کرتے تھے اور فرماتے مجھے تعجب ہے کہ اتنی مصروفیت کے باوجود اتنی عبادت کس طرح کر لیتے ہیں۔ خالد بن ایوب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالعزیز بن الماجشون سے سنا تھا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ حاضری دیتے تو ہم ان سے بہت مسائل دریافت کرتے تھے' آپ ان کا نہایت احسن طریقے سے جواب دیتے تھے۔ وہ دلائل و براہین کے دریا بہا دیتے تھے۔ ہم نے ان کی گفتگو میں کبھی کوئی نقص یا غلطی نہیں دیکھی تھی۔ ہاں وہ بسا اوقات رائے اور قیاس کی روشنی میں بھی مسائل کا حل فرمایا کرتے تھے۔ جب ہم نے آپ سے رائے اور قیاس کی بات کی تو آپ نے احادیث و آیات کی روشنی میں جواب دیا۔

جریر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے مغیرہ کہا کرتے تھے کہ تم حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بیٹھا کرو' اگر آج ابراهیم (نخعی) زندہ ہوتے تو آپ کی مجلس میں آپ کی گفتگو سنتے۔ ایک دفعہ مغیرہ نے کوفہ میں ایک فتویٰ دیا تو سارے شہر میں کہرام مچ گیا' علماء کرام اور ائمہ بھڑک اٹھے۔ مجھے معلوم ہوا کہ ایک نوجوان نے کہا کہ میں یہ مسئلہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن کر بیان کر رہا ہوں۔ جریر نے فرمایا کہ

اگر آپ کہتے ہیں تو پھر درست ہو گا۔ جریر کہتے ہیں کہ میں جب بھی مغیرہ کی مجالس میں گیا تو آپ مجھے سرزنش کرتے اور فرماتے تم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ضرور جایا کرو۔ ہم حضرت حماد (استاذ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی محفل میں بھی حاضری دیتے تھے۔ مگر جس انداز سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسئلہ کا حل بتاتے وہ ہمارے دماغ میں اتر جاتا۔

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں ابن ابی لیلیٰ کے پاس آیا جایا کرتا تھا مگر کچھ دنوں میں میری طبیعت ان سے اچاٹ ہو گئی اور میں انہیں چھوڑ کر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل میں جانے لگا۔ ایک دن مجھے قاضی ابن ابی لیلیٰ ملے' پوچھنے لگے' تمہارے استاذ ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا وہ بڑے صالح اور نیک ہیں' بہت اچھے ہیں۔ ابن ابی لیلیٰ کہنے لگے ان کی مجالس نہ چھوڑنا۔ آج کل ان جیسا صاحب علم کوئی نہیں ہے۔ حضرت رفعہ بن مسقلہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحر علم میں اتنا گہرا غوطہ لگایا کہ آج تک وہاں کوئی نہیں پہنچ سکا۔ آپ نے علم کے بحر بیکراں سے جھولیاں بھر کر موتی برآمد کئے تھے۔

حسن بن زیاد نے بتایا کہ مسعر بن کدام مسجد کے ایک کونہ میں بیٹھتے تھے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے دوسرے کنارے میں بیٹھتے تھے۔ آپ کے شاگرد صبح کی نماز کے بعد ادھر ادھر چلے جاتے' پھر ایک جگہ جمع ہوتے۔ بعض شاگرد آپ سے صرف سوالات کرتے' بعض مناظرانہ انداز میں مسائل کا حل حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ مسجد میں بڑا شور ہوتا' مگر چند لمحوں کے بعد سارے شاگرد خاموش ہو جاتے۔ اب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلائل کا انبار لگاتے جاتے۔ مسعر کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک آواز ان سینکڑوں شاگردوں کو خاموش کر دیتی اور ہر ایک اپنے اپنے سوال کا جواب پالیتا۔ امام مسعر فرمایا کرتے تھے کہ علمی دنیا میں دو شخصوں پر حسد کیا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فقہ کی وجہ سے اور حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ پر ان کے زہد کی وجہ سے۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام مسعر جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے تو ان کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب آپ اپنی نشست پر بیٹھتے تو پھر آپ بھی بیٹھتے تھے' اور بے پناہ احترام کرتے۔ ان کا ذکر خیر کرتے' مدحت و تعریف کرتے' یاد رہے کہ مسعر رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت میں کوفہ کا فخر تھے۔ کوفہ کے اکثر مشائخ آپ کی سند سے گفتگو کرتے تھے۔ (ہم آپ کے حالات آگے چل کر لکھیں گے۔)

شریک کہا کرتے تھے کہ میں نے مسعر سے سنا وہ کہا کرتے تھے ہمارے پاس ایک ایسا مرد (حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے جس کا علمی رعب ہمیں دبائے رکھتا ہے اور جب وہ بات کرتا ہے تو ہم سب پر غالب آجاتا ہے۔ حماد بن ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد گرامی اور ابوالحسن بن عمارہ کو دریا کے کنارے کنارے چلتے دیکھا۔ ایک پل آیا تو میرے والد گرامی نے ابوالحسن کو فرمایا آپ آگے آگے چلیں مگر ابوالحسن نے کہا نہیں' آپ آگے چلیں' آپ کے علم و فضل کا تقاضا ہے کہ آپ ہر قدم پر ہماری قیادت فرمائیں۔ حماد اور زفر رحمتہ اللہ علیہما فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے احادیث کے معاملہ میں حسن کو آزمایا تو وہ ایسے کھرے تھے جیسے خالص سونا ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نے حسن بن عمارہ رحمتہ اللہ علیہ سے جس دن سے تعلقات پیدا کئے ہیں ہمیں وہ کھرا اور خیر کا منبع دکھائی دیا۔

صاغانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابن عمارہ رحمتہ اللہ علیہ کو مسجد میں حدیث بیان کرتے سنا تو یوں محسوس ہوتا کہ ان کے منہ سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ ہیں۔ ابن عمارہ رحمتہ اللہ علیہ نے زندگی کا بیشتر حصہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں گزارا تھا۔ اگر آپ حدیث بیان فرماتے تو ابن عمارہ رحمتہ اللہ علیہ کو فرماتے اب آپ بیان فرمائیں۔ وہ بیان فرماتے تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو کہتے یہ احادیث لکھ لو۔ بسااوقات امام خود حدیث بیان فرماتے تو اسے ابن عمارہ کو فرماتے یہ املا کر لو۔

یٰسین زیات رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

ذات خوشبودار سیبوں کا ایسا شاداب باغ ہے جس میں دو بار پھل آتا ہو اور لوگ آپ کی ذات سے ہر وقت خیر کثیر حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے شاگر آپ کی مجالس سے علم و فضل کی جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے۔ یٰسین زیات بذات خود حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے ایک ایسا مشکل مسئلہ پیش آگیا کہ اس کا حل نہ ملتا تھا' میں بڑا پریشان ہوا۔ آخر آدھی رات کو گھر سے نکلا اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف چل نکلا۔ آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا' مسئلہ بیان کیا' آپ نے سن کر چند الفاظ میں میرا مسئلہ حل کر دیا۔ میں ہر نماز کے بعد حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کے لئے دعاء مانگتا ہوں۔

عبدالعزیز بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام یٰسین رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ مکرمہ میں دیکھا وہ ایک ایسے مجمع میں کھڑے لوگوں کو سمجھا رہے تھے جہاں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین کی اکثریت تھی اور وہ لوگ غیظ و غضب سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کر رہے تھے۔ امام یٰسین بلند آواز سے کہہ رہے تھے' اعتراض کرنے والو! امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مجالس میں جا کر بیٹھو تمہارے سنے سنائے اعتراضات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ ان سے علم حاصل کرو تمہیں ان جیسی مجلس کہیں نہیں ملے گی اور ان جیسا حلال و حرام کے مسائل بیان کرنے والا کوئی نہیں ملے گا۔ ان کے بعد تم اندھیروں میں کھو جاؤ گے اور پھر تم انہیں ڈھونڈو گے۔

محمد بن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام یٰسین رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ جب آپ کا ذکر چھڑ جاتا تو ان کی زبان سے مدح و تعریف کے چشمے ابل پڑتے تھے۔ حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔ پھر انہیں بیان کرتے تو ان کا استحسان فرمایا کرتے تھے۔

محمد بن السائب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں تفسیر کے امام مانے جاتے تھے۔ وہ امام

ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرماتے تو کہتے وہ اللہ کی مخلوق سے بہترین انسان ہیں۔ ایسی مخلوق اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔

بغداد کے چار اوتاد

حضرت ابن سماک رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اس وقت سلطنت اسلامیہ میں چار اوتار ہیں۔ سفیان ثوری' مالک بن مغول' داؤد طائی اور ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔ مگر یہ چاروں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم نشین اور آپ کی مجالس سے مستفیض ہوتے رہے ہیں اور آپ کی احادیث بیان کیا کرتے تھے۔ ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے تو ان کے لئے دعا فرماتے اور لوگوں کو کہتے تم آمین کہو۔ یہ ابن سماک رحمتہ اللہ علیہ کوفہ کے بہترین واعظ اور قابل فخر فقیہ تھے۔ آپ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عملی مراحل طے کئے اور جوانی میں اپنی شہرت سے عباسی خلفاء کے دربار میں رسائی حاصل کر کے اعلیٰ مناصب پر مقرر ہوئے۔ ہارون الرشید کے زمانہ اقتدار تک زندہ رہے۔ آپ ہارون الرشید کو وعظ و نصیحت فرماتے تو اسے رلا دیتے تھے۔ ایک بار وہ اتنا رویا کہ اس کی آنکھیں سوج گئیں۔

اسماعیل بن حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے والد کے مخصوص شاگردوں میں سے تھے۔ میرے والد ان کے علوم کے اظہار پر ہمیشہ رطب اللسان رہتے تھے۔ میں اپنی مصروفیات کے پیش نظر اپنے والد سے زیادہ علم حاصل نہ کر سکا مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دامن مراد بھر کے لے گئے۔ پھر آپ نے میرے والد گرامی کے علوم کا وافر حصہ مجھے عطا فرمایا۔

ابن طلحہ نے ابو تمیلہ سے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو باتیں سنا کرو انہیں محفوظ کر لیا کرو' ہو سکے تو املا کر لیا کرو' کیونکہ آپ کی باتیں پختہ اور مضبوط ہوتی ہیں۔ اسباط بن نصر نے فرمایا کہ میں نے منصور بن معمر کے ہاں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑے احترام سے آتے جاتے دیکھا' وہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو

احتراماً کھڑے ہو جاتے اور ان سے طویل گفتگو کرتے۔ میں نے کسی دوسرے عالم سے اتنی طویل گفتگو کرتے نہیں دیکھا۔

خلف بن ابی ایوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں علماء کرام کی مجالس اور محافل میں آیا جایا کرتا تھا۔ جب میں کوئی ایسی بات سنتا جس کا حل کہیں نہ پاتا تو میں مغموم ہو جاتا' مگر جب میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں جاتا تو میرا سارا غم دور ہو جاتا اور دل و دماغ میں روشنیاں آجاتی۔ میں آپ کی مجلس میں سوال کرتا تو ان کا جواب یوں ہوتا جیسے وہ پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ جواب سن کر مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے میرے دل میں نور کی ایک لہر اتر آئی ہے۔

قیس بن الربیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں کئی علماء سے ملا' ان کی مجالس میں بیٹھا' مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس کا جواب نہیں تھا۔ حجاج بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے قیس بن الربیع سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی بصیرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ باتیں جانتے تھے جو ہمارے دلوں کے تہ خانوں میں پوشیدہ تھیں۔ وہ آنے والے حوادث اور مسائل پر بھی مکمل واقفیت رکھتے تھے۔

حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب و آثار کا مطالعہ کیا تو میں نے یوں محسوس کیا کہ آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا زکی القلب نہیں ہے اور نہ ہی ان سے زیادہ مفید معلومات کہیں سے ملے۔ آپ باب الاحکام پر بات کرتے تو دلائل کے انبار لگا دیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نادر الرجال ہیں وہ فہم و ذکا میں بے مثال ہیں۔

اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ چلا تو آپ نے فرمایا' اس زمانہ میں لوگوں کو دینی احکام کی بے حد ضرورت ہے مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر احکام دینیہ کو کوئی نہیں جانتا۔ یاد رہے کہ اسرائیل ابن یونس ابن اسحاق کوفی رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے مقتدر حفاظ میں سے تھے اور کوفہ والے آپ پر ناز کرتے تھے۔

امام ابن الامام تھے وہ امام ابوالامام تھے۔

مسیب بن شریک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر آج عالم اسلام کے تمام شہروں کے علماء کو جمع کر لیا جائے تو کوفہ کی واحد شخصیت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر بھاری ہیں۔ مسیب علمائے کوفہ میں ایک برگزیدہ عالم دین تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علمی خزانے حاصل کئے۔

ابومعاویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں پر علم کی آسان راہیں کھول دی تھیں۔ علم کے معانی کی شرح اور علمی مشکلات آسان کر دی تھیں۔ کون ہے جو ان کے مبلغ علم کا مقابلہ کرے۔ جس طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال حاصل کیا آج تک کوئی دوسرا اس مقام پر نہیں پہنچ پایا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل و احسان ہے۔ آپ کی مساعی کو اللہ نے بڑی برکت دی۔

علی بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں نے حماد بن ابی حنیفہ (آپ کے بیٹے) کو ابو معاویہ کے تاثرات سنائے تو آپ فرمانے لگے ابومعاویہ ہمارا ہے اور ہمارا طرفدار ہی نہیں بلکہ ہمارا اپنا ہے۔ ابومعاویہ ببانگ دہل فرمایا کرتے تھے' کہ اے کوفہ والو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اعمش کی وجہ سے بلند قدر کر دیا ہے اور سارے عالم اسلام میں تمہیں علمی شرف اور بزرگی ملی ہے۔ یاد رہے کہ ابومعاویہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے ایک نابینا عالم دین تھے۔ یہ وہ نابینا عالم دین تھے جنہیں خلیفہ ہارون الرشید اپنا مہمان خصوصی بنا کر ایوان خلافت میں بلایا کرتا تھا۔ ہارون الرشید نہ صرف آپ کا بے پناہ احترام کرتا بلکہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا کرتا تھا۔ ایک دن جب کھانا لایا گیا تو ہارون الرشید نے خود اٹھ کر آپ کے ہاتھ دھلائے اور پوچھا' حضور آپ کو معلوم ہے آپ کے ہاتھ کون دھلا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ ہارون الرشید نے بتایا آج سلطنت اسلامیہ کا خلیفہ ہارون الرشید آپ کے ہاتھ دھلا رہا ہے' آپ نے فرمایا اللہ آپ کے اعزازا میں برکت دے۔ آپ نے علم کی عزت کی ہے' آپ کو اللہ تعالیٰ عزت سے نوازے۔ اے امیرالمومنین اللہ تعالیٰ آخرت میں آپ کے مراتب بلند فرمائے گا۔

ہارون الرشید نے کہا میں نے یہ خدمت اسی ارادہ سے کی ہے کہ میری آخرت سنور جائے۔

وکیع کے سامنے ایک ایسی حدیث آئی جس کا مطلب وہ سمجھنے سے قاصر تھے۔ اگرچہ وہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ پوچھنا مناسب نہ سمجھتے تھے مگر وہ سانس چڑھا کر اٹھے اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف دوڑے اور اپنی مشکل حل کرائی۔ علی بن حکیم نے فرمایا کہ میں نے وکیع سے سنا وہ کہہ رہے تھے لوگو! تم حدیث یاد کرتے ہو مگر اس کے اسرار و معانی سے واقفیت حاصل نہیں کرتے اور اسی طرح تم سب کچھ جانتے ہوئے بھی بے خبر رہتے ہو۔ اس طرح تمہاری عمر ضائع ہوتی ہے اور دین سے بھی ناواقفیت رہتی ہے۔ میں دلی آرزو کرتا ہوں کہ کاش مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کا دسواں حصہ ہی مل جاتا۔

ابو یوسف الصفار نے فرمایا ہم امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث سنائی۔ جب اس کی وضاحت فرمائی تو بہت سے علم سامنے آئے۔

محمد بن ظریف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم وکیع کے پاس بیٹھے تھے' انہوں نے فرمایا لوگو! تمہیں صرف حدیث کے الفاظ کا سماع نفع نہیں دے گا جب تک اس کے مطالب یا فقہ تک نہ پہنچو گے تب تک کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور یہ وضاحت حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ کی صحبت میں حاصل ہو گی۔

نضر بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کوشش فرمائی کہ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر محیط ہو جائیں اور ان کے افکار کو دبا لیں مگر اس کوشش کے باوجود اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور نہ ان کے اقوال کو دبا سکے۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب احادیث کی فقہی تشریح کرتے ہیں تو انہیں آسمانی تائید حاصل ہوتی ہے۔ ان کی علمی وسعتیں اتنی دور تک پھیلی ہوئی ہیں کہ کوئی دوسرا ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ یاد رہے نضر بن ابو نصر اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کوفی ہیں

جو کہ کوفہ کے حفاظ و علماء پر مقتدر تھے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے عوام اور علما ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے خواہ آپ سے استفادہ کریں یا انکار کریں مگر وہ آپ کے علم و فضل سے محروم نہیں رہ سکتے تھے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی مجالس بہت پرہجوم رہیں۔ حسد اور مخالفت کے باوجود اس میں کمی نہ آئی۔ آپ مسجد کے حلقہ میں بے پناہ شاگردوں میں گھرے رہتے۔ گھر جاتے تو سائلین کی قطاریں پہنچ جاتی تھیں۔ آپ سارا دن رات مصروف رہتے' رات گئے تک آپ مسائل بیان فرماتے۔

یحیٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علمائے کوفہ و بصرہ کا اتفاق ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں ہوا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کا چرچا نہ ہوتا تو لاکھوں لوگ علم سے محروم رہ جاتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کیا کرتے تھے۔ ان کی خدمات کے اثرات آفاق سے آفاق تک پہنچتے تھے۔ آپ نے اتنا اجتہاد فرمایا کہ آج تک کسی نے اتنا اجتہاد نہیں کیا تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھایا۔ آپ کے علم سے خواص و عوام یکساں مستفید ہوئے۔ یحیٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شریک اور داؤد تو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ادنیٰ غلام تھے۔ کاش وہ قریب ہو کر سنتے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کہہ رہے ہیں۔

علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' یحیٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ عام لوگوں اور کوفہ کے علماء کی باتوں سے باخبر تھے۔ وہ خود کثیر الفقہ و الحدیث تھے۔ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس سے بہت فائدہ اٹھاتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے کوفہ کی مسجد فقہ کا خزینہ تھی۔ فقہا کثرت سے حاضر رہتے تھے۔ ابن ابی لیلیٰ' ابن شبرمہ' حسن بن صالح اور شریک جیسے بلند پایہ علماء موجود تھے مگر ان لوگوں کی باتیں بے روح ہوتی تھیں۔ وہ اپنے فتووں میں دربار کا بڑا لحاظ رکھتے۔ مگر زمانے نے دیکھا کہ ان حضرات کی باتیں وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال مستقبل کے قاضیوں' بادشاہوں اور امراء کے لئے مشعل راہ بنے۔ خلفاء حکام اور امراء انہیں کے فیصلوں کی روشنی میں اپنے احکامات جاری

کرتے۔ آپ نے مزید بتایا کہ جس محفل میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لاتے لوگ آپ کی گفتگو پر اعتماد کرتے تھے۔ جب تک آپ محفل میں رونق افروز رہتے کسی بڑے سے بڑے عالم کی مجال نہ ہوتی کی بات کر سکے۔ عبداللہ بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہا کے سردار ہیں۔ آپ کی دینی خدمات سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ' حاسد علماء اور درباری قاضی اور باغی مولوی آپ سے حسد ضرور کرتے مگر آپ کے مسائل کو ہی مشعل راہ بناتے۔

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام آرزوؤں کو پورا کیا ہے اور اپنی رحمتوں سے نوازا ہے مجھے بتائیے اب اس سے بڑھ کر آپ کی کیا تمنا ہے؟ آپ نے فرمایا میری دلی تمنا ہے کہ میں مسعر بن کدام رحمتہ اللہ علیہ جیسا زہد و تقویٰ اختیار کروں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح لوگوں کو علم تقسیم کرتا رہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے مال و دولت سے نصف غریبوں میں تقسیم کر دوں اور مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ایک مجلس نصیب ہو جائے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس وقت دو لاکھ دینار تھے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو امام اصمعی نے فرمایا کہ آپ ایسی آرزو کیوں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا آج میرے دل میں جو علمی خدشات ہیں' کاش میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کر کے انہیں دور کر لیتا۔

عاصم بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آج تمام لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کے پایہ کا کوئی عالم دین دوسرا نہیں۔ آپ نے فرمایا میرا علم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کے سامنے ایسا ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک چھوٹی سی نہر۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ تعالیٰ نے دنیا کے علوم اور آخرت کی نیکیوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی قول یاد آتا ہے تو میرا دل قوی ہو جاتا ہے۔ جب کوئی مسئلہ نہیں آتا تو میرے دل پر

پہاڑ سا بوجھ محسوس ہوتا ہے اور دل بیٹھنے لگتا ہے۔ میں نے تفسیر میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ ہم مسائل میں اختلاف کرتے ہوئے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں جاتے تو آپ ان اختلافات کو ایسے دور کر دیتے جیسے ان کے دامن میں پہلے ہی جواب موجود تھے۔

حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے ابو ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ جب عراق جاؤ تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضرور ملنا' میرا سلام عرض کرنا' وہ کوفہ کے ایک بلند پایہ فقیہ ہیں۔ انہیں مل کر میرا سلام کہنا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان خط و کتابت ہوتی تھی اور برادرانہ تعلقات قائم تھے۔

حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس لئے محبت کرتا ہوں کہ ان سے امام سختیانی رحمۃ اللہ علیہ محبت کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ امام سختیانی رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے جلیل القدر امام تھے اور وہ فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بار میں کوفہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی مسجد کے قریب ملا تو آپ نے کھڑے کھڑے ہر سوال کا جواب دے دیا۔ میں حیران رہ گیا کہ یہ علم کا سمندر ہے۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے' میں اس دن سے آپ کا گرویدہ ہو گیا۔

حارث بن منصور رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بحر السقا نے مجھے بتایا' میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف مسائل پر گفتگو کرتا تو آپ فرماتے واقعی تم بحر (سمندر) ہو۔ میں عرض کرتا اگر میں آپ کی نگاہ میں بحر (سمندر) ہوں تو آپ میرے نزدیک بحر البحور ہیں۔ یہ بحر السقا بن کنیر (مضر الباہلی) بصرہ کے فخر اور اس کے فضلا کے امام تھے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں سعید بن ابی حجر کے پاس آتا جاتا تھا۔ جب وہ کوفہ میں تشریف لاتے تو مجھے اطلاع کرتے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ نے مجھے ایک دن فرمایا کہ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس کی کوئی بڑی محکم بات سناؤ۔ میں نے ایک مسئلہ پر ان سے گفتگو کی تو آپ خود اٹھ کر حضرت امام

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور استثناء کے مسئلہ پر گفتگو کی۔ مطمئن ہونے کے بعد فرمایا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ متفرقہ علوم میں تمام علماء سے بلند تر ہیں۔ تمام علماء کا علم جمع کر دیا جائے تو وہ سب کا سب آپ کے سامنے ایک ذرہ کی حیثیت رکھتا۔ یہ سعید بصرہ کے امام مطلق تھے۔ وہ بصریوں کے لئے فخر تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ سے بصرہ کی طرف آپ کے لئے تحائف بھیجتے تو آپ بڑے فخر سے اپنے اصحاب کو بتاتے۔

امام یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں بصرہ میں عثمان کے پاس جاتا تو محسوس کرتا کہ آپ علم و فضل کے امام ہیں' لیکن میں جب کوفہ آتا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شاگردوں سے ملتا تو مجھے معلوم ہوتا کہ میں تو معمولی آدمی ہوں' ابھی طفل مکتب ہوں۔ مجھے محسوس ہوتا کہ ابھی تک میں علم سے نابلد ہوں۔ میرے درمیان ابھی کئی پردے لٹک رہے ہیں۔ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شاگردوں کی مجالس کی وجہ سے اپنی لاعلمی کے پردوں سے باہر آگیا۔ یوسف بن خالد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کا ایک دریا ہیں جو ہمیشہ رواں دواں ہے۔ آپ جیسی عظمت اور شان کسی دوسرے کے ہاں نہیں پائی جاتی۔

ابو عاصم نبیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل صدیقوں جیسا ہے۔ آپ کے علم سے ہزاروں لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدی بصرہ کے باعث فخر حفاظ میں سے تھے۔ آپ فرماتے ہیں میں احادیث کا ناقل تھا' میں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو امیرالمومنین فی الاحادیث پایا تھا اور ابن عیینہ کو امیرالعلماء پایا تھا۔ میرے نزدیک شعبہ عبارالحدیث تھے۔ (جسے ہر حدیث پر عبور حاصل ہو) ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کو صراف الحدیث مانتا تھا۔ یحیٰ بن سعید کو قاضی العلما کہا کرتا تھا مگر جب میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث نقل کرنا شروع کیں تو مجھے محسوس ہوا آپ احادیث کا ایک بحر ناپیدا کنار ہیں اور وہ قاضی القضاۃ العلماء کے درجہ پر فائز ہیں۔

روح بن ابی عبادہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس سے زیادہ علم حاصل نہ کر سکا مگر مجھے ان سے محبت تھی۔ مجھے افسوس رہا کہ میں ان کے اقوال کا احاطہ نہ کر سکا اور ان سے پورا پورا استفادہ نہ کر سکا۔ یہ افسوس مجھے ساری زندگی رہا۔ علم تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا۔ ہم نے جو کچھ پڑھا وہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔

وہب بن جریرہ بن حازم نے فرمایا کہ میرے والد گرامی مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابیں پڑھنے کی تاکید کرتے اور شوق دلایا کرتے تھے۔ وہ اکثر آپ کی خدمت میں وقت گزارا کرتے تھے۔

عبداللہ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے خیال آیا کہ میں کوفہ جا کر وہاں کے علماء سے علم حاصل کروں۔ میں شعبہ کے پاس گیا اور انہیں عرض کی کہ آپ کسی عالم دین کے نام سفارشی خط لکھ دیں تاکہ میں ان سے علم حاصل کر سکوں۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام خط لکھا' میں نے جب یہ خط پیش کیا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بڑی شفقت سے قبول فرمایا اور بڑی تعظیم و تکریم سے اپنے حلقہ درس میں داخل فرمایا۔

یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شعبہ جب حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے تو انتہائے شوق میں آپ کا ذکر کرتے جاتے اور بے پناہ تعریف کرتے۔ ہر سال آپ کی خدمت میں تحائف بھیجا کرتے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے تحائف کی قدر کرتے۔ ابن ابی شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ابو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنا تھا کہ سعید بن یحییٰ صمیری الواسطی واسط کے ائمہ اور حفاظ احادیث میں سے تھے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور علم حاصل کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیرالامہ ہیں' سخت سے سخت مسائل کو حل کرنے میں کمال رکھتے تھے۔ ان کے سامنے احادیث مبہمہ لائی جاتیں تو ان کی تفسیر فرماتے اور یوں معلوم ہوتا کہ آپ کو کشف ہوا ہے۔

معروف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک دن علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا، علم و فقہ کو لازم پکڑو۔ میں نے کہا کیا ہم علم کو لازم نہیں جانتے۔ فرمایا جو تم پڑھ کر آئے ہو یہ علم نہیں ہے۔ علم تو وہ ہے جو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھاتے ہیں، باقی تمام علوم اس عظیم الشان متن کے حواشی ہیں۔ علی بن عاصم واسط میں امام الحدیث والفقہ تھے۔ آپ کو حدیث و فقہ کے علاوہ مختلف علوم پر عبور حاصل تھا۔ وہ مختلف اصناف علم کے امام مانے جاتے تھے۔ انہوں نے زندگی کا اکثر حصہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تدریسی مقامات میں گزارا تھا۔ وہ اکثر روایات آپ کی نسبت سے ہی بیان فرمایا کرتے تھے۔ ان کے تلامذہ آپ کو خوش کرنے کے لئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کرتے، ان کی تعریف کرتے، دوسری طرف علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کی زبان کھلتی تو یوں محسوس ہوتا کہ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات بیان فرما رہے ہیں اور علم و فضل کا ایک چشمہ ابل رہا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے اگر ہمارے زمانے کے اہل علم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کو پھیلاتے تو دنیا کا بچہ بچہ علم دین سے واقف ہو جاتا۔ یہی علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال علم کی تفسیر ہیں۔ احادیث کی تشریح میں جسے آپ کے علم کا ادراک نہیں وہ حلال و حرام میں تمیز کرنے کی اہلیت سے محروم ہے اور سیدھے راستہ سے دور ہو جائے گا۔

محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا۔ وہاں یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، احمد بن حنبل (امام حنبل) زہیر بن حرب رحمتہ اللہ علیہم اور دوسرے جید علمائے کرام بھی موجود تھے۔ آپ سے جب فتویٰ پوچھا جاتا تو فرماتے اہل علم کے پاس جاؤ۔ علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا آپ کے پاس یہ جید علمائے کرام تشریف فرما ہیں کیا یہ بے علم ہیں۔ آپ نے فرمایا علم تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کے پاس ہے۔ تم لوگ تو چل پھر کر دوائیاں بیچنے والے ہو۔

یاد رہے کہ اہلحدیث حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ واسط میں حفظ و اتقان،

علم و زہد میں یزید بن ہارون رحمتہ اللہ علیہ جیسا کوئی عالم نہیں تھا۔ اپنے علم و کبر سنی کے باوجود آپ کو جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی رجوع فرمایا کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان سے ابراہیم بن عبدالعزیز نے روایات جمع کی تھیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ ایک عالم کو کب فتویٰ جاری کرنا چاہیئے؟ فرمایا جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو جائے۔ پھر فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال اور ان کی کتابوں پر نظر رکھے بغیر چارہٗ کار نہیں۔ انہی کی کتابوں سے انسان فقیہ بنتا ہے ورنہ میدان جہالت میں ٹکریں مارتا پھرتا ہے۔

محمد بن الجعد رحمتہ اللہ علیہ (مناقب امام موفق میں جنید لکھا ہے) انہی سے روایت کیا کرتے تھے اور فرماتے میں نے متقدمین سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عالم سنا ہی نہیں۔ ان کے اقوال کو ذکی عالم ہی سمجھ سکتا ہے اور اصحاب فہم ہی جان سکتے ہیں۔ احمد بن علی بن موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب گفتگو فرماتے تو اہل علم و فضل کی گردنیں خم ہو جایا کرتی تھیں۔ عبدالرحیم بن خیب فرمایا کرتے' امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام علماء کرام کے سامنے آفتاب جہاں تاب کی طرح ضیاباری فرماتے تو سارے عالم ستاروں کی طرح ماند پڑ جایا کرتے تھے۔

حفص بن علی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بڑے بڑے اہل علم کی زیارت کی مگر مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ملا۔ عبداللہ بن ابی لبید نے فرمایا ہم یزید بن ہارون کے پاس بیٹھے تھے۔ وہاں مغیرہ نے ابراہیم کی روایت بیان کرتے ہوئے حدثنا کہہ دیا۔ امام یزید رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے ارے احمق! کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کر رہے ہو' تم حدیث کو کس طرح بیان کرو گے جب تم اس کے معنی سے ہی نابلد ہو۔ تمہارا علم تو صرف سماع الحدیث تک ہے۔ اگر تمہیں علم تک رسائی ہوتی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کی پناہ لیتے اور آپ کے اقوال کو سامنے رکھتے۔ اس شخص کو ڈانٹ کر اپنی مجلس سے اٹھا دیا۔

علی بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے ابوامیہ سے پوچھا کہ سارے عراق میں

کون فقیہ ہے۔ انہوں نے فرمایا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' وہی امام ہیں بلکہ وہی امام الفقہا ہیں۔ ابوامیہ عبدالکریم جزری رحمۃ اللہ علیہ اہل جزیرہ کے امام تھے۔ ایک بار انہوں نے فتویٰ دیا۔ ان کے پاس امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شاگرد ابوحمزہ بھی بیٹھے تھے۔ انہوں نے فرمایا یہ فتویٰ تو غلط ہے' اصل میں صحیح فتویٰ یہ ہے۔ انہوں نے ابوحمزہ سے پوچھا تمہارے پاس امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کونسا قول ہے؟ آپ نے پورا قول سنایا تو امام جزری نے اسی قول پر فتویٰ دیا۔

عفان بن سیار فرمایا کرتے تھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دینی معاملات میں حکیم حاذق کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہر بیماری کا علاج اور دوا آپ کے پاس موجود ہے۔ خارجہ بن مصعب رحمۃ اللہ علیہ سرخس کے امام الائمہ تھے۔ تمام اہل علم آپ کے فتویٰ اور روایات کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اکثر روایات امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لی تھیں اور انہیں نہایت اعتماد سے پیش کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مسلک امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارے خراسان میں پھیلا تھا۔ فرمایا کرتے تھے میں نے علم حاصل کرنے کے لئے ایک لاکھ دینار خرچ کئے تھے۔ پھر لوگوں کو علم سکھانے پر ایک لاکھ دینار خرچ کرتا رہا ہوں۔ آپ نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علم حاصل کیا اور آپ کے مشائخ سے استفادہ کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ہزاروں علماء سے ملاقات کی' مسائل پر گفتگو کی' مگر مجھے صرف تین چار ایسے علماء ملے جنہوں نے مجھے مطمئن کیا۔ ان میں سے ایک امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کو جس صاحب علم نے دیکھا گردن جھکا دی اور خود کو آپ کے سامنے چھوٹا محسوس کرنے لگتا۔ آپ اپنی فقہ' صیانۃالنفس' زہد اور ورع میں بے مثال تھے۔

حضرت امام ابراہیم بن رستم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے خارجہ کی زبان سے سنا کہ میں ہزاروں علما کو ملا' میں نے کسی کو تفسیر' علم فقہ اور عقلی استدلال میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا نہیں پایا۔ آپ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں "ارکان العلم" کے درجہ پر فائز تھے۔ خالد بن سلیمان نے فرمایا میں خارجہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا تو وہاں علماء و

زہاد وقت کا ذکر چل نکلا۔ آپ نے فرمایا میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہوں' ان کے اقوال پر فتویٰ دیتا ہوں اور ان کے فتویٰ پر یقین رکھتا ہوں۔

ابراہیم بن رستم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ بہت بڑے بڑے علماء کو ملے ہیں مگر فتویٰ صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات پر جاری کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ قطب الرجال ہیں۔ تمام اہل علم ان کے گرد گھومتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اکابر علمائے اسلام کو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل میں دیکھا۔ میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا جس نے آپ کے فیصلے سے تجاوز کیا ہو۔ آپ نے فرمایا اگر میں بعض سفہا (بیوقوف علماء) کا تذکرہ کروں تو یہ فضول بات ہو گی' ایسے لوگ نہ علم سے آشنا ہوتے ہیں نہ اہل علم کے مقام کو جانتے ہیں۔ عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علمائے دین صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ تمام اندھیروں میں ٹکریں مارتے پھرتے ہیں' انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ابواسحاق طالقانی نے فرمایا کہ علماء کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغیر چارہ کار نہیں۔ علم تفسیر' احادیث اور فقہ میں ہر جگہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

وہب بن زمعہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت گہرے غور کے بعد فیصلے کیا کرتے تھے۔ اگر مجھے مبالغہ اور افراط گو نہ کہا جاتا تو میں کہتا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی بھی مقدم نہیں ہے۔ سوید بن نصر نے وہب بن زمعہ سے روایت کی ہے یہ نہ کہو کہ یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے۔

عمرو بن صالح رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کیا کرتے تھے حالانکہ اس وقت دوسرے تابعین موجود تھے۔ مگر اکثر تابعین امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تابع تھے۔ یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہو گا کہ ہم نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی کتاب کے

ابتدائی صفحات پر تابعی لکھا ہے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے ساتھی تابعین سے بلند رتبہ تھے۔ ہم اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتانا چاہتے ہیں کہ آپ تابعی تھے اور بالیقین تابعی تھے۔ مگر ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ کے ہمعصر تابعین کو بھی کسی مسئلہ میں دقت پیش آتی تو وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اگر کسی نے مزاحمت کی بھی ہے تو وہ آپ کے فتویٰ کے سامنے عام دکھائی دیتا ہے۔ آپ فیصلہ کے لئے اصل احادیث کو اپنا مرجع بنایا کرتے تھے۔ تبع تابعین کے فیصلے تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کی تحقیق کے تابع تھے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں مختلف شہروں میں گھوما ہوں، مجھے علم اصول الحلال و الحرام کسی سے نہیں ملا یہاں تک کہ میری امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو تمام مسائل آفتاب کی طرح روشن نظر آئے۔

فضل بن موسیٰ رازی رحمۃ اللہ علیہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بہترین حافظ تھے آپ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت کچھ حاصل کیا۔ احادیث نبوی کی تفسیر کے مختلف نکات سنے وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع کی طرف ترغیب دیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حجاز و عراق کے علماء کرام کو ملتا رہا ہوں۔ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کوئی مجلس کوئی محفل نہیں ملی۔

توبہ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا امر محکم نہ ہوتا تو انہیں اتنی بڑی پذیرائی نہ ملتی۔ امام بجلی کی روایت میں ہے ہم ایسے کسی صاحب علم کو نہیں دیکھتے جو ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان راہنمائی کرتا ہو۔ ابوحمزہ سکری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کچھ سنا اگر لاکھوں روپیہ خرچ کرتا تو حاصل نہ کر سکتا اور جو کچھ میں نے آپ سے پایا اس سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر مجھے ایک لاکھ دینار بھی مل جاتے تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔ آپ نے فرمایا فاسد بیع اور صحیح بیع کا فیصلہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی ہوتا تھا۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ آج کے زندہ لوگوں میں سے کس کی اقتداء کی جائے؟ ابو حمزہ ائمہ مرو میں سے تھے اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ وہ دیگر مشائخ سے زیادہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات پر عمل کیا کرتے تھے۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا آج اگر کوئی شخصیت لائق اقتداء ہے وہ ابو حمزہ ہیں جو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترجمان ہیں۔

ابو علمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بہت سے علماء کرام سے احادیث سنی ہیں مگر جب ان احادیث کو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پیش کیا تو آپ نے ان کے اسناد لور اصل بیان فرما کر مجھے خوش کر دیا۔ ابراہیم بن رستم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو شخص یہ کہے کہ مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کی ضرورت نہیں وہ جاہل مطلق ہے۔ انہوں نے فرمایا میں لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا ہوں مگر فتویٰ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیقات کی روشنی میں دیتا ہوں۔

شداد بن حکیم نے فرمایا کہ ہم نوح بن ابراہیم ابو عصمہ اقطع کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' وہاں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا۔ اگر نوح بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کوئی حدیث بیان کرتے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ضرور کرتے تھے اور فرماتے جس طرح امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کی تفسیر کی ہے کوئی دوسرا نہیں کر سکے گا۔ فرمایا میں بہت سے ائمہ کے پاس بیٹھا ہوں مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی بھی نہیں پایا۔ یہ نوح بن ابراہیم سارے خراساں کے امام تھے۔ مرو والے آپ پر فخر کرتے تھے۔ آپ ہی وہ امام ہیں جو خراسان میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابیں لائے اور ہر شہر کے عالم تک پہنچاتے گئے۔ سارا خراسان امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے روشن ہو گیا۔

معروف بن حسان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ نوح آپ سے اکثر روایات بیان کرتے ہیں وہ ایسے مسائل پر بھی گفتگو کرتے ہیں جنہیں ہم نے آپ کی زبان سے نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا نوح علم کا مخزن ہیں۔ علوم کا منبع

ہیں، وہ ہماری مجالس میں کافی عرصہ شریک رہے، ان کی باتوں پر عمل کیا کرو۔ جب نوح بن ابراہیم مرو میں منصب قضاہ پر فائز ہوئے تو لوگوں کو انصاف ملا۔ ہم یہاں ان حضرات کے اعتراض کا جواب دیئے بغیر نہیں رہ سکتے جو کہتے ہیں کہ نوح بن ابراہیم کی روایت کو محدثین نے رد کیا ہے۔ اس کی تعدیل اور صفائی خود امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی ہے اور ہم اسے ہی کافی، وافی اور صافی سمجھتے ہیں۔ جنہیں احادیث کی تفسیر و تشریح کا علم نہیں وہ نوح بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی تشریحات کا کب ادراک کر سکتے ہیں۔

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علوم سیکھے اور آج وہ ان معترضین کے مستند ائمہ اور محدثین سے ہیں۔ حالانکہ عبداللہ بن المبارک تو نوح بن ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کے غبار علم کو بھی نہیں پہنچے۔ ان کی روایات نقص سے مبرا ہیں۔ پھر وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث سے ناواقف تھے کس منہ سے بات کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے علم کی بنیاد عیاش کی روایات پر رکھتے ہیں جو خود ضعیف الحدیث تھے۔ ابن المبارک کو خود اعتراف ہے کہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقاد المحدثین ہیں۔ جامع الاحادیث ہیں، دقایق کے ترجمان ہیں۔ جرح و قبول میں اپنے کلام میں محقق ہیں۔ اس کے علاوہ وہ شرائط حدیث میں محدثین اور فقہا سے بعض احادیث کے اسناد میں مختلف ہیں۔ ہر ایک کا طریق کار مختلف ہوتا ہے۔

نضر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا یقین ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیائے علم و فضل میں رحمت کا بادل بن کر آئے تھے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو بہت سا علم ضائع ہو جاتا۔ ہم یہاں وضاحت کرتے ہیں کہ نضر بن محمد مرو میں اپنے زمانہ کے لئے باعث صد افتخار امام تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کثرت سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں کافی عرصہ رہے۔ لوگوں نے جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ خراسان میں زیادہ فقیہ کون ہے آپ نے نضر بن محمد کا نام لیا۔ ہم یہاں ایک واقعہ بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دعوت پر بلایا گیا۔ آپ کے پاس چادر نہیں تھی۔ سردی کی وجہ سے چادر کی ضرورت تھی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نضر بن محمد کی چادر لے کر اوڑھ لی جسے انہوں نے دو سو درہم میں خریدا تھا۔ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تقریب سے واپس ہوئے تو آپ نے فرمایا نضر تمہاری چادر نے میری شان بڑھا دی نضر بن محمد فرمانے لگے۔ آپ نے میری زندگی کی شان بڑھا دی۔ میں نے ساری زندگی آپ کی سفیدی میں سیاہی نہیں دیکھی۔ (یعنی آپ کے علوم میں غلطی نہیں دیکھی) اور آپ کو ہمیشہ بے عیب پایا۔

عامر بن الفرات اہل نساء کے امام تھے۔ فرماتے تھے' میں پہلی بار امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل میں بیٹھا' آپ نے گفتگو شروع کی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں طفل مکتب ہوں۔ کچھ عرصہ آپ کی مجالس میں رہا تو مجھے احساس ہوا کہ اب میں بھی اہل علم میں سے ہوں۔ پھر زندگی میں قدم رکھا تو میں ایک بلند قدر امام تھا۔

محمد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں عامر بن فرات کے پاس آیا جایا کرتا تھا آپ نے پوچھا' کیا تم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا' میں تو حدیث کا طالب ہوں۔ مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس یا کتابوں سے کیا غرض آپ نے فرمایا' میں ستر سال احادیث کا مطالعہ کرتا رہا مگر مجھے استنجا کا صحیح طریقہ معلوم نہ ہو سکا۔ جب میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو ہزاروں مسائل سے آگاہی ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کوئی مجھے کہے کہ میں اپنی رائے سے مسائل کو حل کرتا ہوں تو میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ سب کچھ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضان سے حاصل ہوا ہے۔ "رائے" دراصل وہی طریقہ قیاس ہے جس کا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین آپ کو قیاس کا طعنہ دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر قیاس حروف ناصبہ سے ہوتا تو ضرور اس میں نقص ہوتا مگر یہ تو حروف جارہ سے ہے جس پر حکم کی بنا ہے۔ اور یہ رافعہ سے بھی نہیں اور جازمہ رافعہ سے بھی نہیں۔ اہل معانی صرف الفاظ کو نہیں دیکھتے بلکہ اس کے عمل کو دیکھتے ہیں۔ وہ بھی بہ طریق

مشابہت کے جو اسے نص ہے۔ اس کا معنی بہ طریق تعدی نص کی طرف سے کھینچتا ہے اور نص لازم نہیں۔ ہاں رائے وہ عقل ہے جسے فروع میں کوئی دخل نہیں۔ اسی لئے اصول شرع چار مقرر ہیں' جو فیصلے احکام اسلام کو نظرانداز کر کے صرف عقل کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں وہ مردود ہیں۔ قیاس کی بنیاد تو احادیث و آیات پر ہے۔

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' جسے دیکھو کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیبت میں ملوث ہے سمجھ لو کہ وہ علم کی وسعتوں سے محروم ہے۔ تنگ نظر ہے' تنگ دل ہے۔ آپ جب بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد کرتے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور داڑھی تر ہو جاتی۔ عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ میں ہزاروں علماء سے ملاقات کر چکا ہوں' صرف تین ایسے علماء کرام نظر آئے جو عقل اور دینی بصیرت سے مالامال تھے۔ ان میں ابن عون ورع میں کمال رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ میں نے کہا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مبھوت ہیں۔ آپ نے فرمایا توبہ توبہ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوتے میں بیع فلوس میں غرق ہوتا۔ بلکہ تم مبتدعین میں سے ہوتے۔ حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ جب کوفہ میں آتے تو امام زفر کے پاس ٹھہرتے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں سے استفادہ کرتے' ان سے بعض کتابیں لے کر گہرا مطالعہ کرتے بلکہ بعض تحریریں محفوظ کر لیتے۔ ان سے پوچھا گیا کیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ زیادہ فقیہ ہیں یا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟ آپ نے فرمایا' کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ روئے زمین کے فقیہ ہیں۔ لیکن یہ بات سنتے ہی حسن بن عرفتہ العبدی نے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اپنے بارے میں جھوٹ نہیں باندھتے۔ ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ میں ہمارے امام ہیں بلکہ امام الائمہ ہیں' البتہ حدیث میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بعد واقف احادیث ہیں۔ جب یہ دونوں بزرگ کسی ایک مسئلہ پر اتفاق کر لیتے تو پھر مجھے چارہ کار نہیں ہوتا کہ مخالفت کروں میں سر تسلیم خم کر لیتا ہوں۔

وکیع بن الجراح نے فرمایا کہ میں اپنے وقت کے تمام علماء سے ملا لیکن امام

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ جعفر بن بزیع نے فرمایا کہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر پانچ سال رہا میں نے ان سے بڑھ کر خاموش کسی کو نہیں دیکھا۔ ہاں جب کوئی سوال کرتا تو اسے تسلی بخش جواب دیا جاتا تھا۔

نصر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب کوئی حق بات آتی تو آپ اس کی تائید فرماتے، خاموش نہیں بیٹھتے تھے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ رہے ہمیں کوئی نہ روند سکتا تھا۔ نہ معترض ہو کر محفوظ رہ سکتا تھا۔ اب ایسا وقت آیا ہے کہ ہر کہہ و مہ ہمیں روندتا چلا جاتا ہے اور ہم جواب نہیں دیتے۔

حبان التوحیدی نے فرمایا کہ تمام بادشاہان اسلام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عیال ہیں۔ جب وہ سیاست کرتے ہیں تو دنیا بھر کے بادشاہ ان کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں۔ اسی طرح عالم اسلام کے تمام فقہا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عیال ہیں۔ جب وہ مسائل کو قیاس کے پیمانے سے حل کرتے ہیں تو ہر فقیہ گردن جھکا دیتا ہے۔ تمام محدثین اسلام حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے عیال ہیں جب وہ سند بیان کرتے ہیں تو کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ تمام اسلاف ابو عثمان کے عیال ہیں جب وہ مسائل بیان کرتے ہیں تو ہر ایک کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ چاروں اپنے اپنے فن میں امام ہیں۔ ان کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ میں، خلیل (نحوی) ادب میں، جاحظ تصنیف میں اور ابو تمام شعر گوئی میں اپنی مثال خود ہیں۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص مغازی میں کمال حاصل کرنا چاہے وہ محمد ابن اسحاق کے عیال میں ہو جائے۔ جو فقہ میں قابلیت حاصل کرنا چاہے تو وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرے۔ نحو میں کسائی، تفسیر میں مقاتل بن سلیمان اور شعر گوئی میں ہر شخص زہیر کا عیال ہے۔ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک مجلس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی کمالات پر گفتگو کر رہا تھا کہ ایک شخص نے اٹھ کر آپ کا گلہ کرنا شروع کر دیا میں نے اس سے پوچھا تم کیا کر سکتے ہو۔ جسے

اللہ پسند فرمائے اور اسے بلند رتبہ دے، اسے کمالات علمیہ سے نوازے، اس کا تم کیا بگاڑ سکتے ہو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے سربلندی عطا کی ہے، اسے پسند فرمایا ہے، اسے علمی کمالات میں پسند فرمایا ہے، اگر تم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لیتے تو تم اعتراف کرتے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اس امت کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ لوگو! تم ان کے متعلق طعن و تشنیع کرتے ہو، جو ان کی مجلس سے محروم رہا وہ آپ کے کمالات سے بھی محروم رہا۔ جو ان کے پاس نہیں ہوتا وہ محروم و محجوب رہا اور ناقص رہا۔

محمد بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ اس شخص کو ذلیل کرے جو ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سست گفتگو کرتا ہے۔ بشر بن یحییٰ نے فرمایا ہم ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں بیٹھے تھے کہ کسی نے ایک مسئلہ پوچھا تو آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول بیان فرمایا، پھر ایک قول طاؤس کا بیان فرمایا، ایک شخص نے کہا، ہم طاؤس کے قول کو تو پسند کرتے ہیں مگر ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو دیوار پر مارتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے کہ وہ کس دلیل سے اپنا قول بیان کرتے ہیں تو پھر تمہارے ہاتھ اس سے پہلے ٹوٹ جاتے کہ تم اسے دیوار پر مارنے کی جرات کرتے۔ تم اسے تسلیم کئے بغیر نہ رہتے۔ آپ نے فرمایا اکثر (صحابہ کے اعمال) کو لازم پکڑو۔ مگر جو بات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث کی تاویل کے سلسلہ میں سن لو اور معنی کی معرفت حاصل کر لو تو اس پر عمل کرو۔ حدیث کا صحیح معنی بیان کرنا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی حصہ ہے۔

ہشام بن الحسن نے فرمایا کہ تم حدیث کس سے حاصل کرتے ہو۔ حدیث تو تمہارا دین ہے۔ جب حدیث کسی ثقہ راوی کی روایت سے لی جائے گی تو اسی کی رائے کو اولیٰ سمجھا جائے گا۔ جب کوئی ثقہ حدیث امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرمائیں گے تو ان کی رائے بھی تسلیم کرنا پڑے گی۔ جب ابو عصمہ رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن معاذ سے سنا کہ لوگ

کہہ رہے تھے کہ عبدالعزیز بن مبارک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عالم ہے' آپ نے فرمایا یہ لوگ رافضیوں کی طرح سوچتے ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا امام تو مانتے ہیں مگر جن لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا امام تسلیم کیا انہیں نہیں مانتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ اشخاص کو منتخب فرمایا اور انہیں امامت کا حق دیا ان چھ اشخاص نے اتفاق کر کے ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امام منتخب کر لیا۔ اس کے بعد ممانعت کرنے والے کے قول کی کیا حیثیت رہ جائے گی۔

رافضیوں کی موضوع احادیث

رافضی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت تو نص جلی سے ثابت ہے اور متواتر اجماع سے ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد میں انہیں فرمایا کہ دو امام قائم ہوں یا بیٹھے ہوں تو ان کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے۔ ان کے بھائی ان کے تابع ہوں گے اور حق کے ساتھ ہیں۔ ہم رافضیوں کی اس حدیث کو حدیث موضوع قرار دیتے ہیں۔ اسے کسی مسلمان نے نہ بیان کیا ہے' نہ تسلیم کیا ہے۔ شیخ کبیر ابوالخباب نجم الملت والدین الکبیر الجبوقی نے فرمایا کہ جاحظ کو دس ہزار دینار دیئے گئے تھے تاکہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں احادیث گھڑتا جائے۔ اس طرح اس نے ایک ہزار احادیث وضع کیں اور رافضیوں نے ان احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے طور پر قبول کر لیا۔

جاحظ احادیث بنایا کرتا تھا

یہ بات نوٹ فرمالیں کہ جاحظ ایک معتزلہ' دانشور شخص تھا اور اسے اس فرقہ کے اکابر میں سے تسلیم کیا گیا ہے۔ کسی شاعر نے اس کے متعلق یہ کہا تھا ؎

لو مسخ الخنزیر مسخ ثانیاً
ماکان الادون قبح الجاحظ
رجل ینوب عن الجحیم بنفسه
دهو القذی فی کل لحظ الاحظ

(ترجمہ) اگر خنزیر پر دوبارہ مسخ ہو تو برائی میں جاحظ سے کم ہو گا۔ وہ شخص جو خود کو دوزخ کا ایندھن بناتا ہے وہ بڑا لحظہ دوزخی ہو گا۔

رافضی اور معتزلہ ایک ہی مکتب کے لوگ ہیں

اپنے اعتقادی انداز میں معتزلہ رافضیوں کے ہم خیال بھائی ہیں اور ان کے تواتر کے دعوے ایسے ہی ہیں، جس طرح یہودی بنی اسرائیل کی تواتر کی نبوت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ وہ ہفتہ کے دن کو "یوم سبت" زمین و آسمان کے قیام تک کو تواتر کے ساتھ مبارک دن کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عمل سے ملاتے رہتے ہیں۔ ان کا دعویٰ الجویران زرتشتی کی طرح ہے، جس نے کہا تھا کہ میرے پیٹ میں گھوڑے کے پاؤں ہیں۔ یہودیوں کا یہ دعویٰ بھی ایسا ہی ہے۔ جب وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکا دیا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس متواتر دعویٰ کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا بل رفعه اللہ الیه اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا تھا۔ اس نص سے اللہ تعالیٰ نے رافضیوں کی تکذیب کر دی ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقا تلونهم تواتر زمانہ تو اب منقطع ہو چکا ہے۔ یہ رافضی اور معتزلی کس تواتر کی بات کرتے ہیں۔ امام سرخسی فرماتے ہیں کہ رافضی ایک جھوٹی قوم ہے۔ مبہوت لوگ ہیں۔ تواتر کے ساتھ جھوٹ بولتے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے مذہب کی بنیادوں کو جھوٹ پر کھڑا کر رکھا ہے۔

امام حارثی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "کشف کبیر" میں ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار روایات کو بیان فرمایا ہے جو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات و فضائل

میں ہیں۔ پھر انہوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مسائل لئے ہیں اور انہیں بیان فرمایا ہے وہ بے حد و بے شمار ہیں۔ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلاواسطہ اور بالواسطہ کتابیں پڑھی ہیں۔

معتزلہ شور مچاتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی کتاب ہی نہیں اس کا بے بنیاد پراپیگنڈا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم کلام کو تصنیف نہیں کیا۔ حالانکہ آپ کی تصانیف تمام ائمہ امت کے لئے مشعل راہ رہی ہیں۔ امتداد زمانہ کے باوجود آج ہمارے دور میں "الفقہ الاکبر" حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی جامع کتاب ہے جس میں اہلسنّت کے قواعد اور عقائد کی بنیادی تصریح کر دی گئی ہے۔ معتزلہ نے ایک اور جھوٹ گھڑا ہے کہ معاذاللہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معتزلہ میں سے تھے۔ "فقہ اکبر" امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہیں ہے بلکہ یہ ابوحنیفہ بخاری کی ہے۔ یہ معتزلہ کی کذب بیانی ہے جسے علمائے امت نے کبھی بھی تسلیم نہیں کیا۔ "الفقہ الاکبر" اور کتاب "العالم و المتعلم" دونوں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف ہیں جن میں بنیادی اصول دین پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا امت محمدیہ میں اعلیٰ مقام

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو امت محمدیہ میں اس مقام پر فائز ہیں جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام انبیاء کے درمیان بلند مقام پر نظر آتے ہیں۔ اہلسنّت و جماعت کا ہر فرد یہ آرزو کرتا ہے کہ وہ ملت ابراہیم پر قائم رہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فرد ملت ابراہیمی کا فرد ہے۔ ماکان ابراھیم یھودیاً ولا نصرانیاً "حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے" اسی طرح سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ رافضی تھے، نہ معتزلی تھے، نہ قدری تھے، نہ شیعہ بلکہ وہ سنی تھے، حنفی تھے اور آپ کے تمام متبعین اور شاگرد حنفی ہیں۔ امام عبداللہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاندین اور طعنہ زنوں کا جواب دیتے ہوئے آپ کے

مذہب کی تائید اور نصرت فرماتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد کہنے پر فخر محسوس کرتے تھے اور آپ کے مذہب پر قائم رہنے کا اعلان کرتے تھے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مخالفین کا ایک طبقہ

سہل بن مزاحم علمائے مرو میں ایک مشہور عالم تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کا آغاز کیا تھا۔ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ انہوں نے آپ کے اقوال کے غلط معنی پہنا کر ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ شیخ بن عمرو وراق نے فرمایا کہ میں نضر بن شمیل کے زمانہ میں مرو میں قیام پذیر تھا۔ نضر بن شمیل نے اعلان کیا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام کتابیں اور تصانیف دریا میں پھینک دی جائیں۔ مرو کے قاضی خالد بن صبیح نے سنا تو آپ خود و آل صبیح کے معززین سوار ہو کر فضل بن سہل کے پاس آئے۔ اس وفد میں آل صبیح کے پچاس افراد ایسے تھے جو منصب قضاء کے اہل تھے۔ انہی کے ساتھ ابراہیم بن رستم اور سہل بن مزاحم بھی تھے انہوں نے فضل سے ملاقات کی' امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کے متعلق وضاحت فرمائی اور فیصلہ کیا گیا کہ یہ مقدمہ خلیفہ مامون تک پہنچایا جائے۔ مامون الرشید نے پوچھا کہ یہ مخالفین کون لوگ ہیں۔ بتایا گیا مرو کے چند نوجوان ہیں جن میں احمد بن زہیر الفضل' نضر بن شمیل اور اسحاق بن راھویہ پیش پیش ہیں۔ مامون الرشید نے فرمایا کہ انہیں صبح عدالت میں حاضر کیا جائے۔ ہم ان کی بات بھی سنیں گے اور آپ لوگوں کی بھی۔ جب اسحاق اور اس کے ساتھیوں نے سنا تو انہوں نے کہا کہ مامون کے سامنے کون گفتگو کرے گا جب کہ ہمارے مقابلہ میں بڑے بڑے علماء کھڑے ہوں گے۔ ان میں نضر بن شمیل بھی ہیں اور خود مامون الرشید حدیث و کلام پر بڑی دسترس رکھتا ہے چنانچہ انہوں نے ابن زہیر کو منتخب کیا' جب وہ وقت مقررہ پر جمع ہوئے۔ مامون الرشید نے پہلے تو انہیں ڈانٹا۔ پھر موقع دیا کہ وہ بات کا آغاز کریں۔ ابن زہیر نے کہا کہ میں علم کلام کے بارے میں اپنے خدشات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ مامون نے کہا ہم

علم کلام پر بات کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ علم حدیث اور علم القرآن پر بات کرو۔ مامون نے خالد بن صبیح کو مخاطب کرتے ہوئے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے جو جواب دیا وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر تھا۔ ابن زہیر اٹھا اور اس نے احادیث نبویہ پڑھیں۔ یہ احادیث بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کی تائید میں جاتی تھیں۔ مامون الرشید نے زہیر کو کہا آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم تو ان احادیث اور اقوال کی تائید نہیں کرتے اور تم بھی نہیں کرتے ہو گے۔ تم میرے سامنے جس تضاد بیانی سے کام لے رہے ہو اگر یہاں مشائخ نہ ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ مامون نے حکم دیا کہ خبردار کسی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں یا تحریروں کو ضائع کرنے کی جرات کی۔ اب مامون نے بغداد کے دارالخلافہ میں دو سو علماء کرام اور فقہا کا ایک بورڈ قائم کیا جو دینی معاملات میں حکومت کی راہنمائی کیا کرتا تھا۔ ان میں سے اگر ایک فقیہ فوت ہو جاتا تو ملک کے کسی حصہ سے قابل ترین عالم دین کا انتخاب ہوتا اور اسے اس منصب پر لایا جاتا۔

نضر بن شمیل فرمایا کرتے تھے لوگ نیند میں سوئے ہوئے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بیدار کیا اور علم کی روشنیوں میں زندہ رہنا سکھایا۔ محمد بن علی نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیر و بھلائی کے سوا کوئی چیز یاد نہ تھی۔ میں بصرہ میں تھا تو آپ کوفہ میں تھے۔ مجھے ان کی خبریں ملتی رہتی تھیں۔ وہ نیکی کو پھیلانے میں بے مثال کردار ادا کرتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو عوام تک پہنچانے میں بڑا کام کیا۔ نضر بن شمیل اہل مرو کے فقیہ اور امام تھے۔ علم نحو' ایام العرب اور غریب الحدیث میں امام تھے۔ مامون مرو میں آتا تو آپ کو دربار میں طلب کرتا' آپ کی عزت کرتا' آپ سے استفادہ کرتا۔ جو لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف باتیں کرتے آپ انہیں جواب دیتے۔ مامون الرشید کو آپ کے علمی مقام کا اندازہ تھا۔ ابراہیم بن فیروز بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی مسجد میں بیٹھے دیکھا' آپ کے سامنے مشرق و مغرب سے آنے والے فقہا اور علماء بیٹھے دکھائی دیئے۔ آپ ہر ایک کے سوال کا جواب دیتے اور ہر ایک کو مطمئن کرتے

جاتے۔

عبدالعزیز بن رزمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ہمارے زمانہ میں رائے سے مسائل کا حل کرنے والوں میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب نہیں تھا۔ مگر ان کی رائے قرآن و حدیث کے باہر نہ ہوتی تھی۔ عبدالعزیز مرو کے اکابر محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ خالد بن صبیح کے بعد آپ کا درس قائم ہوا اور آپ کا ہی فتویٰ چلتا تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد انہوں نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا تھا۔

یحییٰ بن اکثم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ فقہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کسی دوسرے کو ملایا نہیں جاسکتا۔ یحییٰ بن اکثم مرو کے اکابر فقہا میں سے تھے۔ ان کے والد حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے شاگرد امام زفر سے استفادہ کیا تھا۔ آپ کو بیس سال کی عمر میں منصب قضاء ملا تھا۔ آپ سے کسی نے طنزاً کہا۔ قاضی صاحب آپ کی عمر کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا یحییٰ علیہ السلام کو جس عمر میں منصب نبوت عطا ہوا میں تو ان سے عمر میں بڑا ہو کر قاضی بنا ہوں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر موتہ کی قیادت ملی تو مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دو جلیل القدر صحابی حضرت ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما عمر میں بڑے تھے۔ جب عتاب بن رشید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا حاکم (گورنر) بنایا گیا تو وہ مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے۔

معروف بن حسان سمرقند کے فخر علماء تھے۔ شریک بن مقاتل اور اسحاق بن ابراہیم حنظلی کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم اور روایات کو ماورا النہر تک پھیلا دیا۔ وہ ماورا النہر کے ائمہ حدیث میں شمار ہوتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ علم و صیانت میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ وہ تعلیم و ارشاد میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھتے تھے۔ دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے علم نہیں پھیلایا کرتے تھے۔ اسرائیل بن زیاد فقہ میں اہل ترفر کے امام تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے فقہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ اسرائیل مقاتل بن حبان کی

روایت بیان کرتے ہیں، میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک وقت گزارا ہے، مجھے سارے عالم اسلام میں آپ جیسا اہل علم نہیں ملا۔ وہ صاحب بصیرت تھے، معانی میں غوامض تھے، فہم و ادراک میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ میں نے تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہل علم و فضل لوگوں کو بھی دیکھا تھا مگر مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا ایک بھی نہیں ملا۔ ان کا ظاہر و باطن اور باطن و ظاہر ایک جیسا تھا۔ اجتہاد میں بہت تیز تھے اور اپنی ذات کا سخت محاسبہ کرتے تھے۔

علمائے کرام لکھتے ہیں کہ مقاتل نے عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری، نافع اور دوسرے جلیل القدر تابعین کو دیکھا تھا اور ان سے روایت بھی کی۔ وہ خود بڑے جلیل القدر عالم دین تھے۔ آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پڑھا تھا۔ آپ سے روایت کی۔ آپ کی مدح و ثناء بھی کی۔ وہ بلخ میں اپنے وقت کے امام تھے۔ ان کا فتویٰ سارے بلخ میں تسلیم کیا جاتا تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کے سامنے دوسرے کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مقاتل فرماتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا تھا، انہوں نے مجھے دارالضیافت میں ٹھہرایا۔ انہیں غسل جنابت کی ضرورت لاحق ہوئی۔ نوکر کو فرمایا گرم پانی لاؤ۔ نوکر نے عرض کی لکڑیاں نہیں ہیں۔ فرمایا ادھار لے آؤ۔ جب پیسے آئیں گے ادا کر دینا۔ تھوڑی دیر بعد نوکر پانی گرم کر کے لایا تو آپ نے پوچھا پانی کس طرح گرم کیا۔ عرض کی سرکاری مہمان خانہ سے، فرمایا اسے واپس کر دو میں مہمان خانے کی کسی چیز کا حقدار نہیں ہوں۔ تم کنویں پر جاؤ اور میرے لئے ٹھنڈا پانی لے آؤ۔ پانی لایا گیا آپ نے یخ پانی سے نہا کر فرمایا یہ پانی زمہریر سے زیادہ ٹھنڈا نہیں ہے۔

مقاتل بن سلیمان نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پندرہ خصائص موجود تھیں جو آپ کے ہمعصر علماء میں نہیں پائی جاتی تھیں۔ یحییٰ بن اکثم کے سامنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چھڑ گیا۔ یحییٰ بن اکثم نے مقاتل بن سلیمان کو کہا کیا تم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تھا؟ اس نے کہا ہاں، میں نے ان

سے تفسیر سنی تھی۔ ان کا دین مضبوط تھا' ان کا عقیدہ پختہ تھا۔ یحیٰی نے فرمایا' اللہ تعالیٰ انہیں اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اسی دین اور عقیدہ پر چلتے رہیں۔

یہ مقاتل تفسیر کے امام تھے اور بلخ کے صف اول کے عالم تھے۔ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مداح تھے۔ تابعین میں ہوتے ہوئے بھی آپ سے احادیث سنتے تھے۔ انہوں نے حضرت نافع' عطا' محمد بن المنکدر اور ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہم جیسے علماء سے بھی علم حاصل کیا تھا۔ ان کی تصانیف میں ان تین علماء کرام کے نام ملتے ہیں۔

ابو معاذ بلخی نے فرمایا کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی دوسرا امام افضل نہیں مانتا۔ جو شخص امام کی مجلس میں نہیں بیٹھا وہ مفلس رہا۔ اسے کوئی علمی عظمت حاصل نہیں ہو سکی۔ ابومعاذ کا نام خالد بن سلیمان تھا۔ آپ بلخ کے امام تھے۔ حافظ الحدیث تھے۔ انہوں نے حدیث تو سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ اوز علم کلام پڑھا۔ زہد و تقویٰ میں متصلب تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تین ایسے بزرگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل تھی۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔ کسی دنیادار کی پروا نہیں کرتے تھے۔ کسی کی ملامت سے نہ ڈرتے تھے۔ وہ متوکل اور متورع انسان تھے۔

کسی نے امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا تو آپ نے پوچھا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں ؟ اس نے کہا میں بلخ سے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہاں ابومعاذ ہیں وہ کیسے ہیں ؟ کہا وہ خیریت سے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے سوال کے جواب کے لئے وہی موزوں شخصیت ہیں۔ جس سال حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حج کو گئے اسی سال امام ابومعاذ رحمۃ اللہ علیہ بھی حج کرنے گئے تھے۔

شقیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بیان کرنا افضل الاعمال ہے۔ آپ نے ان کی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا تھا جس کا ایک شعریوں ہے ؎

اذا ما الناس فيه قا يسونا

اتيناهم بنادرة طريقة

(ترجمہ) جب لوگوں نے ہمیں پریشان کیا تو ہم ان کے ہاں ایک نادر روزگار شخصیت کو لائے۔

شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ زاہدوں میں سے ایک برگزیدہ بزرگ تھے۔ بلخ کی سرزمین میں ان جیسا دوسرا کوئی نہیں ہوا۔ ایک بار آپ بغداد میں فقیر بن کر تشریف لائے اون کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دور سے پہچان لیا' ان کی رفتار اور شان و شوکت سے اندازہ لگا کر فرمایا۔ وجعلنا بعضكم بعض فتنة اتبصرون ○ ایک عرصہ کے بعد آپ سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا کیا آپ نے پہلا لباس تبدیل کر لیا ہے۔ فرمایا ہاں ! جس کی مجھے طلب تھی وہ تو مجھے مل گئی' یعنی جنت۔ اب تم جس کی طلب میں مارے مارے پھر رہے ہو وہ تمہیں بھی مل گئی ہے۔ یعنی دنیاوی جاہ و جلال اور منصب اور دولت ! اسی لئے تم نے شاہانہ لباس زیب تن کر لیا ہے۔

خلف بن ایوب سے مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے یوں ہی فرمایا ہے۔ انہیں دوبارہ پوچھا گیا آپ کا کیا فیصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو تم سے علم کے دو پہاڑوں کی بات کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ میری کیا رائے ہے ؟ خلف بن ایوب نے ایک اور مقام پر فرمایا۔ جس نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق افراط سے کام لیا اس نے برا گمان کیا۔ افراط سے مراد یہ ہے اگر تم یہ کہو کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر بھی ان کے زمانے میں کوئی دوسرا شخص ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعجب ہے کہ ان کے ایسے ایسے خصائص ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے تفسیر القرآن اور عہدہ قضاء کو بیک وقت ترک کیا حالانکہ آپ کے سامنے بے پناہ دولت پیش کی گئی تو آپ نے اسے ٹھکرا دیا۔ اس پر آپ کو کوڑے مارے گئے۔ قید و بند میں جکڑا گیا۔ مگر آپ نے صرف آخرت کو ترجیح دی۔ یہ

خلف بن ایوب بلخ کے امام تھے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت بیان کرتے تھے۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے معاصرین میں سے سب سے زیادہ عابد اور زاہد تھے۔ علی بن المبارک امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو ان سے معانقہ کیا اور نہایت احترام و اکرام سے پیش آئے اور فرمایا آپ تو اہل جنت میں سے ہیں۔ حماد بن سلمہ نے فرمایا کہ خلف بن ایوب کی ایک بہترین عادت یہ تھی۔ خراسان سے ان جیسا کوئی دوسرا شخص ہمارے پاس نہیں آیا۔ آپ کا ۲۰۵ ہجری میں انتقال ہوا آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو بلخ کے گورنر نوح بن اسد نے آگے بڑھ کر آپ کے جنازہ کو کاندھا دیا اور ان کی نماز جنازہ کی صف اول میں کھڑا ہوا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو غیب سے آواز آئی۔ نوح! آج تم نے ایک بہترین انسان کی نماز جنازہ ادا کی ہے۔ تم ضرور فلاح یافتہ ہو۔

شداد نے کہا کہ اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شاگرد نہ ہوتے تو علم ختم ہو جاتا اور ہم اندھیرے میں بھٹکتے رہتے۔ ہمیں یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ ہم کس مسئلہ کو لیں اور کس پر عمل کریں۔ یہ شداد حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نہیں کرتے تھے بلکہ امام زفر اور ان کے شاگردوں سے روایت کرتے تھے۔ وہ اپنے زمانہ میں بلخ کے زاہدوں میں سے تھے اور ساٹھ سال تک ظہر کے وضو سے دوسرے دن ظہر تک کی نمازیں ادا کیں۔ رات کو جاگتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے تھے۔ ۲۱۳ ہجری میں فوت ہوئے اور ان کی وفات کے چند ماہ بعد عصام بن یوسف کا انتقال ہوا تھا۔

سعدان خلمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے (خلم بلخ کے مضافات میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ "تاج العروس" میں لکھا ہے کہ خلم بہ ضمہ ہے اور یہ بلخ سے تیس میل کے فاصلہ پر تھا۔) آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت کے طبیب ہیں۔ انہوں نے اپنی علمی حکمت سے جہالت کی بیماریوں کو دور کر دیا تھا۔ علم کی دوا سے

آپ نے سب کو شفا بخشی تھی۔

کنانہ بن جبلہ ہرات کے ائمہ میں سے تھے آپ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات بیان کی تھیں۔ فرمایا کرتے تھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم مستعمل ہے، مگر دوسرے حضرات کا علم حشو سے بھرا ہوا ہے۔ میں ایک عرصہ تک ان کے پاس رہا۔ میں نے ان کے منہ سے کبھی ایسی بات نہیں سنی جو کسی نے مسترد کر دی ہو یا آپ پر کسی نے عتاب کیا ہو۔ جریر نے فرمایا مجھے مغیرہ نے کہا تھا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضری دیا کرو۔ اگر آج ابراہیم (تابعی) زندہ ہوتے تو وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محتاج ہوتے۔ وہ حلال و حرام میں بہترین گفتگو فرماتے ہیں۔

حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا کہ وہ ایسے ستارے ہیں جن سے ہدایت ملتی ہے، راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ان کا علم مقبول ہے جسے ہر اہل ایمان کا دل قبول کرتا ہے۔ جو علم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان نہیں کرتے وہ علم ہی نہیں بلکہ فضولیات میں سے ہے۔ لہٰذا انہوں نے حلال اور حرام میں امتیاز کرنا سکھایا تھا۔ ان کا علم آگ سے نجات کا ذریعہ تھا۔ آپ نہایت متقی تھے۔ خدمت دائمہ کے حامل تھے۔

نضر بن علی نے بتایا کہ ہم شعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خبر آئی۔ انہوں نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر فرمایا آج کوفہ سے علم کی شمع گل ہو گئی۔ ہم ان جیسی روشنی کہیں نہ دیکھ سکیں گے۔ امام دیلمی نے فرمایا شعبہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بہت سی دعائیں کیا کرتے تھے اور ان کی زندگی کے بعد انہیں بہت یاد کرتے تھے۔

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے پاس دو کپڑے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ ان میں پاک کونسا ہے اور پلید کونسا۔ نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔

آپ کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بتایا گیا کہ وہ باری باری نماز پڑھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اس فتویٰ کو پسند فرمایا اور بڑی تعریف کی۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تحری پر فرماتے ہیں

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشتبہ اور مشکوک صورتحال کا تحری کے اصول پر فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ بیابان میں سفر کے دوران قبلہ کی صحیح سمت پر شبہ ہونے کی صورت میں تحری کا حکم کرتے تھے البتہ منکوحہ مملوکہ کا کسی اجنبیہ کے اشتباہ پر تحری سے اجتناب کیا کرتے تھے۔ پاک برتن اگر پلید برتنوں میں مل جائے تو اشتباہ کی صورت میں تحری نہیں کیا کرتے تھے۔ اگر وضو کے ہونے یا نہ ہونے پر شبہ ہوتا تو تیمم کا حکم دیتے۔ کپڑوں کے معاملہ میں بھی پاکی اور پلیدی کے غلبہ پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ اگر تحری کے لئے کپڑے کے پاک و پلید ہونے کا شبہ ہے تو نماز عصر کی ادائیگی کے لئے تو حکم لگایا جا سکتا ہے' اسی طرح مغرب کی نماز ایک کپڑے سے پڑھی جائے گی اور عشاء کی نماز دوسرے سے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے گا کہ اگر نماز ایک کپڑے میں پڑھی جائے تو جائز ہے مگر دوسری نماز دوسرے کپڑے میں پڑھی جائے تو وہ جائز نہیں کیونکہ پہلے کپڑے کی پاکی کا حکم دیں گے اور دوسرے کی پلیدی کا حکم ہو گا۔

مسائل تحری پر ایک نظر

یاد رہے مسائل التحری اور ان کے مواقع کو مشائخ نے بیان نہیں کیا۔ غالباً یہ مختلف علماء نے انسانی سہولت کے لئے ایجاد کئے ہیں۔ ہم یہ وضاحت کرتے ہیں کہ مشائخ حنفیہ نے اجمالاً" ذکر کیا ہے۔ مگر ہم اس کی تفصیل میں بات کرنا چاہتے ہیں۔ نماز' زکوٰۃ' اختلاط جیسے مواقع پر تحری کے احکام لائے جاتے ہیں۔ اگر مردار کی چربی گھی میں مل جائے دونوں منجمد ہو جائیں تو یہ اختلاط ہے جسے اختلاط مجاورہ کہتے ہیں۔ یہ غیر مضر ہے' ہاں اگر ان میں سے ایک پگھلا ہوا ہو دوسرا منجمد ہو تو نجس کو ہٹا کر باقی کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اگر دونوں سیلانی یا مایہ قسم کے ہیں تو اس وقت تحری ضروری ہے لیکن یہ اس وقت ہو گا جب دونوں برابر ہوں یا نجس کا غلبہ ہو۔ اس صورت میں اس کا استعمال ناجائز ہے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ دوسرے کو پہلے پر قیاس کرتے ہیں اور انہوں نے اس سے مطلقاً نفع اٹھانا حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح چوہے کا گھی میں گر جانے کا قیاس ہے۔

اختلاط المجاور کی چار قسمیں

پاک برتنوں کا پلید برتنوں میں مل جانا اور پاک پلید کی تمیز نہ رہے تو ایسی صورت حال میں دیکھا جائے گا کہ آیا پاک برتن زیادہ ہیں یا پلید اگر پاک برتن زیادہ ہیں تو تحری کرے، پاک برتنوں سے وضو کرے اس حالت میں ترک تحری ناجائز ہے۔ اگر پلید برتن زیادہ ہیں یا دونوں برابر برابر ہیں تو پھر تحری نہ کرے بلکہ وضو کی بجائے تیمم کرے۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ پانی گرا دے۔ دوسری صورت یہ ہے دونوں پانیوں کو ملا کر وضو کر لے، پھر احتیاطاً" تیمم بھی کر لے تاکہ ائمہ میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس سے محفوظ رہ سکے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اختلاط المحازجہ سے پہلے تحری کو واجب قرار دیتے ہیں۔

پیاس کی صورت میں تحری درست ہے

اگرچہ ہم نے وضو کے لئے تحری کو ہی صحیح قرار دیا ہے مگر پیاس کی صورت میں صورت حال بدل جائے گی کیونکہ ایسی صورت حال میں پانی پی لینا ہی جائز ہے خواہ وہ پاک ہو یا نجس کا شبہ ہو۔ جس طرح موت سے بچنے کے لئے شراب کا استعمال بھی درست قرار دیا گیا ہے، اسی طرح تمام سیلانی اشیاء دودھ گھی اور تیل کے لئے ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مذبوح جانور کا گوشت مردار جانور کے گوشت میں مل گیا اگر ان دونوں میں کوئی تمیز کی جاسکتی ہو جس سے دونوں کا فرق معلوم ہو سکے تو اس پر عمل کرنا چاہئے یعنی حلال اور حرام کو علیحدہ علیحدہ کر لیا جائے اگر حلال گوشت زیادہ ہے تو تحری کر کے اسے استعمال کر سکتا ہے ورنہ حرام کو پھینک دیا جائے۔ اگر دونوں برابر ہوں تو تحری نہ کرے بلکہ جس طرح ہم پہلے لکھ آئے ہیں حالات کے مطابق عمل کرے بہرحال

ان تینوں صورتوں میں تحری کی جاسکتی ہے۔ کپڑے کے معاملہ میں دوسروں کی نسبت آسانی ہے کیونکہ کپڑے کا چوتھا حصہ بھی پاک ہو تو اس سے نماز ہو جاتی ہے۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ تو اس وقت اس کپڑے کو ناقابل استعمال قرار دیتے ہیں جب سارا کپڑا خون یا پیشاب سے لت پت ہو' ورنہ نماز کے لئے جائز قرار دیتے ہیں۔ اگر کسی ایسے مقام پر لوگوں کی لاشیں ملی ہیں جہاں پہچاننے والا کوئی نہیں تو پھر لاشوں کی علامتوں سے تمیز کی جائے گی۔ ختنہ شدہ ہونا' خضاب کا استعمال۔ ہاں عورتوں کے متعلق زیادہ مشکل پیش آتی ہے۔ علامات پر فیصلہ کرنا قرآن پاک کی اس آیت سے ثابت ہے۔ ان کان قمیصه قد من قبل " اگر حضرت یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو حضرت یوسف کی زیادتی ہے " اسی علامت سے فیصلہ کیا گیا تھا۔ اگر ایسی صورت حال ہے کہ کوئی علامت امتیاز نہیں کر سکتی تو پھر دیکھا جائے گا کہ اس علاقہ میں مسلمانوں کی اکثریت ہے تو تمام لاشوں پر جنازہ پڑھا جائے گا ورنہ نہیں۔ اگر وہاں مشرکین اور کفار کی اکثریت ہے تو نہ غسل دیا جائے نہ نماز جناہ پڑھی جائے اور انہیں مشرکین کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ اگر علامات کی وجہ سے مردے برابر ہوں تو سب کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جاسکتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اسی صورت حال میں ان تمام لاشوں کو علیحدہ جگہ سپرد کر دینا چاہئے اور ان کی قبروں کے نشانات کو واضح نہ کیا جائے اور زمین کو ہموار کر دیا جائے۔ حاکم نے ایک نص سے ثابت کیا جائے کہ ایسی صورت حال سے تمام لاشوں کو مشرکین کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے اس مسئلہ میں صحابہ کرام میں بھی مختلف اراء پائی جاتی ہیں۔ کتابیہ عورت کے لئے تین احکام ہیں اگر مسلمان مرد کے نکاح میں مری یا اس کے بطن سے بچہ مسلمان کے تخم سے ہے تو اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جاسکتا ہے۔

باب الفروج میں تحری کا اطلاق نہیں ہوگا۔ ایک شخص کی دس لونڈیاں ہیں ان میں سے ایک کو آزاد کر دیا گیا لیکن بھول گیا کہ کسے آزاد کیا گیا تھا۔ ایسی صورت حال میں نہ ان سب سے جماع کر سکتا ہے اور نہ ہی انہیں بیچ سکتا ہے۔ امام کرخی رحمتہ اللہ علیہ نے ایسی صورت حال کے پیش نظر فرمایا ہے ان سب کو بیچ دے۔ صرف آخری لونڈی

آزاد تصور ہو گی۔ اس قول کے باوجود ظاہر روایت میں یہ ہے کہ سب کو بیچ ڈالے کسی ایک کو آزاد کرنے کا یقین نہیں۔

اس صورت حال میں ایسی لونڈیوں سے جماع نہیں کر سکتا۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو پہلے اس سے نکاح کرے گا اور پھر جماع کرے گا۔ اس مسئلے کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی کہ اسلامی تاریخ میں ایک ایسا وقت آیا جب مسلمان تاتاری علاقوں میں فتوحات کرنے جایا کرتے تھے۔ وہاں سے عورتوں کو لاتے تھے۔ تاتاریوں کے ہاں دستور تھا کہ اپنی عورتوں کو جنگل بیابانوں میں تنہا چھوڑ دیتے تھے اور خود پہاڑوں اور غاروں میں چلے جاتے تھے۔ ان تاتاریوں میں کئی اسلام قبول کر چکے تھے مگر ابھی بہت سے کافر تھے۔ ان حالات میں عورتوں کا مسئلہ مشکل تھا۔ خوارزم کی سلطنت میں ایسی عورتوں کی بہتات تھی۔ ان حالات میں خوارزم کے مشائخ نے فیصلہ کیا کہ ایسی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا کیونکہ تاتار کے اکثر علاقوں کے بادشاہ مسلمان تھے۔ وہاں احکام اسلام جاری ہوئے تھے۔ ایسے علاقوں کو حربی علاقے نہیں کہا جاسکتا تھا۔ اگرچہ وہاں کے اکثر مرد اور عورتیں کافر تھیں مگر وہ دارالحرب میں نہیں تھے۔ یہ لوگ اپنی اولاد جنگلوں میں پہنچا دیا کرتے تھے یا فروخت کر دیتے تھے۔ بیع الحربی یا حربی کی اولاد کا دارالسلام یا دارالحرب میں ہونے کے احکام کتاب " التیسرالکبیر " میں اور دوسری کتابوں میں ملتے ہیں۔ اندریں حالات علماء نے فیصلہ کیا کہ ایسی مستورات سے نکاح کے بغیر جماع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ان میں سے کوئی لونڈی ہے تو لونڈی سے نکاح کرنا کوئی جرم نہیں اگر مسلمان ہے تو نکاح کے بغیر جماع حرام ہے۔

طلاق کا ایک مشکل مسئلہ

ایک شخص کے نکاح میں چار عورتیں ہیں اس نے ایک کو طلاق دے دی مگر اسے یاد نہیں رہا کہ کسے طلاق دی تھی تو ایسی صورت حال میں وہ تحری نہیں کر سکتا۔ اسے حرام کاری سے بچنے کے لئے فیصلہ کرنا ہو گا کہ تمام منکوحات سے رجوع کرے ورنہ سب

کو ایک ایک طلاق دے۔ ہر ماہ کے بعد رجوع کرتا جائے ہاں اگر کسی کو تین طلاقیں دی ہیں تو پھر حلالہ کے بغیر اس کو دوبارہ نکاح میں لانا جائز نہیں۔

(نوٹ) اس مقام پر فاضل مصنف کتاب علامہ کردری بزازی رحمتہ اللہ علیہ نے نکاح کی مختلف صورتوں پر بحث کی ہے۔ لونڈیوں اور آزاد مستورات کے حلال و حرام پر گفتگو کی ہے اور بعض ایسے باریک مسائل پر فیصلے دیئے ہیں کہ ان کے کمال علمی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب مسلمان دنیا کے مختلف حصوں میں فتوحات کر رہے تھے۔ دور دراز علاقوں سے مال غنیمت کے علاوہ لونڈیوں اور غلاموں کا وجود بھی معاشرے میں موجود تھا۔ ان حالات میں لونڈیاں' غلام اوما ملکت اسلامی معاشرے میں در آئے تھے۔ فاضل مولف نے ان معاشرتی مسائل کو بڑی فقہی بصیرت سے بیان کیا ہے۔ چونکہ آج ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں جب دنیا کا کوئی خطہ نہ تو دارالحرب ہے' نہ فتوحات کی زد میں غلام اور لونڈیاں آرہے ہیں۔ ہمارے سامنے ایسے معاشرتی مسائل نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم نے ان صفحات کا ترجمہ دانستہ چھوڑ دیا ہے امید کہ قارئین کتاب ہم سے اتفاق کریں گے۔)

امام اعظم رضی اللہ عنہ مشاہیر کی نظر میں

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ابو محمد سعید بن عروبہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا' اے ابو محمد! میں نے آج تک ایسا شخص نہیں دیکھا جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پایہ کا عالم ہو۔ میری دلی آرزو تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو علم دیا ہے مجھے بھی اس سے حصہ ملے اور دوسرے مسلمانوں کے دل بھی ان علوم کے لئے کھل جائیں۔ واقعی ایسا میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ نے چاروں طرف علم و فضل کی روشنیاں پھیلا دی ہیں۔ امام محمد سعید بن عروبہ امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے بعد بصرہ کے امام الائمہ شمار ہوتے تھے۔

امام ابن عیینہ فرمایا کرتے تھے۔ جو شخص مغازی رسول سے واقفیت حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتا ہو اسے مدینہ منورہ میں رہنا چاہئے۔ جو شخص علم مناسک سے دلچسپی

رکھتا ہو وہ مکہ مکرمہ میں قیام کرے۔ مگر جو فقہ کا طالب ہو اسے چاہئے کہ کوفہ میں رہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شاگردوں سے دامن مراد بھر لے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مجھے سب سے پہلے علم الحدیث پڑھایا۔ میں کوفہ میں عمرو بن دینار سے بھی احادیث کا درس لیتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ آج علماء اور مشائخ مجھ پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ میں دراصل فقہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیض یافتہ ہوں۔ میرے زمانہ میں بڑے بڑے جید علماء کرام موجود تھے۔ حضرت ابن عباس' امام شعبی' امام ابو حنیفہ اور امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر لوگ موجود تھے۔

حضرت ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دینی مسائل میں رائے کی بات سیکھنی ہو تو رائے صرف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھی جائے۔ اگر رائے کو فقہ کے انداز میں حاصل کرنا ہو تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی دوسرا نہیں ملے گا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے ادق' احسن اور اعرض ہوتی تھی۔ آپ اپنے معاصرین میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔

خلاد سکونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں زہیر بن معاویہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا' امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس سے۔ آپ نے فرمایا بخدا آپ کی مجلس میں ایک لمحہ بیٹھنا میرے پاس ایک ماہ بیٹھنے سے بہتر ہے۔

عبداللہ بن داؤد الخریبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص جہالت کی دلدل سے نکلنا چاہتا ہو تو اسے فقہ کا علم حاصل کرنا چاہئے اور وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ بخدا وہ حماد بن سلمہ اور حماد بن زید سے زیادہ عالم ہو گا اور ان سے بڑھ کر اہل اسلام کو فائدہ پہنچائے گا۔

حارث بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم امام عطاء کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں لوگوں کا زبردست ہجوم تھا' تل دھرنے کو جگہ نہ تھی' ایسی حالت میں امام ابو حنیفہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ امام عطاء نے آپ کے لئے جگہ بنائی اور اپنے قریب بٹھا لیا۔ یہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی آغاز کا زمانہ تھا۔

ابو سلمان جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' مجھے بصرہ کے قاضی محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم شروط میں اہل کوفہ سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔ میں نے کہا اس کی بنیاد تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی رکھی تھی۔ ہاں ان میں آپ لوگوں نے کمی بیشی ضرور کی۔ لیکن اس کے باوجود میں چیلنج کرتا ہوں کہ آپ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شروط بیان نہیں کر سکو گے۔ آپ نے فرمایا واقعی ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا ممتاز مقام ہے۔ رباح بن نضر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امام ابو حنیفہ' امام تقی اور عمر بن ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو میں نے آپس میں ملتے دیکھا تھا۔ عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ کر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کو بوسہ دیا تھا۔

بیت اللہ شریف میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ملاقات

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام (بیت اللہ) میں فتویٰ دے رہے تھے۔ وہاں امام جعفر بن محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے اور لوگوں میں کھڑے ہو گئے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو اٹھ کر کھڑے ہو گئے' عرض کی اے ابن رسول! اگر مجھے آپ کے یہاں آنے یا کھڑے ہونے کا علم ہوتا تو ہرگز نہ بیٹھتا' نہ لوگوں سے گفتگو کرتا' آپ نے فرمایا آپ بیٹھئے اور فتویٰ دیجئے۔ میں نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی طریقہ پر بیٹھے لوگوں کو سمجھاتے دیکھا ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول عظیم تر ہے اسے آسانی سے نہیں ٹھکرایا جاسکتا۔ یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فقہا چار ہیں۔ امام مالک' امام اوزاعی' امام ابو سیفان ثوری اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سے لوگوں نے پوچھا کیا امام ابو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے حدیث روایت کی ہے؟ فرمایا ہاں! امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث میں ثقہ ہیں صدوق ہیں۔ ان کی فقہ مامون علی الدین اللہ ہیں۔

یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے (فقہ) سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا' فقہ تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صنعت ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی ایسا نہیں دیکھا جسے فقہ پر اتنا بڑا عبور حاصل ہو۔ فقہ تو ان کی ہی ہے اور ان کے شاگردوں کی صناعت ہے۔ یہ حضرات فقہ کے لئے ہی پیدا ہوئے ہیں۔

بشر بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوعاصم نبیل رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیاد فقیہ ہیں یا سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا بخدا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔ ابن جریج نے بھی کہا بخدا میری آنکھ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا قادر علی الفقہ دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔

ان حضرات کی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے علم فقہ پر اتنی بڑی شہادت ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ شاعر نے کیا خوب کہا تھا ؎

شہدت لنعمان الامام بسبقه
فی العلم التقوی بنو الایام

وتالبت و تظاهرت فی مدحه
فرق الهدی وائمة الاسلام

اهل الحجاز مع العراق باسرهم
مدحوه مثل مديح اهل الشام

بل کل اهل الارض قدمدحوا الرضی
مدحا یجد علی بل الایام

فاد وایان ابا حنیفة للتقی
والعلم صار امام کل امام
اخذ الامام من الشریعة والتقی
ومن العبادة اوفر الاقسام
للہ قد مدحوہ اذ لم یدعھم
نحو المدیح شوافع الارحام
عرفت ملوک الحق حق علومہ
فثنوا الیہ اعنة الاعظام

(ترجمہ) لوگوں کی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ بہترین شہادتیں میرے قول میں جمع ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ امام نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ علم اور تقویٰ میں اپنے تمام اہل زمانہ سے سبقت لے گئے ہیں۔

☆ ... آپ کی مدح میں ہدایت کے گروہ اور ائمہ اسلام مظاہرہ کر رہے ہیں۔

☆ ... تمام اہل مجاز' اہل عراق اور اہل شام آپ کی مدح کرتے ہیں اور ہر اہل علم اس کی مدحت میں رطب اللسان ہے۔

☆ ... آج تمام عالم اسلام کے اہل علم آپ کی تعریف کرتے ہیں اور ان کی یہ مدح عرصہ تک یاد رہے گی۔

☆ ... تمام نے پکار کر کہا' امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ اور فقہ میں تمام ائمہ کے امام ہیں۔

☆ ... امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریعت' تقویٰ اور علم کی تمام شاخوں میں وافر حصہ پایا ہے۔

☆ ... جن لوگوں نے آپ کی تعریف کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ہر پہلو پر تعریف کرنے کا موقع دیا ہے۔

☆ ... جن بادشاہوں نے ان کے علوم کو حق سمجھا ہے ان کی طرف مدح و تعریف کی باگیں موڑ دیتی ہیں۔

کیا ہم ان حضرات کی مدح میں کوئی ترجیحی بات پاتے ہیں ؟ کیوں نہیں اس سے بڑھ کر اور کیا ترجیح ہو سکتی ہے کہ ہر شخص کی زبان آپ کی تعریف سے معمور ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ آج روئے زمین کے سادات' اشراف اور علمائے مشارق و مغارب آپ کی تعریف میں بیک زبان ہیں۔ یہ بات اس شہادت علمیہ کے لئے کسی سے کم نہیں۔ یہ بات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہے۔ امام مسلم رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا جنازہ جاتے دیکھا تو لوگوں نے مرنے والے کی تعریف کی۔ آپ نے تین بار فرمایا۔ وجبت (اور ایسا ہی ہے) ایک دن پھر ایک اور جنازہ کو دیکھا تو لوگ مرنے والے کو برے الفاظ میں یاد کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا' وجبت (واجب ہو گئی) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں مواقع پر موجود تھے۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان' آپ نے دونوں جنازوں پر ایک ہی بات ارشاد فرمائی جبکہ ایک نیک اور دوسرا بد تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں نے جنازے والے کی تعریف کی وہ بخشا گیا۔ جس جنازے پر لوگوں نے برائی کی وہ جہنم میں گیا۔ لوگوں کا اچھا یا برا کہنا اس کے نامہ اعمال کی شہادت ہے۔ بعض مفسرین نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو تربیت اور ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے نیکی اور بدی پر اظہار خیال کرتے ہوئے محتاط رویہ اختیار کریں۔

امت کی شہادت

"بخاری شریف" میں ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے وضاحت فرماتے ہوئے کہا ہے کہ قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو طلب فرمایا جائے گا اور آپ کی امت

کو بھی بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا' مجھے بتاؤ کیا نوح علیہ السلام نے تمہاری ہدایت فرمائی تھی ؟ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا (نذیر) نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کو فرمائے گا تم نے پیغام پہنچایا اس کے لئے کوئی گواہ تو لاؤ۔ وہ فرمائیں گے میرے گواہ سیدالانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور ان کی امت کے ہزاروں افراد ہیں۔ حضور ایک شاہد عادل اور امت رسول خدا ﷺ گواہ بن کر اعلان کرے گی یااللہ حضرت نوح علیہ السلام نے پیغام حق پہنچایا تھا' مگر ان نافرمانوں نے پروا نہیں کی تھی۔ وہاں دوسری امتیں کہیں گی یااللہ یہ لوگ تو ہمارے زمانے میں موجود ہی نہیں تھے' ان کی گواہی کی کیا حیثیت ہے۔ اللہ تعالیٰ امت رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرماتے ہوئے حکم دے گا تم کیسے گواہی دے سکتے ہو جب کہ تم اس زمانے میں موجود ہی نہیں تھے ؟ عرض کریں گے یااللہ ! تو نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو آخری رسول بنا کر ہماری طرف بھیجا تھا' پھر اپنی کتاب نازل فرمائی تھی۔ اسی کتاب میں سابقہ اولوالعزم انبیاء کے پیغامات اور حالات بھی پہنچائے تھے۔ پھر تو نے قرآن مجید میں اپنے محبوب ﷺ کو اور اس کی امت کو " شاہد " قرار دیا۔ یہ شہادت صرف اپنے وقت کے لئے نہیں تھی' تمام سابقہ امتوں کے لئے بھی تھی۔ وکذالک جعلنا کم امۃ وسطا اللہ تعالیٰ فرمائے گا' یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے نبوت کا پیغام پہنچایا تھا اور حق ادا کیا تھا مگر نافرمان آج بھی انکار سے باز نہیں آتے۔

(مترجم) ان الفاظ پر " مناقب الکردری " کے مقدمہ کا ترجمہ مکمل ہو کر آپ کے سامنے آرہا ہے۔ اب آئندہ صفحات پر اصل کتاب کے مختلف مقامات سامنے آئیں گے اور اہل ذوق یہ محسوس کریں گے کہ علامہ کردری رحمتہ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و فضل کو کس انداز میں مرتب فرمایا ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی نظر استفادہ

اہل علم کا آپ سے استفادہ

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے استاد حماد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

حضرت امام زفر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں علم الکلام میں ایسی گہری نگاہ رکھتا تھا کہ لوگ کسی ناقابل حل مسئلہ کے وقت میری طرف اشارہ کرتے' میں اپنے استاد امام حماد رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں حاضر رہتا' پوری توجہ دیتا اور آپ کے قریب بیٹھتا تھا۔ ایک دن میرے پاس ایک عورت آئی اور پوچھنے لگی کہ ایک شخص کی بیوی لونڈی ہے یعنی آزاد خاتون نہیں وہ اسے طلاق دینا چاہتا ہے اسے کیا کرنا چاہئے؟ میرے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔ میں نے اسے مشورہ دیا کہ یہ مسئلہ امام حماد رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھئے' وہ جو جواب دیں مجھے بھی بتاتے جانا۔ اس عورت نے واپس آکر مجھے جو جواب دیا میں اس سے مطمئن ہوگیا اور میں نے دل میں کہا اب علم کلام میری راہنمائی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ میں دوسرے روز ہی امام حماد رحمتہ اللہ علیہ کے درس میں جاپہنچا' زانوے ادب تہ کیا۔ آپ جب کوئی مسئلہ بیان فرماتے میں ازبر کرلیتا۔ آپ کے شاگرد غلطیاں کرتے تو میں ان کی اصلاح کردیتا۔ میری اس عادت کا استاد محترم کو علم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ میں ان کے سامنے قریب بیٹھا کروں چنانچہ میں نے آپ کی خدمت میں دس سال گزار دیئے۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ اب میں اپنا ایک علیحدہ حلقہ قائم کروں۔ لیکن جب میں مسجد میں داخل ہوا تو مجھے جرات نہ ہوئی کہ میں اپنے استاد کے مقابلہ میں ایک علیحدہ حلقہ درس قائم کروں' چنانچہ میں نے انہی کے حلقہ درس میں بیٹھنا اور استفادہ کرنا جاری رکھا۔

انہی دنوں میرے استاد مکرم کے ایک دوست کا بصرہ میں انتقال ہو گیا۔ وہ بصرہ تشریف لے جانے لگے تو میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی مسند پر بٹھایا اور اس طرح آپ نے اپنا قائم مقام بنا کر اپنے حلقہ کا سربراہ بنا دیا۔ میں لوگوں کے مسائل حل کرنے لگا۔ آپ کی غیرموجودگی میں میرے پاس ساٹھ ایسے سوالات آئے میں جن کا جواب دینے سے قاصر تھا۔ میں وہ سوالات لکھتا گیا اور ان کے جوابات بھی لکھتا گیا۔ میرے استاد محترم ایک ماہ بعد واپس تشریف لائے۔ اپنے حلقہ کو قائم دائم بلکہ بارونق دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ میں نے سوالات پیش کئے اور اپنے جوابات بھی سامنے رکھے۔ آپ نے بیس جوابات میں اختلاف فرمایا۔ مگر بڑی مسرت کا اظہار کیا کہ میں ان مشکل سوالات کا جواب صحیح دے رہا ہوں۔ اب میں نے قسم کھائی کہ تادم زیست ان کا دامن نہیں چھوڑوں گا اور ان کے خرمن علم سے اپنا دامن مراد بھرتا رہوں گا چنانچہ میں نے زندگی کے اٹھارہ سال ان کی خدمت میں گذار دیئے۔

تین عورتوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی بدل دی

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک عورت نے دھوکا دیا۔ ایک عورت سے میں نے فقہ سیکھی۔ ایک عورت نے مجھے شب بیداری پر آمادہ کرا دیا۔ پہلی عورت کی کہانی یہ ہے کہ میں ایک دن کوفہ کے بازار میں گذر رہا تھا' میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ صرف اشاروں سے باتیں کر رہا ہے۔ میں سمجھا وہ گونگا ہے۔ جب میں اس کے نزدیک گیا غور سے دیکھا معلوم ہوا کہ وہ مرد نہیں عورت ہے۔ اس نے مجھے اشارہ سے بتایا کہ اس کی کوئی چیز گر گئی ہے اور کہا میں اسے اٹھا دوں۔ میں اٹھا لایا تو وہ کہنے لگی اسے اپنے پاس رکھئے اس کا مالک تم سے خود وصول کر لے گا۔ ایسی گم شدہ چیز جس کا کوئی مالک نہ ہو اور پڑی ملے اسے "لقطہ" کہتے ہیں۔

دوسری عورت جس نے مجھے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی تھی وہ کوفہ کی ایک خاتون تھی۔ اس نے مجھ سے حیض کا مسئلہ پوچھا جو مجھے نہیں آتا تھا۔ میں

جواب نہ دے سکا۔ مجھے ندامت ہوئی۔ اب میں نے علم فقہ کی طرف توجہ دینا شروع کی۔

تیسری خاتون کا بھی میں ممنون ہوں۔ میں ایک دن ایک گلی سے گذر رہا تھا۔ بہت سی عورتیں کھڑی تھیں۔ مجھے جاتا ہوا دیکھ کر وہ خاتون دوسری عورتوں کو کہنے لگی یہ شخص ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہتا ہے۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ اس شریف عورت کو میرے متعلق اتنی نیک گمانی ہے مگر میں رات سو کر گزار دیتا ہوں۔ اس دن سے میں نے ارادہ کر لیا کہ اب ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گذارا کروں گا۔ اور اس طرح میں نے علمی اور عملی زندگی کے ساتھ زہد کی زندگی بھی شروع کر دی۔

ابو حفص الکبیر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کا ایک سمندر تھے اور علم کلام کے ماہر تھے۔ ایک دن ان سے " ایلا " کا ایک مسئلہ پوچھا گیا تو وہ خاموش ہو گئے۔ انہیں اس کا جواب نہیں آتا تھا۔ اس پر آپ نے اپنے آپ پر ملامت کی کہ علم کلام کے ماہر ہونے کے باوجود شریعت سے اتنی بے خبری پر افسوس کیا۔ وہ اسی وقت علم کلام کی وادی کو چھوڑ کر میدان فقہ میں جا نکلے اور امام حماد رحمتہ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کر لی۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امویہ دور حکومت میں حجاج بن یوسف جیسا ظالم شخص گورنر تھا۔ میں ان دنوں نوجوان تھا۔ کوفہ کے بازار میں کپڑے کا کاروبار کرتا تھا مگر ساتھ ساتھ لوگوں کے دینی مسائل پر بھی گفتگو کرتا تھا تاکہ ان کی دینی راہنمائی کر سکوں۔ ایک دن میرے پاس ایک شخص آیا اور مجھ سے وراثت کا ایک مسئلہ دریافت کیا۔ میں جواب نہ دے سکا۔ اس شخص نے مجھے طعنہ دیا' ویسے تو تم دین کے مسائل پر گفتگو کرتے رہتے ہو' ان مسائل پر الجھتے رہتے ہو۔ اگر مناظرہ کرنا ہو تو خم ٹھوک کر میدان میں نکل آتے ہو اور مناظرہ جیت جاتے ہو۔ مگر دوسری طرف یہ عالم ہے کہ وراثت کا ایک مسئلہ بتانے سے قاصر ہو۔ میں اس کی بات سن کر شرمسار ہو گیا' طعنہ پی گیا اور سیدھا اس وقت کے ایک زبردست عالم دین امام شعبی کے پاس چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ امام شعبی سر کے بالوں اور داڑھی کو خضاب لگائے بیٹھے ہیں اور دوستوں کے ساتھ

شطرنج کھیل رہے ہیں۔ یہ ان کی زندگی کے آخری ایام تھے کہ خضاب لگا کر شطرنج سے وقت گذار کر جوانی کو آواز دے رہے تھے۔ مجھے انہیں دیکھ کر بڑا ملال ہوا۔ بہرحال میں نے ان سے مسئلہ پوچھا تو فرمانے لگے تم حماد اور عتبہ کے پاس نہیں گئے؟ انہوں نے کیا کہا ہے۔ میں ان نے بزرگوں سے جو کچھ سنا تھا انہیں بتا دیا۔ پھر وہ فرمانے لگے "معصیت اللہ" میں نہ کوئی نذر ہے اور نہ کوئی کفارہ۔ میں نے کہا حضور سبحان اللہ! قرآن مجید میں تو آتا ہے۔ انهم لیقولون منکرا من القول وزورا (پارہ ۲۸، سورۃ المجادلہ) اللہ نے تو ایسے لوگوں پر کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور ان پر کفارہ واجب ہے۔ حضرت امام شعبی نے یہ بات سن کر مجھے جھڑک دیا اور فرمایا تو آیات قرآنیہ میں قیاس کرتا ہے، یہاں سے چلے جاؤ۔ وہاں سے مایوس ہو کر میں قتادہ کے پاس آیا وہ اس وقت تقدیر کے مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے۔ مجھے یہ بات اچھی نہ لگی۔ مگر وہ تقدیر کے مسئلہ کو مختلف انداز میں بیان کئے جاتے تھے۔ میں وہاں سے اٹھا اور ابوالزبیر کے ہاں چلا آیا۔ آپ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے وہ گفتگو فرما رہے تھے۔ مگر ان کی زبان اپنے قابو میں نہ تھی۔ مسئلہ کی وضاحت کے دوران ادھر ادھر کی باتیں کرتے جاتے تھے۔ میں وہاں سے اٹھ کر حضرت نافع جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام تھے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اپنے مولیٰ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان فرما رہے تھے کہ عورتوں سے وطی فی الدبر جائز ہے اور دلیل میں نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (پارہ ۲، سورۃ البقرہ) میں آگے بڑھا اور عرض کی، آپ بہت بڑے احمق ہیں اور آیات قرآنیہ سے جھوٹے مسائل اخذ کرتے ہیں۔ اگر آپ کسی ایسے نتیجے پر پہنچے بھی ہیں تو ایسے مسائل کو عوام کے سامنے بیان کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔ اگرچہ یہ بات آپ نے اپنے آقا و مولیٰ سے سنی ہے مگر آپ کو اس طرح عوام میں بیان نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے بعد میں کوفہ کے ایسے برخود غلط ائمہ کرام کی صحبت میں نہیں گیا۔ صرف اپنے استاد کا دامن پکڑا اور ان کی مجالس سے ہی فیضیاب ہوتا رہا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں ابتدائی زندگی میں تھا

مگر بعض مسائل پر گفتگو کرتا رہتا تھا۔ ایک طالب علم کی طرح کی جستجو تھی۔ امام شعبی نے مجھے بلایا اور فرمایا تم نوجوان ہو' ذہین ہو' تم وقت ضائع کرنے کی بجائے علم سیکھا کرو۔ تم سمجھ دار ہو' علم کے میدان میں قدم رکھو اور دن رات ایک کر دو۔ حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کرو اور علمی منازل طے کرتے جاؤ۔ میں ان کی ترغیب سے آگے بڑھتا گیا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے لوگوں نے پوچھا تم نے اپنے ائمہ کوفہ کو چھوڑ کر حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ کی شاگردی کیوں اختیار کی؟ میں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مختلف علوم پر عبور حاصل کیا' غور و فکر بھی کیا' علم الکلام میں کمال حاصل کیا' مگر اس کا انجام برا پایا تو ماسوائے مناظرہ اور اپنے مخالف کو شکست دینے کے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ میں نے علم ادب میں مہارت حاصل کی مگر اس میں بھی الفاظ و معانی کی زیر و زبر کے سوا کچھ نظر نہ آیا اور اطفال مکتب کے ساتھ بیٹھ کر عمدہ الفاظ اور بلند پایہ اشعار کے بغیر کچھ میسر نہیں آیا۔ میں نے شاعری کے میدان میں قدم رکھا تو دیکھا کہ اس کا انجام مدح و ثنا اور ہجو جفا کی باتوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ امراء کی خوشامد اور غربا سے دوری شاعری کا ثمرہ ہے۔ میں اس سے دل برداشتہ ہو گیا۔ اب میں نے علم مناظرہ میں قدم رکھا تو محسوس کیا کہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پارہ پارہ کرنے کے علاوہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میں نے علم قرآن میں خاص وقت دیا مگر وہاں بھی مجھے آیات کی شان نزول۔ قصص القرآن' پر بحث کرنے سے فرصت نہ ملتی تھی۔ پھر قرآنی آیات کی مختلف تاویلات کا ایک وسیع میدان ہے جہاں ہر شخص اپنے اپنے انداز میں بات کرتا چلا جاتا ہے۔ میں ان تمام علمی وادیوں سے گزرتا ہوا فقہ کے میدان میں قدم رکھنے میں کامیاب ہوا۔

علم الفقہ کی اہمیت

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس علم میں کمال حاصل کیا اور

اسے پھیلایا وہ اسلامی علوم کی تمام اصناف میں سے اعلیٰ اور مفید ہے۔ اس علم میں بڑے بڑے مشائخ کی صحبت نصیب ہوتی ہے۔ ان کے اخلاق سے قلب و جگر کی نشو و نما ہوتی رہتی ہے۔ نیکی کے ماحول کے علاوہ اس میں تکالیف اٹھانے اور برداشت کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ پھر عوام کی دینی راہنمائی کر کے آخرت میں ثواب اور نجات حاصل ہوتی ہے۔ اگر علاقہ بھر میں کوئی مسئلہ یا حادثہ پیش ہو تو ایک فقیہ ہی اس کا حل پیش کر سکتا ہے۔ اگر دنیا کے مال و دولت کے حصول کی خواہش ہو تو جو منصب یا عہدہ فقیہ کو میسر ہوتا ہے کسی شاعر، مناظر، قصیدہ خوان کو میسر نہیں آتا۔ چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا شخص مسئلہ کی دریافت کے لئے فقیہ کے پاس آئے گا اور اسی کا محتاج ہو گا۔ اگر فقہ کو ذریعہ عبادت بنا کر لوگوں کی دینی راہنمائی کرے تو اس سے بڑھ کر خیر نہیں ملتی۔

علم الکلام کے نقائص

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ علم الکلام میں بجز جدال اور مناظرہ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ دنیادار لوگ اور ہوا و ہوس کے بندے اسے اپناتے رہتے ہیں۔ میں بصرہ میں کئی بار گیا، وہاں علماء و فضلا کا ایک بڑا طبقہ موجود تھا، میں نے علم الکلام کی روشنی میں بہت سے مسائل پر انہیں شکست دی اور لاجواب کر دیا۔ میں کم و بیش وہاں ایک سال رہا، کئی مناظرے کئے، بڑا نام پایا۔ میں نے گمان کیا کہ علم الکلام ایک بہترین علم ہے جس کے سامنے سب دم بخود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ میں نے اپنی عمر عزیز کا خاصا حصہ اسی میدان میں گزارا۔ مگر ایک وقت آیا کہ میں نے غور و خوض کیا اور سوچا کہ میں نے کیا خدمت کی ہے، اسلاف کے علوم کو کہاں تک پھیلایا ہے۔ سابقہ ائمہ اور علماء کرام نے تو ہمیشہ دینی مسائل کو پھیلایا ہے، کسی نے علم الکلام کا سہارا نہیں لیا، نہ کسی نے محاذ آرای کی ہے۔ مگر وہ دینی مسائل کو لوگوں کے دلوں میں نقش کرتے گئے۔ انہوں نے تو صرف علم شریعت کی اشاعت کی۔ میں اس دن سے علم الکلام کو چھوڑ کر آیا۔ اس کا سہارا لینا بھی ترک کر دیا اور میں علم فقہ کے حاصل کرنے میں مصروف ہو گیا۔

علم الکلام کے ماہرین کے نشان صالحین کے نشان نہیں ہوتے' مناظرین کے انداز ہوتے ہیں۔ ان کے قلوب سخت ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی بات منوانے کے لئے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں۔ ان کے اندورنی معاملات جاہ پرستی اور زر پرستی پر آ رکتے ہیں۔ وہ اپنا عندیہ منوانے کے لئے نہ کتاب و سنت کی مخالفت کی پروا کرتے ہیں' نہ اسلاف کے عمل و قول کو درخور اعتناء گردانتے ہیں۔ اگر یہ علم اچھا ہوتا تو صالحین امت اسی کو اپناتے۔

علم الکلام کی اہمیت

ہم حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے تجربات اور ان کا علم الکلام سے اجتناب تفصیل سے بیان کر رہے ہیں۔ بایں ہمہ علم الکلام "اشراف العلوم" ہے۔ کیونکہ علم کی عظمت اور علم کا شرف اسی علم سے ہوتا ہے۔ یہ علم الکلام ہی ہے جس کی روشنی میں اسلام کے منکرین' اسلامی شعار پر اعتراض کرنے والے' یونانی فلسفہ کے ماہرین اور منطقی انداز میں گفتگو کرنے والوں کو جواب دیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات' ممکنات مبدء و معاد اور نور اسلام کی عظمت و برتری کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس علم کو اسلام کی خدمت کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ علم معرفت الٰہی کا ذریعہ بن جاتا ہے بلکہ مکلف پر اس کا جاننا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ یہ اسلام کی عظمت کے جھنڈے بلند کرتا ہے اور مخالفین اسلام کا منہ بند کر دیتا ہے۔ اسی کے ذریعہ بے دین' ملحدین اور منکرین اسلام خاموش ہو جاتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات اور شبہات کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ گمراہوں کے طعن و تشنیع کا جواب مہیا کرتا ہے۔ چنانچہ اس علم کا حاصل کرنا جہاد اکبر ہے اور حق جلی کو دعوت دینا ہے۔ اگر اسے ترک کر دیا جائے اور اس پر طعن و تشنیع کر کے مسترد کر دیا جائے تو ملحد اور بے دین عوام الناس کو پریشان کر دیں۔ توحید کے لئے عقلی دلائل اور براہین علم الکلام سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس علم کو بھی دوسرے علوم کی مدد کے لئے حاصل کریں۔

ہم نے سابقہ سطروں میں ان حضرات کی رائے کا اظہار کیا ہے جو علم الکلام کو

"اشراف العلم" کہتے ہیں اور اسے ضروری خیال کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو علم الکلام کے ترک کرنے کی وجوہات بیان کی ہیں اور ائمہ کرام نے بھی اسے ثانوی حیثیت دی ہے۔

قاضی ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علم الکلام کے ماہر کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی۔ اگرچہ وہ اپنی گفتگو میں حق کی حمایت کرے۔ امام ہندوانی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبداللہ بن محمد ابو جعفر الہندوانی) نے فرمایا نماز ایسے متکلم کے پیچھے بہرحال جائز ہے جو صرف دقائق علم الکلام میں ہی گفتگو کرے گا اسے ذریعہ شہرت اور فتح نہیں بنائے گا۔ " شرح الفقہ النبویہ" میں لکھا ہے کہ علمائے اہلسنّت کے اسلاف نے اختلاف کیا ہے۔ عن الجدال والخصومات فی الصفات و فی الزجر الخوص صاحب کتاب " الصفوۃ" المعتزلی الزاہد الخوارزمی کہتے ہیں کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے عالم علم الکلام کے پیچھے نماز کے ناجائز ہونے کا جو فتویٰ دیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ علم جدال و خصومات سے واسطہ نہ رکھا جائے اور ایک متکلم وہی متکلم مراد ہے جو دینی خدمات کو نظرانداز کر کے صرف اپنے مدمقابل کو زیر کرنے کے درپے رہتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اپنے بیٹے حماد کو دیکھا کہ وہ علم الکلام والوں (متکلمین) کی طرز پر گفتگو کرتا ہے تو لوگوں نے کہا ایک طرف تو آپ علم الکلام سے انکار کرتے ہیں دوسری طرف آپ کا بیٹا علم الکلام میں باتیں کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم علم کلام سے کام لیتے وقت اپنے آپ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہم یوں گفتگو کرتے ہیں جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی شور و غوغا نہیں' کوئی زور و شور نہیں' نہایت متانت و خاموشی سے اسے استعمال کرتے ہیں اور ہم اپنے مخالف فریق کو نہایت تحمل سے اسلامی تعلیمات کا قائل کرتے ہیں اور گفتگو کے دوران قدم کو ڈگمگانے نہیں دیتے۔ اپنے مدمقابل کو زچ نہیں کرتے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہمارا مدمقابل کفر' انکار یا الحاد سے باز آجائے مگر ہم ایسے متکلم کے پیچھے نماز کو جائز قرار نہیں دیتے جو خود تو کفر کر رہا ہو اور اپنے زور بیان سے دوسروں کو کفر سے باہر نکال رہا ہو۔ ہم

ایسے علم الکلام سے منع کرتے ہیں۔

میرے والد مکرم بتاتے ہیں کہ ایک دن میں امام صلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا کسی نے آپ کی مجلس میں ایسے عالم دین کی تعریف کی جو علم الکلام میں ماہر تھا۔ میرے والد نے فرمایا کہ اگر اس کا علم کلام مشائخ کی طرح بات کرنے کا سلیقہ سکھاتا ہے وہ حق پر ہے' ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں' اس کی عبادت حکماء اسلام اور مشائخ عظام کے طرز پر ہو گی تو ہم ایسے شخص کی تعریف کریں گے۔

ایک زمانہ تھا کہ پرانے علماء نے حکمائے یونان کی کتابوں کو پڑھنا حرام قرار دیا تھا۔ مگر یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب علمائے کرام نے یونانی فلاسفرز کے سامنے دینی مسائل کو کھل کر پیش نہیں کیا تھا۔

شطرنج کھیلنے کی ممانعت

ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام شعبی کو شطرنج کھیلتے دیکھا تو ان کے اس فعل کا برا منایا تھا حالانکہ امام شعبی بھی بہت بڑے امام اور علمائے کرام سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے بعض مسائل میں ان سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ متاخرین میں امام مالک' امام شافعی رحمتہ اللہ علیہما شطرنج کھیلنے کی حرمت پر بات نہیں بلکہ اس کے جواز پر گفتگو فرماتے ہیں۔ امام سرخسی رحمتہ اللہ علیہ نے " شرح ادب القاضی " میں تذکرہ فرمایا ہے اور انہوں نے تعلیم الحرب (جنگی مہارت) وقت گزارنے اور تفکرات کو دور کرنے کے لئے شطرنج کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ انہوں نے اس کھیل کو ایسا ہی جائز قرار دیا ہے جس طرح گھوڑوں کی پشت پر بیٹھے بیٹھے تیر اندازی اور نشانہ بازی کو جائز قرار دیا گیا ہے اور بعض اجتہادی چیزوں کا جواز موجود ہے۔

علامہ تمرتاشی نے فرمایا کہ یہ بات ناگوار ہے کہ کسی مجتہد یا مجتہد کے شاگردوں کو نشانہ تنقید بنایا جائے اور اس کے لئے دلیلیں طلب کی جائیں۔

جن حضرات نے شطرنج کے جواز کو مجتہدانہ مسئلہ قرار دیا ہے ہم ان سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ ہم انکار کی بجائے ایسے علم کے حصول کی ترغیب دیتے ہیں جو اسلام اور شریعت کے لئے مفید ہو۔ علم وہ حاصل کرنا چاہئے جس سے قلب میں بیداری پیدا ہو اور اچھی چیزوں کی طرف رجوع کرے اور اس علم سے اطمینان کی دولت حاصل ہو۔ پھر ہم یہ بھی واضح کرنا ضروری جانتے ہیں کہ شطرنج کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں اس کی حرمت کے لئے تو نص موجود ہے چنانچہ "الامالی فی معرفۃ الصحابہ" کے باب الحاء میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک صحابی حبۃ بن مسلم شطرنج کھیلا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ملعون کہا تھا اور اس کی طرف دیکھنے والے کو سور کا گوشت کھانے والا کہا تھا۔ شطرنج کی ممانعت پر بے شمار دلائل ملتے ہیں ہم انہیں اپنے مقام پر بیان کریں گے۔

بعض حضرات شطرنج کے بارے میں اعتراض کرتے ہیں کہ شطرنج کو حرام نہ کہا جائے یہ تو دل بہلانے کا ایک ذریعہ ہے اور یہ ضرورت عامہ کی ایک چیز ہے۔ ہم ایسے لوگوں کی خدمت میں امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "منہاج اصول الدین" کا بیان پیش کرتے ہیں کہ شطرنج کا مقام نرد کی طرح ہے جس کے خلاف حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وضاحت کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص شطرنج کھیلتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بنو تمیم کی مجالس کے پاس سے گذرے۔ وہ لوگ شطرنج کھیل رہے تھے۔ آپ نے ان کو تنبیہہ فرمائی اور فرمایا واللہ! تم تو اس کے لئے پیدا کئے گئے تھے، کیا تمہیں ان کھیلوں کے لئے پیدا کیا گیا تھا، اگر تمہارے لباس مجاہدانہ نہ ہوتے اور تم میدان جہاد کے قریب نہ ہوتے تو میں تمہیں کوڑے لگواتا۔ انہی سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قبیلہ کے قریب سے گذرے جو شطرنج کھیل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ کیسی تصاویر ہیں جو تم نے سامنے سجائی ہوئی ہیں تم اگر شراب میں اپنے ہاتھ ڈالتے تو اتنا برا نہ ہوتا جتنا تم شطرنج کھیل رہے ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے شطرنج کے بارے میں فرمایا۔ یہ نرد (جوا) ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا شطرنج صرف خطاکار ہی کھیل سکتا ہے۔ ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا آیئے آپ بھی شطرنج کھیلیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس مجوسیت سے دور ہی رکھیں۔

ایک طویل حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شطرنج اور جوا کھیلتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب آتا ہے۔ جو شطرنج اور جوا کی محفل میں بیٹھا انہیں صرف دیکھ ہی رہا ہو اس کی تمام نیکیاں چھین لی جاتی ہیں' وہ ان لوگوں میں شمار ہو گا جن پر اللہ کا غضب نازل ہو گا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت الانصاب کے تحت لکھا ہے کہ شطرنج اور جوا ایک ہی چیز ہے۔

شطرنج کا آغاز کہاں سے ہوا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے شطرنج کھیلنے والوں سے پوچھا یہ شطرنج کیا چیز ہے اور اس کا آغاز کب ہوا؟ لوگوں نے کہا' حضرت! کسی سابقہ زمانہ میں ایک عورت کا ایک ہی بیٹا تھا وہ اور اس کا باپ بادشاہ ایک ہی جنگی معرکے میں مارے گئے' جب اس عورت کو خبر ہوئی تو اس نے لوگوں سے پوچھا میرا بیٹا کیسے مرا۔ مجھے وہ منظر دکھاؤ۔ مصوروں اور کاریگروں نے اس کے لئے ایک شطرنج کا زائچہ تیار کیا' دونوں طرف سے فوجیں سوار پیادے آتے جاتے اور لڑتے دکھائی دیئے۔ اس عورت نے دیکھا کہ اس کا بیٹا اور بادشاہ کس طرح دشمنوں کے گھیرے میں آکر مارے گئے تو اُسے اطمینان حاصل ہوا۔ اور وہ اسے روز سامنے رکھتی اور باپ بیٹے کو مرتا دیکھتی تھی۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اس میں تو کوئی حرج نہیں یہ تو جنگی آلات اور مناظر کا نقشہ ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے شطرنج کا جواز ثابت نہیں ہوتا' آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ ان آلات جنگ کی نمائش میں کوئی حرج نہیں مگر یہ نہیں فرمایا شطرنج کھیلنا

جائز ہے۔ آپ نے آلات حرب کو دیکھ کر فرمایا کوئی حرج نہیں۔

(نوٹ) فاضل مترجم نے شطرنج کی طویل بحث کو دیدہ و دانستہ ترجمہ کرنے سے اجتناب کیا ہے وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ آج کے زمانہ میں اس طویل بحث کی افادیت ختم ہو چکی ہے۔ شطرنج سے بڑھ کر جوئے کی کئی مختلف قسمیں نکل آئی ہیں لہذا ہم قارئین کرام سے معذرت کے ساتھ اس کتاب کے ایک صفحہ کا ترجمہ نظرانداز کر رہے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حماد رضی اللہ عنہ کی شاگردی میں

نعمان قد سبر العلوم باسرها　　حتی علا من بانری الاطواد
ثم انتهی منها الی الفقه الذی　　قد راح فی الاغوار و الانجاد
وهداه لمالج فی طلب الهدی　　محمود فطنته الی حماد
ثم انبری من بعده یفتی الوری　　جمعا برغم معاطس الحساد
لقد ارتقی من فقه فی فلة　　هدت مصاعدها قوی الصعاد
اعصار دولته تبدد کل من　　فی عصره تبدید رجل جراد
فغد انداه مکرع الوراد　　وسمانزاه مرتع الرواد
فرق الطلاب جنوا الیه بقطعهم
فهداهم ولکل قوم هاد

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فتویٰ نویسی کا آغاز کرتے ہیں

حماد بن سلمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کوفہ میں حضرت حماد بن سلمان رحمتہ اللہ علیہ نے فتویٰ دینے کا آغاز کیا۔ آپ کے فتوے عالم اسلام میں مانے جانے لگے۔ جب ان کا وصال ہوا تو کوفہ خالی خالی دکھائی دینے لگا۔ لوگ متردد تھے کہ اب کون دینی فیصلے کیا کرے گا۔ چنانچہ ان کی مسند پر ان کے بیٹے اسماعیل کو بٹھا دیا گیا مگر وہ ایک دنیادار اور دنیاوی مشاغل مین گھرے ہوئے انسان تھے۔ ان کے پاس ان کے والد حماد بن سلمان رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد آئے ان میں بکر النہشلی، ابی برزہ، ابی اسحاق الشیبانی، اور جابر بن زید جیسے اہم لوگ موجود تھے اور گذارش کی کہ آپ اپنے والد کی مسند پر بیٹھ کر درس کا سلسلہ جاری کریں۔ وہ اس عظیم

کام کے اہل نہ تھے' انہوں نے معذرت کی۔ یہ تمام حضرات حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتحال پر گفتگو کی اور عرض کی آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ آپ کے استاد کے چلے جانے کے بعد کوفہ علم سے خالی ہو رہا ہے اور علم اٹھ گیا ہے۔ آپ کے ہوتے ہوئے علم مٹ جائے یا کوفہ کی علمی مسند خالی ہو جائے یہ ایک قابل افسوس سانحہ ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارے حالات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد استدعا کی کہ آپ اپنے استاد گرامی کی مسند سنبھالیں۔ فتویٰ نویسی بھی کریں اور درس و تدریس بھی جاری رکھیں۔ آپ نے ان احباب کی بات کو تسلیم کر لیا اور فتویٰ نویسی کا آغاز کر دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ مسند سنبھالنے اور اپنے استاد کے علمی فرائض سرانجام دینے پر میری ایک شرط ہے کہ ایک سال تک آپ میں سے دس حضرات میرے ساتھ رہیں اور تعاون کریں تاکہ کام درست سمت پر چلنے لگے۔ ان لوگوں نے آپ کی رفاقت کا وعدہ کیا اور پورا سال آپ کے ساتھ رہے۔

ایک اور روایت میں ہے۔ ابوالولید نے بتایا کہ اسماعیل بن حماد کی بجائے موسیٰ بن کثیر کو حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ کی مسند پر بٹھایا گیا۔ وہ فقہ سے ناواقف تھے۔ چند روز بزرگوں سے پوچھ کر فتویٰ لکھتے رہے مگر جب وہ حج کے لئے گئے تو جانے سے پہلے انہوں نے تمام شاگردوں کو اکٹھا کر کے معذرت کی اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسند پر بیٹھنے کی استدعا کی۔ آپ نے فریضہ ادا کرنے کا ذمہ اٹھایا۔

حضرت حماد بن سلمان رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد لوگ مختلف ائمہ اور علماء کے پاس جاتے مگر انہیں تسلی نہ ہوتی۔ پھر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آتے بات بھی کرتے اور مسئلہ بھی سمجھتے اور فتویٰ بھی لکھواتے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتویٰ نویسی میں جو محنت کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے فتاویٰ کی روشنیاں سارے عالم اسلام کو روشن کرنے لگیں۔ لوگ آہستہ آہستہ دوسرے حلقوں کو چھوڑ کر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس میں آنے لگے۔ ایک وقت آیا کہ آپ کی مسجد

شاگردوں سے کھچا کھچ بھری رہتی تھی۔ اگرچہ بعض مخالفین کے الفاظ میں ایک خزاز (بزاز) کو حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کی مسند پر بٹھا دیا تھا۔ مگر اس خزاز نے اپنی علمی بصیرت اور فقاہت سے وہ کام کیا کہ ہر شخص عش عش کر اٹھا۔ آپ خلق عظیم کے مالک تھے۔ چھوٹا بڑا' ادنیٰ اعلیٰ جو آتا اپنا مسئلہ بیان کرتا اور اطمینان سے جواب پاتا۔ آپ کے اس حسن اخلاق نے ہر ایک کو متاثر کیا۔ امراء کے ہاں آپ کی علمی باتیں ہونے لگیں۔ اعیان مملکت بھی اپنی مشکلات پیش کرنے لگے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا علمی حلقہ

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محنت اور علمی بصیرت سے کام شروع کیا تو آپ کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلنے لگی۔ اہل علم نے آپ کو سراہا۔ جاہلوں نے اپنے مسائل بیان کر کے راہنمائی حاصل کی۔ مخالفین اور معاندین کا ایک طبقہ اٹھا جس نے حسد کی تمام تدبیریں کرنا شروع کر دیں۔ اب آپ کی محفل میں بہت سے فقہاء آنے لگے۔ ابویوسف' اسد بن عمرو' قاسم بن معن' زفر بن الهذیل' ابوبکر الهذلی' ولید بن ابان' الحسن بن زیاد لولوی' یوسف بن خالد المسمی' داود طائی' نوح بن ابی مریم الجامع' یحییٰ بن زکریا' ابن المبارک' مغیرہ بن حمزہ' محمد بن الحسن جیسے بلند پایہ فقہا آپ کے حلقہ درس میں موجود رہنے لگے۔ آپ کا حلقہ بڑھتا گیا۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے جو آپ سے حسد کرتے' آپ کی غلطیاں نکالتے' آپ پر الزام تراشی کرتے' ان میں ابن ابی لیلیٰ' ابن شبرمہ' ثوری' شریک جیسے بڑے بڑے قد آور علماء تھے۔ یہ لوگ آپ کی دن رات مخالفت کرتے' نقائص کی تلاش میں رہتے' مگر آپ کا کام دن بدن ترقی کرتا گیا۔ آپ کا حلقہ روز بروز بڑھتا گیا' آپ کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا' شاگردوں کی تعداد بڑھتی گئی' حتیٰ کہ دوسروں کے حلقوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر لوگ آنے لگے۔ آپ دن رات مسائل کو حل کرتے' اپنے شاگردوں کی تربیت کرتے اور وسعت قلبی سے مخالفین کی باتوں کو برداشت کرتے۔ حکام وقت آپ کی عزت و تکریم کرنے لگے۔ اگر کسی سے کوئی مسئلہ حل نہ ہوتا آپ بڑھ کر مشکل مسائل کا

حل نکالتے۔ دوسرے مخالفین خودبخود شرمندہ ہوتے۔ ایک طرف آپ کی علمی قوت اور اشاعت میں اضافہ ہوا' دوسری طرف آپ کی مالی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی۔ آپ کی تجارت کو وسعت ملی اور زیادہ منافع آنے لگا۔ اب آپ کے حاسدین کی تعداد کوفہ سے نکل کر بصرہ' مصر' بغداد حتیٰ کہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں پھیلنے لگی۔

قاضی ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال دریا کے اس تیراک کی سی ہے جو دریا میں تیرتا بھی جارہا ہے مگر کنارے پر کھڑے لوگ اس کی تیراکی سے خوش نہیں ہوتے۔ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے کیا اچھے اشعار میں آپ کا تذکرہ کیا ہے

وجدت ابا حنيفة كل يوم — يزيد نبالة و يزيد خيرا

وينطق بالصواب و يصطفيه — اذا ماقال اهل الجور جورا

بقياس بقايسه باب — فمن ذايعلمون له نظيرا

كفانا موت حماد وكانت — مصيبته لنا امرا كبيرا

ورد شماتة الاعداء عنا — وافشى بعده علما كثيرا

رايت اباحنيفة حين يوتى — ويطلب علمه بحرا غزيرا

اذا ما المعضلات تدا فعتها

رجال القوم كان بها بصيرا

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ایک خواب

یحییٰ بن نصر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے "کتاب الصلوٰۃ" ترتیب دی۔ اس کا نام "کتاب العروس" رکھا گیا۔ اب آپ نے مجالس کا انعقاد کچھ عرصہ کے لئے بند کر دیا۔ آپ کے شاگردوں نے اکٹھے ہو کر درخواست کی کہ آپ نے ہمیں خود اس راہ پر لگایا تھا پھر ہمیں آدھے راستے میں کیوں چھوڑ دیا ہے' یہ

اچھی بات نہیں ہوئی۔ اسی دوران آپ نے ایک خواب دیکھا تھا جسے آپ نے اپنے شاگردوں کو بھی سنایا۔ ان میں عبدالعزیز بن خالد' عبدالحمید الحمانی' ہشام ابن مہران' عمرو بن مجمع' اسماعیل بن ابان۔' واصل بن عبدالاعلیٰ' ابویوسف' بکیر بن معروف' یوسف ابن زائن کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ آپ نے اس خواب کو بعض محدثین کے سامنے بھی بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا میں اس خواب سے گھبرا گیا ہوں۔ اگرچہ آپ کے تلامذہ اور محدثین نے اس خواب کی تفصیلات نہیں سنائیں مگر کئی غیروں نے اسے بنا بنا کر سنایا اور ان لوگوں کی ایک طویل فہرست ہے۔

یحییٰ کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے شاگردوں کے ساتھ صبح و شام بیٹھتے تھے مگر خواب دیکھنے کے بعد آپ نے ان لوگوں سے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی۔ یہ ایک ایسا ڈراؤنا خواب تھا کہ آپ سہم گئے اور تنہائی کو اختیار کرلیا۔

فرات بن محبوب نے بتایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتویٰ لکھتے تھے۔ لوگوں کے مسائل کا جواب دیتے تھے مگر اچانک کچھ عرصہ کے لئے آپ خاموش ہو گئے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پاک کی ہڈیاں علیحدہ علیحدہ کرکے اپنے سینے سے لگا رہے ہیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر دیکھا' ہڈیاں علیحدہ علیحدہ کیں پھر اپنے سینے سے لگائیں۔

عبدالعزیز بن خالد ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ترمذ کے امام تھے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا کرتے تھے۔ انہوں نے خواب بیان کرنے کے بعد یہ اضافہ کیا ہے ان ہڈیوں کو ایک دوسرے سے جوڑ رہے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ خواب اگرچہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہے مگر یہ خواب ابن خزیمہ رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا تھا ہم ان دونوں روائتوں کی یوں تشریح کریں گے کہ کبھی تو انسان خود خواب دیکھتا ہے' کبھی اس کے بارے میں دوسرے دیکھتے ہیں۔ بہرحال یہ خواب بڑا ڈراونا اور بھیانک تھا

جس نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہلا کر رکھ دیا۔ خواب سے اٹھے، غمزدہ تھے، سرگرفتہ تھے، کانپ رہے تھے۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ خواب کی تعبیر بتاتے ہیں

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے اس خواب نے پریشان کر دیا۔ شاگردوں کا حلقہ اور فتویٰ نویسی تو ایک طرف مجھے کھانا پینا بھی بھول گیا۔ ان دنوں ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ خوابوں کی صحیح تعبیر نکالنے میں بڑے مشہور تھے۔ بڑے عالم دین تھے، عملیات میں ماہر تھے، آپ کے شاگردوں نے کہا ہم ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لیتے ہیں آپ نے فرمایا، سائل خود چل کر جاتا ہے مسئول کو بلایا نہیں جاتا چنانچہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود چل کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابو مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب یہ خواب ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو فرمایا صاحب خواب وہ مرد ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹی ہوئی سنتوں اور علوم کو از سرنو زندہ کرے گا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ تعبیر سن کر مطمئن ہوئے۔ خوش ہو کر ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کیا، کئی بار خواب کو دہرایا اور تعبیر کو بار بار سنا۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب آپ نے دیکھا ہے تو تم عنقریب احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کام کرو گے اور تمام دوسروں سے سبقت حاصل کرو گے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم سے اتنی برکات حاصل کرو گے۔ جس کا تم اندازہ نہیں کرسکتے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے دن پھر اپنے حلقے میں بیٹھے اور کام شروع دیا۔ تعلیم اور تعلم میں دن رات مصروف ہو گئے۔

بعض مئورخین اور تذکرہ نگاروں نے اس روایت کو اس لئے تسلیم نہیں کیا کہ روایتا" یہ صحیح معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں تھے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں۔ درمیان میں ایک طویل فاصلہ ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اس

شک کو رفع فرماتے ہیں کہ یہ بات درست ہے کہ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں تھے مگر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک دوست نے خود بصرہ جا کر خواب بیان کی اور تعبیر حاصل کی۔

بکیر بن معروف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پریشان خواب کے بعد ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بصرہ جا کر تعبیر دریافت کر کے بتائے۔ وہ شخص واپس آیا تو امام کو تسلی ہوئی' پھر امام بذات خود ایک تیز رفتار اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ سے بصرہ گئے تاکہ خواب کی بتائی ہوئی تعبیر کو بذات خود سنیں۔

حسین بن نصیر قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا آپ کا ایک غلام تھا جو پہلے بھی آپ کا مال تجارت لے کر بصرہ جایا کرتا تھا۔ وہ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بصرہ چلا گیا تھا اور خواب کی تعبیر پوچھ کر واپس آیا تھا۔ اس غلام نے عرض کی کہ میرے آقا نے ایسا خواب دیکھا ہے تو حضرت ابن سیرین نے تعبیر بیان فرما دی۔

عمر بن مجمع نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا میں سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے نہایت قریب بیٹھا ہوا ہوں' مجھے کسی نے کہا اس قبر کو کھودیئے۔ میں کھودتا گیا' مجھے ڈر لگتا تھا مگر مجھے وہ آواز بار بار کہتی تھی کھودتے جایئے۔ میں آگے بڑھتا گیا۔

حضرت ابراہیم ابن ابان فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خواب رمضان المبارک میں دیکھا تھا' آخری عشرہ تھا۔ سبحان اللہ یہ خواب لیلتہ القدر بن کر آئی۔

ان نعمان حیدری الفتاوی   والقضایا و حاتمی البنان

مثله قد طلبت جهلا فمهلا   مالنعمان فی الخلیقة ثان

صاد بالعقل معضلات الفتاوی لم یقعقع لعقله بالشنان
قد جلی للوری خوان المعانی فاطعموا من خوان هذی المعانی
نخلة العلم قد ابرت اجتهادا ففتاوک قد خلت کالمشان
اکلوا من مشان فقهک لکن سرقا بالنهار کالو رشان
ان سفیان قد اتاک عشیا سائرا راسه بمسح الهوان
قد علمنا ولیمة الذئب حقا
فضلة اللیث من صیود سمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے بنیادی اصول

نوح بن ابی مریم جامع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذہب اہلسنّت و جماعت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہم تفضیل شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے قائل ہیں۔ یہ دونوں حضرات تمام امت سے افضل ہیں۔ ہم محبۃ الختنین (حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے قائل ہیں۔ قدر پر ایمان رکھتے ہیں۔ خیر و شر کو اللہ کی طرف سے مانتے ہیں۔ موزوں پر مسح کرتے ہیں۔ گھڑے کی نبیذ کو درست قرار دیتے ہیں۔ تقویٰ کو اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے حکم کے مطابق گھڑے کی نبیذ جسے شراب سے دور کا بھی واسطہ نہیں حلال مانتے ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام علمائے امت نے مسکرات کو حلال کیوں جانا ہے اور اس کے جواز کا کیوں فتویٰ دیا ہے، ہم اس کا جواب یوں دیتے ہیں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "منصوص" میں لکھا ہے کہ ہر نشہ آور چیز خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ حرام ہے، جیسے خنزیز۔ صحاح میں وضاحت کی گئی ہے کہ بھنگ جسے بھنگی پیتے ہیں وہ حرام ہے، نجس ہے۔ اگر اس میں نشہ ہو تو قطعی حرام ہے۔ علامہ سیف الدین الفقیہ نے لکھا ہے کہ بھنگ کھانے پینے میں استعمال ہوتی ہے جو شخص اس کا عادی بن جائے اسے قتل کر دیا جائے۔ "یتیمۃ الدھر" میں مذکور ہے کہ یہ واقعہ امام طحاوی اور مزنی کے دور میں ان کے معاصرین نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ امام محمود بن قاسم بن بدمان حنبلی نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

شر سکر سکر الحشیشه　　والسکر حرام بنص خیرالانام
تفسد المزاج والعقل جمیعا　　بفنون الجنون و الاسقام
ای وجه یحل ماخامر العقل　　وازری فی غلوها بالمدام
یقولون سر الفقراء اکل حشیشة　　اتانا بهذا السر بعض الاعاجم
تباعد عنا الغم والهم و الحیا　　وهذا علی التحقیق عیش البهائم
فقلت لهم صحفتموا سرفقرکم　　وللشین عاملتم بخطف الغمائم
ولو صحف القوم الحشیشة وفقوا　　لتحقیق و صف للحشیشة لازم
تامل رعاک الله احوال اهلها　　ففی الحال منهم عبرة للمسالم
وقاحة وجه واطراح مروة　　وترک المبرات باقتحام المحارم
و دعوی ولا برهان فیه لمدع　　و شطح عری عن شروط المکارم
ریاضتهم شتم الانام و نطفهم　　زکام وما فی القوم غیر مزاکم
وعیشهم فیما جری یجعلونها　　وسیلة حظ لاجتلاب المطاعم
فما شجر الزقوم الاحشیشة
یخص بها فی الناس اهل المآثم

(نوٹ) فاضل مؤلف کتاب نے یہاں بڑی طویل بحث کرتے ہوئے مسکرات اور خمریات کے متعلق لکھا ہے۔ مترجم اپنے قارئین سے معذرت کے ساتھ اسے نظرانداز کر رہا ہے۔

موزوں پر مسح

حنفیوں کے نزدیک موزوں پر مسح نہایت ہی ضروری ہے۔ حضرت ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں نے موزوں پر مسح کرنے کا فتویٰ اس وقت

تک نہیں دیا جب تک مجھے احادیث سے قوی دلائل نہیں مل گئے اور یہ مسئلہ روز روشن کی طرح سامنے نہیں آگیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخین (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتے تھے۔ ان کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ آپ کے نزدیک اس فضیلت کا معیار تقویٰ پر تھا۔ آپ سب صحابہ رسول کو امت رسول میں افضل ترین مخلوق اور اعلیٰ ترین افراد مانتے تھے اور فرمایا کرتے کہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند لمحے رہنا ہماری ساری زندگی کی عبادات سے افضل ہے۔ بعض متکلمین صحابہ کرام میں سے ایک دوسرے کو فضیلت دینے میں توقف کرتے ہیں مگر یہ قول جمہور کے خلاف ہے۔ ہاں مختلف ائمہ نے افضلیت میں انکار کیا ہے اور ایک دوسرے کی افضلیت پر گفتگو کی ہے۔ اہلسنّت کی اکثریت کا اس بات پر اجماع ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ خطابیہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل مانتے ہیں۔ راوندیہ حضرات سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح رافضی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو تمام صحابہ سے افضل مانتے ہیں۔ مگر اہلسنّت کا اتفاق اسی پر ہے کہ سیدنا صدیق اکبر تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ مگر ایک اقلیتی طبقہ اہلسنّت نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب پر افضلیت دی۔ امام علی پھر حضرت عثمان۔ چار صحابہ رسول کے بعد عشرہ مبشرہ کی افضلیت پر ہر ایک کا اتفاق ہے۔ یہ یقینی جنتی لوگ ہیں۔ پھر اصحاب بدر تمام صحابہ سے افضل، پھر اصحاب احد کو فضیلت حاصل ہے۔ اسی طرح بیعت الرضوان میں شامل ہونے والے صحابہ کرام ہیں۔ اس کے بعد وہ انصار صحابہ جو تحویل قبلہ سے پہلے ایمان لائے تھے سابقون الاولون کا مقام اپنی جگہ ہے۔ جن لوگوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

پیچھے اس وقت نماز ادا کی جب تحویل قبلہ کا حکم آیا تھا۔ حضرت ابن عبدالرزاق فرماتے ہیں جو صحابہ کرام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دوران فوت ہوئے وہ افضل ترین طبقہ ہے۔

(نوٹ) اس موقع پر فاضل مصنف کتاب حضرت علامہ کردری رحمتہ اللہ علیہ نے صحابہ کی افضلیت اور فضیلت پر بڑی طویل بحث کی ہے اور علمائے امت کے خیالات کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ فاضل مترجم کی رائے میں اس موضوع کو نظرانداز کیا جارہا ہے اور قارئین کتاب سے معذرت کی ہے۔

والدین رسول ﷺ کا ایمان

حضور نبی کریم رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین اہل ایمان سے تھے۔ ان کا خاتمہ اہل ایمان کے ساتھ ہوا تھا۔ جو حضرات آپ کے والدین کے خلاف بات کرتے ہیں وہ صالحین امت کے نزدیک قابل توصیف نہیں ہیں۔ وہ بعض گمراہ کن باتوں سے متاثر ہیں۔ احادیث صحیحہ سے آپ کے ایمان کی تصدیق ملتی ہے۔ تذکرہ قرطبی میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپ کے والدین کریمین کو دوبارہ زندگی دی گئی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ پڑھایا' دونوں ایمان لائے اور دوبارہ فوت ہوئے۔

اگرچہ یہ قول علامہ قرطبی نے بیان فرمایا ہے مگر ہمارے نزدیک یہ بات قرآن و احادیث کی روشنی میں پرکھی جائے تو غلط ثابت ہوتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ فلم یک ینفعھم ایمانھم کہ مرنے کے بعد ان کا ایمان کام نہیں آئے گا۔ بعض لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے کفر ثابت کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث کا سہارا لیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور تمہارے باپ دوزخ میں ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا بعداز موت ایمان لانا علامہ قرطبی کے علاوہ دوسرے کئی علما کی کتابوں میں بھی

ملتا ہے۔ یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کے لئے ہی نہیں کئی دوسرے افراد کے لئے بھی کہی جاسکتی ہے جو بعد از موت ایمان لائے تھے۔

ابو اللیث سمرقندی نے "تفسیر الایمان" میں لکھا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کے والدین سرور دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زندہ کرنے والے معجزے سے پہلے ایمان لائے ہوں۔ ہم آیت کریمہ میں دیکھتے ہیں کہ ایمان لانے کا ایک اصول قائم کیا گیا ہے' جو شخص موت کے بعد ایمان لائے گا اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہم اس مقام پر ان علماء حضرات کی دلیل کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ عذاب دیکھنے کے بعد ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کریمین نے تو کسی حالت میں عذاب کا معائنہ نہیں فرمایا تھا۔

ایمان کی تحقیق

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ایمان' معرفت' تصدیق' اقرار اور تسلیم کا نام ہے۔ اس مسئلہ پر تین قسم کے لوگ سامنے آتے ہیں۔ زبان و قلب سے ماننا۔ اللہ اور لوگوں کے نزدیک مومن ہوگا۔ "اقرار باللسان و تصدیق بالقلب" مگر جو شخص دل میں تو ایمان رکھتا ہو مگر زبان سے تصدیق کرنے سے قاصر ہے اس کا ایمان درست نہیں ہوتا۔ خواہ یہ عمل تقیہ کے طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں قلبی تصدیق پر اللہ کے نزدیک مومن ہو گا۔

زبان سے تصدیق کرنے والا مگر دل سے نہ ماننے والا بھی کافر رہتا ہے۔ اگرچہ وہ لوگوں کے نزدیک مومن ہو گا مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ کافر ہوگا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تمام اہل ایمان خواہ وہ زمین و آسمان میں ہوں یا اولین و آخرین میں ہوں تمام انبیاء کرام اور دوسرے اہل ایمان کا ایمان ایک جیسا ہوگا۔ کیونکہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لاتے ہیں' اس کی تصدیق کرتے ہیں اور رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔ ہاں اہل ایمان کے اعمال درجات مختلف ہیں۔ اسی طرح کفر بھی ایک جیسا ہی

ہے مگر کفار کے مختلف طبقات ہیں۔ ہم سب کے سب اسی اللہ واحد پر ایمان لائے ہیں جس طرح ہمارے انبیاء کرام علیہم السلام لائے تھے اور انہوں نے ہمیں ہدایت کی تھی۔ انہیں ہم پر فضیلت ہے وہ طاعات میں فضیلت رکھتے ہیں۔ اعمال میں فضیلت رکھتے ہیں۔ جمیع امور دنیا والاخرۃ میں ممتاز ہیں' افضل ہیں۔ اس معاملہ میں ہمارے اللہ نے ہم پر ظلم نہیں فرمایا۔ ہمارا حق کم نہیں کیا' ہمیں اپنی ذات پر ایمان لانے سے محروم نہیں کیا۔ ہاں اپنے برگزیدہ بندوں کو اعزاز و اکرام کے عطیہ سے نوازا' یہ اس کا کرم ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اہل ایمان کے قائد ہیں کوئی دوسرا ان کا ہم رتبہ نہیں ہو سکتا۔ لوگوں کو جس قدر مراتب حاصل ہیں وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وساطت سے ملے تھے۔ جو بھی جنت میں داخل ہو گا ان کی دعا ان کی محبت سے ہو گا۔

امام اہل مکہ عطاء بن رباح رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر بن عدی سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ عرض کی عراق سے۔ ہم عراقی لوگ تقدیر کی تکذیب نہیں کرتے' نہ ہی کسی کو گناہ کی وجہ سے کافر کہتے ہیں' نہ ہی اسلاف کے خلاف بات کرتے ہیں' عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے تین بار اعلان کیا کہ یہی ہمارے اسلاف کا عقیدہ ہے اور ہم نے اسلاف کو یونہی پایا تھا۔

علم و عمل کے مقامات

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عمل علم کے تابع ہے' جیسے تمام اعضائے جسمانی آنکھوں کی بینائی کے بغیر کام نہیں کر سکتے اسی طرح کوئی عمل علم کے بغیر کار آمد نہیں ہو سکتا۔ تھوڑا سا علم بھی بہت سے عمل کے لئے راہنمائی کرتا ہے۔ جہالت کا عمل گمراہی اور تباہی بن جاتا ہے' جیسے تھوڑی سی خوراک جنگل کے طویل سفر میں کار آمد ہو جاتی ہے اس زاد کثیر سے بہتر ہے جو انسان کو سفر سے محروم کر دے اور راستوں کی بے خبری کا سبب بنے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ○ یارسول اللہ علیک! آپ انہیں بتا دیجئے۔ کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں یا جانتے ہیں ان لوگوں کے برابر ہیں جو کچھ بھی نہیں جانتے!

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ جو طالب علم عدل کی تعریف تو کرے مگر اسے ظلم کی خبر تک نہ ہو تو انصاف کیسے کر سکتا ہے اور ایسے جاہل کو عارف بالحق کیسے کہا جاسکتا ہے۔ مزید فرمایا جو عمل کو تو جانتا ہے مگر جور و ستم کو روا رکھتا ہے ہم اسے جور و عدل دونوں سے جاہل کہیں گے۔ میرے نزدیک جہالت میں اجہل الاصناف وہ لوگ ہیں جو جانے بغیر ہی عمل کی راہ پر چل نکلتے ہیں۔ ان کی مثال ان چار آدمیوں جیسی ہے جنہیں سفید کپڑا دیا جائے پھر ان سے اس کپڑے کے رنگ کے متعلق پوچھا جائے تو ان میں سے ایک کہے سفید ہے، دوسرا کہے کہ سیاہ ہے، تیسرا کہے سرخ ہے اور چوتھا کہے کہ زرد ہے۔ پھر جو کہتا ہے کہ یہ کپڑا سفید ہے اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ حق پر ہے یا دوسرے ساتھی حق پر ہیں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ یہ کپڑا سفید ہے۔ اندریں حالات یہ لوگ اپنی لاعلمی کی وجہ سے فیصلہ کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

اس کی وضاحت کے لئے ایک مثال سامنے رکھیں۔ ہم کہیں کہ زانی مومن ہے کافر نہیں۔ ہم اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور اس کے لئے مغفرت بھی مانگیں گے۔ اس کے برعکس ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ زانی سے شاہد ایمان چھین لیا گیا ہو۔ ایسے لوگ خوارج کے عقیدے کی نفی بھی کرتے ہیں مگر اس کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو علم کی روشنی کے بغیر جہالت کے جنگلوں میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ اسی طرح شیعوں کے عقیدے کا انکار بھی کرتے ہیں اور اس کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمت عالم بنا کر بھیجا ہے تاکہ آپ متفرق لوگوں کو جمع کر کے محبت اور الفت کا سبق دیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس دیں اور باہمی اختلاف اور لڑنے جھگڑنے سے روک دیں۔ پھر آپ کی رحمت کو محدود بھی کرے ایسا شخص رحمت للعالمین کی مرکزیت کا منکر ہوگا۔

آج امت محمدیہ میں جس قدر اختلاف پایا جاتا ہے وہ اختلافی روایات کی وجہ سے ہے۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو روایات کے اختلاف میں الجھ کر اپنا مقصد بھول جاتے

ہیں۔ روایات پر غور کیا جائے تو ان میں ناسخ بھی ہیں اور منسوخ بھی۔ ہم روایت کرتے چلے جاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ یہ روایت کیسی ہے۔ ہم اپنی لاعلمی سے منسوخ روایات کو اپناتے جاتے ہیں اور مستحکم روایات کو نظرانداز کرتے جاتے ہیں۔ (آج کے غیرمقلدین کا یہی طریق کار ہے) منسوخ احادیث پر عمل کرنا گمراہی ہے۔ مگر یہ لوگ اپنی جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے ایسی منسوخ احادیث پر عمل کرتے جاتے ہیں' خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے رہتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح مختلف انداز میں فرمائی ہے۔ ناسخ آیات اپنی جگہ قائم ہیں اور منسوخ آیات کا حکم بھی منسوخ ہو چکا ہے۔ ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ منسوخ آیات اور احادیث کو اپناتے چلے جارہے ہیں۔ یہ اکذب ہیں اور ان کی تکذیب ارشادات رسول کی تکذیب ہے۔

ایک شخص یہ اعلان کرتا ہے کہ میں ہر اس چیز پر ایمان لاتا ہوں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور میں ہر اس چیز کو مسترد کرتا ہوں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ میں اس حدیث کو مسترد کرتا ہوں جو قرآن پاک کی آیات کے خلاف ہے۔ یہ شخص دراصل حضور ﷺ کی حدیث کو مسترد نہیں کررہا بلکہ اس شخص کا رد کررہا ہے جس نے یہ روایت بیان کی ہے۔ ورنہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اسے کون مسترد کرسکتا ہے۔ اس پر ہمارا ایمان ہے' ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ سچ کہا ہے' حق کہا ہے۔ آپ نے کبھی ایسا حکم نہیں دیا جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو یا آیات قرآنیہ سے متعارض ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ○ جو رسول اللہ کی اتباع کرتا ہے وہ دراصل اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مستند کتاب "العالم والمتعلم" میں ان موضوعات پر تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔ اس کتاب میں آپ نے دین کے قواعد و ضوابط کو مرتب فرمایا ہے اور آپ نے ان ضوابط کو قلم بند فرمایا ہے جو سنت رسول ﷺ پر

مبنی ہیں اور ان عقائد کو حنفی حضرات یا اہلسنّت و جماعت نے اپنایا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذہب اعتزال سے کوسوں دور ہیں۔ صدرالائمہ اخطب الخطباء الخوارزمی معتزلی عالم تھے۔ آپ نے مناقب میں لکھا ہے کہ "العالم والمتعلم" امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہے اور اس نے الزام لگایا ہے کہ معتزلہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر ہیں معتزلہ کا یہ طریق کار ہے کہ ہر صاحب ادراک امام پر الزام تراشی کرتے رہتے ہیں۔ اکثر معتزلی علماء لوگوں میں مشہور کرتے رہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معتزلی تھے۔ (معاذ اللہ) وہ یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ اللہ پر وہ امر واجب ہے جو اس کے بندوں پر واجب ہے حالانکہ ہزاروں ایسے امور ہیں جو بندوں پر تو واجب ہیں مگر اللہ کی ذات ان سے منزہ ہے۔

ہم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہلسنّت و جماعت مانتے ہیں۔ نہ وہ معتزلہ ہیں، نہ رافضی اور نہ خارجی ہیں۔ خواہ ایسے باطل فرقوں کے لوگ اپنی اپنی رائے کے مطابق حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام تراشی کرتے رہیں۔ قرآن پاک نے ایسے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ماکان ابراھیم یھودیاً ولا نصرانیاً ○ "حضرت ابراھیم نہ یہودی تھے، نہ نصرانی تھے۔"

امام عبدالمجید بن میکائیل الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ریشمی کپڑے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ وہ بزاز تھے۔ ریشمی کپڑے بیچتے تھے۔ دن کو کاروبار کرتے تھے، رات کو اللہ کے حضور شب بیداری کر کے نوافل ادا کیا کرتے تھے۔ آپ احادیث و فقہ کے زبردست عالم تھے۔ آپ جس سے گفتگو فرماتے نہایت نرمی اور محبت سے اسے قائل کرتے۔ آپ کے کلام میں درشتی اور سختی نہیں تھی۔ ہاں! اپنے کاروبار میں مصروفیت اور علم و عمل میں مشغولیت کی وجہ سے عام آدمیوں سے کم ملتے جلتے تھے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا کاروبار اور علم و تقویٰ

کوفہ کا گورنر ابوہبیرہ تھا۔ اس نے آپ کی علمی برتری اور علمی بلندی کو دیکھا تو حکم دیا کہ آپ کو قاضی القضاء (چیف جسٹس ممالک اسلامیہ) مقرر کیا جاتا ہے مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اس نے آپ کے انکار کو توہین خلافت اور تکذیب دربا عباسیہ جانتے ہوئے حکم دیا کہ انہیں کوڑے مارے جائیں۔ آپ نے سزا قبول کرلی مگر قضاء کا عہدہ اور منصب قبول نہ کیا۔ تاریخ عالم میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو گا جس نے اتنے بڑے منصب سے انکار کرنے پر سزا قبول کی ہو۔ وہ اپنے شاگردوں اور دوستوں پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ مروت کرتے' ان کی ضروریات پوری کرتے۔ غریب طلبہ کی امداد فرماتے۔

آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے میرے نزدیک تمام اہل قبلہ مومن ہیں۔ میں انہیں معمولی غلطی یا لغزش پر خارج از ایمان نہیں جانتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کا فرائض ترک کرنا یا کسی عمل سے محروم ہونا اسے ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ آپ فرمایا کرتے جہم بن صفوان' مقاتل سلیمان دونوں فاسق ہیں۔ میں ان کے عقائد اور نظریات سے بیزار ہوں' مگر انہیں کافر قرار نہیں دیتے تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے بلند پایہ متکلم تھے۔ حلال و حرام کے فقیہ تھے۔ جب ان کے سامنے کوئی حدیث آتی تو یہ نہ کہتے ابراہیم نے کیا کہا ہے فرمایا کرتے ہمارے امام نے اسے یوں بیان فرمایا ہے۔ یہ ان کے ادب کا ایک انداز تھا اور حدیث پاک سے محبت کا طریق کار تھا۔

حضرت امام ابوحنیفہ کی عادات کریمہ

فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ پر کمال شہرت حاصل کی تھی۔ پرہیزگاری میں کمال حاصل کیا۔ کثیرالافضال و اعمال تھے۔ جو بھی آپ کے پاس آتا بڑے صبر و تحمل سے اس کی بات سنتے۔ اگر وہ کچھ حاصل کرنا چاہتا تو دن رات اس کی علمی تربیت فرماتے۔ رات کو اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز رہتے۔ زیادہ تر خاموش رہتے۔ آپ قلیل الکلام تھے۔ یہاں تک کہ اگر آپ کے ہاں حلال و حرام کا مسئلہ آتا تو آپ نہایت متانت سے راہنمائی فرماتے اور اچھے دلائل دیتے۔

وہ بادشاہ کے مال و انعامات سے دور رہتے تھے۔ اس مقام پر ابن الصباح رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی عادات کریمہ میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تو آپ صحیح احادیث کی روشنی میں بیان فرماتے۔ اگر وہ حدیث صحابہ کرام یا تابعین سے مروی ہوتی تو کبھی قیاس نہ کرتے تھے۔ حدیث پاک پر عمل فرماتے اور اسے ہی بیان فرمایا کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بیشمار مسائل حل فرمائے

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بے شمار مسائل آتے آپ ان کا حل پیش کرتے۔ ایک اندازے کے مطابق آپ نے ساٹھ ہزار مسائل پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے اور انہیں ضبط تحریر میں بھی لایا گیا۔ عتیق بن ابی بکر خوارزمی رحمتہ اللہ علیہ جب خوارزم میں آئے تو آپ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ لاکھ مسائل کو حل فرمایا۔ خطیب الخوارزمی نے ایک اور مقام پر فرمایا تھا کہ آپ نے تین لاکھ اسی ہزار مسائل وضع فرمائے تھے۔ ان میں اسی ہزار عبادات پر تھے اور باقی معاملات پر۔ آپ نے عوام کے ہر مسئلہ کا حل پیش کیا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہزاروں لوگ گمراہ ہو جاتے اور ناواقفیت کے جنگل میں بھٹکتے رہتے۔ حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارا قول اور ہماری رائے احسن ہے تو واقعی ہم احادیث کی روشنی میں اسے احسن طریقہ سے بیان کرتے ہیں۔ اسی قول اور رائے کو لوگ قیاس قرار دیا کرتے تھے۔ ہاں اس سے بڑھ کر اگر کوئی دوسرا عالم دین قیاس لاتا ہے تو ہم اسے بطریق اولیٰ بالصواب خیال کرتے ہیں۔

وکیع نے فرمایا کہ جب لوگوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قیاس کے الزامات عائد کئے تو آپ نے قیاس کی حقیقت اور اس کی اہمیت کو واضح کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مسجد میں پیشاب کر دینا اس سے بہتر ہے کہ قیاس کو مسترد کر دیا جائے۔ مسجد کا پیشاب تو دھویا جاسکتا ہے، مسجد کے فرش کو پاک کیا جاسکتا ہے، اسے دھوپ یا پانی سے صاف کیا جاسکتا ہے مگر قیاس کو توڑنا اور اس مسئلہ پر جہالت سے عمل کرنا بڑا خوفناک

کام ہے۔ قیاس کو توڑنا ثابت شدہ حکم کو ضائع کرنا ہے اور اس سے آنے والے لوگوں کی راہنمائی کو معدوم کر دینا ہے مگر مسجد میں پیشاب کو تو ہر شخص دھو کر اسے پاک کر دے گا۔

قیاس احادیث کی روشنی میں

نعیم بن عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا' مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ اپنی رائے سے فتویٰ دیتا ہے۔ حالانکہ میرے ہر فتویٰ کی بنیاد حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتی ہے۔ ہاں جب میں کہیں سے حدیث نہیں پاتا تو احادیث کی روشنی میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہوں۔ آپ کا یہ فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ آپ دوسروں کی نسبت احادیث پر زیادہ اعتماد کیا کرتے تھے اور احادیث کی اتباع پر نہایت سختی سے عمل پیرا تھے۔ اثر صحابی کے قول کو کہا جاتا ہے اور صحابی کے مقولے یا قول کی بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہ کر اس بات (حدیث) پر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم یا فعل سے صادر ہوئی تھی۔ صحابی کے قول کی بنیاد عقل اور ادراک پر نہیں ہوتی وہ تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر بات کرتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کی تقلید پر پابند تھے۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث واضح نہیں ملتی تھی وہ صحابی کی بات پر عمل کرتے تھے جسے لوگ قیاس کہہ کر آپ پر الزام تراشی کرتے تھے۔

زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا' ابیض ابن الاغر آپ سے قیاس پر گفتگو کر رہے تھے۔ مجلس میں ایک شخص نے چیخ کر کہا۔ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ یہ شخص اہل مدینہ سے تھا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی چیخ سنی تو اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے کئی بار کہا ہے کہ ابلیس لعین نے قیاس کیا تھا مگر اس نے کتاب اللہ کو رد کر کے قیاس کیا تھا۔ اس نے حکم خداوندی کو مسترد کر کے قیاس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے و اذقلنا للملائکۃ اسجدو الآدم فسجدوا الا ابلیس قال أسجد لمن خلقت طینا ○ اس نے پہلے اللہ تعالیٰ

کے حکم کا انکار کیا پھر اس نے قیاس کیا کہ تو نے آدم کو مٹی سے بنایا ہے اور میں تو آگ سے بنایا گیا ہوں۔ مگر ہم تو ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلے پر قیاس کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کسی حدیث کو رد نہیں کرتے بلکہ اس کی روشنی میں مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ ہم اصول اسلام کو اصل قرار دیتے ہیں۔ قرآن پاک کی آیات کریمہ' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی احادیث اور اقوال صحابہ اجماع امت کو بنیاد بنا کر مسئلہ کا حل بتاتے ہیں۔ ہمارا قیاس ان بنیادی اصولوں کی روشنی میں ہوتا ہے۔ ہمارے قیاس اور ابلیس کے قیاس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ شخص اٹھا اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور توبہ کرتے ہوئے کہا اللہ آپ کے دل کو ایسے ہی منور فرمائے جیسے آپ نے میرے دل کو منور کیا ہے۔

کتاب اللہ' سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کے ہوتے ہوئے قیاس کی ضرورت نہیں

حسن بن زیاد نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے اجماع امت کے خلاف قیاس کرے۔ جب صحابہ کرام کے اقوال میں اختلاف پایا جائے تو ہم اس حکم پر فیصلہ کرتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے قریب ہو۔ اجتہاد ایک نہایت اہم اصول ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔ اجتہاد نے فقہاء کے لئے بڑی وسعت پیدا کی ہے۔ جو اختلاف کو جانتا ہے وہ قیاس کرتا ہے تو ایسا قیاس احسن ہے اور ہمارے اسلاف نے یہی طریق کار اختیار کیا تھا۔

حسن بن عبدالکریم بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو حکم ہمیں اللہ اور اس کے رسول سے ملے ہم اس سے سر مو تجاوز نہیں کرتے۔ جس بات میں صحابہ کرام میں اختلاف پایا جائے ہم اس مسئلہ کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھتے ہیں۔ پھر کوئی ایسی صورت نکالتے

ہیں جو اللہ اور رسول کے فرمان کے قریب ہو۔

محمد بن عذافیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا۔ قیاس پر مسئلہ حل نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس بات کی اجازت ہے' جو چاہو کہہ دیا۔ ہم قیاس وہاں کرتے ہیں جہاں ہمیں کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔ پھر قیاس اثبات الارکان والاسباب میں نہیں ہو سکتا صرف اثبات الاحکام پر ہوتا ہے۔

توبہ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سنا تھا کہ میں نے جملہ امور کو قیاس پر محمول کیا تو بات نہ بنی۔ نہ مسائل کو حل کیا جاسکا۔ پھر میں نے جملہ امور کو استحسان پر محمول کیا تو بھی مسائل حل نہ ہوئے' ہاں میں نے لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لئے قرآن و احادیث کو اپنا راہنما بنایا' کسی اصول پر قیاس کیا جا سکتا ہے' ہر بات کو قیاس سے حل نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے ہم نے جب بھی قیاس کیا اسے کسی نص کے ساتھ منضبط کیا۔

سہل بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ فقہ کو لیتے اور قبیح کو چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ کی نگاہیں لوگوں کے معاملات پر ہوتی تھیں۔ وہ ان معاملات کو قرآن و احادیث کی روشنی میں حل کر کے آسانیاں پیدا کرتے تھے۔ جب یہ لوگ مشکلات میں پھنس جاتے تو حدیث معروف پر عمل کرنے کا حکم دیتے تھے اور جس مسئلہ پر اتفاق ہوتا اسی پر قیاس کرتے تھے۔ ورنہ استحسان فرمایا کرتے اور جس مسئلہ پر زیادہ وثوق ہوتا اس پر فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔

امام زفر رحمتہ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر شاگرد تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی باتوں پر نہ جاؤ۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو قرآن و سنت اور اقوال صحابہ کے علاوہ کسی چیز کو بنیاد نہیں بنایا کرتے تھے۔ اگر قیاس کرنا ہوتا تو اسی بنیاد پر قیاس کرتے۔

ابن جریج رحمتہ اللہ علیہ مکہ مکرمہ کے امام تھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے انہیں فتویٰ دیا اصل محکم پر فتویٰ دیا۔ حضرت امام ہر مسئلہ کی اصل محکم پر فتویٰ دیا کرتے تھے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے شخص ہیں جس نے اسلامی مسائل کو مرتب کیا۔ اس میں اپنی تصانیف فرمائی تھیں۔ ابن جریج ۱۴۹ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی مناظرے کئے' مختلف روایات پر بحث کی مگر ہمیشہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق پر پایا۔

محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اصحاب کے ساتھ جب قیاسیات پر گفتگو فرماتے تو استحسان پر بات بھی کرتے تھے۔ کوئی دوسرا شخص آپ کے استحسان کو نہ پہنچ سکا تھا کثرت سے ایسے مسائل سامنے آتے جنہیں آپ کا استحسان حل کرتا تھا۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ انسان کب فتویٰ دے سکتا ہے اور اسے قضاء کے عہدہ پر کب آنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا جب اسے احادیث کی کامل بصیرت ہو۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کو سمجھتا ہو اور ان کی روایات کا حافظ ہو۔ دو روایتوں میں سے صحیح نتیجہ اخذ کرنے کا ملکہ رکھتا ہو' ورنہ وہ اپنے فیصلوں میں گمراہ ہو جائے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اصول و شرائط استقرار مذہب سے پہلے کی بات ہے۔ جب قواعد و ضوابط مرتب ہو گئے تو اب ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ اب تو تقلید کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔

محمد بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنی گفتگو کے دوران قرآن مجید کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ○

ایک توجہ طلب نکتہ

آج بہت سے کوتاہ اندیش اور برخود غلط علماء امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اصولوں کی مخالفت کرتے ہیں اور اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ دلائل کے ہوتے

ہوئے استحسان کی کیا ضرورت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو قیاس کیا کرتے تھے، پھران کا یہ کہنا کتنا بے فائدہ ہے کہ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے قیاس کر کے استحسان کرنا شروع کر دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں قیاس چھوڑ کر قیاس کو اختیار کیا ہے۔ یہ بات نہایت بیہودہ ہے۔ اگر استحسان قیاس کے خلاف ہے پھر تو کوئی چیز ہی نہیں رہ جاتی جسے دلیل کہا جا سکے۔ ہمارے نزدیک استحسان دراصل قیاس خفی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم نے قیاس کو ترک کر دیا ہے تو ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس قیاس کو ترک کیا جو ظاہراً درست ہے مگر اس کے اندر فساد ہے۔ مگر ہم اس قیاس کو نہیں چھوڑتے جس میں صفائی ہے۔ ہم علم الاصول پر عمل کرتے ہیں اور علم الاصول میں واضح ہو چکا ہے کہ معاملات کو قرآن و احادیث کی روشنی میں قیاس کیا جائے۔ مختصراً یہ بات ہے کہ جس طرح بعض مسائل میں قرآن و احادیث کے عام احکام لئے جاتے ہیں اسی طرح قیاس کے مسائل کو استحسان میں لیا جائے۔ امام رضی اللہ عنہ کا اس آیت کریمہ کی تلاوت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن و سنت کے ہوتے ہوئے کسی قسم کے قیاس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مارآہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن جس چیز کو مسلمانوں کی اکثریت اچھا کہے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ وہ قیاس کرو جس میں لوگوں کو سہولت میسر آئے۔ جب قیاس فاسد ہو جائے تو استحسان کرو اور دو دلیلوں میں سے مشکل دلیل کو لے لو۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عبداللہ بن شبرمہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص قرآن و احادیث کے احکام کے ہوتے ہوئے قیاس نہیں کر سکتا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مسئلہ پر قیاس کیا کرتے تھے جب اس کی بے حد ضرورت ہوتی تھی۔ قیاس سے مسئلہ حل نہ ہوتا تو استحسان فرمایا کرتے تھے۔

یحییٰ بن نصیر بن حاجب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب چاہتے کہ کوئی کلام حسن اور دقیق بیان کریں تو پہلے دو نفل پڑھ لیا کرتے تھے۔ پھر اپنے

ساتھ مسعر اور عمر بن زر کو بیٹھا لیتے۔ خوش الحانی سے قرآن پاک کی آیات کی تلاوت کرتے۔ اللہ سے دعا کرتے کہ مجھے اس مسئلہ پر امداد فرما پھران کے سامنے مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ ابوالقاسم محمد بن سالم تمیمی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں یہ اشعار کہے ہیں ۔

وضع القیاس ابوحنیفة کله　　فاتی با وضح حجة و قیاس
و بنی علی الاثار اس بنائه　　فاتت غوامضه علی الاساس
والناس یتبعون فیها قوله
لما استبان ضیاؤه للناس

(ترجمہ) امام ابوحنیفہ نے قیاس کی بنیاد رکھی تو واضح ترین حجت پر قیاس لائے۔

☆ ... اپنے مسائل کی بنیاد آثار پر رکھی اور اسی بنیاد پر غور و خوض کیا اور مشکل مسائل کو حل کرتے گئے۔

☆ ... لوگ آپ کی اتباع کرتے ہیں۔ اسی رائے اور قیاس میں جب کہ اس کی روشنی لوگوں کو ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہجو گو

الوراق نے جب سنا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے احباب سے قیاس کرتے ہیں اور اپنی رائے پر گفتگو کرتے ہیں تو اس نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہجو لکھی ہم اس کے چار اشعار نقل کرتے ہیں ۔

کنا الدین قبل الیوم فی سعة
حتی بلینا باصحاب المقائیس

قوم اذا اجتمعوا صاحوا کانهم
ثعالب صیحت بین النواویس

قاموا عن السوق اذقلت مکاسبهم
فاستعملوا الرای عند الفقروالبوس

اما الغریب فامسوالا عطاء لهم
وفی الموالی علامات المفالیس

(ترجمہ) ہم اس سے قبل بڑے وسعت میں سے تھے مگر اہل قیاس نے ہمیں آزمائش میں ڈال دیا ہے۔

☆ ... یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو شیروں کی وادیوں میں لومڑیوں کی طرح چیخیں مارتے ہیں۔

☆ ... جب ان کا کام ٹھپ ہو جاتا ہے تو بازاروں سے اٹھ کر فقرو تنگی کے وقت قیاس کرنے لگ جاتے ہیں۔

☆ ... بہرحال یہ غریب لوگ ہیں ان کے لئے کوئی عطا نہیں ہے۔ یہ موالی (غلام) ہیں ان کے نصیبوں میں صرف افلاس اور تنگ دستی ہے۔

جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ نے ایسے ہجو گولوگوں کے اشعار سنے تو ان کو بڑا غصہ آیا۔ آپ کے ایک شاگرد نے جوابی طور پر یہ اشعار کہے ؎

اذا ماالناس فقهاقا یسونا   بفائدة من الفتیا طریقه
اتیناهم بقیاس عجیب   مصیب من طراز ابی حنیفه
اذا سمع الفقیه بها وعاها   واثبتها بحبر فی صحیفه
باٰثارا اتینه عن سواه   من الماضین مسندة شریفه

فاوضح للخلائق مشکلات
نوازل کن قد ترکت وقیفه

(ترجمہ) جب لوگوں نے اپنے مسائل کی مشکلات پیش کیں تو ہم نے فقہ سے ان کے مسائل حل کر دیئے۔ اور قیاس سے ان کے لئے آسانیاں پیدا کر دیں۔ ان

کے فتویٰ سے لوگ راہ راست پر چل نکلے۔

☆ ... ہم نے ان لوگوں کے سامنے مقیاس (ایک معیار) پیش کیا جو ایک نشان پر پہنچ کر رک جاتا ہے۔ ہمارا مقیاس امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کا طریق کار صحیح ہے۔

☆ ... حضرت امام ابوحنیفہ کے فتویٰ کو فقیہوں نے سنا تو اسے یاد کر لیا۔ بلکہ کاغذ پر لکھ کر صحیفے بنا لئے۔

☆ ... حضرت امام رضی اللہ عنہ کے فتوے آثار صحابہ سے مزین ہوتے ہیں اور آیات اور احادیث کی روشنی میں درخشاں ہوتے ہیں۔ انہوں نے مخلوق کی مشکلات کو آسان کر دیا۔

☆ ... وہ مسائل جسے بڑے بڑے اہل علم توقف کر کے چھوڑ جاتے تھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا حل بتاتے' جس سے وہ لوگ خوش ہو جاتے۔

مساور نے کہا کہ ہم لوگ کوفہ میں ایک رئیس کی دعوت ولیمہ پر گئے۔ گرمی کے دن تھے۔ بے پناہ ہجوم تھا۔ بیٹھنے کو کوئی مناسب جگہ نہیں ملتی تھی۔ اس محفل کے صدر نشین امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ نے مجھے دیکھا اور اشارہ کیا کہ میرے پاس آجاؤ۔ میں ہجوم کو چیرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے بڑی آرام دہ جگہ پر بٹھایا۔ وہاں پر ٹھنڈک بھی تھی اور آرام بھی ملا حالانکہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہجو گو تھا۔ میں وہاں بیٹھ گیا اور دل میں سوچنے لگا آج مجھے میرے اشعار نے بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔ جس کے لئے میں نے ہجو لکھی تھی وہ مجھے اعزاز و اکرام سے نواز رہا تھا۔ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعلیٰ اخلاق سے بے حد متاثر ہوا اور اپنی ہجو گوئی کی وجہ سے دل ہی دل میں شرمسار ہوتا رہا۔

عباس بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے بتایا کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب ہم دعوت ولیمہ سے فارغ ہو کر باہر آئے تو مساور شرمندہ شرمندہ ہمارے پاس نہ آیا' پورا دن گزر گیا' وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس

پہنچا تو اس دن کی عزت افزائی کا شکریہ ادا کیا۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے مساور کو پانچ سو درہم دیئے۔ اس دن سے وہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے حسن اخلاق اور سخاوت سے اتنا متاثر ہوا کہ ساری زندگی آپ کے ساتھ رہا اور ہمیشہ مدحت سرائی کرتا رہا۔

ایک اور روایت میں یوں لکھا ہے کہ مساور ہمیشہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں رہتا تھا۔ آپ سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے قابل قدر تلامذہ کی مدح میں یہ اشعار کہے ۔

وما ارضی لذی ادب و دین — بان یهدی الاذی لابی حنیفه

وکیف یحل ان یوذی فقیه — له فی الدین آثار شریفه

اذا دعوا القضاة لوجه امر — وخاضوا فی مسائله العنیفه

وقولوا مابد الکموا و خوضوا — فعلی بدی صحابته القطیفه

قضاة الناس و الفقهاء منهم

واهل العلم السیر العفیفه

(ترجمہ) میں ایسا شخص نہیں کہ میرے کلام سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذیت پہنچے۔

☆ ... یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک فقیہ کو اذیت پہنچائی جائے جب کہ وہ ایک برگزیدہ شخص ہے اور اس نے دنیا کی خدمت کی ہے۔

☆ ... جب حکام وقت کسی وجہ سے قاضی کو طلب کرتے ہیں تو انہیں مشکل مسائل کے حل کرنے میں بڑی دقت محسوس ہوتی ہے۔

☆ ... انہیں کہہ دو' تم جتنا چاہو غور و خوض کر لو۔ اصل مقصد تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شاگرد ہی پورا کریں گے۔

☆ ... یہی لوگ قاضی ہیں' یہی لوگ فقہا ہیں اور یہی لوگ اہل علم و بصیرت ہیں۔

جعفر بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ۔

اذا ماالناس فقها قايسونا بآبدة من الفتيا طريقه
اتيناهم بقياس عتيد متين من طراز ابى حنيفه
طراز ليس من غنم و قطن و كتان يحاك ولا قطيفه
تذل له المقائس حيث يفتى وتدهش عنده الحجج الضعيفه
وان اباحنيفة كان بحرا بعيد الغور فرضته نظيفه
روى الآثار عن نبل ثقاة غزار العلم مشيخة حصيفه
ولم يقس الا مور على هوا والكن قاسها بتقى و خيفه
فاوضح للخلائق مشكلات نوازل كن قد تركت و فيفه
فمن يحكم حكومته يوفق لقصد غير حائزة محيفه
وقول الناطقين القدح فيها
كهبط قطا باجنحة نتيفه

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایمان کی حقیقت

عمر بن حماد بن امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک عرصہ تک مقیم رہا۔ جب میں لوٹا تو مجھے خیال آیا ممکن ہے کہ میرے دادا (امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حاسدین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کانوں میں غلط باتیں بھریں۔ میں نے ارادہ کیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب بیان کروں اور ان کے عقائد بیان کر دوں۔ میں نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو عرض کی آج میں اپنے دادا کے عقائد آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں' اگر پسند آئیں تو تائید کرنا ورنہ انکار کر دینا اور مجھے صحیح عقیدہ میں رہنمائی فرمانا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اجازت دی تو میں نے عرض کی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی شخص کو گناہ کی بنا پر

کافر (اسلام کا منکر) نہیں کہا کرتے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یہ بات تو درست ہے۔ میں نے مزید کہا اگرچہ وہ شخص فواحش کا مرتکب ہو، فسق و فجور میں غرق ہو، زانی ہو، شرابی ہو، اسے ایمان سے خارج نہیں گردانتے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بات بھی درست ہے۔ میں نے مزید کہا کہ میرا دادا خودکشی کرنے والے کو بھی خارج از ایمان نہیں کہتے تھے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بات بھی درست ہے۔ جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے وہ خطا پر ہے اور جھوٹا ہے۔ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے۔ مجھے لوگوں نے بتایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرا ایمان اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ایک جیسا ہے۔ میں نے بتایا آپ کو نوگوں نے غلط بات پہنچائی ہے۔ میرے دادا کا عقیدہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا جیسے انہیں پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف بھیجا تھا۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ آپ لوگوں کو ایمان کی دعوت دیں۔ اس طرح ہر ایک کو ایک جیسے ایمان کی دعوت دی گئی جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام کو دی گئی۔ اسی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام، انبیاء سابقین اور امت رسول اللہ ﷺ کے اہل ایمان کا ایمان ایک جیسا ہی تھا۔ اس میں کوئی فرق نہ تھا، کوئی دوسرا ایمان نہ تھا، نہ تیسرا، نہ چوتھا، اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں تھی جسے ایمان کہا جاتا۔ صرف اقرار کر لینا ایمان نہیں، ایمان اور چیز ہے اقرار اور چیز ہے۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے سن کر تبسم فرمایا اور کوئی بات نہ کی۔

ایمان پر شک کرنا درست نہیں

عمر نے مزید کہا میرے دادا جان شک والے ایمان کا انکار کرتے تھے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، شک والے ایمان کا کیا مطلب ہے۔ عمر نے بتایا شک والا ایمان یہ ہے کہ اگر کسی کو پوچھا جائے کہ تم مومن ہو تو وہ کہے ان شاء اللہ میں مومن ہوں۔ یا بعض لوگ یوں کہتے ہیں مجھے پتہ نہیں میں مومن ہوں یا کافر۔ میرے دادا ایسے مشکوک

اقرار کو ایمان نہیں کہتے تھے۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ایسا کون کہہ سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبدالعزیز بن زہیر ابی رواد ایمان میں استثنا کو جائز نہیں جانتے تھے جبکہ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ استثنا کو جائز خیال کرتے تھے۔ احمد بن محمد قاضی رقہ (ایک شخص کا نام ہے۔) نے فرمایا کہ بعض مسائل ایسے ہیں جو نہایت ہی دقیق ہوتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے دقیق مسائل کو حل کرنے میں کمال رکھتے تھے۔ مسئلہ حدود نہایت ہی نازک مسئلہ ہے۔ مسئلہ الحلف بالطلاق بڑا حساس مسئلہ ہے۔ طلاق قبل از نکاح بڑا اہم مسئلہ ہے۔ خنثیٰ کی وراثت کا مسئلہ بڑا دقیق مسئلہ ہے۔ مگر آپ انہیں حل کرنے پر قادر تھے۔

یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ آپ میراث میں دادا کو باپ کی طرح کیسے سمجھتے ہیں؟ حالانکہ اس میں صحابہ کرام میں اختلاف ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ میں اس مسئلہ میں دل لگی کرتا ہوں۔ میں نے اس مسئلہ پر بہت غور و خوص کیا ہے اور اس پر کئی دلائل اور قیاس پیش کر سکتا ہوں۔ ہر صحابی کے قول کی چھان بین کی' ان کے اقوال کے اصول قائم کئے' قرآن و سنت کے معیار پر پرکھا۔ مجھے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول سے بڑھ کر کسی کا قول نہ ملا۔ کوئی قول ان سے بڑھ کر سامنے نہیں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ دادا کو باپ کے حکم میں داخل کیا۔ پھر فرمایا تم اس شخص کے متعلق کیا کہو گے کہ اس نے اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑا اور ایک بھائی چھوڑا۔ میں نے کہا کہ سارا مال بیٹے کا ہو گا۔ آپ نے پھر فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ ایک شخص نے اپنے پیچھے پوتا چھوڑا' میں نے کہا تمام مال پوتے کا ہوگا۔ آپ نے پھر فرمایا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ جس نے باپ اور بھائی چھوڑے' میں نے کہا تمام مال باپ کا ہوگا۔ میں نے کہا جس نے دادا اور بھائی چھوڑا' اس مقام پر میں چپ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ قائدہ یہاں بھی جاری ہے' یہ اس طرح ہے جیسے پوتا بیٹا ہے۔ یونہی دادا بھی باپ کی جگہ ہے۔ اس مسئلہ پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اشارہ فرمایا تھا کیا زید بن ثابت اللہ سے

نہیں ڈرتا تھا۔ وہ ابن الابن کو تو ابن بنا رہا ہے لیکن اب الاب کو نہیں مانتا۔

قصہ گوئی کا جواز

اسماعیل بن حماد بن ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابوطالب یحییٰ بن یعقوب نے فرمایا تھا۔ (یہ ابوطالب قاضی ابویوسف کے خالو تھے' وہ مکہ مکرمہ میں اس وقت قیام پذیر تھے جب خاندان امیہ اور عباسیہ دونوں کی حکومت تھی) انہوں نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ میں لوگوں کو قصے سناتا رہتا ہوں اور اس دلنشین انداز میں قصے بیان کرتا ہوں کہ لوگ لطف اندوز ہوتے ہیں اور میری محفل سے اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ قصے سنانا حرام ہے۔ آپ نے فرمایا حرام وہ ہے جس کی اصل حرام ہو اور جس کی اصل نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں' یا ایسا قصہ بیان کیا جائے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو صرف جھوٹ پر مبنی ہو۔ یا ایسا قصہ گو جو لوگوں کو تو نصیحت کرے اور خود بد عملی کا شکار ہو۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ احادیث کے خزانوں کے مالک تھے

یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے پاس احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صندوق بھرے ہوئے ہیں۔ میں نے ان صندوقوں سے تھوڑا سا حصہ نکال کر لوگوں کی راہنمائی کی ہے۔ محمد بن سماحہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصانیف میں ایک ہزار ستر سے زیادہ احادیث کا ذکر کیا ہے اور آپ نے احادیث کے ساتھ ساتھ آثار صحابہ میں چالیس ہزار کا انتخاب فرمایا تھا۔

حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار ہزار احادیث بیان فرمایا کرتے۔ آپ نے دو ہزار احادیث امام حماد رحمتہ اللہ علیہ (اپنے استاد مکرم) سے حاصل کی تھیں اور دو ہزار دوسرے مشائخ سے ملی تھیں۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کوئی واقعہ سامنے آتا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں فرماتے تمہارے پاس کوئی

حدیث ہے۔ اگر حدیث مل جاتی یا آثار صحابہ سے کوئی روایت ہوتی تو آپ اس پر عمل فرماتے۔ اگر ان میں اختلاف ہوتا تو آپ اکثر کو لیتے اور اس پر فتویٰ جاری کرتے تھے۔ اگر کوئی اثر نہ ہوتا تو قیاس فرماتے۔ اگر قیاس میں بھی مشکل آتی تو استحسان فرمایا کرتے تھے۔

بچے کی بلوغت کی علامات

سہل بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' آپ کی مجلس میں آپ کے لائق اور برگزیدہ شاگرد بھی بیٹھے ہوئے تھے' مجھے یاد ہے کہ وہ تیس سے زیادہ تھے۔ آپ نے ان سے سوال کیا کہ بچہ کتنی عمر میں بالغ ہو جاتا ہے؟ اکثر نے کہا کہ اٹھارہ سال تک' بعض نے کہا کہ انیس سال تک' بچے کی بلوغت کی بات تو طے ہو گئی مگر چند ایک شاگردوں نے کہا کہ بچہ اس وقت بالغ سمجھا جائے گا جب اس کی داڑھی نکل آئے' مونچھیں نظر آنے لگیں۔ اگر بچے کے جماع سے عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو بھی بالغ ہو گا۔ (پندرہ سال کی عمر میں وہ جماع کر سکتا ہے۔)

ہمارے ہاں بچے کی بلوغت کی کئی علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ زیرناف بال اگنے شروع ہوں تو بچہ بالغ سمجھا جائے گا۔ ایسے محدثین کے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وہ حدیث بطور سند موجود ہے جب بنوقریظہ کے قیدیوں میں سے ایک بچے کو تلوار رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی جس کے زیرناف بال نمایاں ہونے لگے تھے۔ اس پر جزیہ کا حکم بھی فرما دیا تھا حالانکہ ابھی تک احتلام کی علامت سامنے نہیں آئی تھی۔

احناف کے نزدیک لڑکی کی بلوغت کی علامات یہ ہیں کہ وہ حاملہ ہو جائے یا حیض آنے لگے یا اسے احتلام ہونا شروع ہو جائے۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک حیض آنے پر لڑکی بالغ ہو جاتی ہے یا وہ پندرہ سال کی ہو جائے تو بالغ ہے۔ چنانچہ ان احادیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ نے گفتگو کی تھی۔

اب انسانی عمروں کی اوسط میں تبدیلی آرہی ہے۔ اگر لڑکا اس بات کا اقرار کر لے کہ وہ بالغ ہے تو یہ بھی ایک علامت جان کر بالغ قرار دیا جائے گا۔ بلوغت کی یہ احسن دلیل اور عمدہ تفسیر ہے۔ اگر بچہ برملا اپنی بلوغت کا اقرار کرتا ہے تو اسے بالغ شمار کیا جائے گا۔ بعض اوقات بچے یونہی دوسرے بچوں سے سن سنا کر کہہ دیتے ہیں کہ میں جوان ہو گیا ہوں' بالغ ہو گیا ہوں' اس معاملہ میں مختلف سوالات سے ان کے دعویٰ کو معلوم کرنا چاہئے۔ یہ ساری باتیں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کے درمیان ہوتی رہیں مگر حضرت خود خاموش رہے۔

فقہ کی مشہور کتاب " شرح المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی " میں لکھا ہے کہ لڑکا بارہ سال کی عمر میں بالغ ہو جاتا ہے اور زمانہ نے دیکھا ہے کہ کئی خاندانوں میں چوبیس سال کی عمر میں لڑکا دادا بن گیا۔ لڑکی نو سال کی عمر میں بالغ ہو جاتی ہے اور انیس سال کی عمر میں کئی لڑکیوں کو نانی بنتے دیکھا گیا ہے۔ امام ابو مطیع بلخی ان واقعات کا انکار کرتے تھے۔ مگر حسن اتفاق سے ان کی اپنی بیٹی اسی مدت (یعنی انیس سال) میں نانی بن گئی تھی۔ آپ نے فرمایا مجھے میری بیٹی نے رسوا کر دیا ہے اور میرے تمام اقوال کو رد کر دیا ہے۔

زہیر ابن کیسان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے رصافی کے ساتھ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد میں نماز عصر ادا کی اتنی دیر ہو چکی تھی کہ مجھے نماز کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہو گیا۔ اس کے بعد ہم دوسرے دن سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں گئے تو ہم نے دیکھا کہ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی بہت دیر سے نماز عصر ادا کی۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے کہ انہوں نے بھی نماز عصر کو اتنا ہی موخر کیا تھا جتنا حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا۔

عصر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھنے کا جواز کیا ہے' یہ تو معتزلہ کا طریقہ ہے ان کے ہاں نماز عصر آخری وقت ادا کی جاتی ہے اس لئے کہ وہ لوگ حقوق العباد کی ذمہ داری کے دعویدار ہیں۔ شریعت میں یہ اصول ہے کہ ایک طرف حقوق العباد ہوں' دوسری طرف

حقوق اللہ ہوں تو اس کے لئے لازم ہے کہ پہلے حقوق اللہ کی ادائیگی کرے۔ حقوق الشرع کی پہلے ادائیگی کرے' حقوق العباد کی ادائیگی کے موقع پر حقوق الشرع کا خیال رکھے' ایک طرف غلام کے حقوق سامنے ہوں' دوسری طرف بیوی کے حقوق کا سامنا ہو' پھر ان حقوق کے ہوتے ہوئے نماز کی ادائیگی کا وقت تنگ ہو تو پہلے حقوق الشرع یعنی نماز ادا کرنا ہوگی۔ نماز کی ادائیگی مقدم ہے۔ ہاں نماز جمعہ' عیدین یا فرض کفایہ کی اور بات ہے۔

امام دبوسی رحمتہ اللہ علیہ نے "تحریر المذہب" کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہم بعض نمازوں میں تاخیر کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ہم ظہر کی نماز کو اول نصف ثانی میں ادا کرنا افضل جانتے ہیں۔ اس کی دلیل وہی ہے جو تیمم کے لئے اختیار کی جاتی ہے۔ پانی کی کمی کے موقع پر نماز کو آخر وقت تک تاخیر کیا جاسکتا ہے۔ آخری وقت تک پانی کی تلاش اور پانی کے حصول کی امید پر نماز میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔ صبح کی نماز میں اس وقت تک دیر کی جاسکتی ہے جب اس کا آخری وقت ہو' مگر ایسی صورت میں جب انسان کو وضو کے متعلق شک و شبہہ ہو اور پھر وضو کر کے فوراً نماز ادا کر سکے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں نماز اول نصف ثانی میں ادا کرنا بہتر ہے۔ آپ عصر کی نماز کی تاخیر کو جائز قرار دیتے ہیں۔ امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ تو عصر میں تاخیر کو اس لئے ضروری خیال کرتے ہیں کہ نماز سے پہلے پہلے نوافل ادا کئے جاسکیں۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد زوال کے احکام جاری ہو جاتے ہیں۔

ہمارے اکثر علماء عصر کی نماز کی تاخیر نوافل کی ادائیگی کی وجہ سے جائز قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح فقہا نے فرمایا کہ اس میں تامل کرنا ضروری ہے۔ بعض فقہا کے نزدیک تو عصر کے وقت کے آغاز سے ہی نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔

خلیفہ کی تقرری کا طریقہ کار

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ نے خلیفہ کی تقرری پر بعض اصول مرتب کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر خلیفہ فوت ہو جائے تو سلطنت کا قاضی بلاتردد خلیفہ

قرار دیا جائے گا۔ نیا خلیفہ منتخب ہو کر قاضی کو معطل کرے گا۔ وہ اس امر کی دلیل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی بنیاد سے لیتے ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب لشکر کا امیر مقرر کیا گیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس حکم کو نہیں توڑ سکتا جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمایا ہے خواہ مدینہ شریف درندوں کی زد میں آجائے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کوئی عامل، عامل مقرر کرنے والے کی موت سے معطل یا معزول نہیں ہو سکتا۔ اگر موت سے اعمال باطل ہو جاتے، احکامات معطل ہو جاتے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین کو باغی نہ کہا جاسکتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا تھا۔ مگر آپ نے سابقہ احکامات کو جاری رکھا۔ اسی طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت چھ افراد کی صواب دید پر خلیفہ کا مقرر کرنا ایک نص کی حیثیت رکھتا ہے۔

محمد بن عمر بن اسد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں تمہیں کوئی مثل بتاؤں اور اس کا اثر بیان نہ کروں تو اس کا اثر (عمل صحابہ) میں تلاش کرو۔ ایک دن آپ نے فرمایا جس نے چار ماہ سے زیادہ قسم کھائی تو وہ ایلا کرنے والا نہیں ہو گا۔ اس موقع پر آپ نے کوئی اثر (یعنی صحابہ کا عمل) بیان نہیں فرمایا۔ اسی دوران حضرت سعید بن عروبہ تشریف لائے شاگردوں نے آپ سے اثر پوچھا تو آپ نے فرمایا ہمیں عامر احول نے اور اس نے عطاء سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کی کہ جس نے چار ماہ سے کم قسم کھائی تو وہ ایلا کرنے والا نہیں ہو گا۔ ہم نے یہ واقعہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ ہم نے پوچھا کہ اس حدیث کی روایت سے پہلے آپ نے فتویٰ کس بنا پر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر کی روشنی میں فتویٰ دیا تھا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اجتہادی طریقہ

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے مسائل میں اجتہاد فرمایا کرتے تھے جہاں

قرآن و سنت اور آثار صحابہ سے راہنمائی نہیں ملتی تھی۔ یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔ آپ صحابہ کرام میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو ترجیح دیتے تھے۔ ان کے ہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ رسول سے افضل ہیں۔ صرف افضل ہی نہ تھے بلکہ اعلم' اورع' ازہد' اتقی' افقہ' اعبد' اجود اور اسخی ہیں۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہائے اسلام میں افضل فی علم التابعین تھے۔ افقہ فی الفقہ تھے' ازہد فی الزاہدین تھے' اعبد فی العابدین تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ میں مقیم تھے تو آپ تجارت کیا کرتے تھے۔ آپ کی تجارت ریشمی کپڑے کی خرید و فروخت تھی۔ یہی کاروبار امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اختیار کیا تھا اور کوفہ میں ریشمی کپڑے کی تجارت کا آغاز کیا اور اسے کمال ایمانداری اور دیانتداری کا نمونہ بنا دیا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث اور اثر صحابہ پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے تھے۔ جب آپ کے پاس حدیث یا عمل صحابہ آتے تو آپ قیاس سے رجوع کر لیتے تھے اور اپنے سابقہ قیاسی فتویٰ پر اصرار نہیں کرتے تھے۔ اسی اصول پر آپ کی اور آپ کے شاگردوں کی کتابیں معمور ہیں۔

نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر بھولے سے کھا پی بھی لیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ جانور ذبح کرتے وقت تکبیر یا تسمیہ بھول جانے سے جانور حلال جانا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منافع اصالح پر دیت قائم کرتے ہیں۔ انگوٹھے کے کٹ جانے پر دوسری انگلیوں سے زیادہ دیت کی ادائیگی کا حکم دیتے تھے' لیکن جب آپ کے سامنے یہ حدیث بیان کی گئی کہ تمام انگلیاں برابر ہیں تو آپ نے اپنا فتویٰ واپس لے لیا۔ اسی طرح دو کانوں کے کٹ جانے کی نسبت ناک کے کٹ جانے کی دیت کی رقم زیادہ ہے۔ کٹے کانوں کا عیب عمامہ باندھنے سے چھپ جاتا ہے مگر ناک کا عیب نہیں چھپایا جاسکتا۔ مگر جب آپ کو یہ حدیث سنائی گئی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کانوں کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا ہے تو سابقہ فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ یہ سنت ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کی۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ آثار صحابہ پر عمل کرتے تھے

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتویٰ دیا کہ عورت کے حیض کی مدت پندرہ ایام ہے۔ مگر جب آپ کے پاس حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث پہنچی کہ عورت کے حیض کی مدت تین یوم سے دس یوم تک ہے باقی استحاضہ ہے تو امام صاحب نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور اپنا فتویٰ واپس لے لیا۔ یونہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز عید سے پہلے یا بعد کوئی نفل جائز نہیں۔ مگر جب صحابہ کا عمل سامنے لایا گیا تو آپ نماز عید کے بعد نوافل ادا کرتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پہنچی ہے کہ آپ ﷺ نماز عید کے بعد نوافل ادا کیا کرتے تھے۔ اب مجھے اپنے خیال سے رجوع کرنے میں کوئی ندامت نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی مقامات پر اپنے فتوؤں سے رجوع فرمایا تھا۔ یہ لوگ جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیاس اور رائے کا موجد تصور کرتے ہیں اور الزام عائد کرتے ہیں کہ آپ کا فیصلہ قیاس اور رائے سے ہوتا تھا وہ غلط کہتے ہیں۔ آپ نے اپنے بے شمار فتوے اور فیصلے واپس لئے۔ جب آپ کے پاس کوئی حدیث پاک یا آثار صحابہ کی روایت آجاتی تو آپ اپنے فیصلے سے رجوع کر لیتے۔

ان الامام اباحنیفة لم تذق — عیناه قط لناذة الاغفاء

وعلی کتاب اللہ مذهبه نبی — للہ ثم السنة الغراء

ثم احتجاج المسلمین فانهم — نظروا بنور الحق فی الظماء

ثم القیاس علی الاصول فانه — زهر نما فی الملة الزهراء

ماذا جواب عداه ان احديقل لهم اهنا صاحب الآراء
راموا القياس على الاصول فما اهتدوا وتخبطوا كتخبط العشواء
ذموا القياس واهله الماراوا ان المقائس حرفة الفقهاء
اكبادهم طوبت على سودائهم وضلوعهم نشرت على الشحنا
داووا بمعجون النجاح فانه
مستنزف للمرة السوداء

شرعی حیلوں کے متعلق امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا عمل

اکثر لوگ شریعت کے معاملات میں حیلہ کو پسند نہیں کرتے اور حیلہ کی تعلیم اور اس کے اطلاق کو باطل قرار دیتے ہیں۔ وہ یہاں تک کہتے ہیں کہ جو شخص کسی کو حیلہ کرنا سکھاتا ہے وہ دھوکے باز ہے۔ تمام مذاہب حیلوں کی ممانعت کرتے ہیں مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریعت میں حیلہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ آپ کا امتیازی فیصلہ ہے۔

حیلے کے اطلاق کا جواز

احناف کے نزدیک حیلہ کے اطلاق کو ناجائز یا باطل کہنا زیادتی ہے۔ حیلہ کے اطلاق کی دلیل تو قرآن پاک سے ملتی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی تھی کہ میں تندرست ہو کر اپنی بیوی کو ایک سو کوڑے ماروں گا' جب آپ تندرست ہوئے' کوڑے مارنے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہوا۔

وخذ بیدک ضغثانا ضرب بہ ولا تحنث ○ آپ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے ماریں اور قسم نہ توڑیں۔ (پارہ ۲۳)

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی زوجہ کو سو کوڑے ماریں گے قرآن پاک نے فرمایا وکذلک کدنا لیوسف ہم نے یوسف علیہ السلام کو یہی تدبیر بتائی' یہ حیلہ تھا۔ جس سے آپ کی زوجہ کوڑوں کی سزا سے بچ گئی۔ قرآن پاک کی ان آیات کی روشنی میں حیلہ کا اطلاق جائز ہے۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی حیلے کے اثبات و جواز پر روشنی پڑتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے عامل کو فرمایا کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہوتی ہیں ؟ عرض کی نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں نے ایک صاع عمدہ کھجوروں کا دے کر دو صاع ناقص کھجوریں لی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو عین ربوا (سود) ہے۔ اب آپ

یوں کریں کہ اپنی کھجوروں کو ایک درہم میں فروخت کر دیں اس ایک درہم سے دو صاع ناقص یا کمتر کھجوریں خرید لیں تا کہ سود کی بجائے خرید و فروخت کا عمل جاری ہو سکے۔ یہ ایک شرعی حیلہ تھا۔ جس کا جواز شریعت میں ملتا ہے۔ حالانکہ بات ایک ہی ہے مگر سود کو تجارت میں بدلنے کا ایک حیلہ ہے۔

مکروہ حیلوں سے اجتناب کریں

ایسے حیلے جو مکروہ ہیں اور وہ اغراض عندالمندوب کا ذریعہ بنتے ہیں اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ بدل الاجارہ کا حیلہ ایک مکروہ حیلہ ہے جسے فقہا نے پسند نہیں کیا۔ تجارت میں کئی ایسے حیلے اختیار کئے جا رہے ہیں جن کا شرعی حیلوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ حرام کاری یا حرام عمل میں حیلہ کاری کو دھوکا کی ایک قسم قرار دیا گیا ہے۔ ایسے حیلے کا کوئی جواز نہیں۔ مثلاً عورت کو ایسا حیلہ بتانا جس سے وہ اپنے خاوند کے نکاح سے خودبخود نکل جائے بھی مکروہ حیلہ ہے۔ اگر کسی عورت کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ تم مرتد ہو جاؤ۔ اس طرح تم خودبخود اپنے خاوند کے نکاح سے آزاد ہو جاؤ گی۔ یہ حیلہ شرعی نہیں ایک دھوکا ہے اس حیلے کو کسی امام مذہب نے جائز قرار نہیں دیا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی علمی بصیرت

محمد بن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ اس شخص کے متعلق کیا فرمائیں گے کہ نہ تو اسے جنت کی امید ہے نہ دوزخ کا ڈر۔ مردار کھاتا ہے' بغض اور کینہ سے محبت کرتا ہے' نماز ادا کرتے وقت رکوع نہیں کرتا' وہ بلا دیکھے شہادت دیتا ہے۔ آپ کے شاگردوں نے سنتے ہی فرمایا یہ شخص گمراہ ہے' بے دین ہے۔ مگر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاگردوں کو روکا اور فرمایا آپ لوگ اس سوال پر دوبارہ غور کریں' پھر آپ نے خود ہی جواب دیا کہ میرے نزدیک وہ شخص درست اعتقاد کا ہے۔

وہ شخص صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔ وہ

عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے۔ نہ جنت کی خواہش پر' نہ دوزخ کے ڈر سے۔ اللہ تعالیٰ کو عادل مطلق جانتے ہوئے اس کے ظلم سے نہیں ڈرتا۔ وہ مچھلی اور ٹڈی جیسے جانور بلا ذبح کئے کھاتا ہے۔ وہ نماز جنازہ پڑھتے وقت رکوع نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر اس کی توحید کی گواہی دیتا ہے۔ وہ حق سے بھی بغض رکھتا ہے' موت برحق ہے اس سے بغض رکھتا ہے۔ وہ مال اور اولاد سے محبت کرتا ہے حالانکہ یہ دونوں فتنے ہیں اور وہ ان فتنوں کو اچھا جانتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ بات مکمل کر لی تو سائل اٹھا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر چوم لیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علم و بصیرت کے امام ہیں۔

حسام اللہ والدین اسغنائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں آکر کہا بواو بواوین' پھر کہا اللہ آپ کو برکت دے' پھر کہا لا ولا فلم یعلم' برکت دے دی گئی۔ حاضرین موجود تھے وہ کچھ نہ سمجھے کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تشہد ایک واو والی بہتر ہے یا دو واو والی؟ میں نے اسے کہا دونوں جائز ہیں۔ اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور مجھے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس درخت جیسی برکت عطا فرمائے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ایک سوال

ابوالحسن علی بن عمر علوی نے فرمایا جب قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں آئے تو آپ کے حلقہ میں بے شمار لوگ جمع ہونے لگے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ مجھ سے فقہ کے سوالات کرو۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور عرض کی آپ اس عورت کے بارے میں کیا فیصلہ فرمائیں گے جس کا شوہر گم ہو گیا ہو۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر فتویٰ دیا کہ وہ چار سال انتظار کرے' پھر عدت الوفات بیٹھے۔ اس کے بعد جس سے چاہے نکاح کر لے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر وہ

گم شدہ شوہر واپس آجائے تو وہ کس کی بیوی قرار پائے گی ؟ وہ تو پہلے خاوند کی بیوی ہے' کیونکہ اس نے اسے طلاق تو نہیں دی تھی۔ یہ سن کر قتادہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض ہو کر فرمایا تم ایسے مسئلے میں الجھاتے ہو اب میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔

اسد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناراض ہونے کے بعد فرمایا کہ اگر قتادہ رضی اللہ عنہ اس سوال کا جواب قیاس یا اپنی رائے سے دیتے تو وہ خطا کرتے۔ اگر حدیث سے جواب دیتے تو جھوٹ بولتے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا ہمارے معاشرے میں کوئی ایسا واقعہ ہوا بھی ہے یا نہیں کہ کوئی گم شدہ خاوند چار سال بعد آ کر اپنی بیوی کی بازیابی کا مطالبہ کرے۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا واقعہ تو ہمارے سامنے نہیں آیا۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو واقعہ ہی نہیں ہوا اس کا مجھ سے سوال کرنا چہ معنی دارد۔ آپ نے فرمایا عقل مند لوگ بلاؤں کے نزول سے پہلے ہی خبردار رہتے ہیں' جب بلا سر پر آجائے پھر علاج نہیں ہوتا' واویلا ہوتا ہے۔ جب قتادہ رضی اللہ عنہ آپ کے سوال سے عاجز آ گئے تو فرمایا تم مجھ سے علم تفسیر کے متعلق کوئی سوال پوچھو۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک دلچسپ مکالمہ

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہا قرآن پاک میں قال الذی عندہ علم من الکتاب " اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا۔" آیا ہے یہ کون شخص تھا جس کے متعلق قرآن پاک ذکر فرما رہا ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا۔ آپ نے پوچھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی خدمت میں کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہے جسے اپنے نبی سے زیادہ علم من الکتاب ہو۔ یہ سوال سن کر قتادہ رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور کہا تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ فرمایا تم مجھ سے علم الکلام کے بارے میں سوال کرو۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

آپ کس دلیل سے کہتے ہیں کہ میں اپنے ایمان سے نیک امید رکھتا ہوں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول سے دلیل لیتا ہوں۔ جب آپ نے فرمایا والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین ○ امام صاحب نے فرمایا پھر آپ نے ان کے قول ولکن لیطمئن قلبی کو کیوں چھوڑ دیا۔ یہ سوال سن کر قتادہ رضی اللہ عنہ پھر ناراض ہو کر اٹھے اور فرمایا اب میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان سوالات کے بعد قتادہ رضی اللہ عنہ کوفہ سے واپس چلے گئے اور کئی سال تک واپس نہ آئے' دوبارہ آئے تو آپ نابینا ہو چکے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے سوال کیا۔ آپ اس آیت کریمہ کے بارے میں کیا فرمائیں گے ولیشهد عذابهما طآئفة من المؤمنین ○ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سے انہیں پہچان لیا اور فرمایا تم پھر سوال پوچھنے آ گئے ہو۔

ابوحمزہ سکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اگر ایک شخص گناہ کی منت مان لے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا کفارہ یہی ہے کہ وہ اس گناہ سے توبہ کرے اور اگر اس نے ارتکاب کیا ہے تو اسے ترک کر دے۔ میں نے کہا کہ قرآن پاک میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الذین یظاهرون من نسآئهم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبة ○ اور یہ گناہ ہے۔ وہ منکر من القول وزورا ہے' اسے تو کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب تک میں کوفہ میں رہوں گا تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ابن ابی لیلیٰ کا اختلاف

امام عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ربیعہ کوفہ میں آئے تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کے سامنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن ابی لیلیٰ کے اختلافی مسائل بیان کریں گے تاکہ ان سے فیصلہ کرایا جائے اور دونوں کو ہمنوا بنایا جائے۔ میں نے امام

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ان دونوں بزرگوں میں حق پر کون ہے تاکہ میں حجت ذہن نشین کرلوں اس کے بعد میں کسی حیلہ بہانہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر ربیعہ کے گھر پہنچ گیا اور سوال کیا کہ آپ دو غلاموں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جن کے دو مالک ہیں۔ ایک ان میں دولت مند ہے' اس نے اپنا حصہ آزاد کردیا۔ ربیعہ نے ایک تیسرا قول کہہ دیا کہ ان میں سے کسی کا حصہ کوئی حصہ آزاد نہیں ہوا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ یہ جواب درست نہیں ہے آپ نے تبسم فرما کر ربیعہ کی طرف دیکھا اور ربیعہ سے سوال کیا' کیا ان کا کوئی حصہ بھی آزاد نہیں ہوا تھا' اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ لاضرر ولا اضرار فی الاسلام اسلام میں ضرر نہیں' نہ ضرر رسانی کی اجازت ہے۔ یہ سن کر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس میں معتق کو ضرر ہے اس لئے کہ ساکت کا حصہ اگر فاسد ہو جائے تو معتق پر اس کی ضمانت ہوگی' اگر کہو کہ کوئی حصہ آزاد نہیں ہوا تو اس طرح مالک کو اپنا تصرف کرنے سے روکنا ہے' یہ بھی ضرر ہے۔ آپ بتائیں کہ ان دونوں ضرروں سے کونسی ضرر عظیم تر ہے۔ یہ سن کر ربیعہ لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔

علی بن حشام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار خلیفہ عباسی اور ان کے حکام کے مظالم سے تنگ آکر مدینہ طیبہ آگئے۔ حسین بن زید علوی ان دنوں عباسی حکومت کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ اس نے اپنے غلام کو کہا کہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی لگام تھام لے اور ان سے پوچھ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سب سے افضل کون تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا اور خاموش ہو گئے۔ گورنر کا مقصد یہ تھا کہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیں گے تو انہیں گرفتار کرلوں گا۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام لیں گے تو میں آپ کی ملامت کروں گا کہ آپ حکومت کے خوف سے اپنا مذہب تبدیل کر رہے ہیں۔ آپ نے تیسری شخصیت کا نام لے کر گورنر کا منہ بند کر دیا۔

مخالفین نے آپ کی اس بات پر اعتراض کیا کہ آپ نے جان بچانے کے لئے حق سے گریز کیا مگر آپ نے فرمایا۔ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسب کے اعتبار سے ان دونوں بزرگوں سے افضل ہیں' اس میں کسی کو شبہہ نہیں ہے۔ یہ تو آپ کی علمی بصیرت تھی اور اسے اہل علم "توریہ" کہتے ہیں جس سے کہنے والا اور سننے والا اپنے اپنے مطلب کے مطابق معنی لیتا ہے۔ یہ بات شرعاً" اخلاقاً" جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "توریہ" جھوٹ سے بچانے والی چیز ہے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا الحرب خدعة جنگ دھوکا ہے' یہ زبان کا توریہ ہے۔

علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن حجامت کرا رہے تھے۔ آپ کی داڑھی میں چند بال سفید ہو گئے تھے۔ حجام نے کہا اگر سفید بال کھینچ دیئے جائیں تو اس کے بدلے میں کئی گنا زیادہ بال اگ آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کالے بال اکھاڑ دو تاکہ کالے زیادہ ہو جائیں۔ یہ بات جب شریک نے سنی تو آپ نے فرمایا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجام سے بات کرتے ہوئے بھی قیاس کو ترک نہیں کیا۔

ابو شبرمہ کی عدالت میں گواہی کا مسئلہ

ابو مطیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور ایک وصیت کر کے چلا گیا اور ابن شبرمہ کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کے خلاف مقدمہ دائر کرتے ہوئے بڑے بڑے دلائل دیئے۔ ابن شبرمہ نے آپ کو طلب کیا کہ تم اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے قسم کھاؤ کیونکہ تمہارے خلاف گواہ سچے تھے۔ اس نے کہا کہ میں کیسے گواہی دوں میں تو اس وقت موجود نہیں تھا۔ ابن شبرمہ نے کہا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ! آج تو تمہارے قیاس کی ساری چابیاں گم ہو گئی ہیں' اب تو تمہیں قسم دینی پڑے گی۔ آپ نے فرمایا ابن شبرمہ چابیاں تو تمہاری گم کروں گا۔ آپ مجھے اس نابینا شخص کے بارے میں بتائیں کہ کیا آپ اس کو قسم دلائیں گے جس کے سامنے تمام گواہوں نے اسے زخمی ہوتے دیکھا تھا۔ سب نے حق گواہی دی تھی مگر نابینا نے کچھ نہیں دیکھا تھا

کہ کس نے اسے زخمی کیا ہے' یہ بات سن کر ابن شبرمہ دم بخود ہو گیا۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں اس شہر کو کبھی نہیں چھوڑوں گا جس میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیام پذیر ہوں گے کیونکہ میں نے آپ سے علم حاصل کیا ہے۔ آپ سے امداد حاصل کی ہے۔ آپ میرے اور میرے خاندان کی کفالت فرماتے رہے ہیں۔ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا میں دریائے دجلہ کے بہتے ہوئے پانی سے وضو کر رہا تھا کہ اوپر کی جانب سے شراب کا ایک مٹکا ٹوٹا جس سے شراب پانی میں مل گئی۔ مجھ سے اس مسئلہ کا جواب نہ بن پایا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پہنچا آپ نے فرمایا اگر وضو کے پانی کا ذائقہ یا رنگ نہیں تبدیل ہوا تو وضو جائز ہے۔

ایک بار حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ بیمار ہو گئے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار پرسی کے لئے ان کے گھر گئے' دیکھا کہ ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نہایت نحیف ہیں اور موت کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ابویوسف! تم میرے لائق ترین شاگرد ہو' تمہارے سینے میں علم کے خزانے ہیں' اگر تم فوت ہو گئے تو تمہارے بعد علم مٹ جائے گا۔ مجھے تو تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ اللہ تمہیں شفاء دے' زندگی دے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں تندرست ہو گیا اور کاروبار زندگی میں مصروف ہو گیا۔ یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دعا کی برکت تھیں۔

ایک وقت آیا کہ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ قاضی القضاء کے منصب پر فائز ہوئے' اپنی علیحدہ مسجد تعمیر کرائی' علماء کی ایک مجلس امالی بنائی۔ حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی تو آپ کو اپنے شاگرد رشید کی یہ حرکات ناگوار گزریں' آپ نے ایک شخص کو آپ کے پاس بھیجا اور اسے کہا کہ تم امام ابویوسف سے سوال کرو کہ اس دھوبی کے بارے میں کیا فیصلہ ہے جس نے کپڑے دھلوانے والے کے کپڑے واپس دینے سے انکار کر دیا تھا اور کہا کہ تم نے مجھے کپڑے نہیں دیئے تھے۔ چند دنوں کے بعد ہی دھوبی مالک کے پاس کپڑے دھو کر لایا اور کہنے لگا کپڑے مل گئے تھے' میں دھو لایا ہوں۔ آپ بتائیے کہ دھوبی کو مزدوری دی جائے یا نہیں۔ ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا اس کی مزدوری

واجب ہے' تو تم کہنا یہ بات غلط ہے۔ اگر وہ پھر کہے کہ مزدوری دینا واجب ہے تو تم پھر کہنا یہ بات بھی غلط ہے۔ اس شخص نے ویسا ہی کیا۔ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ ایسا پیچیدہ مسئلہ میرے استاد کے بغیر کوئی حل نہیں کر سکے گا۔ فوراً" اٹھے' حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے' آپ نے دیکھتے ہی فرمایا تم دھوبی کا مسئلہ لے کر تو نہیں آ گئے۔ اس واقعہ سے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگرد کا علمی غرور اور تکبر توڑ دیا۔ ورنہ آپ کو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے علم پر فخر تھا۔

امام صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں مجالس امالی قائم کرنا اچھی بات نہیں۔ خود مسائل کا حل تلاش کرو اور لوگوں کو بتاؤ۔ اب امالی مجالس قائم کرنے والے کو تو اجارہ (اجرت) کا ایک چھوٹا سا مسئلہ بھی نہیں آتا۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سرزنش کے بعد عرض کی کہ حضور اب مجھے مسئلہ تو سمجھا دیا جائے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر دھوبی نے انکار سے پہلے کپڑے دھو کر رکھے تھے تو اجرت واجب ہو گی کیونکہ اس نے مالک کے کہنے پر کپڑے دھوئے تھے۔ اگر اس نے انکار کے بعد دھوئے تو مزدوری نہیں لے سکتا کیونکہ اب تو وہ ان کپڑوں کا خود مالک تھا۔ اصل مالک تو گمشدہ کپڑوں سے دستبردار ہو چکا تھا۔ اب اس نے اپنے کپڑے دھوئے تھے مزدوری کا حقدار نہیں رہا۔

مسئلہ بیان کرنے کے بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگرد کو فرمایا جو شخص زندگی کے کسی مقام پر پہنچ کر یہ خیال کرے کہ اب مجھے مسئلہ لکھنے یا پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ تو وہ اپنی علمی اور عملی زندگی کے ارتقا سے محروم ہو جاتا ہے۔

ایک شیعہ رافضی سے اس کی بیٹی کے رشتہ کی بات کرنا

محمد بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوفہ میں ایک رئیس آدمی تھا جس کا عقیدہ تھا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (معاذ اللہ) کافر تھے' یہودی تھے۔ ایک دن امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ باتوں باتوں میں اس کی بیٹی

کے رشتے کی بات چھیڑ دی۔ آپ نے فرمایا میں ایک نوجوان کے لئے آپ کی بیٹی کا رشتہ چاہتا ہوں' وہ قرآن پاک کا حافظ ہے' رات کو ایک رکعت میں ساری رات گزار دیتا ہے اور ساری رات اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتا رہتا ہے' مالدار بھی ہے اور صاحب رسوخ بھی ہے۔ اس نے کہا ابوحنیفہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں ایسے نوجوان سے لڑکی کا رشتہ کرنے سے کیسے انکار کر سکتا ہوں۔ آپ سے جس قدر جلدی ہو سکے یہ رشتہ طے کرائیں۔ آپ نے فرمایا مگر اس نوجوان میں ایک نقص ہے کہ وہ یہودی ہے۔ اس شخص نے آپ سے کہا ابوحنیفہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم میری لڑکی کا رشتہ یہودی سے کرواؤ گے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا رشتہ ایسے شخص سے کیا تھا جو تمہارے عقیدے کے مطابق یہودی تھا۔ یہ بات سن کر اس شخص نے اپنے عقیدے سے توبہ کر لی۔

عمر بن زر رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ہمسائے کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لائے وہ رافضی تھا۔ اس پر ایک مصیبت نازل ہوئی' اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اس عورت کو تین طلاقیں ہو گئی ہیں۔ اس نے کہا آپ اپنی رائے بتائیں' آپ نے اس سے پوچھا کہ بیوی کو یہ بات کہتے ہوئے کہ تو مجھ پر حرام ہے تمہاری کیا نیت تھی؟ عرض کی میری کوئی نیت نہ تھی' میں نے تو یونہی کہہ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا' ان الفاظ سے طلاق واقعہ نہیں ہوئی۔ رافضی نے کہا۔ جزاک اللہ! آپ نے میرا مسئلہ حل کر دیا' آپ کو اللہ جنت نصیب کرے۔

اس مسئلہ پر مختلف ائمہ نے وضاحت سے لکھا ہے کہ اگرچہ مسئلہ یہی ہے مگر فتویٰ اس کے برعکس ہے۔ اس حالت میں صرف ایک طلاق ہو گی جن الفاظ میں نیت نہ ہو ان سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ لفظ حرام طلاق کا لفظ نہیں' ایسے ہی اگر کسی نے اپنی بیوی کو یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا تو صرف ایک طلاق رجعی ہو گی رجوع کرنے کے

بعد نکاح ثابت رہتا ہے۔

زر نجری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس ایک رافضی آیا' اسے لوگ شیطان الطاق کہتے تھے۔ اس نے کہا ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ تھے' مگر تم لوگ کہتے ہو کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ تھے۔ شیطان نے کہا کہ یہ تو برعکس معاملہ ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم کہتے ہیں کہ حق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تسلیم کر لیا۔ حالانکہ بقول آپ کے وہ اشد الناس تھے' شیر خدا تھے' تیغ زن تھے۔ پھر یہ بھی کہتے ہو کہ خلافت تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق تھا۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بزور شمشیر چھین لیا تھا۔ اس طرح تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشد الناس ٹھہرے۔ جنہوں نے بزور بازو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حق چھین لیا۔ یہ بات سن کر رافضی ہکا بکا رہ گیا اور سر جھکا کر اپنی راہ چلا گیا۔

امام مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی رافضی شیطان الطاق ایک دن امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعاقب کرنے لگا۔ ایک دن حمام میں آیا' اس وقت حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غسل خانے میں نہا رہے تھے' یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ کو فوت ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے۔ شیطان الطاق نے کہا۔ تمہارا استاد مر گیا' اس سے ہماری جان چھوٹی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہمارا استاد تو فوت ہو گیا مگر تمہارا استاد (شیطان) تو زندہ ہے بلکہ وہ یوم الوقت المعلوم تک زندہ رہے گا۔ رافضی نے یہ برجستہ جواب سنا تو سٹپٹا اٹھا۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے سامنے ننگا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے آنکھیں بند کر لیں اور کہنے لگا ابو حنیفہ! تم کب سے اندھے ہوئے ہو۔ آپ نے فرمایا جس دن سے تمہاری آنکھوں سے شرم کا پردہ اٹھ گیا۔ آپ باہر نکلے تو آپ کی زبان پر یہ دو اشعار تھے۔

اقول وفی قولی بلا غ و حکمة
وماقلت قولا جئت فیه بمنکر

الا یاعباد الله خافوا الهکم
ولاتدخلوا الحمام الابمیزر

(ترجمہ) میں کہتا ہوں اور میرا قول حق ہے اور پراز حکمت ہے' جو بات میں کہنا چاہتا ہوں بری نہیں۔ اے اللہ کے بندو! اپنے معبود سے ڈرو اور حمام میں کپڑا باندھ کر جایا کرو۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں کسی نے یہ اشعار کہے ہیں ۔

انی النعمان شیطان الاعادی ۔۔۔ لیفتنه فاتبعه شهابه
وقد جمحت صعاب الفقه دهرا ۔۔۔ علی قوم فراض لهم صغابه
تشعب صدع ظاهره فلما ۔۔۔ را وافتیاه قدملات شعابه
اتاه الفقه منقبا فحلت ۔۔۔ بفتیاه براعته نقابه
وقدادی زکوة العلم لما ۔۔۔ اتم له قریحته نصابه
عداک الساحرون الیک القوا ۔۔۔ مسائلهم لتخطی فی الاجابه
وقد سجلوا بما القیت حقا ۔۔۔ علی قرن الجواب عصا الاصابه
ضبابة معضلات الفقه اغمت ۔۔۔ خواطرهم فکشفت الضبابه

قشور قیاس فقهم اصابوا
وانت اصبت دونهم لبابه

خارجیوں سے ایک مناظرہ

حماد بن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب خارجیوں کو معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ اس شخص کو کافر نہیں کہتے جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو، شریر خارجیوں کا ایک دستہ آپ کے پاس آپہنچا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حکومت عباسیہ بدامنی کا شکار تھی اور اندرون ملک کئی مذہبی جماعتیں دہشت گردی سے کام لے رہی تھیں۔ یہ خارجی لوگ کہنے لگے کہ ہم ایک مسئلہ پوچھنے آئے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ ان آنے والوں کے لئے جگہ بنائیں، جب مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگ ادھر ادھر ہوئے اور تمام خارجی آپ کے قریب آگئے تو انہوں نے تلواریں کھینچ لیں اور کہا ہم تو آپ کو قتل کر دیں گے۔ آپ کا قتل ہمارے دشمنوں کا قتل ہو گا اور ستر سالہ جہاد سے بھی افضل ہو گا۔ آپ نے فرمایا قتل سے پہلے میرے ساتھ مناظرہ کر لو اور گفتگو کر لو۔ وہ اس بات کو مان گئے۔ آپ نے فرمایا مناظرانہ گفتگو سے پہلے تلواریں ایک طرف رکھ دو۔ انہوں نے کہا ہم ایسا کس طرح کر سکتے ہیں، ہم تو انہیں آپ کے خون سے رنگنے کے لئے لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا چلو بات کرو۔ انہوں نے کہا ایک ایسے شخص کا جنازہ ہے جو شراب پیتا ہے اور شراب کے نشہ میں ہی مر گیا ہے۔ دوسرا جنازہ ایک ایسی عورت کا جنازہ ہے جو زانیہ ہے، حاملہ ہوئی تو اس نے خودکشی کر لی۔ آپ نے پوچھا کیا وہ دونوں یہودی تھے۔ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے پوچھا کیا وہ مجوسی تھے، انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ یہ کس مذہب پر تھے۔ انہوں نے کہا وہ مسلمان تھے۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کونسا کلمہ پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ ○ آپ نے فرمایا ان کا یہ ایمان کس درجے کا تھا کیا ان کے کلمہ پڑھنے کے بعد یہ نصف ایمان تھا۔ ثلث تھا یا ربع تھا۔ انہوں نے کہا نہیں یہ پورا ایمان تھا۔ آپ نے ان خارجیوں سے پوچھا بتاؤ کہ تم ایسے شخص کو کیا کہو گے جس کا ایمان مکمل ہے، وہ لاجواب ہو گئے مگر کہنے لگے چلو ایمان کی بات چھوڑو، ہمیں یہ بتاؤ کہ وہ جنتی ہوں گے یا دوزخی! آپ نے فرمایا میں ان دونوں کے لئے تو یہی بات کہوں گا جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وقت کے دو شخصوں کے لئے کہی تھی جو ان دونوں سے

بہت زیادہ مجرم تھے اور سیاہ کار تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا فمن تبعنی فانہ منی ومن عصاک فانک انت غفور رحیم ○ میں بھی ان دونوں کے بارے میں یہی کہوں گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم ○ اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ پھر میں ان دونوں کے بارے میں وہی کہوں گا جو حضرت نوح علیہ السلام نے کہا انؤمن لک واتبعک الارذلون ○ آپ نے جواب میں فرمایا تھا۔ ولا اقول للذین تزدری اعینکم لن یوتیھم اللہ خیر اللہ اعلم بما فی انفسھم انی اذالمن الظالمین ○ (سورہ ھود - پارہ ۱۱)

خارجیوں نے امام صاحب رضی اللہ عنہ کے دلائل سنے تو تلواریں ایک طرف پھینک دیں اور اپنے عقیدے سے توبہ کرلی اور اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ قبول کر کے خالص مسلمان بن گئے۔

امام عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ہم اپنے استاد محترم حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ کے پاس کوئی مسئلہ لے کر آتے تو اس کا صحیح صحیح جواب پاتے۔ ایک دن ہمارے استاد نے فرمایا کہ جب تمہارے سامنے کوئی مسئلہ پیش کرے تو پہلے سائل پر سوال کرلیا کرو۔ میں نے آپ کا یہ قاعدہ یاد کر لیا اور اپنا اصول بنالیا۔ ایک عرصہ کے بعد میں ایک دن خلیفہ منصور کے ایوان کی طرف گیا' میں نے دیکھا کہ منصور کا حاجب (پرسنل سیکرٹری) باہر آرہا ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ خلیفہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ایک آدمی کو قتل کر آؤ۔ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کریں' کس کو قتل کریں اور کس کو نہ کریں۔ میں نے پوچھا کہ تمہیں امیرالمومنین نے حق کے لئے قتل کرنے کا کہا ہے یا ناحق قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں نے کہا اگر حق کا قتل کرنا ہے تو کر گزرو اور ربیع کی گردن اڑا دو۔ ربیع مجھے قید کرانا چاہتا تھا۔ کہنے لگا نہ نہ میں نے کچھ نہیں کیا!

نضر بن محمد نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم اعمش

کو الوداع کرنے کے لئے اپنے استاد حماد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں پانی نہیں تھا' نماز کا وقت قریب تھا' وضو کرنا ضروری تھا' ہمارے استاد نے اول وقت میں ہی ہمیں تیمم کرنے کا حکم دے دیا۔ میں نے عرض کی تیمم کا حکم تو آخر وقت دیا جاتا ہے' اگر پانی مل جائے تو الحمدللہ ورنہ تیمم کر لیا جائے۔ میرے استاد نے میری بات مان لی۔ ہم چلتے گئے' حتیٰ کہ نماز قضا ہونے سے پہلے ہم پانی کے ایک چشمے پر جا پہنچے جہاں وضو کیا اور نماز ادا کر لی۔

یاد رہے کہ یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے استاد کی رائے سے اختلاف کیا تھا۔ تاخیر کا مسئلہ اس وقت سامنے آتا ہے جب پانی ملنے کا احتمال نہ ہو۔ اگر یقین ہے تو واجب نہیں ہے جیسا کہ "روایت الاصول" میں لکھا ہے۔ حسن بن محمد بلخی فرماتے ہیں کہ امام حماد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر میری رائے ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے متفق ہوتی تھی۔

محمد بن جابر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دن ہم حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس تدریس میں بیٹھے ہوئے تھے' ان دنوں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی زیر تعلیم تھے۔ آپ اپنے استاد محترم کی بعض آراء پر اختلاف کرتے تو حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ کو ان کی وضاحت کرنے میں بڑی دقت ہوتی۔ آپ وہاں فرماتے میں کیا کروں تمہارے اعتراض کا جواب کس طرح دوں۔ حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے مجھے ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو سند سمجھ کر نوٹ کر لیتے تھے بلکہ یاد کر لیتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان احادیث کی روشنی میں اکثر ابن ابی لیلیٰ کی خطاء کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار ان سے گفتگو فرما رہے تھے تو انہیں ایک مسئلہ کے حل کرنے میں بڑی دقت ہوئی۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے کہ میں اپنے قول سے رجوع نہیں کروں گا۔ اگرچہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے قول کو مبنی بر خطا ہی ثابت کر دیں' بلکہ یوں فرماتے اگرچہ خطا ظاہر ہو گئی ہو تب بھی میں اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ انہیں

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ضد تھی اور ان کے اعتراضات سے چڑ جایا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار فرماتے ابن ابی لیلیٰ میں آپ کو آپ کی خطا اور غلطی سے آگاہ کر رہا ہوں، مگر وہ فرماتے میں اس پر غور کروں گا۔ امام صاحب فرماتے یہ بات آپ جیسے عالم کے لائق نہیں۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ اسقدر عالم متبحر ہوتے ہوئے بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خائف رہتے تھے۔ ایک دن میں نے انہیں دیکھا کہ "تعلیق الطلاق" کے مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے کہ اگر عورت کا قبیلہ، شہر یا نسب متعین ہو تو اس کا نکاح درست ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں کئی صورتیں پیش کیں لیکن وہ ماننے کو تیار نہ ہوئے البتہ حیران ہو کر خاموشی اختیار کر لی۔

امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک پاگل عورت تھی، لوگوں نے اس کا ایک نام رکھا ہوا تھا، جو شخص اس نام سے پکارتا اسے وہ گالیاں دیتی۔ ایک دن ایک شخص نے اسے اسی لقب یا نام سے پکارا تو اس نے اس شخص کے ماں اور باپ پر قذف کا دعویٰ کر دیا اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کی عدالت میں جا پہنچی، وہ دونوں اس وقت زندہ تھے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے فریقین کو سنا اور فیصلہ دیا کہ اس عورت کو مسجد میں کھڑا کر کے دو حدیں قائم کی جائیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غلط فیصلے کی درستگی کے لئے عدالت میں جا پہنچے، آپ نے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے فیصلہ کو چیلنج کر دیا اور فرمایا شریعت میں مجنونہ (پاگل) پر حد نہیں لگائی جاسکتی اور اس دعویٰ میں مدعی کے والدین مدعی بن کر آنے چاہئیں۔ ان کا بیٹا تو فریق ثانی ہے، مدعی نہیں بن سکتا جب تک وہ خود دعویٰ نہ کریں۔ مقدمہ کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ پھر دونوں حدیں مسلسل جاری نہیں ہو سکتیں۔ ایک حد کے زخم مندمل ہونے کے بعد دوسری حد جاری ہو گی۔ عورت کو لٹا کر سزا نہیں دی جاسکتی۔ کسی کو مسجد میں حد نہیں لگائی جاسکتی۔ ابن ابی لیلیٰ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چیلنج

پر سٹپٹا اٹھے۔

خارجہ نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بار خلیفہ عباسی منصور نے اپنے دربار میں طلب کیا اس وقت خلیفہ کے پاس کوفہ کا قاضی ابن ابی لیلیٰ اور بغداد کا قاضی ابن شبرمہ بھی وہاں موجود تھے۔ منصور نے پوچھا یہ خارجی لوگ مسلمانوں کے مال پر ہاتھ صاف کرتے رہتے ہیں اور انہیں لوٹتے رہتے ہیں اور بعض اوقات مسلمانوں کو قتل بھی کر دیتے ہیں ان کے بارے میں کیا کرنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ کے قاضی یہاں موجود ہیں آپ ان سے پوچھیے۔ ایک نے کہا ان پر مواخذہ کرنا چاہئے اور انہیں قانونی سزا دینی چاہئے۔ دوسرے نے کہا انہیں کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ان دونوں کے فیصلے شریعت کے خلاف ہیں۔ میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر ان خارجیوں نے لوگوں کا مال جماعت بندی کے بعد غصب کیا ہے تو انہیں سزا نہیں مل سکتی۔ اگر انہوں نے جماعت بندی سے پہلے کیا ہے تو پھر انہیں سزا دینی چاہئے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر صحابہ کا اجماع ہے۔ امام زہری اکثر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

ایک بار کسی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے وہاں موجود اپنے شاگردوں کو فرمایا کہ آپ لوگ اس مسئلہ کا حل بتائیں۔ وہ مسئلہ پر قیل و قال کرتے رہے مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود سر جھکائے بیٹھے رہے۔ جب آپ نے سر اٹھایا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور زبان پر یہ الفاظ تھے۔ بار الٰہ تو جانتا ہے کہ میں ہر مسئلہ تیری رضا کے لئے حل کرتا ہوں' اس میں میری ذاتی خواہش نہیں ہوتی۔

یزید طحان نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کوئی شخص مسئلہ پوچھتا تو آپ لمبی سانس کھینچتے اور کہتے اے اللہ میری خطاؤں کو معاف کرنا۔ ان کی گرفت نہ کرنا۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار آپ کے نزدیک بیٹھا ہوا

تھا' آپ مغموم بیٹھے تھے' سر اٹھا کر فرمایا کہ اے ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ تم جانتے ہو کہ جس کے بارے میں ہم سے سوال ہوا ہے اس کے متعلق ہم سے اللہ پوچھے گا۔ میں نے عرض کی حضور! مجتہد سے تو کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ وہ تو اجتہاد سے بات کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ مجھے بخش دے' معاف کر دے۔ اس کے بعد پھر سر اٹھایا اور کہا اے اللہ ہمیں نہ پکڑنا۔ ربنا لا تواخذنا ان نسینا۔

ابراہیم بن زبرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اور امام مسعر بیٹھے تھے کہ اچانک وہاں سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے ایک شخص نے آپ کو دیکھتے ہی کہا کہ قیامت میں اس شخص سے بڑھ کر کوئی دوسرا شخص زیادہ دشمن نہ ہو گا۔ امام مسعر نے اس شخص کو پکڑ لیا اور اسے ملامت کی' اس کے بعد اس شخص کی عادت ہو گئی کہ وہ بازار میں جہاں جاتا لوگوں سے جھگڑا ہی کرتا رہتا اور صبح و شام تک لوگوں سے لڑتا رہتا۔ یہ سزا تھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس گفتگو کی جو اس نے کی تھی۔

مصعب بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے فقہ میں کوئی بات کی وہ ذلیل ہوا سوائے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ آپ نے فقہ کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ وہ فقہ کی ہر بات میں کمال پیدا کرتے تھے۔ ابوحباب نے کہا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عاصم کو دیکھا عاصم نے امام صاحب سے ایک فتویٰ پوچھا۔ جب آپ نے فتویٰ دیا تو عاصم خوش ہو گیا اور کہا آپ کتنا خوش کرنے والے ہیں۔ جزاک اللہ' اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔

سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' امام مسعر اور امام عمر بن زر کو دیکھا کہ وہ امام عاصم کے پاس آئے اور ان سے حدیث لیلتہ القدر کے بارے میں دریافت کیا۔ امام عاصم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب بھی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس حاضر ہوتے ان سے کوئی مسئلہ دریافت فرماتے اور فتویٰ لیتے اور فرماتے تم چھوٹے ہوتے ہوئے ہمارے پاس آتے ہو۔ مگر ہم بڑے ہونے کے باوجود تمہارے پاس

آتے ہیں اور کوئی نہ کوئی مسئلہ دریافت کرتے جاتے ہیں۔

ایک بار کلبی مفسر نے آپ کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو فرمایا، مجھ سے جس شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا تو میں نے اس کا آسانی سے جواب دے دیا۔ مگر جب ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے آتے ہیں تو مجھے بڑا محتاط ہونا پڑتا ہے۔

عبداللہ رصافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دن ہم عطاء بن ابی رباح کے پاس بیٹھے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی سے سوال کیا کہ کیا تم مومن ہو۔ اس نے کہا ان شاء اللہ میں مومن ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں مومن ہوں۔ آپ نے فرمایا جب قبر میں تجھ سے منکر نکیر سوال کریں گے کیا اس وقت بھی یہی جواب دو گے۔ یہ بات سن کر اس نے اپنے عقیدہ سے توبہ کی۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہہ دیا کہ اگر میں رات کو تجھ سے صحبت کروں تو تم میری ماں کی طرح ہو گی۔ اس بات پر ان کا جھگڑا ہو گیا۔ دوسری بار پھر اس مرد نے کہا کہ رات کو تیرے ساتھ صحبت کروں تو تم میری ماں کی پشت کی طرح ہو گی، اس کے بعد اسے افسوس ہوا۔ بڑا شرمندہ ہوا کہ میں نے یہ کیا حرکت کی۔ ساری رات کوفہ کے فقہاء کو ملتا رہا کہ کوئی حل نکل آئے مگر کہیں سے بات نہ بنی۔ آخر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے اس سے پوچھا تیرا کوئی غلام ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا جا اسے آزاد کر دے، اب تو اپنی قسم سے آزاد ہو گیا، کفارہ ادا کر دیا۔ اب تیری بیوی تجھ پر حلال ہے۔

عبداللہ بن الاجلح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غواص دریائے علم و فاضل ہیں۔ وہ گہرا غوطہ لگا کر احادیث کے گہرے سمندر سے قیمتی موتی نکال لیتے ہیں۔ امام زفر نے فرمایا۔ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفتگو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی فرشتہ انہیں باتیں کرنا سکھاتا ہے۔ قیس بن ربیع نے فرمایا میں ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا وہ نہایت مغموم اور غمزدہ تھا۔ عرض کرنے لگا حضرت میرے گھر میں چور گھس آئے، میرا تمام مال و

متاع اٹھا کر لے گئے ہیں، ان میں سے ایک شخص کو میں پہچانتا ہوں، وہ اکثر میری مسجد میں مصلیٰ بچھا کر عبادت کرتا رہتا ہے۔ جب مجھے اس نے دیکھ لیا اور اسے خوف محسوس ہوا کہ میں کہیں اس کی شناخت نہ کر لوں اور دن کے وقت سب کو پکڑوا نہ دوں اس نے مجھے رسی سے باندھ دیا اور مجھ سے قسم لی کہ اگر میں نے کسی کو بتایا تو میری بیوی کو طلاق اور میرا تمام مال صدقہ ہو گا۔ اس نے مجھ سے یہ بھی قسم لی کہ میں نے ہاتھ کے اشارے یا کنائے سے بھی اس کا نام نہیں بتانا۔ میں سخت پریشان ہوں کہ ایک طرف تو میرا گھر لٹ گیا دوسرے میں کسی چور کی نشاندہی بھی نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی دینی مسئلہ تو نہیں ہے مگر میں تمہاری اس سلسلے میں مدد ضرور کروں گا۔ اب تم یہاں سے چلے جاؤ اور کسی بااعتماد آدمی کو میرے پاس بھیجو۔ یہ دیکھنا وہ بااعتماد ہو اس نے گھر جا کر اپنے سگے بھائی کو بھیجا۔ وہ آیا تو آپ نے اسے کہا کہ تم اپنے بھائی کی چوری کا واقعہ بادشاہ کے پاس جا کر بیان کرو اور اسے عرض کرو کہ وہ آپ کے ساتھ پولیس بھیجے جو تمام اہل محلہ کو مسجد میں جمع کرے، جب لوگ محلے سے نکلنا شروع ہوں تو تیرا بھائی ہر اس شخص کے لئے جو چور نہیں تھا نہیں نہیں کہتا جائے جب وہ چور آئے زبان سے کچھ نہ کہے بس خاموش رہے۔ نہ اشارہ کرے، نہ کنایہ سے اس کی نشاندھی کرے۔ پولیس اس آدمی کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے جائے، وہ شخص بادشاہ کے سامنے خودبخود اقرار کرے گا۔

علی بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیرالعلم تھے۔ جب کوئی مسئلہ کوفہ کے بڑے سے بڑا عالم بھی حل نہ کر پاتا تو آپ آسانی سے اس کا جواب دے دیتے۔ ابومعاویہ بن ضریر نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی بڑا عالم دین نہیں دیکھا۔ انہیں کسی کے غلبے کا تو کوئی خوف نہ تھا، وہ مناظرہ میں بلا دھڑک آتے اور مدمقابل کو شکست دیتے۔ گفتگو کرتے تو ہر شخص ہیچ ہو جاتا۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بار حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ حدیث قلتین کا مطلب بیان کروں۔ میں نے مختلف اقوال پیش کئے مگر آپ کسی قول پر مطمئن نہ ہوئے۔ میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے

آپ خود ہی اس کا مطلب بیان فرما دیں۔ آپ نے فرمایا حدیث قلتین پانی جاری کے لئے ہے۔ میں نے جواب سن کر آپ کا سر مبارک چوم لیا۔ مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہ نکلے۔ واقعی میں نے زندگی بھر اس بات کی طرف غور ہی نہیں کیا تھا۔

حدیث پاک کا مطلب یہی ہے کہ جب پانی رواں دواں پہنچ جائے' خواہ ایک مٹکے سے ہوتا ہوا دوسرے مٹکے تک آجائے۔ بعض ائمہ فرماتے ہیں پانی پہنچنے (بلوغ) کے دو احتمال ہیں۔ " قلت سے کثرت کی طرف " دوسرے "کثرت سے قلت کی طرف " مخالفین صرف پہلے معنی کی طرف جمع ہیں مگر دوسرے معنی کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ اب حدیث قلتین کا معنی یہ ہوا کہ جب کثرت سے قلت دو مٹکوں کی مقدار میں پہنچے تو قلت نجاست کی متحمل نہیں ہوتی۔ اس سے یہ محاورہ بنا ہے۔" مال فلان لا یحتمل اسرف " یہ مال اسراف کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس محاورہ کا ایک اور پہلو ہے۔ فابین ان یحملنها اس آیت کریمہ کے بھی دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اصل یوں ہے کہ وہ تکالیف کہ جن پر ثواب مرتب ہوتا ہے اور اس کے ترک کرنے سے عذاب ہو۔ یہ عذاب بڑے بڑے اجسام والوں کے لئے ہے۔ آسمان' زمین اور پہاڑوں نے پہلے تو قبول کر لیا مگر احتمال امامہ کے بعد انکار کر دیا۔ اسے ہی " احتمال امانت " کہتے ہیں۔ (اس نے امانت اٹھا لی) دوسرا محاورہ " احتمل الاثم " ہے۔ اس نے گناہ اٹھایا۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی اپنی کمائی میں خیانت کرے۔ اس کا انکار یونہی ہے کہ اس کی ادائی اس طرح ہو جس طرح سے. مکلف کیا گیا ہو اور انسان مذکور معہود کو اس کے ذیل میں وعید کی گئی کہ اس نے امانت تو اٹھا لی لیکن ظلم و جہالت کی وجہ سے اس میں خیانت کی۔ اس سے اہل علم یہ مراد لیتے ہیں کہ وہ امانت کے اٹھانے سے رک گئے۔ یہ اس وقت ہے کہ اٹھانا بطریق عرض ہو نہ بطریق الزام و فرض۔ ورنہ پھر کسی کو قضا و فرض میں نجات نہ ہو۔

ہم اپنے موضوع کو اختصار سے سمیٹتے ہیں کہ " احتمل الامانت " کے دو مطلب ہیں۔ امانت کو قبول کر کے اس سے عہدہ برا ہو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ امانت

کو سرے سے قبول ہی نہ کرے۔ اسی طرح حدیث کے یہ الفاظ غور طلب ہیں۔ لم یحتمل خبثا یعنی اس نے نجاست کو قبول کر لیا۔ اور اس پر احکام کا اثر تب ہوا جب اس نے نجاست کو قبول کر لیا۔ دوسرا مطلب یہ نکالا جاتا ہے کہ اس نے نجاست کو قبول ہی نہیں کیا۔ یہ تاویل اس وقت کام آئے گی جب حدیث کو صحیح مان لیا جائے۔ جب حدیث صحیح ہی نہ ہو تو اس سے استدلال چہ معنی دارد۔ اس حدیث پر امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے طعن کیا ہے۔ (تفسیر کبیر، سورہ الفرقان)

یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک باغ میں گئے، وہاں ابن ابی لیلیٰ قاضی کوفہ سے ملاقات ہوئی، وہ اپنے خچر پر سوار سیر کر رہے تھے۔ ہم نے سلام کیا تو وہ وعلیکم السلام کہہ کر رکنے کی بجائے چلتے رہے، حتیٰ کہ وہ باغ میں سیر کو آنے والی خوبصورت عورتوں کے جمگھٹے سے گزرے۔ وہ عورتیں گانا گا رہی تھیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ امراء کی خوبصورت عورتیں گانے بجانے والی عورتوں کو باغ میں لا کر خود بھی ان کے ساتھ گانا گا رہی تھیں۔ جب وہ ذرا خاموش ہوئیں تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احسنتن کہا یعنی تم نے کمال کر دیا۔ یہ سن کر ابن ابی لیلیٰ نے اپنے دوستوں کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس لفظ کے اظہار کا گواہ بنا لیا، دوسرے روز ان کی عدالت میں کسی مقدمے میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تھی، جب آپ پیش ہوئے تو قاضی ابن ابی لیلیٰ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کل یہ شخص خوبصورت گانے والی عورتوں کو احسنتن (تم نے کمال کر دیا) کہہ کر داد دے رہا تھا اور اس طرح فسق کا مرتکب ہوا تھا لہٰذا اس کی شہادت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضی سے سوال کیا کہ میں نے احسنتن اس وقت کہا تھا جب وہ عورتیں گا رہی تھیں یا جب وہ گا کر خاموش ہوئی تھیں۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کہا جب وہ گا کر خاموش ہوئیں تو تم نے داد دیتے ہوئے احسنتن کہا یعنی خوب خوب! حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو میرا کہنا درست تھا کہ جب ان عورتوں نے گانا بجانا بند کر دیا تو

میں نے انہیں کہا تم نے بہت اچھا کیا۔ بہت اچھا کیا! یہ سن کر قاضی ابن ابی لیلیٰ نے آپ کی شہادت قبول کرلی۔

اسی طرح ایک بار ابن ابی لیلیٰ کے سامنے ایک نہایت مشکل مسئلہ پیش تھا' تو اس نے ایک آدمی بھیج کر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ آپ نے وہاں ہی بات سن کر مسئلہ کا جواب لکھ بھیجا وہ خوش ہوگیا۔ لیکن جندب نے ایک شعر میں کیا کہا؟

وانا تكون كريهة ادعى لها

وانا يحايس الحيس يدعى جندب

(ترجمہ) جب اسے مشکل آتی ہے تو مجھے بلاتا ہے۔ جب حلوہ کھانا ہوتا ہے تو جندب کو بلالیتا ہے۔

اس مقام پر ہم ائمہ اہلسنت کا مسلک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ ان کے ہاں گانا' بجانا' غنا و سرور کی محفلیں برپا کرنا حرام ہے اور ایسے لوگوں کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی جو راگ و رنگ کی محفلوں میں داد عیش دیں۔ "ہدایہ" میں اس مسئلہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے کہ ایسے لوگ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور فسق و فجور اختیار کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی گواہی درست نہیں ہے۔ یہ عوام کے لئے بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے "عوارف المعارف" میں ائمہ اربعہ کے اقوال کی روشنی میں سرور اور گانوں کو حرام قرار دیا ہے۔

حسن بن ابی مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا' کہ ایک دن میں امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ قاضی ابن ابی لیلیٰ کی زیارت کے لئے گیا۔ جب امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ گئے تو قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ مقدمے والوں کو بلاؤ۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے فیصلہ کرے گا۔ جب مدعی اور مدعا علیہ دونوں اندر آئے تو ایک نے کہا کہ اس شخص نے مجھے زانیہ کا بیٹا کہہ کر گالی دی ہے' مجھے میرا حق دلایئے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ

نے مدعاعلیہ کو کہا کہ تمہارا کیا جواب ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مدعا علیہ سے کیوں پوچھتے ہو' کیونکہ اگر مدعی کی ماں زندہ ہے تو دعویٰ کا حق اسے حاصل ہے جسے زانیہ کہا گیا ہے۔ قاضی نے مدعی سے پوچھا تو اس نے کہا میری ماں تو مرگئی ہے چنانچہ مدعی کو اس کا قائم مقام قرار دے دیا گیا۔ اب قاضی نے مدعاعلیہ سے سوال کرنا چاہا مگر امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر وہ مرگئی ہے تو اس کے وارث اور بھی ہوں گے' یہ اکیلا کیسے مدعی بن سکتا ہے۔ مگر جب مدعی نے کہا کہ وہ تنہا وارث ہے تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قاضی صاحب اس سے پوچھیں کہ وہ آزاد خاتون تھی یا کنیز تھی۔ مدعی نے اپنی والدہ کے آزاد خاتون ہونے کے دلائل دیئے۔ قاضی نے کچھ کہنا چاہا تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس سے یہ پوچھیں کہ وہ مسلمان تھی یا غیر مسلم۔ اس نے بتایا کہ اس کی والدہ مسلمان تھی اور اس نے اس سلسلہ میں کئی دلائل دیئے اور یہ بھی کہا کہ کوفہ کی ایک باوقار اور معزز خواتین میں سے تھی۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اب آپ مدعاعلیہ سے سوالات پوچھئے۔ مدعاعلیہ نے اپنے خلاف الزامات سے انکار کیا۔ اسے مہلت دی گئی کہ وہ اپنی بریت پر دلائل دے۔ امام اٹھ کر جانے لگے تو قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کہا آپ تشریف رکھیں مدعاعلیہ کو دلائل تو دے لینے دیں مگر آپ چلے گئے۔

ایک دن قاضی ابن ابی لیلیٰ خلیفہ منصور کے دربار میں بیٹھے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں موجود تھے' ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور بیچنے والے نے کہا یہ غلام ہر عیب سے پاک ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ یہ بیع (خریداری) صحیح نہیں ہے۔ جب تک عیب پر ہاتھ رکھ کر نہ بتایا جائے اس وقت تک یہ بیع درست نہیں ہو سکتی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ تو کوئی شرط نہیں' چنانچہ دونوں بزرگ آپس میں الجھ پڑے' اب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مثال پیش کی۔ اگر خلیفہ منصور کے حرم سے کوئی خاتون اپنے غلام کو بیچنا چاہے جس کے ذکر پر برص کا داغ ہو کیا اس خاتون پر یہ شرط ہے کہ وہ اس عیب کی نشاندہی کے لئے غلام کے ذکر پر ہاتھ رکھ کر کہے گی کہ نقص اور عیب یہاں ہے؟ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کہا ہاں اس

کے لئے یہ ضروری ہے۔ یہ سنکر خلیفہ منصور کو غصہ آگیا اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کو دھکے مار مار کر باہر نکال دیا۔ اس دن کے بعد قاضی ابن ابی لیلیٰ نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے الجھنے کی جرات نہیں کی۔

مکہ مکرمہ کے گورنر عیسیٰ نے ایک بار چند شرائط لکھوانے کا ارادہ کیا تو اس نے کوفہ کے قاضی ابن ابی لیلیٰ اور بصرہ کے قاضی ابن شبرمہ سے کہا کہ تم لوگ شرائط لکھ دو۔ جب ایک شرط لکھتا تو دوسرا اسے روک دیتا۔ جب دوسرا لکھتا تو پہلا اسے ٹھکرا دیتا۔ اسی دوران حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے' گورنر مکہ نے آپ سے کہا کہ آپ شرائط لکھ دیں۔ آپ نے فرمایا شاہی کاتب کو بلائیں میں لکھواتا جاتا ہوں وہ لکھتا جائے۔ آپ نے برجستہ تمام شرائط لکھوا دیں' دونوں قاضیوں نے بھی انہیں تسلیم کیا اور گورنر عیسیٰ نے بھی پسند کر لیا۔ ان میں سے ایک نے کہا یہ جولاہا کہاں سے آگیا جس نے ہمیں ذلیل کر دیا۔ دوسرے نے کہا اسے جولاہا نہ کہو تھوڑی دیر میں اپنی قابلیت سے شرائط لکھوا دینا جولاہے کا کام نہیں۔ اس نے کہا یار ہے تو یہ قابل آدمی مگر یہ کوفے میں کپڑا بیچا کرتا تھا۔

ابن ابی لیلیٰ نے ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا سنا ہے آپ نبیذ کو حلال جانتے ہیں۔ کیا ہم تمہاری ماں کو "نبازہ" نبیذ بنانے والی کہہ سکتے ہیں؟ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تمہارے نزدیک غنا اور سرود حلال ہے' اس نے کہا حلال ہے۔ آپ نے فرمایا تو کیا آپ کو کہا جائے کہ آپ کی ماں مغنیہ ہے! ابن ابی لیلیٰ آپ کا جواب سن کر سٹپٹا کے رہ گیا۔

حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بنوامیہ کے خلفاء کا طریقہ تھا کہ وہ فقہا کو دینی مسائل کے حل کے لئے بلایا کرتے تھے۔ ایک دن ایک خلیفہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بلالیا' یہ پہلی بار تھی کہ کسی دربار میں انہیں جانے کا موقع ملا۔ اس دن خلیفہ کے دائیں بائیں آپ کے مخالفین ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ بیٹھے تھے۔ خلیفہ نے ایک سے پوچھا کہ ایک شخص نے عدت کے

اندر ہی ایک عورت سے نکاح کر لیا اس کا کیا حکم ہے۔ اس نے کہا کہ اس عورت کو سخت سزا دی جائے گی۔ اس نے اپنے ایام عدت کو چھپائے رکھا اور اس کا مہر بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔ دوسرے نے اس کی تائید کی۔ خلیفہ نے کہا ابو حنیفہ ! آپ کا کیا خیال ہے ؟ آپ نے بات سنتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا یہ میرا پہلا موقع ہے اگر جواب نہ دوں تو دیانت کے خلاف ہے۔ اگر جواب دوں تو یہ دونوں قاضی ناراض ہو جائیں گے۔

میرا فیصلہ تو وہی ہو گا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تھا۔ (یہ وہ دور تھا کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لینا حرام تھا۔) بنوامیہ آپ کے کسی قول کو نہ مانتے تھے اور ان کے فتویٰ کو مسترد کر دیا کرتے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس مسئلہ پر دو بدری اصحابہ میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ ان میں ایک سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے انہوں نے یہی فیصلہ دیا جو ان دو بزرگوں نے دیا ہے مگر ایک اور صحابی نے کہا تھا کہ اس عورت کو اس شوہر سے جدا کر دیا جائے گا۔ پہلے وہ عدت پوری کرے گی پھر اس کا دوبارہ نکاح ہو گا پھر وہ نکاح ثانی کی عدت پوری کرے گی اس کے لئے کوئی مہر کی ادائیگی نہیں کی جائے گی کیونکہ اس نے اپنے جسم کو خود برضا و رغبت دوسرے مرد کے لئے حلال کیا تھا۔ اس کے مہر کی ادائیگی بیت المال سے نہیں کی جائے گی۔

خلیفہ اس بات سے خوش بھی ہوا اور مطمئن بھی مگر اس نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا یہ دوسرا کس کا قول ہے ؟ آپ نے بتایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا' خلیفہ تنگ آ کر بولا وہی علی رضی اللہ عنہ جسے ابوتراب کہتے تھے ؟ آپ نے فرمایا ہاں وہی ابوتراب ہیں۔ خلیفہ نے یہ سن کر سر جھکا دیا اور کہنے لگا نعمان ! یہ دونوں اقوال حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب ہیں۔

محمد بن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابن ہبیرہ نے اس واقعہ میں یہ بیان بڑھایا تھا کہ خلیفہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ نعمان ! تم ان دونوں

اقوال میں سے کس کو ترجیح دیتے ہو؟ آپ نے فرمایا میرے نزدیک تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی افضل ہیں مگر مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول زیادہ وزنی اور موزوں نظر آتا ہے' اس لئے میں اس پر عمل پیرا ہوں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مقام پر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضلیت کی بات کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اصل بات یہ تھی' ان دنوں امت رسول میں رافضی اور معتزلی چھائے ہوئے تھے۔ آپ نے یہ جواب دے کر اپنے آپ کو رافضیوں اور معتزلیوں سے بری الذمہ قرار دے لیا۔ دوسری بات یہ بھی تھی کہ بنوامیہ کے خلفاء حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ اگر کوئی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتا تو اسے باقاعدہ سزا دی جاتی تھی۔ اگر اس وقت کسی امام یا عالم کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لینا مقصود ہوتا تو "شیخ" کہہ کر بیان کرتا اور کہتا شیخ نے یوں فرمایا ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ ضرورت کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ ابوزینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہا کرتے تھے۔ مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جرات ملاحظہ ہو کہ کس انداز سے بنوامیہ کے ایوان خلافت میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام لے رہے ہیں۔

شادی کی رات بیویاں بدل گئیں

وکیع رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ کوفہ شہر میں ایک رئیس کی شادی کی دعوت ولیمہ میں وقت کے بلند پایہ ائمہ اور علماء کرام آئے ہوئے تھے۔ ان میں حضرت سفیان' مسعر' مالک بن مغول' جعفر بن زیاد الاحمر اور حسن بن صالح رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اس دعوت ولیمہ میں کوفہ کے اشراف اور گورنر بھی آئے ہوئے تھے۔ یہ تقریب ایسی تھی جس میں ایک رئیس کی دو بیٹیاں تھیں اور ایک رئیس کے دو بیٹے تھے' جن کی باہمی شادیاں ہوئی تھیں۔ ولیمہ کے میزبان نہایت پریشانی کے عالم میں آئے اور کہنے لگے ہم پر ایک سخت مصیبت نازل ہوئی ہے۔ رات کو غلطی سے

ایک بیٹے کی منکوحہ دوسرے بیٹے کی منکوحہ سے تبدیل ہو گئی اور اس طرح انہوں نے شب باشی بھی کرلی ہے۔ حضرت سفیان ثوری ﷫ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ایسا واقعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بھی آیا تھا۔ ان کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاصد نے ایسا ہی واقعہ بیان کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فتویٰ حاصل کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاصد سے دریافت کیا واقعی تم حضرت معاویہ ﷛ کے قاصد ہو؟ اس نے بتایا ہاں! میں ان کا قاصد ہوں مگر یہ واقعہ ہمارے شہر میں نہیں ہوا بلکہ ایک دوسرے شہر میں ہوا ہے۔ وہاں کے برگزیدہ لوگوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان دونوں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور ہر لڑکی اس کے اپنے منسوب لڑکے کو لوٹا دی جائے۔ اس خطا کی وجہ سے کسی پر حد نافذ نہیں ہو گی۔

یہ واقعہ سارے لوگ نہایت غور سے سن رہے تھے اور ان لوگوں نے امام سفیان ثوری ﷫ کا فیصلہ بھی سن لیا تھا۔ لیکن مسعر نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ حضرت آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ آپ نے فرمایا سفیان کا فتویٰ اور فیصلہ غلط ہے۔ آپ نے فرمایا ان دونوں لڑکوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آئے تو آپ نے ہر ایک لڑکے سے پوچھا کہ جس عورت سے تم نے شب باشی کی ہے کیا تمہیں پسند ہے دونوں نے کہا ہاں ہمیں پسند ہے۔ آپ نے فرمایا ہر ایک اپنی منکوحہ کو طلاق دے دے پھر آپ نے ہر ایک پسندیدہ جوڑے کا دوبارہ نکاح پڑھایا۔ پھر ان لڑکوں کے والد کو فرمایا اب تم دوبارہ ولیمہ کر سکتے ہو۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ سن کر بعض حضرات کو بڑا تعجب ہوا مگر مسعر اٹھے اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور آپ کے فیصلے کی بے حد تعریف کی۔ آپ نے وہاں موجود لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا' تم لوگ مجھے امام ابوحنیفہ ﷛ کی تعریف کرنے پر ملامت کرتے ہو' مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں جو دینی مسائل کو اس خوبصورتی سے حل کرتے ہیں کہ جس کا جواب نہیں۔ آپ فقاہت میں بے مثال ہیں۔ حضرت سفیان ثوری ﷫ مسعر کی

باتیں سن کر خاموش رہے اور اس مسئلے کے خلاف بات تک نہ کی۔

رفع یدین کا فیصلہ

سفیان بن عیینہ نے کہا کہ ایک بار حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اوزاعی ایک جگہ جمع تھے۔ امام اوزاعی نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ رکوع اور سجود سے پہلے رفع یدین نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا رفع یدین کے متعلق حدیث صحیح نہیں ہے۔ امام اوزاعی نے کہا میرے پاس صحیح حدیث موجود ہے۔ میں نے یہ حدیث زہری سے اور زہری نے سالم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے آغاز اور رکوع و سجود سے پہلے رفع یدین کیا کرتے تھے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مجھے حماد نے اور حماد کو ابراہیم سے اور ابراہیم نے علقمہ سے، انہوں نے اسود سے اور اسود نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع یدین نہیں فرمایا کرتے تھے۔ صرف آغاز نماز کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ آپ نے آخری عمر تک اس فعل کو نہیں لوٹایا تھا۔ امام اوزاعی نے کہا میں تمہیں زہری، سالم اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کر رہا ہوں اور تم حماد، ابراہیم، علقمہ سے روایت کرتے ہو۔ اس طرح امام اوزاعی نے اپنی روایت کی برتری جتائی۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا، کہ میرا راوی حماد تمہارے راوی زہری سے بلند مرتبہ ہے۔ ابراہیم سالم سے افقہ ہیں۔ علقمہ، ابن عمر سے افقہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ چونکہ علقمہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل ہوئی تھی جو ابن عمر کے حصہ میں نہیں آئی اس لئے ان کی روایت کو اولیت اور افضلیت حاصل ہے۔ ہاں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی بڑی فضیلتیں حاصل ہیں مگر عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ ہی ہیں۔ یہ بات سن کر امام اوزاعی خاموش ہو گئے۔ یاد رہے کہ امام

مرغینانی نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بجائے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کی تائید

امام صاحب رضی اللہ عنہ رفع یدین سے اجتناب فرماتے تھے۔ ان کے ہاں ایک اور وجہ بھی ہے۔ آپ نے جن روایات پر معمول فرمایا ہے ان میں حضرت عمر' عبداللہ بن عمر' حضرت علی' خدری' ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے تلامذہ اور نخعی پیش پیش ہیں۔ یہ تمام حضرات رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بیان فرمائی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ نماز پر نماز پڑھ کر دکھانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے نماز پڑھی تو سوائے آغاز نماز کے رفع یدین نہیں کیا۔ امام ترمذی اس حدیث کو حدیث حسن قرار دیتے ہیں۔ امام طحاوی' بزاز اور اہلحدیث کی ایک کثیر تعداد نے روایت کی ہے اور بتایا کہ نماز کے دوران ہاتھ صرف سات موقع پر اٹھائے جائیں گے۔

امام مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ جس نے رکوع جانے سے پہلے ہاتھ اٹھائے (رفع یدین کیا) اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ بات نماز کے دوران عمل کثیر کا حکم رکھتی ہے۔ مگر اس قول کو اگر کوئی فقیہ پسند نہ بھی کرے تو اسے شارع علیہ السلام نے تو سنت نہیں فرمایا اور یہ عمل صرف تکبیر اولیٰ کے وقت کے لئے ہے۔ نماز کے دوران بلا عذر عمل کثیر کی اجازت نہیں۔ رفع یدین' عیدین کی نماز کے دوران درست ہیں کیونکہ یہ غیر اوقات میں ہوتی ہیں اور ان کی خصوصی اجازت دی گئی ہے۔

میاں بیوی کے درمیان جھگڑا اور اس کا حل

اعمش حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاندین میں سے تھا۔ اس کا

گھر میں اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ اس کی بیوی نے کہا میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ اعمش اس سے بات کرنے کی کوشش کرتے مگر وہ کسی بات کا جواب نہ دیتی تھی۔ اعمش نے کئی حیلے بہانے کئے مگر اس نے ایک ہی چپ سادھ لی۔ چنانچہ اعمش کو بھی غصہ آگیا اور کہا کہ اگر آج رات تو مجھ سے نہ بولی تو تجھے تین طلاق ۔ یہ بات تو اعمش نے کہہ دی مگر اس کی بیوی اتنی ضدی نکلی کہ پھر بھی بات کرنے کو تیار نہ ہوئی۔ اعمش کو اپنی شرط اور طلاق کا خیال آیا تو اسے سخت ندامت ہوئی' اس نے بڑی تدابیر کی مگر بات نہ بنی۔ ادھر رات گذری جارہی تھی اور اعمش کو اپنی عائد کردہ شرط پر بیوی کو طلاق کا خدشہ بڑھ رہا تھا۔ آدھی رات گذر گئی وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچا۔ اسے کچھ خیال آیا اور دوڑتا ہوا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلا گیا۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے اس کی بڑی تعظیم کی' بڑا احترام کیا۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے آنے کا سبب پوچھا تو اس نے اپنی ساری پریشانی کا اظہار کر دیا۔ آپ نے واقعہ سن کر فرمایا یہ تو معمولی بات ہے۔ آپ کا مسئلہ آج ہی رات حل کر دیا جائے گا۔

آپ نے اعمش کے موذن کو بلایا اور فرمایا آج صبح کی اذان وقت سے پہلے دے دینا۔ حالانکہ کوفہ میں یہ حکم تھا کہ کوئی شخص وقت سے پہلے اذان نہیں دے سکتا۔ اعمش کے موذن نے وقت سے پہلے اذان دی تو اعمش کی بیوی نے خیال کیا کہ رات ختم ہو گئی ہے۔ اب میں اگر بات کر بھی لوں تو کوئی حرج نہیں۔ میری جان چھوٹ گئی اور اب میں ایک طلاق یافتہ عورت ہوں۔ اس نے خود آواز دے کر کہا اے بداخلاق اعمش آج میں تمہارے نکاح سے آزاد ہو چکی ہوں۔ اعمش نے اسے کہا ابھی تو رات باقی ہے۔

آٹا کے مطالبہ پر طلاق اور اس کا حل

ابوجعفر ہندوانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اعمش کی گھریلو زندگی بڑی ناخوشگوار تھی۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے تھے اور وہ اپنی بیوی کا جب بھی ذکر کرتے تو اچھے الفاظ میں نہیں کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنی بیوی کے مطالبات سے تنگ آکر

قسم کھالی کہ اگر میری بیوی نے آٹے کا مطالبہ کیا' زبان سے' تحریر سے یا کسی دوسرے فرد کی معرفت تو اسے تین طلاقیں - دوسری طرف ان کی بیوی نہیں چاہتی تھی کہ وہ طلاق حاصل کرے۔ اسے بڑی پریشانی ہوئی کہ اس مسئلہ کا کیا حل کیا جائے۔ اگر وہ آٹے کے ختم ہونے کی خبر دیتی ہے زبان سے کہتی ہے یا کسی کی معرفت پیغام دیتی ہے تو اسے طلاق ہو جائے گی۔ وہ اس پریشانی میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو اپنی پریشانی اور صورتحال سے آگاہ کیا۔ آپ نے اسے تسلی دی کہ فکر نہ کرو یہ معمولی بات ہے۔ اب جب کبھی آٹا ختم ہو تو اعمش کی شلوار جہاں رکھی ہو اس کے کمربند کے ساتھ آٹے کا خالی تھیلہ باندھ دینا اور زبان سے کچھ نہ کہنا وہ صبح شلوار پہنے گا تو اسے آٹے کا تھیلہ نظر آئے گا تو آٹا لانے کا خودبخود بندوبست کرے گا۔ اس عورت نے ایسا ہی کیا اعمش نے آٹے کا خالی تھیلہ اپنی شلوار کے ازاربند کے ساتھ بندھا دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ سارا کارنامہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ اب عام لوگوں کے درمیان مسائل میں زک پہنچانے کے بعد ہمارے گھر بھی آپہنچے ہیں۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے قسم کھالی کہ میں اپنی بیوی سے بات نہیں کروں گا' اگر کروں تو اسے تین طلاقیں - دوسری طرف عورت بھی سخت طبیعت کی تھی اس نے اسے کہا کہ میں بھی قسم کھاتی ہوں کہ میں بھی تجھ سے بات نہیں کروں گی۔ جب حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ایک فریق نے بھی بات کی تو ان پر قسم وارد ہو جائے گی۔ یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ ایک دوسرے سے بات کریں یا نہ کریں کسی پر قسم وارد نہ ہو گی' ان میں سے کوئی بھی حانث نہیں ہوگا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا یہ فیصلہ سنا تو فرمایا' یہ شخص حرام شدہ چیزوں کو حلال کر رہا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ دونوں اکٹھے بیٹھے تو اس شخص نے ان دونوں کے سامنے اپنا مسئلہ بیان کیا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کیسے ہو

سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا' کہ مرد نے قسم کھائی تھی کہ وہ بات نہیں کرے گا' اگر کرے تو اسے طلاق ہے۔ اس طرح عورت نے بھی غصہ میں آ کر کہا کہ میں بھی تم سے بات نہیں کروں گی۔ جب عورت نے یہ بات مرد کو مخاطب کر کے کہہ دی کہ میں بھی بات نہیں کروں گی تو بات تو ہو گئی' قسم ٹوٹ گئی۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ ماشاء اللہ علوم کے جو دروازے آپ پر کھلے ہیں وہ ہم پر نہیں کھلے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار کوفہ میں تشریف لائے تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سراپا تعظیم بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ کو بڑے اعزاز اور احترام سے اپنے پاس بٹھایا۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا حضور یہ کون شخص ہے ؟ جس کی آپ اتنی تعظیم کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا' یہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کی فقہ اور دیانت نے دھوم مچا رکھی ہے اور آج علم میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ لائیے جو آپ کے پاس ہے۔ عرض کی یا حضرت میں تو مسئلہ پوچھنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ فرمائیے کہ امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انبیائے کرام کی امتوں سے کیوں افضلیت رکھتی ہے۔ فرمایا پہلی امتیں آرزو کرتی تھیں کہ وہ امت رسول میں ہوں اور امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسری امت میں جانے کی آرزو نہیں ہے۔ وہ اپنے رسول پر اتنا پختہ ایمان رکھتی ہے کہ اس کو کہیں جانے یا آرزو کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ کلام مفہوم اور موخر ہے اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مفہوم کو آگے بڑھایا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس امت کے لئے ارشاد ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے جاؤ۔ ورنہ تم پر شریر لوگ مسلط کر دیئے جائیں گے۔ اس وقت تمہارے برگزیدہ لوگ دعا مانگیں گے تو ان کی دعائیں قبول نہ

ہوں گی۔ حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ابو حنیفہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ آپ نے عرض کی ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جب کوئی کسی کو دیکھے کہ وہ ناپسندیدہ عمل کر رہا ہے تو وہ اسے روک دے اور اللہ کی اطاعت کا حکم دے۔ یہ امربالمعروف ہے۔ یہ امربالمعروف آسمان پر بھی ہے اور زمین پر بھی۔ لیکن زمین پر معروف سے مراد سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شخصیت ہے جنہوں نے ہر ساعت امربالمعروف ہی فرمایا۔ آپ نے سکوت فرمایا اور خوشی کا اظہار فرمایا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور سوال کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نعیم کا ذکر قرآن میں آتا ہے۔ نعیم جنت میں ہی ملے گا یا دنیا کی زندگی میں بھی حاصل ہوگا۔ لتسئلن یومئذعن النعیم ○ تو قیامت کے دن کی بات ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارے نزدیک نعیم سے مراد پینے کی چیزیں ہیں۔ پانی دودھ اور دوسرے مشروبات ہیں۔ انہیں پر انسان کے بدن کی صحت کا دارومدار ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس سے بات طویل ہو جائے گی اور نعیم سے مراد مشروبات کے علاوہ "ماکولات" (کھانے پینے کی چیزوں) کی طرف چلی جائے گی۔ میرے نزدیک نعیم سے مراد ہے کہ انسان گمراہی سے بچے اور اللہ تعالیٰ ہمیں غلط راہوں پر چلنے کی توفیق ہی نہ دے اور ہدایت کی راہوں پر رکھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ حکمت محکمہ ہے اور قول مقبول ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مزید سوال کرنے کو کہا تو آپ نے پوچھا' حضور ایک طرف ہدہد زمین کی گہرائیوں میں سے ہر چیز دیکھ لیتا ہے مگر دوسری طرف شکاری کے جال میں آپھنستا ہے۔ حضرت سلیمان نے تمام پرندوں کو نظرانداز کر کے صرف ہدہد کو ہی طلب فرمایا تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا ہدہد زمین کی تہ میں پانی کو اس طرح دیکھ لیتا ہے جس طرح ہم ایک شیشے کے برتن سے دیکھتے ہیں۔ وہ جال میں کیوں پھنستا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قضا آتی ہے تو انسان کے حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ حرص اور لالچ آنکھوں کے سامنے پردہ

ڈال دیتے ہیں وہ اندھا ہو کر فضاؤں میں اڑتا ہوا جال میں آپھنستا ہے۔

اب حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت طلب کی اور عرض کی یا ابن رسول ﷺ ہم نے آپ سے بہت کچھ حاصل کیا ہے اور آپ کا قیمتی وقت بھی لیا ہے جب آپ اجازت لے کر چلے گئے تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو بتایا کہ یہ شخص کثیر العلم ہے۔ یہ علوم ظاہری میں ایسے ہی ماہر ہے جس طرح ہم علوم باطنی حقیقی رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اشعار میں کسی نے کیا خوب وضاحت فرمائی ہے ؎

اذا اراد الله امرا بامر — وكان نا راى و عقل و بصر

و حيلة يعملها فى دفع ما — ياتى به مكروه اسباب القدر

غطى عليه سمعه و عقله — وسله من ذهنه سل الشعر

حتى اذا انفذ فيه حكمه — رد عليه عقله ليعتبر

لا تقل لماجرى كيف جرى

كل شئى بقضاء و قدر

(ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ کسی امر کو دوسرے امر کا ارادہ فرما لیتا ہے تو وہ صاحب رائے، صاحب بصیرت اور صاحب بصر ہو جاتا ہے۔

☆ ... اور وہ حیلہ جو اس کے دفع کرنے کے لئے کیا جاتا ہے اگر اس پر عمل کرے تو اس کے لئے ناگوار اسباب لاتا ہے۔

☆ ... اس کے سمع اور عقل بند کر دیتا ہے، اس کے دماغ کو بالوں کے گچھوں سے باندھ دیتا ہے، حتیٰ کہ اس پر اپنا حکم نافذ کر دیتا ہے تو پھر اس کی عقل اسے لوٹا دیتا ہے۔

☆ ... جب تقدیر جاری ہوتی ہے تو تم یہ نہ کہا کرو کہ یہ کیسے ہوا، کیونکہ ہر کام تو اللہ کے حکم سے جاری ہوتا ہے۔ یہ کیوں اور کیسے کا مسئلہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

ہم یہاں سوال اٹھا سکتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے تاویل کر رہے ہیں۔ ہم یوں جواب دیں گے کہ اگرچہ یہ تاویل بعید ہے لیکن ہے بہت اہم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ وھم راکعون ○ (پارہ ٦)

بعض مفسرین نے ولیکم سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد لی ہے لیکن بعض مفسرین اس سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد لیتے ہیں۔ بعد کا سبب یہ ہے کہ ایک ہی لفظ کو دو معنوں سے بیان کیا جاتا ہے اور بیک وقت دو معانی لئے جاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امر بالمعروف مراد لیا تو نہی عن المنکر بھی مراد ہے اس سے ہم یہ مطلب نکالیں گے کہ جن صحابہ نے امر بالمعروف پر عمل کیا پھر نہی عن المنکر پر عمل کیا وہی ولی اللہ ہیں۔ یہ دونوں حضرات حضرت علی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ سے مراد لئے جاسکتے ہیں۔ صحابہ کرام کے کسی عمل کو برائی سے منسوب کرنا گناہ ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اعتراض کا جواب

بعض لوگ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے جنگ صفین میں محرم کے بغیر کیوں سفر کیا تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے معترضین اور مخالفین سے پوچھتے ہیں کیا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین نہیں تھیں۔ کیا ماں ساری امت کی محرم نہیں ہیں ؟ قرآن تو انہیں وازواجہ امھاتم (رسول اللہ کی ازواج مطہرات تمام امت کے افراد کی مائیں ہیں) کہتا ہے۔ پھر یہ فرمایا وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنحکوا ازواجہ من بعدہ ابدا ○

”تم کسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے شادی نہیں کر سکتے وہ تمہاری مائیں ہیں۔ قرآن پاک کی ان آیات کی روشنی میں ہر امتی مسلمان سیدہ عائشہ صدیقہ کا محرم ہے۔“

سونے چاندی کے حاشیہ سے مزین پیالہ میں پانی پینا

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے پیالے میں پانی پینا جس کے کنارے چاندی یا سونے سے مزین ہوں کو جائز قرار دیا ہے۔ آپ نے سائل کو انگشتری پہنے دیکھا تو فرمایا یہ بھی جائز ہے۔ عثمان (راوی) نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا حاضر جواب کوئی نہیں دیکھا۔

منصب قاضی القضاۃ سے انکار

خارجہ بن مصعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن خلیفہ عباسی منصور نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور آپ کو حکم دیا کہ میں آپ کو تمام اسلامی ممالک کا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر کرتا ہوں۔ آپ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ منصور نے کہا کیا آپ ہماری ملازمت سے انکار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اس منصب کے اہل نہیں ہوں۔ خلیفہ منصور کہنے لگا تم جھوٹ کہتے ہو' امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا ایک جھوٹا شخص قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) ہو سکتا ہے۔

خالد بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دن امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آئے تو آپ کو امام زفر ملے اور ایک مسئلہ پر گفتگو شروع کر دی۔ مسجد سے نکلتے وقت ابھی آپ نے ایک جوتا پہنا تھا اور ایک ابھی ہاتھ میں تھا۔ اس طرح آپ کا ایک پاؤں مسجد میں تھا ایک مسجد کے باہر۔ مگر مسئلہ پر گفتگو اتنی طویل ہوئی کہ ساری رات گذر گئی حتیٰ کہ اذان ہو گئی اور یہ دونوں بزرگ ایک ہی مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کرتے رہے۔ اذان کے بعد دونوں مسجد میں گئے نماز ادا کی' نماز کے بعد پھر اسی مسئلہ پر گفتگو شروع ہو گئی' یہاں تک کہ مسئلہ پر بے شمار دلائل سامنے آئے اور آپ نے حضرت زفر کو مطمئن کر دیا۔ ابو مطیع نے جب یہ واقعہ سنا تو انہیں سخت تعجب ہوا کہ یہ لوگ دین کے معاملہ میں اس قدر غرق تھے کہ ایک جوتا پہننے کا بھی خیال نہ رہا اور ایک ہی

مسئلہ کی تحقیق پر ساری رات گزار دی۔

اسحاق بن ابراہیم حنظلی رحمۃ اللہ علیہ سمرقند کے قاضی تھے۔ فرمایا کہ ہم سمرقند سے کوفہ گئے' ہمارے ساتھ ایک ایسا لکھا پڑھا شخص تھا جو قدری اعتقاد رکھتا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تم کس کی تحقیق کو پسند کرتے ہو؟ کہنے لگا میں تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق کو سب پر ترجیح دیتا ہوں۔ ہم کوفہ پہنچے تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ اس وقت اپنے شاگردوں کو کچھ لکھوانے میں مصروف تھے اور شاگردوں کا ایک بڑا ہجوم آپ کو گھیرے ہوئے تھا۔ قدری نے جاتے ہی اپنی کتاب سامنے رکھی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی' وہ سوال پر سوال کرتا' ادھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کے ہر سوال کا جواب نہایت تحقیق اور اطمینان سے دیتے جاتے۔ پھر وہ اٹھا اور آپ کا سر چوم کر کہنے لگا اللہ نے آپ کی طفیل مجھے جہنم کی آگ سے بچا لیا ہے۔

ابوسعد سغانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک عرصہ تک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہا۔ میں نے کبھی کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی مسئلہ میں آپ پر غالب آیا ہو۔ انہوں نے فرمایا' آپ سے جو مسئلہ پوچھا جاتا آپ بڑی وضاحت سے بیان فرماتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شادی بیاہ یا ختنہ کی مجالس میں مٹھائی تقسیم کرنا یا شیرینی کو لوگوں پر پھینکنا جائز سمجھتے تھے۔ ہم ایک بار ایک ایسی مجلس میں موجود تھے جہاں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے بلند پایہ علماء موجود تھے۔ آپ کے سامنے بہت سی شکر رکھی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا اسے اٹھا کر لے جاؤ' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے ارد گرد صرف امراء ہی بیٹھے تھے۔ آپ کی یہ خواہش تھی کہ شکر باری یا تقسیم شیرینی میں صرف رشتہ دار اور امراء ہی شریک نہ ہوں۔ اس میں غرباء کا بھی حصہ ہونا چاہئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بدترین دعوت ولیمہ وہ ہے جس میں امراء کو بلایا جائے اور کھلایا جائے مگر غرباء کو دھکے دے کر باہر نکال دیا جائے۔

ابوسعد بن منشتر صغانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ثقہ امام تھے۔ آپ نے زندگی کا ایک حصہ

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں گزارا تھا اور آپ کی اکثر روایات کو نوٹ کر لیا تھا۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ روئے زمین پر ابوسعد رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں ہوا۔ انہیں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بڑے اکابر اور مقتدر علماء میں جگہ دیتے تھے اور اپنے شاگردوں میں سے انہیں صف اول میں بٹھاتے تھے۔ ان کی ہر بات تسلیم کرتے اور ان کی ضروریات پوری فرماتے تھے۔ یہ بات ان کی علمی سرپرستی اور قابل قدر شاگردوں سے خصوصی شفقت کی علامت ہے۔

مسیب ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں اکثر بیٹھا کرتے تھے۔ آپ اکثر لوگوں کی بات کاٹ کر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ مسئلہ کو سامنے لاتے اور آپ کی بے حد تعریف کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نے محمد بن عجلان سے ایک مسئلہ پوچھا تو وہ فرمانے لگے آپ کا سوال بڑا لطیف ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں بیٹھنے والے لوگ لطیف گفتگو کرتے ہیں۔

غلام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

عبدالعزیز بن خالد رحمۃ اللہ علیہ قاضی صنعانیاں اور ترمذیاں تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات بیان کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا ایک شخص حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ میری بہن فوت ہو گئی ہے اس کے بطن میں بچہ ہے اور وہ متحرک ہے۔ آپ نے اسے کہا فوراً جاؤ اور اپنی بہن کا پیٹ چاک کر کے بچے کو نکال لو۔ اس نے یونہی کیا' وہ دوبارہ سات سال کے بعد حاضر ہوا اور اس کے ساتھ ایک سات سالہ بچہ بھی تھا۔ عرض کی کیا آپ اس بچے کو جانتے ہیں ؟ آپ نے کہا نہیں' اس نے بتایا کہ یہ وہ بچہ ہے جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے۔ میں نے اس کی ماں کا پیٹ چاک کر کے اسے نکالا اور اس کا نام غلام ابوحنیفہ رکھا ہے۔ یہی عبدالعزیز کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابیں پڑھی تھیں۔ میں نے آپ سے عرض کی کہ حضور کیا میں اب کہہ سکتا ہوں کہ میں

نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور کیا میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ سمعت منہ میں نے ان سے سنا۔ آپ نے فرمایا ہاں! کیونکہ میرے نزدیک اخبرنی یا حد ثنی ایک ہی بات ہے۔

آپ ہی سے روایت ہے کہ میں نے امام صاحب سے پوچھا کہ ایک شخص نے حج کرنے کی قسم کھائی ہے مگر وہ حج پر نہیں جا سکتا' کیا وہ اس کا کفارہ ادا کردے۔ آپ نے فرمایا ہاں' وہ کفارہ ادا کر سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے وصال سے سات ماہ پہلے اس مسئلہ سے رجوع فرما لیا تھا۔

محمد بن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ابومطیع کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز جمعہ پڑھتے دیکھا' آپ نے صرف قمیص اور چادر زیب تن کی ہوئی تھی مگر جب میں نے چادر کی قیمت کا اندازہ لگایا تو وہ سو درہم کی تھی جبکہ اس وقت کے امراء دس درہم سے زیادہ کی چادر نہیں پہنتے تھے۔ یہی محمد بن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چار ہزار مسائل جمع کئے تھے' پھر انہیں آپ کی خدمت میں پیش کیا تاکہ آپ ایک نظر دیکھ لیں۔ آپ نے انہیں دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا یہ مسائل تمہارے لئے کافی ہیں' اب مزید مسائل نہ پوچھنا دوسرے لوگوں کا بھی حق ہے۔ ہاں جب تم مجھے فارغ پاؤ تو آجایا کرو۔ محمد بن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس دن کے بعد سے میں انتظار میں رہتا جب آپ فارغ ہوتے تو آپ سے مسئلہ دریافت کر لیتا تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا تم عجیب و غریب سوالات کرتے ہو۔ مجھے تمہاری ذہانت اور اشتیاق پر خوشی ہوتی ہے۔ ان سوالات کا یاد رکھنا اور اعادہ کرنا مشکل ہے مگر تم ہو کہ انہیں یاد کرتے جاتے ہو۔

(نوٹ) فاضل مترجم کتاب نے ایسے بہت سے مسائل کا ترجمہ چھوڑ کر قارئین کتاب سے معذرت کی ہے۔ ان کے نزدیک ان مسائل کی موجودہ حالات میں ضرورت نہیں ہے۔

ابو مطیع رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

حضرت امام ابو مطیع رحمۃ اللہ علیہ بڑے فقیہ' زاہد اور بلند کردار کے مالک تھے۔ مسیب بن اسحاق کہا کرتے تھے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام شاگردوں سے انہیں بڑھ کر پایا ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کے حافظ تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ پر خصوصی توجہ فرمایا کرتے تھے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ دربار داری سے دور رہتے تھے

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ وہ مسائل کی تدریس و تعلیم کو ترجیح دیتے اور کوشش فرماتے کہ دربار عباسیہ کے انعامات اور نوازشوں سے دور رہیں جب کہ آپ کے دوسرے معاصرین دربار میں حاضری کو ضروری خیال کرتے تھے۔ ایک بار خلیفہ عباسی منصور نے کوفہ اور مدینہ منورہ کے تمام ائمہ اور علماء کو اپنے دربار میں دعوت دی' امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باین علم و فضل اس دعوت کو ٹال گئے۔ آپ ان دعوتوں سے بے نیاز تھے۔ جب آپ کو منصب قضاء پیش کیا گیا تو آپ ٹال گئے' انکار کر دیا۔ پھر آپ کو یہ حکم ہوا کہ دربار عباسیہ سے تمام دینی احکام آپ کی رائے سے جاری ہوا کریں گے' آپ نے پھر بھی انکار کر دیا۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ایک بار خلیفہ منصور کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ ان دنوں غزوات النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر مواد جمع کر رہے تھے۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بعد میں المغازی اور سیرت ابن اسحاق سے مشہور ہوئی تھی۔ وہ بعض اوقات امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بھی باتیں کر دیا کرتے تھے وہ یہ خیال کرتے تھے کہ مجھے خلیفہ نے اپنے ایوان میں جگہ دے دی ہے اور لوگ ان کے واقعات سن کر ان کے اردگرد جمع ہو جاتے۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھنے لگے تھے۔ وہ ایک بار امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیچا دکھانے کے لئے منصور کے دربار میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہنے لگا یہ شخص آپ کے دادا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف

ہے۔ اس نے مسئلہ استثناء المنفصل چھیڑ دیا۔ یہ کہتا ہے کہ وہ غیرنافع اور غیرمفید ہے حالانکہ آپ کے دادا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب کئی سال گزرنے کے باوجود بھی مفید اور فائدہ مند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا تقولن لشئی انی فاعل ذالک غدا الا ان یشاء اللہ واذکر ربک اذا انسیت (پارہ ۲۵ ' سورہ کہف)

خلیفہ منصور نے یہ بات سن کر ابن اسحاق کو مخاطب کیا اور فرمایا مزید بتائیے میرا دادا کیا کیا کہتا تھا۔ محمد ابن اسحاق کہنے لگا ہاں وہ تو ایسا ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ یہ آیت بھی اس کی گواہ ہے۔ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی کہا ہے کہ جس نے قسم کھائی اور استثناء کیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔ استثناء یومیہ متصل ہوتا ہو اس پر تعویق اور دیر گناہ ہے۔ منصور نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہایت غضبناک انداز میں دیکھا اور فرمایا ہاں آپ کا کیا خیال ہے۔ آپ نے فرمایا جناب یہ سب لوگ آپ کی خلافت کے منکر ہیں۔ یہ آپ کی سلطنت اور حکومت کے غدار ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے آپ کی بیعت طوعا" و کرہا" کی ہے۔ اس میں انہوں نے تقیہ کیا ہے۔ یہ لوگ جب چاہیں گے آپ کی بیعت سے نکل جائیں گے کیونکہ اگر استثناء منفصل ہے تو اتنے دنوں بعد تو ان کی بیعت کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ تو متصل بیعت کے قائل ہیں۔ منصور اس سیاسی مسئلہ کی تہ تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے حکم دیا ابن اسحاق کو پکڑو اور اسے بند کر دو لوگوں کو کیا سکھاتا پھرتا ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ پیش آیا تھا جو ہارون الرشید کے دربار میں ایسے لوگوں کی سرزنش کا باعث بنے تھے۔ الحلبی نے ابن اسحاق کی بجائے ربیع چوہان کو ہارون الرشید کا حاجب (پرائیویٹ سیکرٹری) لکھا ہے جسے دربار سے باہر نکال دیا گیا اور پس دیوار زندان بھیج دیا گیا۔

(نوٹ) استثناء کی بحث نہایت طویل ہے' پھر یہ اس وقت کے سیاسی حالات پر مشتمل ہے۔ فاضل مترجم نے اسے نظرانداز کر کے قارئین سے معذرت طلب کی ہے۔

جہم بن صفوان نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور اعلان کیا

کہ میں آپ سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں' چند مسائل میں مجھے آپ سے اختلاف ہے۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے ساتھ گفتگو کرنا میرے لئے باعث ننگ و عار ہے اور تمہارے مسائل پر غور و فکر کرنا فضول ہے۔ اس نے کہا آپ نے مسائل سننے سے پہلے ہی مجھے مسترد کر دیا ہے اور میرے ساتھ گفتگو کرنے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے آپ کے عقائد کے متعلق مختلف خبریں ملی ہیں۔ وہ عقائد اہل الصلوٰۃ (اہل ایمان) کے نہیں ہیں۔ اس نے کہا آپ نے اب غیب کا دعویٰ بھی شروع کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں تمہارے متعلق خواص بھی جانتے ہیں اور عوام بھی تمہارے عقائد سمجھتے ہیں۔ اس نے کہا یہ بات تو آپ درست کہہ رہے ہیں۔ مگر میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ سے تحقیق و تصدیق کر لوں اور ایمان کے مسئلہ کی وضاحت طلب کروں۔ اے ابوحنیفہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں آپ سے ایمان کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تمہارے ذہن میں کجی آگئی ہے۔ اس لئے قیامت تک راہ راست پر نہ آسکو گے۔ وہ کہنے لگا میرا ایمان کامل ہے مگر اس کی ایک جزو پر مجھے شک ہے۔ آپ نے فرمایا ایمان کے نہ تو حصے ہوتے ہیں نہ اس پر شک کیا جاسکتا ہے۔ جو شخص اپنے ایمان پر شک کرتا ہے وہ کفر کرتا ہے۔ اس نے کہا آپ جیسا بلند پایہ عالم دین ایسی بات کرے تو اچھی بات نہیں ہے۔ آپ کفر کہنے کی بجائے یوں کہیں کہ اس پر دوبارہ غور کرنا چاہئے مگر آپ تو مجھے براہ راست کافر کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اب تم سوال کرو میں جواب دیتا جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ ایک شخص دل سے مانتا ہے اللہ ایک ہے' واحد ہے' اس کی ساری صفات روشن ہیں اور ان کی تصدیق کرتا ہے مگر وہ ان چیزوں کا زبان سے اقرار نہیں کر سکا صرف دل میں یقین کر لیا۔ اب آپ بتائیے کہ وہ شخص مومن ہے کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کافر ہے۔ جب تک زبان سے اقرار نہ کر لے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ وہ کہنے لگا وہ کیسے مومن نہیں ہو گا حالانکہ وہ توحید اور صفات خداوندی پر یقین رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم قرآن پر ایمان رکھتے ہو تو میں قرآن سے دلیل دیتا ہوں۔ اگر تو قرآن کا منکر ہے تو میں تجھے اس طرح جواب دوں جس کی تجھے سمجھ آجائے۔ اس نے کہا میں قرآن کو مانتا ہوں

اور اس کو حجت جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دو مقامات پر ارشاد فرمایا ہے، قلب اور زبان سے واذاسمعوا ماانزل الی الرسول ترٰی اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق ○ (جب ان لوگوں نے وہ قرآن سنا جو حضور ﷺ پر نازل ہوا تھا تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں مگر انہوں نے حق (ایمان) کو نہ پہچانا، انہوں نے کہا ایسے لوگوں کو سورۂ جن میں اللہ تعالیٰ نے مومن کہا ہے اور انہوں نے دل سے مانا ہے۔ ان سے ثواب کا وعدہ کیا۔ آپ نے فرمایا اس آیت کریمہ میں انہوں نے پہلے زبان سے اقرار کیا، پھر اس کی تصدیق کی، فرمایا قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا پھر فرمایا فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا پھر فرمایا والزمھم کلمۃ التقوٰی اور فرمایا وھدوا الی الطیب من القول پھر فرمایا ویثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا ○

ان آیات کریمہ کے بعد آپ نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قولوا لا الہ الا اللہ فلاح پاؤ گے۔ پھر فرمایا قولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فلاح پاؤ گے۔ یہ فلاح محض معرفت ہی نہیں بلکہ اقرار بالسان یعنی زبان سے اقرار کا نام ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے وہ دوزخ سے نکل جائے گا۔ (یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے) حدیث کے الفاظ ہیں من قال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے زبان سے کہہ دیا زبان سے اقرار کر لیا وہ مومن ہے۔ اگر صرف دل میں معرفت ہوتی یا دل میں ہی تصدیق ہوتی تو قال لا الہ الا اللہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی، صرف تصدیق قلبی ہی کافی تھی۔

شیطان ابلیس (علیہ اللعنۃ) نے زبان سے کہا فبما اغویتنی ..... رب فانظرنی الٰی یوم یبعثون شیطان میں یہ معرفت ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے، موجود ہے، موجد ہے، اس کے باوجود وہ اس لئے کافر رہا کہ وہ اس تصدیق کا اقرار کرنے سے قاصر رہا۔ اگر صرف دل کی تصدیق کو تسلیم کر لیا جائے تو کافروں میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو

اللہ کی وحدت کو تسلیم کرتے ہیں مگر زبان سے اقرار نہیں کرتے۔ مگر کوئی عقلمند آدمی ایسے کفار کو مومن تصور نہیں کرتا۔ یہ کفار یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم (یہ آپ کو ایسے جانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو جانا جاتا ہے) کفار ایسی ہزاروں باتوں میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف کی معرفت اور تصدیق کرتے ہیں مگر زبان سے اقرار کرنے سے محروم ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ اور رسول پر تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان پر دلائل کے انبار لگا دیئے۔ ابن صفوان نے کہا حضرت آپ نے مجھے مخمصے میں ڈال دیا ہے میں اب جاتا ہوں پھر تیاری کر کے آؤں گا مگر وہ دوبارہ کبھی نہ آیا۔

اقامت کے وقت موذنین کا ایک انداز

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے پوچھا حضور یہ موذن لوگ اقامت کے وقت بعض اوقات کھنکارتے ہیں' اس پر آپ کا کیا خیال ہے۔ آپ نے فرمایا وہ دراصل اقامت کے لئے کھڑے ہو رہے ہوتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر میں جانے کا ایک راستہ (مدخل) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کے بالکل قریب تھا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا علی جب تم رات کو اٹھ کر مسجد جانے کی تیاری کرو تو ذرا کھنکار کر مجھے آگاہ کر دیا کرو۔

ابو شریک سے مروی ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ مجھے ایک بار ایک عورت نے ایک دوسری عورت کے متعلق خبر دی کہ وہ حیض سے فارغ ہو چکی ہے تو کیا اب مسجد میں جاسکتی ہے' قرآن کو چھو سکتی ہے یا اسے پرہیز کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا ہاں حائضہ کے علاوہ استحاضہ والی کو بھی محتاط رہنا چاہیے۔

"الفتاویٰ" میں مذکور ہے کہ استحاضہ والی یا اس قسم کی دوسری بیماری والی خواتین خون کو کسی طریقے سے بند کرنے پر قادر ہوں تو ان پر احتیاط لازم ہے۔ گو ان پر حیض کی پابندیاں نہیں ہوتیں مگر انہیں محتاط رہنا ضروری ہے۔ وہ "منع الدم" پر احتیاط کریں۔ اسی طرح جو شخص پیشاب کے قطرے گرنے سے خائف ہو یا کسی زخم سے خون

کے قطرے باہر آئیں تو نماز تو پڑھ سکتا ہے مگر اسے احتیاط کرنی چاہئے کہ پیشاب کے قطرات یا خون کے قطرات باہر نہ آئیں۔ احتیاط اسی میں ہے کہ کوئی ایسی چیز کپڑا یا روئی اس انداز سے رکھے کہ یہ قطرات باہر نہ آئیں۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے جب قاضی (جج) عمداً" ظلم کرے تو وہ اپنی اس نامناسب عادت کی وجہ سے اس منصب کے اہل نہیں۔ اسے اس عہدہ سے معزول کر دینا چاہئے۔

ہمارے نزدیک امام صاحب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت شاذ ہے' ان کا واضح مذہب یہ ہے کہ اگرچہ وہ قاضی اپنے فسق کی وجہ سے قابل معزول تو ضروری ہے مگر اسے معزول نہ کیا جائے کیونکہ اس طرح عدالتوں کا معیار تقویٰ ہو جائے گا اور نظام عدل چل نہیں سکے گا۔

معتزلہ کا خلافت کے متعلق نظریہ

معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ وہ فسق کی وجہ سے انسان کو ایمان سے محروم تصور کرتے ہیں۔ ان کے ہاں اگر قاضی فاسق ہے یا فسق کرتا ہے تو وہ مومن نہیں اور غیرمومن قاضی یا جج نہیں بن سکتا۔ ہم مذکورہ بالا روایت کو یوں بیان کریں گے کہ ایسے قاضی کو ایک منصب دیا گیا مگر وہ اپنے اعمال کی وجہ سے اس منصب کی اہلیت سے محروم ہو گیا ہے' وہ عدل کی صفت سے منحرف ہو گیا ہے' وہ خودبخود عہدہ قضاہ سے معزول ہو گیا' کیونکہ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔ جب شرط نہ رہے' مشروط بے حیثیت ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر قاضی مقرر کرتے وقت صرف اس کی عظمت اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت دیکھ کر منصب دیا گیا ہو تو اس کے فسق کی وجہ سے اسے معزول نہیں کیا جائے گا۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس سال امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کو گئے اس سال کوفہ میں ایک مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ ابن شبرمہ' ابن ابی لیلیٰ اور دوسرے علمائے کوفہ سے جب مسئلہ حل کرنے کو کہا گیا تو یہ لوگ مطمئن نہ کر سکے اور مسئلہ جوں کا توں چلتا رہا۔ اب سب نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی کا

انتظار کیا جائے۔ جب آپ واپس آئے تو وہ مسئلہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ میرا خیال تھا کہ آپ کے پاس اس کا جواب نہیں ہو گا مگر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے دو رکعت نفل ادا کئے' دعا مانگی' چند لمحے سر جھکا کر سوچا' پھر اس مسئلہ کا حل اس انداز سے بیان کیا کہ تمام لوگ عش عش کر اٹھے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا ایک دن میں ایوانِ خلافت کے بڑے دروازے کے سامنے کھڑا تھا' وہاں سے ایک آدمی گزرا میں نے دیکھا کہ دربار کے سارے آفیسر اور اہلکار دوڑے دوڑے آگے بڑھے اور نہایت احترام کرنے لگے۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں ؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ محتسب سلطنت عباسیہ ہیں۔ میں آگے بڑھا' ایک مسئلہ دریافت کیا' انہوں نے جواب دیا مگر میں مطمئن نہ ہوا اور اس سے وہ بات درست بھی نہ ہوئی جس کے لئے میں آگے بڑھا تھا۔ میں مختلف دروازوں سے ہوتا ہوا پھر ان کے پاس پہنچ جاتا اور اپنا مسئلہ بیان کرتا مگر مسئلہ حل نہ ہوتا۔ پھر میں نے اپنے استاد مکرم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ پیش کیا تو آپ نے نہ صرف مجھے مطمئن کیا بلکہ جتنے علماء وہاں موجود تھے ہدیہ تحسین پیش کرنے لگے۔ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال تک ان کے علم کے دروازے پر بیٹھا سائل کی طرح استفادہ کرتا رہا۔

قیام الساعت تک بیعت کرتے ہیں

حضرت داود طائی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت ابو العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں تشریف لائے تو سارے شہر میں اعلان کیا گیا کہ اہل بیت کا ایک فرد تشریف لایا ہے سب زیارت بھی کریں اور احترام بھی اور جو لوگ استطاعت رکھتے ہوں آپ کی مالی امداد بھی کریں۔ اللہ کے مال سے ان کی اعانت کریں تم لوگوں کو برکات نصیب ہوں گی۔ جو لوگ ان سے بیعت کر لیں گے تو وہ خلیفہ کے لئے حجت ہو گی۔ لوگوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا آپ نے فرمایا تم ان کے پاس جاؤ۔ ورنہ اگر میں نے اپنی طرف سے اور اہل کوفہ کی طرف سے ترجمانی کی تو شاید آپ لوگ مطمئن

نہ ہوں۔ لوگوں نے کہا حضور آپ ہی ہماری طرف سے ترجمانی فرمائیں۔ آپ اٹھے' خطبہ پڑھا' اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی' حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدحت کی اور فرمایا یاد رکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے ظلم مٹایا تھا اور ہمیں حکم دیا کہ زبان سے ہمیشہ حق کی بات کیا کرو۔ آج ہم آپ کی قیام الساعت تک کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ورثہ سے یہ صفت جدا نہ کرے۔ جلسہ ختم ہوا تو لوگوں نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے ہم سے ایسا عہد کب کیا تھا جس کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے اپنی ترجمانی کے لئے کہا تھا لیکن اگر تم لوگ مطمئن نہیں تو میں اس کام کو تمہارے سپرد کر دیتا ہوں' اس پر لوگ خاموش ہو گئے اور سمجھ گئے کہ آپ نے حق بات کی ہے۔ "قیام الساعت" سے مراد یہ تھی کہ ہم اس شخص کی بیعت اس وقت تک کرتے ہیں جب تک اس گھڑی (اجلاس) کا قیام ہے۔ مگر ابوالعباس اور بعض دوسرے لوگوں نے سمجھا شاید آپ قیامت تک کی بیعت کا اعلان کر رہے ہیں۔

شریک کہتے ہیں ہم کوفہ کے بنوہاشم کے ایک رئیس کے جنازے میں شریک تھے' وہاں ابن شبرمہ' ابن ابی لیلیٰ' ابوالاحوص' حبان' مندل اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے اہل علم آئے ہوئے تھے۔ جب جنازہ اٹھا تو لوگ کھڑے ہو گئے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ لوگ کیوں کھڑے ہو رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ مرحوم کی ماں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس کا جنازہ پڑھنے تک گھر نہیں جاؤں گی۔ وہ ایک ہاشمی خاتون ہے۔ اس کا مردوں کے ساتھ جنازہ گاہ تک جانا معیوب ہے۔ اس کا خاوند اسے روک رہا ہے اور کہہ چکا ہے کہ اگر تم جنازہ کے ساتھ گئیں تو تمہیں تین طلاقیں ہوں گی۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تم مردوں کے ساتھ جنازہ گاہ تک جاؤ۔ سارے علماء موجود تھے مگر کوئی اس مسئلہ کا حل نہیں بتا سکا۔ مرحوم کے والد نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا۔ نعمان! آپ اس سلسلہ میں ہماری امداد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جنازہ یہیں رکھ دو اور مرحوم کی والدہ کو کہا کہ تم بھی جنازہ پڑھو پھر سب لوگوں میں اعلان

کیا گیا کہ جنازہ گاہ کی بجائے جنازہ یہاں پر پڑھا جائے گا۔ جب جنازہ پڑھا گیا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خاتون کو کہا اب تم گھر چلی جاؤ۔ جنازہ پڑھا گیا ہے۔ تمہاری قسم پوری ہو گئی اور لوگوں کو کہا اب مرحوم کو دفنانے کے لئے قبرستان لے چلیں۔

اس طرح اس کی قسم نہ ٹوٹی اور مرد کی طرف سے دی گئی طلاق بھی واقع نہ ہوئی۔ ابن شبرمہ اور قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کہا ایسی مشکلات سے نکالنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی کام ہے۔

دیوار میں دریچہ کھل گیا

عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوفہ کا ایک شخص حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں اپنے مکان کی دیوار میں روشن دان کھولنا چاہتا ہوں' آپ نے فرمایا ضرور کھولو۔ جب اس نے روشن دان کھول دیا تو جس ہمسائے کی طرف روشن دان کھولا گیا تھا وہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کی عدالت میں جا پہنچا اور فیصلہ لیا کہ یہ روشن دان کھولنا ناجائز ہے اور اسے روک دیا۔ وہ شخص دوبارہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا' آپ نے فرمایا اچھا اب تم اپنی دیوار سے دروازہ کھول دو۔ وہ گیا اس نے عدالت کے حکم کے مطابق روشن دان تو بند کر دیا مگر دروازہ کھول دیا۔ وہ ڈر گیا' آپ نے پوچھا اچھا اب بتاؤ تمہارے سارے مکان کی کیا قیمت ہے' عرض کی تیس دینار! آپ نے اسے تیس دینار دیئے اور مکان کا مالک بن کر حکم دیا کہ دیوار میں ایک بڑا سا دروازہ کھول دو۔ جب وہ ایسا کرنے لگا تو وہ شخص دوبارہ عدالت میں جا پہنچا اور قاضی ابن ابی لیلیٰ سے فریاد کی۔ انہوں نے کہا یہ ان کی اپنی دیوار ہے اپنا مکان ہے جو چاہے کر سکتا ہے' میں کیا کروں؟ لوگوں نے پوچھا آپ نے دیوار میں روشن دان کے خلاف حکم دیا تھا مگر اب دیوار کی بات پر آپ اپنا فیصلہ بدل رہے ہیں۔ قاضی نے کہا یہ شخص اس شخص سے مشورہ کر کے آتا ہے جو مجھے چلنے نہیں دیتا۔

روپے کی تقسیم

عبداللہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ ایک شخص کے پاس دو درہم (روپے) ہیں، دوسرے کے پاس ایک درہم ہے، ان دونوں نے مل کر کام شروع کیا۔ ان میں سے دو درہم خرچ ہو گئے یا کاروبار میں نقصان ہو گیا۔ اب اس باقی ماندہ ایک درہم کی تقسیم کیسے کی جائے۔ آپ نے فرمایا اس میں کوئی ابہام نہیں بقایا مال (ایک درہم) کو تین حصوں میں تقسیم کر لیں۔ دو حصے دو درہم والے کو دے دیں اور ایک حصہ ایک درہم والے کو۔ اس شخص نے یہ تقسیم ابن شبرمہ کو بتائی تو انہوں نے فرمایا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطا ہو گئی ہے۔ یہ درہم نصف نصف کرنا ہو گا۔ ایک نصف اسے دے دیں جس کے دو درہم تھے اور ایک نصف اس کو دے دیں جس کا ایک درہم تھا۔ مجھے ابن شبرمہ کا جواب زیادہ پسند آیا۔ مگر میرے خیال میں یہ بات پختہ تھی کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم تمام دنیائے اسلام کے ائمہ سے نصف ہے اور دوسرا نصف تمام علماء اسلام میں تقسیم ہوا تھا۔

اب چند روز بعد ابن شبرمہ کا قول حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا تو آپ نے فرمایا۔ جب دونوں کے درہم آپس میں یکجا ہوئے تھے تو ان کی شراکت مستحکم ہو گئی تھی۔ اس لئے تقسیم کے وقت یہ درہم تین حصوں میں تقسیم ہو گا کیونکہ ضائع ہونے یا نقصان میں جانے میں دونوں اپنے اپنے حصہ کے حقدار ہیں اور اسی نسبت میں ان کا نفع و نقصان ہو گا۔

ایک مسئلہ جس کا حل حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا

ایسا ہی ایک مسئلہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی عدالت میں پیش ہوا۔ ایک شخص کے پاس پانچ روٹیاں تھیں، دوسرے کے پاس تین تھیں، دونوں بیٹھ کر کھانے لگے تو ایک اور شخص بھی آبیٹھا اور ان کے ساتھ روٹی کھانے لگا۔ مگر اٹھنے سے پہلے اس نے آٹھ درہم دیئے اور کہا یہ آپس میں تقسیم کر لینا۔ میں نے جتنی روٹی کھائی ہے اتنا دے چلا

ہوں۔ اب پانچ روٹیوں والے نے تین روٹیوں والے کو تین درہم دیئے تین والے نے کہا میں تو نصف کا حقدار ہوں' میں تو برابر کا شریک ہوں' وہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے تو دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں مسئلہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا یہ شخص جو تمہیں دے رہا ہے لے لو اور اس پر راضی ہو جاؤ۔ اس نے کہا مجھے مطلوبہ حق دلایا جائے۔ آپ نے فرمایا تمہارا حق تو صرف ایک درہم ہے۔ وہ کہنے لگا میں تو تین درہم پر راضی نہ ہوا تھا اب ایک کیسے لے لوں۔ آپ نے فرمایا وہ تم دونوں کی مصالحت کی بات تھی حق نہیں تھا۔ اب تم حساب کرو اور اپنا حق لو۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم تینوں نے مل کر کھانا کھایا' تو سب نے ایک جیسا کھانا کھایا۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں نے زیادہ کھایا اور فلاں نے کم کھایا۔ تمہارے پاس صرف آٹھ روٹیاں تھیں۔ اگر تم ہر روٹی کے تین تین حصے کرتے تو آٹھ روٹیوں کے چوبیس (۲۴) حصے بنتے۔ اس طرح ہر ایک نے آٹھ آٹھ حصے کھالئے۔ اگر تم تینوں کے ایک جیسے پیسے ہوتے تو یہ چوبیس روپے ہوتے' اب سولہ حصے تم دونوں نے کھالئے۔ آٹھ بچ گئے وہ اس آدمی نے کھائے جس نے کچھ حصہ نہیں ڈالا تھا۔ جاتے وقت وہ آٹھ روپے دے گیا۔ اب پانچ روٹیوں والے کے پندراں حصے تھے۔ تین روٹیوں والے کے نو حصے تھے' نو میں سے آٹھ حصے تم نے خود کھالئے ایک حصہ مسافر کو دیا۔ پندراں حصے والے نے آٹھ خود کھائے اور سات حصے مسافر کو دیئے۔ اب تم دونوں کے (۱+۷) حصے کے سامنے آٹھ درہم ہیں لہٰذا اسی حساب سے تقسیم ہو گی۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک نوجوان ہمسایہ تھا اس نے ایک خاتون سے شادی کرنا چاہی' مگر جس خاتون سے وہ شادی کرنا چاہتا تھا اس کے والدین نے اس سے اتنا مہر مانگا کہ وہ اسے ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے اپنی پریشانی حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کی تو آپ نے اسے مشورہ دیا کہ لڑکی کے والدین کی منت سماجت کرلو کہ وہ مہر کی رقم کم کر دیں۔ اس نے بڑی کوشش کی مگر لڑکی کے والدین نہ مانے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اچھا۔ آپ

اس خاتون سے شادی کرلو۔ اس شخص نے شادی کرلی اور قرض لے کر مہرادا کردیا۔

وہ دوبارہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے اسے مشورہ دیا کہ اب تم اعلان کردو کہ میں ایک دور دراز شہر کی طرف سفر کرنے والا ہوں اور چند روز بعد دو سواریاں کرائے پر لانا اور اپنے دروازے کے سامنے اونٹ بٹھا کر ایک پر سامان لادنا شروع کردینا اور دوسری سواری پر اپنا اور اپنی بیوی کا کجاوہ تیار کرنا اور کہنا کہ میں خراسان کے ایک دورافتادہ شہر میں قیام کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ سن کر لڑکی کے والدین اس کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری لڑکی اتنی دور نہیں رہ سکتی' اس نے کہا میری بیوی ہے میں جہاں چاہوں لے جاؤں۔ وہ لوگ بڑے گھبرائے' حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے' امداد طلب کی اور کہا کہ یہ شخص آپ کے پاس آتا جاتا ہے آپ اسے سمجھائیں۔ آپ نے فرمایا خود ہی اس پر دباؤ ڈالو۔ وہ اسے مناتے رہے مگر وہ ماننے کو تیار نہ ہوا' اس نے کہا تم نے مہر سے مجھے دبا لیا ہے میں نے قرض لے کر ادا کیا تھا۔ میں وہاں جاکر کماؤں گا اور اس قرض خواہ کو دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم مہر کی رقم میں تخفیف کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا میں پھر بھی رکنے والا نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہم معجل مہر کو غیر معجل (عندالطلب) لینے کو تیار ہیں۔ مگر وہ پھر بھی نہ مانا اور کہنے لگا میرا قرضہ ادا کردو۔ وہ مان گئے اور لڑکی کے والدین نے قرض ادا کیا اور اس نے سفر کا ارادہ ترک کردیا۔

ایک تجزیہ

اگرچہ اس واقعہ میں خاوند نے بیوی کے والدین کو سفر کا بہانہ بنا کر آمادہ کرلیا کہ وہ مہر کی رقم اور قرض کی ادائیگی کردیں مگر یہ اس زمانے کی بات ہے جب خواتین کے سفر کی صعوبتیں زیادہ تھیں۔ آج کے علماء کرام کا خیال ہے کہ عورت کو ایک طویل سفر پر لے جانا درست نہیں۔ طویل سفر کی صعوبتوں کے علاوہ راستوں کی مخدوش حالت کے پیش نظر مستورات کو طویل سفر پر مجبور نہیں کرنا چاہئے۔ اگرچہ شریعت میں ممانعت نہیں ہے مگر

حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ کئی احکام بدل جاتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے اسکنو هن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن ○ عورت کو وہاں ہی رہائش دو جہاں تم خود رہائش پذیر ہو اور طویل سفر پر لے جانا اسے ضرر اور ایذا پہنچانے کے مترادف ہے۔

اس طرح اگر ایک شخص نے دوسرے سے وعدہ کیا کہ میں شہر جاکر تمہیں اتنی رقم ادا کردوں گا مگر اس نے چند روز بعد سفر کے دوران ایک جنگل بیابان میں وہ رقم ادا کر دی تو یہ نہ وعدہ خلافی شمار ہو گی اور نہ بدعہدی سمجھی جائے گی۔ شریعت نے ایسی صورت میں معاملہ بدلنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے مسائل ہیں جو معاشرتی حالات تبدیل ہونے کے ساتھ ساتھ بدل گئے ہیں۔

وراثت کی تقسیم

وکیع نے فرمایا کہ ایک دن ہم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ ایک عورت آئی اور کہنے لگی میرا بھائی مرگیا ہے مجھے ترکہ (ورثہ) میں صرف ایک دینار ملا ہے۔ اس طرح مجھے میرے حق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ حضرت داود طائی رحمتہ اللہ علیہ وہاں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا یوں معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والا چھو سو دینار چھوڑ کر مرا ہے۔ اس کی دو لڑکیوں کو چار سو دینار ملے ہوں گے۔ اس کی ماں کو چھٹا حصہ ایک سو دینار ملا ہوگا۔ اس کی بیوی کو آٹھواں حصہ پچھتر دینار ملے ہوں گے۔ پھر مرنے والے کے بارہ بھائی ہیں ان کو دو دو دینار ملے ہوں گے۔ تم بہن ہو تمہارے حصہ میں تو ایک دینار ہی آئے گا۔

آپ کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے آپ نے انہیں اشارہ فرمایا کہ مسئلہ کا جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس ہنڈیا کو انڈیل کر گرا دیا جائے مگر گوشت کی بوٹیاں دھو کر دوبارہ پکائی جائیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یہ اس صورت میں ہے اگر ہانڈی میں ابال نہ آرہا ہو۔ اگر ہانڈی ابل رہی تھی تو پھر

گوشت کی بوٹیاں بھی پھینک دی جائیں گی' کیونکہ پرندے کی نجاست ابلتی ہوئی ہنڈیا میں فوراً سرایت کر جاتی ہے۔ ہاں اگر ہانڈی پک نہیں رہی تھی تو پرندے کی نجاست کا اثر گوشت کے ٹکروں میں نہیں جائے گا۔ انہیں دھو کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے آپ سے ایسے تیس مشکل مسائل سیکھے تھے۔ ابوحمزہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابراہیم صایغ نے ایک ہزار مسائل سکھائے تھے۔ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چار ہزار مسائل لے کر حاضر ہوا تو آپ نے سب کا جواب لکھ دیا۔ میں ان کاغذات کو اپنے خریطہ (جھولے) میں محفوظ رکھتا ہوں۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بلخ کے مقتدر اکابر ائمہ میں سے تھے۔

خلیفہ منصور عباسی کا ایک خاص مصاحب (خدمت گار) خصی تھا۔ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سخت مخالف تھا اور حضرت کے خلاف سخت سست باتیں کرتا رہتا تھا۔ ایک دن اس کی مخالفت یہاں تک بڑھ گئی کہ وہ خلیفہ منصور کو کہنے لگا کہ یہاں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بلایا جائے' میں ان سے صرف تین سوال کروں گا۔ خلیفہ منصور نے کہا اگر انہوں نے صحیح جواب دے دیئے تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ منصور نے امام ابوحنیفہ کو دربار میں طلب کیا۔ اس خصی غلام نے آپ سے سوال کیا کہ دنیا کا مرکز (درمیان) کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا جہاں تم کھڑے ہو وہ مرکز ہے۔ اس نے دوسرا سوال کیا کہ سر والی مخلوق زیادہ ہے یا پاؤں والی؟ آپ نے فرمایا سر والی مخلوق زیادہ ہے۔ اس نے پوچھا کہ مرد زیادہ ہیں یا عورتیں؟ آپ نے فرمایا مرد (مذکر) زیادہ ہیں۔ مگر تم بتاؤ کہ تم مرد ہو یا عورت؟ خصی غلام چکرا گیا کہ یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ منصور کے سامنے کیا سوال کر دیا ہے۔ اس نے گردن جھکا دی۔ منصور نے فرمایا اسے باہر لے جا کر کوڑے مارو۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی ہے کہ وہ روزہ رکھ کر رمضان المبارک میں اپنی بیوی سے مجامعت کرے گا اگر نہ کر سکے تو اسے تین طلاقیں' کوئی عالم دین اس کا حل پیش نہیں کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ دونوں میاں بیوی سفر پر روانہ ہوں اور رمضان میں دن کے وقت جماع

کریں تو نہ اس کی قسم ٹوٹے گی اور نہ اس کی بیوی کو طلاق ہو گی۔

ایک شخص نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہتا تھا کہ مجھے مہلت دو تا کہ میں معجزہ دکھا سکوں۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے اسے مہلت دی۔ وہ ختم نبوت کے عقیدہ میں متزلزل ہے' وہ کافر ہو جائے گا۔ وہ نبوت کا دروازہ کھولنا چاہتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دوسری شادی

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری شادی کی تو ان کے بیٹے حماد کی والدہ نہایت کبیدہ خاطر ہو گئیں اور قسم کھائی جب تک آپ اس عورت کو طلاق نہ دیں گے میں راضی نہیں ہوں گی اور آپ سے علیحدہ رہوں گی۔ ادھر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی نئی بیوی کو کہا کہ اگر تم حماد کی والدہ کے ساتھ بیٹھیں تو تمہیں تین طلاقیں ہوں گی۔ ہاں جب ہم دونوں میاں بیوی بیٹھیں ہوں تو تم سائلہ بن کر ہمارے پاس آجانا اور مسئلہ پوچھنا آیا اگر ایک شخص بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی مرضی کے خلاف دوسری شادی کر لے تو کیا پہلی بیوی کو یہ جائز ہے کہ وہ اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ حماد کی والدہ (اپنی پہلی بیوی) کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت سائلہ کی حیثیت سے آئی اور سوال کیا مگر جواب سے پہلے ہی امام صاحب کی بیوی نے آپ کو کہا کہ مسئلہ بتانے سے پہلے اس عورت کو طلاق دے دیں جس سے آپ نے نکاح کیا تھا۔ آپ نے فرمایا' میں اس مکان سے باہر والی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ وہ خوش ہو گئی۔

دوسرے دن آپ کی پہلی بیوی نے آپ کی نئی بیوی کو اپنے پاس بلایا اور نہایت خوشی سے اسے علیحدگی کی خبر سنائی اور صلح کر لی۔ مگر بعد میں اسے معلوم ہوا کہ اس حیلے سے وہ عورت مطلقہ نہیں ہوئی۔

عہدہ قضاء کی داستان

ابوالمحاسن مرغینانی نے کہا کہ منصور نے سلطنت عباسیہ میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے منصب پر کسی عالم دین کو مقرر کرنے کے لئے امام ثوری، امام شریک اور امام ابوحنیفہ کو دربار میں طلب کیا اور مسعر کو بھی بلایا گیا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوستوں کو کہا میں تو حیلہ کر کے اس مصیبت سے جان چھڑا لوں گا۔ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں بھاگ جاؤں گا۔ مسعر نے کہا میں تو دیوانہ بن جاؤں گا۔ البتہ شریک نے کہا، کہ مجھے خدشہ ہے کہ مجھے اس منصب پر لگا نہ دیا جائے۔ منصور کا درباری سپاہی آیا اور تینوں کو شاہی دربار میں لے گیا۔ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے دربار میں حاضر ہوتے ہی قضائے حاجت کے لئے رخصت لے لی اور دیوار کے پیچھے چھپ گیا۔ دیوار کے ساتھ ہی دریا دجلہ بہ رہا تھا۔ امام سفیان ثوری نے دیکھا کہ کانٹوں سے لدی ہوئی ایک کشتی آ رہی ہے انہوں نے کشتی والے کو پکار کر کہا میری بات سنو۔ وہ قریب آیا تو آپ نے فرمایا اس دیوار کے پیچھے ایک ایسا شخص بیٹھا ہے جو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ (آپ کی مراد اس حدیث کے مضمون پر تھی کہ جس نے قضاء کا عہدہ قبول کیا اس نے گویا اپنے آپ کو ذبح کر دیا) ملاح کو آپ پر بڑا ترس آیا اور انہیں اپنی کشتی میں چھپا لیا۔ سپاہی آیا مگر آپ کو تلاش نہ کر سکا اور واپس چلا گیا۔ مسعر دربار میں پہنچے تو جاتے ہی خلیفہ منصور کو کہنے لگے آپ کے گھوڑوں، خچروں اور اونٹوں کا کیا حال ہے۔ منصور کہنے لگا یہ تو کوئی دیوانہ ہے اسے باہر لے جاؤ۔ اب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی باری آئی۔ آپ نے فرمایا میں ایک "بزاز" ہوں کوفہ اور بغداد کے اشراف میرے فیصلوں کا اعتبار نہیں کریں گے اور مجھے برداشت نہیں کریں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر آپ نے مجھے قاضی بنا دیا تو اہل کوفہ مجھ پر الزامات لگائیں گے۔

امام شریک کہنے لگے کہ مجھے نسیان کا مرض ہے بات بھول جاتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا میں تمہیں ایسے ایسے مغزیات کھلاؤں گا کہ نسیان جاتا رہے گا۔ اس نے کہا میں ناتواں

ہوں' کمزور ہوں' خلیفہ نے کہا کہ تمہیں باداموں کا بنا ہوا ایسا حلوہ کھلایا جائے گا کہ تمہاری کمزوری دور ہو جائے گی۔ شریک نے کہا' میرے فیصلے آپ کے قرابتدار اور رشتہ دار تسلیم نہیں کریں گے۔ خلیفہ نے کہا آپ کو پورا پورا اختیار ہے۔ میرے خلاف' میرے رشتہ داروں کے خلاف' میرے قبیلے کے لوگ تمہارے فیصلوں کو ضرور تسلیم کریں گے۔

امام شریک نے تو عہدہ قبول کر لیا' مسند قضاء پر جا بیٹھے۔ چند دنوں بعد ایک مقدمہ لایا گیا' خلیفہ کا ایک خاص غلام تھا۔ وہ کسی سے جھگڑا کر کے عدالت میں آ گیا اور خلیفہ منصور کے درباری ہونے کی وجہ سے قاضی صاحب کی کرسی کے پاس آ بیٹھا' مگر قاضی شریک نے اسے جھڑک دیا۔ غلام اٹھا اور کہنے لگا کہ کیا آپ قاضی ہیں یا شیخ احمق ہیں۔ قاضی نے کہا میں نے تو تیرے آقا کو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ وہ غلام خلیفہ منصور کے پاس گیا اور امام شریک کو معزول کر دیا گیا۔

ایک شخص امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا میرا بیٹا سرکش ہے' میں اس کی شادی کرتا ہوں وہ چند دنوں بعد بیوی کو طلاق دے دیتا ہے' اگر لونڈی خرید کر دیتا ہوں تو وہ اسے آزاد کر دیتا ہے' وہ نہ شادی پر مطمئن ہے' نہ لونڈی سے۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ اپنی سرکشی کی وجہ سے زنا کا مرتکب ہو کر حدود میں نہ پھنس جائے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم اپنے لئے ایک لونڈی خریدو اور بیٹے سے بیاہ دو اگر وہ طلاق دے گا تو پھر بھی تمہاری لونڈی ہے اور تمہارے پاس واپس آ جائے گی۔ اگر وہ آزاد کرے گا تو اسے آزاد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' (آپ مصر والوں کے امام تھے) کہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا متمنی تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے اردگرد لوگوں کا بڑا ہجوم ہے۔ میں نے مذکورہ بالا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے نہایت تیزی سے جواب دیا۔ مجھے تعجب ہوا کہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ ابن عمر نے بتایا کہ ہم اعمش کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے مختلف سوالات کئے' انہوں نے ان کا جواب دیا مگر امام رضی اللہ عنہ نے ان جوابات کے جواب الجواب دیئے۔ اعمش نے کہا تم یہ

جواب کہاں سے لائے ہو؟ آپ نے فرمایا آپ نے فلاں دن یہ جواب دیا تھا۔ آپ نے ابوصالح کی روایت بیان فرمائی تھی۔ انہوں نے ابوہریرہ کی روایت بیان کی تھی اور ابووائل نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی تھی۔ ابی ایاس نے ابن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت لی تھی۔ اعمش آپ کی ذہانت اور یادداشت پر حیران رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قصیدۂ نعمانیہ کے پہلے پانچ اشعار

یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُکَ قَاصِدًا ۔۔۔ اَرْجُوْ رِضَاکَ وَ اَحْتَمِیْ بِحِمَاکَ
اے سرداروں کے سردار میں خاص آپ ہی کا قصد کر کے حاضر ہوا ہوں۔ آپ کی خوشنودی کا طالب اور آپ کی حمایت کا امیدوار

وَاللّٰہِ یَا خَیْرَ الْخَلَائِقِ اِنَّ لِیْ ۔۔۔ قَلْبًا مَشُوْقًا لَا یَرُوْمُ سِوَاکَ
اے بہترین مخلوق! خدا کی قسم میرا قلب آپ ہی کا شیفتہ ہے اور آپکے سوا کسی کا ارادہ نہیں رکھتا

وَبِحَقِّ جَاهِکَ اِنَّنِیْ بِکَ مُغْرَمٌ ۔۔۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّنِیْ اَهْوَاکَ
آپکی عزت کی قسم میں آپ کا فریفتہ ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں آپ ہی سے پیار کرتا ہوں

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ امْرُؤٌ ۔۔۔ کَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَ
آپ وہ ہیں کہ اگر نہ ہوتے تو کوئی شخص نہ پیدا کیا جاتا بلکہ اگر آپ نہ ہوتے تو کل کائنات ہی نہ ہوتی

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِکَ الْبَدْرُ اکْتَسٰی ۔۔۔ وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاکَ
آپ وہ ہیں کہ آپ کے نور سے چاند نے نور حاصل کیا اور سورج روشن ہے آپ ہی کے جمال سے

تو سراجِ ملّت بیضائے دین

مقاماتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ

تصنیف

امام حافظ الدین کردری رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۲۷ھ)

(صاحب فتاویٰ بزازیہ)

ترتیب و ترجمہ

علامہ محمد محی الدین احمد صاحب

تعلیقات و نظرثانی

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے



مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

تعارف کتاب مقامات امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (جلد دوم)

کتاب	....	"مقامات امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ"
مصنف	....	الامام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب ابن البزاز الکرُدری الحنفی صاحب فتاویٰ البزازیہ
مترجم	....	حضرت علامہ محی الدین احمد صاحب ایم اے
مرتب	....	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی' ایم - اے' لاہور
موضوع	....	حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے احوال و مقامات
سال تصنیف کتاب	....	۸۰۰ ہجری
سال طباعت (عربی) اول	....	۱۳۲۱ھ' دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن
سال طباعت (اردو) اول	....	۲۰۰۰ء بمطابق ۱۴۲۱ھ - مکتبہ نبویہ' لاہور
تعداد اشاعت اول	....	۵۰۰
کمپوزنگ	....	ایم یو کمپوزنگ سینٹر' بینک کالونی' سمن آباد' لاہور
طابع	....	قومی پریس' لاہور
ناشر	....	مکتبہ نبویہ' گنج بخش روڈ' لاہور
قیمت جلد اول و دوم	....	=/۳۰۰ روپے

مکتبہ نبویہ .... گنج بخش روڈ' لاہور

فہرست مضامین مقامات امام اعظم رضی اللہ عنہ (جلد دوم)

☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

ائمہ وقت شعبی ' اعمش ' محارب بن دثار ' سفیان اور خلیفہ جعفر منصور سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مکالمات

امام سمعانی نے بہلول بن عبید کندی سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں امام شعبی کے پاس ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے گیا تو دیکھا کہ ان کے سامنے شطرنج رکھا تھا جس پر سرخ کپڑا پڑا تھا اور دوسری طرف نبیذ (کھجوروں کا جوس) تھا۔ صمیری نے بیان کیا کہ وہ مسئلہ یہ تھا کہ ....

ایک عیسائی مرد نے عیسائی عورت سے نکاح کیا۔ پھر وہ عورت مسلمان ہو گئی' اب اس عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا عیسائی مرد پر اسلام پیش کیا جائے اگر مسلمان ہو جائے تو درست ورنہ اس کے لئے نصف مہر ہے۔ اور اگر ان دونوں میں مرد مسلمان ہو جائے تو عورت کو اسلام کی دعوت دی جائے گی' اگر وہ مسلمان ہو جائے تو فبھا ورنہ دونوں کے درمیان تفریق ہو گی اور عورت کو مہر میں کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ (یہ مسئلہ سابقہ صفحات پر تفصیل سے گزر چکا ہے۔)

سوال : اختلاف کی صورت میں نہ انکار ہے اور نہ ہی گنہگار۔

جواب : یہاں انکار ہی سمجھا جائے گا۔ ان کے موجود ہونے کی صورت میں اختلاف کو انکار ہی سمجھا جائے گا کیونکہ اس سے اپنے سابقہ مذہب سے رجوع کرنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا نے اس وقت اعتراض کیا جب حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقد الثمن ادا کرنے سے پہلے قیمت فروخت سے کم قیمت پر خریدنا چاہا تو حضرت زید نے حضرت ام المومنین کے قول کو تسلیم کیا اور اپنے سابقہ فعل سے رجوع کر لیا۔ (یہ سوال و جواب بھی پہلے گزر چکے ہیں)

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مناسک حج لکھواتے تھے

امام اصفہانی نے علی بن مسعر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ حج کے ارادے سے روانہ ہوئے تو علمائے کوفہ ان کو الوداع کرنے آئے اور میں بھی ان میں شامل تھا۔ علمائے کوفہ نے ان کو غمگین دیکھا تو انہوں نے علماء سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم میں علی بن مسعر ہیں؟ میں نے کہا ہاں میں حاضر ہوں تو مجھے فرمایا کوفہ میں واپس جاؤ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے میرے لئے مناسک حج لکھوا لاؤ۔ تو میں واپس جا کر ان سے مناسک حج تحریر کروا لایا اور امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کئے۔

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے شروط کرایہ لکھواتے تھے

علی بن مسعر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہم نے آپ کو الوادع کہا تو آپ کے اور اونٹ کے ساربان کے درمیان کرایہ طے کرنے میں اختلاف ہو گیا تو آپ نے پھر مجھے حکم دیا کہ جاؤ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میرے اور کرایہ کے اونٹ والے کے مابین شروط تحریر کروا لاؤ۔ میں وہ تحریر شدہ شروط لے کر ثعلبیہ کے مقام پر آپ سے آملا تو حضرت اعمش ان شرائط کو پڑھ کر بڑے متعجب ہوئے اور نہایت خوش ہو کر فرمایا' آپ کو میرا سلام کہنا۔

اصفہانی نے ابو معاویہ ضریر سے روایت کیا کہ ہمارے شیوخ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرعوب تھے جب آپ کا کوئی فتویٰ ان کے فتویٰ کے موافق ہوتا تو وہ بہت خوش ہوتے۔ ان مشائخ میں سے ایک امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔

کنیز کو بیع خیار طلاق حاصل ہوتی ہے

بشر بن ولید روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میرے ساتھ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے کہ آپ استاذ (امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک کنیز کو فروخت کرنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے (یعنی بیع اس کی طلاق ہے علیحدہ دینے کی ضرورت نہیں) جب کہ تمہارے استاذ بیع سے طلاق کے قائل نہیں' امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ آپ نے ہمیں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب بریرہ کو خریدا تو اسے طلاق کا اختیار دیا۔ اگر بیع ہی طلاق ہوتی تو اختیار دینے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ حارث نے بیان کیا کہ امام اعمش نے فرمایا تم لوگ بہت فطین ہو اور یہ کلمہ بار بار فرمایا۔

امام عمش رحمۃ اللہ علیہ کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے جواب کی تحسین فرمانا

جریر کہتے ہیں کہ ایک عورت امام اعمش کے پاس حیض کا ایک مسئلہ دریافت کرنے آئی تو اسے جواب دے کر فرمایا کیا نعمان تمہیں یہ تعلیم دیتے ہیں' اس نے جواب دیا ہاں' تو انہوں نے فرمایا کتنا اچھا جواب ہے۔ عورت واپس آئی اور سوال میں اضافہ کیا' ابن یعقوب کہتے ہیں اعمش آئے اور جواب دیا۔ پھر فرمایا کیا نعمان نے تمہیں یونہی بتایا ہے جواب دیا ہاں' فرمایا کتنی اچھی تعلیم دیتے ہیں۔

میت کے اگلے حصے کے دائیں جانب کو پہلے کندھا دینا چاہیئے

قاسم ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محارب بن دثار کے جنازہ میں شریک ہوئے' چارپائی اٹھاتے ہوئے میت کی دائیں جانب سے پہل کی۔

فرائض پر وقف جائز نہیں

ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں امام شعبی کے پاس گیا اور کہا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو اپنا مکان اپنے لڑکے کو وقف کر دیتا ہے تو فرمایا فرائض پر وقف جائز نہیں۔

آزاد عورت جو غلام کے نکاح میں ہو اس کی کتنی طلاقیں ہیں

جریر بن عبدالحمید کہتے ہیں کہ امام صاحب (ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھے بھیجا کہ ان کے لئے یہ مسئلہ دریافت کروں تو میرے پاس سے شعبی گزرے مجھے دیکھ کر فرمانے لگے میاں کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ ایک مسئلہ میں تشفی کے لئے آیا ہوں تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ ایک آزاد عورت غلام مرد کے نکاح میں ہو تو اس کو کتنی طلاقیں ہو سکتی ہیں (دو طلاق یا تین طلاق سے حرمت مغلظہ ثابت ہو گی) تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک طلاق و عدت کا اعتبار عورت سے ہوتا ہے۔ (یعنی اگر عورت آزاد ہے مرد خواہ غلام ہی ہو تو وہ تین طلاق سے حرام ہو گی اور عورت اگر کنیز ہو مرد خواہ آزاد ہو وہ دو طلاق سے حرام ہو جائے گی۔ ایسے ہی عورت کا مسئلہ ہے) پھر میں حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اپنی سند کے ساتھ اس کی مثل ہی جواب دیا۔

اختلاف کا ترک کرنا اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت

جریر سے ہی روایت ہے کہ میں نے امام شعبی سے چند چیزوں کے بارے میں دریافت کیا تو مجھے مکروہ حالات کا سامنا کرنا پڑا، پس میں نے ان سے اختلاف ختم کر دیا اور اس پر نادم ہوا۔ اس کے بعد میں نے ایک یا دو آدمیوں جو علم و عمر میں ان جیسا ہے سے اسی طرح سنا جو امام اعمش نے فرمایا تھا۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے

یحییٰ بن آدم راوی ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے۔ اشعار کے سب سے زیادہ روایت کرنے والے اور حالات ماضیہ کے سب سے زیادہ حافظ تھے۔

مساجد مجالس انبیاء ہیں

عبداللہ بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ علیکم بالمساجد فانها مجالس الانبیاء مساجد کو لازم پکڑو کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی مجالس کی جگہ ہیں۔

ھویٰ کو ھوا کیوں کہتے ہیں

حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبی کو یہ فرماتے سنا کہ ھویٰ کو ھواء (خواہش) اس لئے کہتے ہیں کہ اپنے صاحب (خواہش کرنے والے) کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جائے گی۔ اس بارے میں یہ شعر پڑھا ؎

نون الھوان عن الھواء مسروقة
و اسیر کل ھویٰ اسیر کل ھوان

ان الھویٰ لھوان بعینه
فاذا ھویت فقد لقیت ھوانا

فاذا ھویت فقد تعبد ک الھواء
فاخضع لحبک کائنا من کانا

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ؎

ومن البلاء وللبلاء علامة
ان لا یری لک عن هواک نزوع

العبد عبد النفس فی شهواته
والحر یشبع تارة و یجوع

ابو العتاھیہ کا شعر ؎

فاغص هواء النفس ولا ترضها
انک ان اسخطتها زانکا

حتی متی تطلب مرضاتها
فانها تطلب عد وانکا

یزید بن ہارون کے ماموں ابویعلی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں امام شعبی کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا۔ پھر گالی گلوچ کی اور یہ شعر پڑھا ؎

هنیاء مریئاً غیرد اء مخامر
لعزة من اعراضنا ما استحلت

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے امام محارب بن دثار کے متعلق تاثرات

حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ میں محارب بن دثار کے پاس بیٹھا تھا کہ دو شخص آئے جن سے ایک نے دو گواہ پیش کئے اور مشھود علیہ نے کہا ان میں ایک صالح انسان ہے جو کہ ابن دثار ہے اور ان کی بہت تعریف کی حالانکہ آپ کے خلاف اس نے گواہی دی ہے تو فرمایا بخدا اس سے بڑی اہانت نہیں اگر تو اس سے دریافت کرے تو دو کا تیرے خلاف اختلاف نہ ہوگا۔ پس حضرت محارب رحمۃ اللہ علیہ نے دو احادیث بیان کیں۔

حدیث نمبرا : اشهد ان ابن عمر حد ثنی قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان الطیر لترخی مناقرها میں گواہی دیتا ہوں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے حدیث بیان فرمائی کہ و تخفق با جنحتها یوم القیامة من هول ما تریٰ بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن پرندہ اپنی چونچیں ڈھیلی اور پست کرلے گا۔ اس خوف سے جو تو دیکھے گا۔

حدیث نمبر۲ : ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال شاهد الزور لا تزولی قد ماہ حتیٰ یتبو مقعدہ من النار بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹے گواہ کے قدم اس وقت نہ ہلیں گے جب تک اپنا ٹھکانہ جہنم نہ دیکھ لے گا۔ احادیث سننے کے بعد ان دونوں گواہوں نے اپنے منہ چھپالئے اور گواہی سے رجوع کرلیا۔

سمیری کہتے ہیں کہ میں نے امام اعمش کو فرماتے سنا۔ بیماری کے متعلق لوگ مجھ پر بوجھ ڈالنا چاہتے ہیں اور آپ اس ثقل میں اضافہ کر رہے ہیں تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ علم نہ ہوتا جو آپ بیان کرتے ہیں تو آپ مجھے کبھی بھی یہاں نہ دیکھتے کیونکہ آپ میں کچھ ایسی خصلتیں ہیں جو مجھے ناپسند ہیں۔

۱... صبح فجر ثانی شروع ہوتی ہے جب کہ آپ فجر اول سے سحر شمار کرتے ہیں۔

۲... آپ انزال سے غسل جنابت کی فرضیت کے قائل، مباشرت فاحشہ سے غسل کی فرضیت کے قائل نہیں اگر آپ کے پاس احادیث نہ ہوتیں تو میں کبھی آپ سے گفتگو نہ کرتا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ گفتگو سن کر امام اعمش بھی طلوع فجر ثانی سے سحر صبح ہونے کے قائل ہو گئے۔ اس طرح القاء ختانین بغیر انزال سے بھی غسل کی فرضیت کے قائل ہو گئے اور فرمایا اختلاف سے نماز اور روزہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ یعنی بعض علماء کے نزدیک نماز اور روزہ ہو اور بعض کے نزدیک نہ ہو بخدا آئندہ ایسا کبھی فتویٰ نہیں دوں گا۔

شریک بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم مرض وفات میں امام عمش کے پاس بیٹھے تھے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ تینوں حضرات تشریف لائے ان میں سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بڑے تھے ' تو آپ نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا اتق اللہ تعالیٰ فانک فی اول یوم من الآخرۃ تعاقب اللہ تعالیٰ سے ڈریئے کہ روز محشر کی ابتداء میں ہی عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث روایت کرتے ہیں اگر ان کو روایت نہ کریں تو بہت بہتر ہے۔

امام اعمش نے فرمایا کہ بیان کرو وہ کونسی روایت ہے' تو امام صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ حدیث ہے عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ قال اللہ تعالیٰ لی ولعلی بن ابی طالب ادخلا الجنۃ من احبکما و ادخلا النار من ابغضکما حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے اور علی بن ابی طالب سے فرمائے گا جو تم سے محبت کرتا ہے اس کو جنت میں داخل کرو اور جو تم سے عداوت و بغض رکھتا تھا اس کو جہنم میں داخل کر دو۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے القیا فی جھنم کل کفار عنید تم دونوں ہر سرکش کافر کو جہنم میں ڈالو۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' اٹھو کہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل نہ ہو۔ راوی کہتا ہے کہ ہم دروازے پر پہنچے ہی تھے کہ امام عمش کا انتقال ہو گیا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ کا تذکرہ

روافض نے جاحظ کو اس غرض سے مال کثیر دیا تھا تاکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں احادیث وضع کرے۔ چنانچہ اس نے فضائل علی کرم اللہ وجہہ میں ایک ہزار احادیث وضع کیں اور اس کے علاوہ بھی روافض نے کئی جھوٹی احادیث وضع کی

ہیں۔ نیز قرآن حکیم کی باطل تاویلات بیان کی ہیں مثلاً سورتوں کی ابتداء میں جو حروف مقطعات ہیں ان میں سے تکرار ختم کر کے جمع کیا جائے یہ بنتا ہے۔ "علی صراط الحق"

اگر ان کی یہ تاویل تسلیم کر لی جائے تو اس کی نفی بھی نہیں ہو سکتی۔ "غیرہ صراط الحق" کہ اس کے غیر بھی سیدھی راہ پر ہیں۔

روافض کا نظریہ

روافض کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جمع کردہ صحیفہ قرآن میں پانچ صد کلمات ساقط کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً لقد نصرکم اللہ ببدر اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔ رافضی کہتے ہیں کہ اس میں " بہ سیف علی " کا اضافہ تھا جو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختم کر دیا ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ان نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ☆ ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ تو صحیفہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو ایک حرف کا بھی انکار کرے یا اس میں زیادتی' کمی کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔

قرآن مجید کی کمی و بیشی کا مسئلہ

حاصل کلام قرآن حکیم میں کمی و بیشی کی کئی صورتیں ہیں ....

پہلی صورت : یہ ہے کہ قرات سبعہ میں کمی بیشی کی جائے جیسے ابی عمرو بن علاء سے مروی ہے کہ اس نے اس آیت کو یوں پڑھا ہے۔ ان ھذین فاصدق اکون من الصالحین ☆

دوسری آیت وبشر عبادی الذی ☆ **تیسری آیت** فی آتانی اللہ ☆ یاء سے پڑھا ہے جبکہ امام میں الف کے ساتھ بغیر واؤ اور بغیر دونوں یاء کے ہے۔ ابن کثیر' نافع' حمزہ اور کسائی نے پڑھا ہے حقاً علینا ننجی المومنین دونوں کے ساتھ پڑھا ہے۔

اور امام میں یاء کے بغیر ایک نون کے ساتھ پڑھا گیا۔ حمزہ نے اتمدونی ایک نون اور یاء پر وقف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور امام میں دو نوں اور یاء کے ساتھ ہے۔

اسی طرح حمزہ نے الا ان ثمود کفروا ربھم بغیر تنوین اور الف کے پڑھا ہے۔ اور امام میں الف اور تنوین سے پڑھا گیا ہے۔ تو اس قسم کی زیادتی و کمی سے کوئی حرج نہیں ہوتا کیونکہ قرات سبعہ متواترہ ہیں' اگر امام میں نہیں تو اس کا کوئی معنی اور مفہوم ہے۔

دوسری صورت : جو قرات شاذ میں کمی و بیشی ہے اس میں اختلاف سے قرآن پاک میں اختلاف یا کمی و بیشی لازم نہیں آتی کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ قرآن مجید کی آیات ہیں۔ اگر کوئی ایسی قرات ہو جو سبع میں نہ ہو اور حدیث بھی اس کے متعلق ہو اگرچہ حدیث شاذ ہی ہو تو اس کے انکار کرنے سے کفر لازم نہیں آتا کیونکہ قرآن پاک کی آیت ہونے کے لئے متواتر روایت کا ہونا شرط ہے۔

تیسری صورت : ایسے کلمات جو روافض نے اضافہ کئے ہیں مثلاً والعصر و نوائب الدھر اور جیسے اس میں زیادتی قل للذین کفروا لا اعبد ما تعبدون یا کمی کرنا جیسے اللہ الواحد الصمد یا تبدیلی کرنا جیسے ان اتعضرلھم فانک انت الغفور الرحیم۔ العزیز الحکیم کی جگہ۔ یا نقطوں میں تبدیلی کرنا جیسے وکان عبداللہ وجیھا اس میں رافضیوں نے نون کو باء سے بدل دیا ہے۔ یا اعراب کی زیادتی کرنے سے تبدیلی کرنا جیسے ان علینا صحفو علینا کو علیاً پڑھتے ہیں۔

اس تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر قصداً ایسا کرتے ہیں تو ان کی تکفیر کی جائے گی جیسا کہ روافض کرتے ہیں یہ باتفاق کفر ہے جس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔

اعتراض : بسم اللہ (تسمیہ) بھی قرآن پاک کی آیت نہیں ہونی چاہیئے کہ اس میں تواتر

نہیں ہے۔ اگر تواتر موجود ہے تو پھر امام مدینہ منورہ سیدنا امام مالک قدس اسرارہ قطعی طور پر کہتے کہ تسمیہ سورت نمل کے علاوہ قرآن پاک کی آیت نہیں ہے۔ دو صورتوں میں ایک صورت بہر صورت لازم آتی ہے۔

جواب : صحف کی تجرید اور جو ان سے نہیں ان کی صحف میں شامل نہ کرنا امر ثابت ہے اور وحی کے قلم سے کتابت کرنا باوجود خارج نہ کرنا کے امر متواتر ہے پس عقل کا تقاضا ہے کہ تسمیہ قرآن سے ہو لہٰذا کتابت کی طرف راجع ہے برخلاف دیگر زیادات کے جیسا کہ مقتضائے نص کا حکم ہے۔ نماز میں صرف تسمیہ پر اکتفاء کرنا اور اس کا جہر کرنا تسمیہ کو قرآن کی آیت تسلیم نہ کرنے والی کی تضلیل کرنا یہ کتابت سے امور زائدہ ہیں پس ان کو ہم کتابت کے ساتھ لاحق نہیں کرتے۔

روافض نے قرآن پاک کی ایسی تاویلات کی ہیں جن کو عقل بھی تسلیم نہیں کرتی، جیسے کہ سید جلیل سے یہ قصہ مروی ہے اور امام اعمش کے تذکرہ میں نقل آیت و حدیث کا ذکر ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفار عنید کا معنی ہے جو علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی ولایت کا منکر ہو۔ حالانکہ اس آیت کا آخری حصہ اس تاویل کی تردید کر رہا ہے۔ کل کفار عنید الذی جعل مع اللہ الھا آخر ☆

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا امام اعمش سے ایک مکالمہ

امام الائمہ رضی اللہ عنہ نے امام اعمش سے فرمایا اگر میرا آپ کے پاس آنا تم پر ناگوار نہ گزرے تو میں اس سے زیادہ تمہارے پاس آیا کروں۔ امام اعمش نے جواب دیا کہ جب آپ اپنے گھر ہوتے ہیں اس وقت بھی آپ مجھ پر گراں ہوتے ہیں اور میرے پاس آنا کیوں گراں نہ ہو۔ تو سیدنا امام الائمہ بغیر کچھ جواب دیئے کھڑے ہوئے اور واپس آ گئے۔ جب آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا تو فرمایا میں انہیں کہتا کہ اس نے اپنی پوری عمر میں کوئی نماز نہیں پڑھی اور نہ روزہ رکھا۔

ابوعاصم نبیل رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کی تعریف کرنا

ابوعاصم نبیل سے دریافت کیا گیا کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ زیادہ فقیہ ہیں یا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تو جواب دیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامل و اکمل و تامہ فقیہ ہیں جبکہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک متفقہ فقیہ ہیں' (فقاہت حاصل کرنے والے)۔

یسار بن قیراط کہتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج کے لئے نکلا جب ہم کسی شہر یا کسی مقام پر ٹھہرتے تو لوگ کہتے یہ عراق کے دو فقیہ ہیں اور ان کے اردگرد جمع ہو جاتے تو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے کر دیتے اور خود پیچھے پیچھے چلتے اور جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ جواب نہ دیتے' صرف امام صاحب رضی اللہ عنہ ہی جواب دیتے تھے۔ جب نبیذ کے متعلق آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے رخصت دینے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے منع کر دیا اور فرمایا کہ اگر کوفہ میں آپ نے رخصت دی ہے تو مدینہ میں نافذ نہ ہو گی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کی کتب کی تعریف کرتے تھے

ابو زائدہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا تو ان کے سر کے نیچے ایک کتاب تھی' میں نے ان کی اجازت سے وہ کتاب دیکھی تو وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "الرھن" تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا مجھے یہ چیز بہت ہی محبوب لگتی ہے' کاش میرے پاس ان کی تمام تالیفات موجود ہوتیں۔ یقیناً انہوں نے علم کی انتہاء درجہ کی شرح کی ہے لیکن ہم نے ان سے انصاف نہیں کیا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام سفیان ثوری

سے کہا کہ کفار کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل ان کو اسلام کی دعوت دینے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ اب تو کفار کو اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ ہمارے ساتھ جنگ کس بناء پر ہو رہی ہے (للہذا دعوت دینے کی ضرورت نہیں) میں نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ (دعوت کو ضروری سمجھتے ہیں) تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے سر جھکایا اور پھر سر اٹھایا اور بغیر کسی کو دیکھے فرمایا کہ وہ نیزے مارنے سے ایک نیزہ مارنے کا ارتکاب ہے۔

واللہ وہ محارم سے بچنے کے علم کو حاصل کرنے میں بڑے ہوشیار تھے۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف احادیث صحیحہ ہی لیتے تھے۔ ناسخ و منسوخ میں بڑے ماہر تھے۔ وہ ثقہ راویوں سے حدیث اخذ کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانے کے عمل کو لیتے تھے۔ عام علماء کوفہ کا علم حق اتباع میں آپ سے ہی حاصل کردہ ہے اور اسی پر عمل پیرا ہیں۔

بعض لوگوں نے آپ کو برا بھلا کہا ہے۔ ہم نے ان لوگوں سے اعراض کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری مغفرت فرمائے بلکہ ہم سے بھی کچھ نازیبا الفاظ سرزد ہوئے ہیں۔ راوی نے کہا میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ اس سے آپکی مغفرت فرما دے گا۔

سفیان ثوری اور امام اعظم ایک دوسرے کی تعریف کرتے تھے

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی قول پہنچتا تو آپ فرماتے کہ وہ ابھی چھوٹے ہیں' ان میں بچگانہ پن زیادہ ہے اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امام صاحب رضی اللہ عنہ کا کوئی قول پہنچتا تو آپ فرماتے کہ وہ مجھ سے بڑے ہیں اور میں چھوٹا ہوں۔ ان کے کلام میں پختگی ہے۔ پس امام صاحب رضی اللہ عنہ اس کے علاوہ نہ فرماتے کہ وہ ابھی چھوٹے ہیں۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا "لا اعرف" کہنا

حسن بن واقد سے روایت ہے کہ مرو میں ایک مسئلہ پیش ہوا میں نے کوئی عالم

ایسا نہ پایا جو اس مسئلہ کو حل کر سکے پس جب حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یہ مسئلہ آیا تو میں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا میں یہ مسئلہ نہیں جانتا۔ (لا اعرف) میں نے کہا جب آپ امام ہیں تو پھر کیوں نہیں جانتے تو انہوں نے فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو آپ نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ میں نہیں جانتا۔ اس کے بعد میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی سوال آپ سے پوچھا تو نہ صرف جواب دیا بلکہ اس پر دلیل بھی دی۔ اس کے بعد میں نے وہ سوال و جواب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو بتائے تو وہ خاموش رہے کچھ دیر رک کر فرمایا کہ جواب درست ہے۔ یہی اس سوال کا جواب ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ جناب کل تو آپ فرما رہے تھے کہ میں اسے نہیں جانتا اور آج اس جواب کی تائید کر رہے ہیں۔ انہوں نے کچھ دیر توقف کرنے کے بعد فرمایا ہمارے پاس اس طرح کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے تھے

سعد بن سعد سے مروی ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے تھے کہ اگر یہ نوجوان امام نخعی اور امام شعبی کے زمانے میں ہوتا تو وہ اس کی طرف رجوع کرتے۔ نیز اس کے اعمال تقویٰ سے مزین ہیں۔ ابو سعید صنعانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ "میں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کسی جوان کو فقیہ نہیں دیکھا۔"

یحیٰ بن یمان کہتے ہیں کہ میں نے امام صاحب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ لوگوں میں جب تک سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ موجود رہیں گے وہ بھلائی پر قائم رہیں گے۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر زمانے کے سارے علماء ایک قول پر متفق ہو جائیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ دوسرے قول پر ہوں تو میں ان دونوں کے قول کو ترجیح دوں گا۔

بشر بن یحیٰ کہتے ہیں کہ میں نے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ اپنی کتابوں میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال و آراء کو شامل کرتے ہیں

جبکہ امام مالک اور امام اوزاعی کی روایات کو شامل نہیں کرتے۔ تو ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں ان دو کو علماء میں شمار نہیں کرتا۔

بشر مذکور سے ہی ایک اور روایت ہے کہ میں ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسی اثنا میں ان کے پاس اسوردی سے ایک شخص آیا، کہنے لگا کہ میں عراق جانا چاہتا ہوں تو ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا اگر تیرا ارادہ ہو کہ کسی طیب و پاکیزہ شخصیت سے کچھ حاصل کرے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے جانا، اگر ادھر جانے میں تیرے ساتھیوں کا ارادہ نہ بنے تو پھر امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس چلے جانا۔

ابن مبارک علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ تو ایک چیز ہی انوکھی ہیں آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد و اعانت فرمائی۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلاف کا سبب

ابوعاصم نبیل کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلاف یوں ہوا کہ ایک مسئلہ میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی، اس پر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مالذالک الصبی و مثل ھذا "بچہ ہو کر ایسے مسائل میں مخالفت کرتا ہے" جب یہ بات امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو وہ آپ کے مخالف ہو گئے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرے کی تعریف کرنا

محمد بن منتشر صنعانی کہتے ہیں کہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیا کرتا تھا، جب کبھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوتا تو پوچھتے کہاں سے آرہے ہو؟ اگر میں جواب دیتا کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے آرہا ہوں تو آپ فرماتے کہ تو ایک ایسے عظیم المرتبت شخصیت کے پاس سے آرہا ہے کہ اگر آج علقمہ اور اسود جیسے فقیہ بھی

موجود ہوتے تو وہ اس کے محتاج ہوتے۔

جب میں حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمتہ کے پاس حاضر ہوتا تو وہ دریافت کرتے کہ کہاں سے آرہے ہو؟ تو اگر میں یہ کہتا کہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی مجلس سے اٹھ کر آرہا ہوں تو وہ فرماتے کہ ایسے عظیم اور والا صفات کی مجلس سے آرہے ہو کہ اس وقت ان سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی فقیہ نہیں۔

حارثی کی روایت میں اتنا اضافہ ہے "میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں اکثر بیٹھا کرتا تھا اور میری یہ مجالس مشہور و معروف ہو گئیں۔ امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے دریافت فرماتے کہ آج کون کون سے مسائل پر گفتگو ہوئی؟ میں کہتا ان مسائل پر یہ تحقیق ہوئی تو فرماتے یہی علم ہے یہی خیر ہے۔

ایک دن میں ان کے پاس حاضر ہوا تو ان کے دریافت کرنے پر میں نے بتایا کہ آج ان ان مسائل پر تحقیق ہوئی تو آپ کو تعجب ہوا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے صاحب پر علم و خیر کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے استقبال کیلئے کھڑا ہونا

ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا فوت ہو گیا لوگ اس کی تعزیت کے لئے ان کے پاس موجود تھے۔ ان میں عبداللہ بن ادریس بھی موجود تھے۔ اتنے میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لائے تو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے' ان کی تکریم کی اور اپنی مسند پر بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئے۔

ابن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمیں امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات پسند نہ آئی۔ جب وہ تنہا ہوئے تو ہم نے کہا آج آپ کا یہ فعل ہمیں پسند نہیں آیا۔ فرمایا کونسا؟ تو ہم نے بتایا تو انہوں نے قیام تعظیمی کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان کے علم کی وجہ سے کھڑا نہ ہوتا تو ان کی کبر سنی کی وجہ سے کھڑا ہوتا' اگر اس وجہ سے بھی کھڑا نہ ہوتا تو ان

کی حقانیت کی وجہ سے کھڑا ہوتا' اگر اس وجہ سے بھی کھڑا نہ ہوتا تو ان کے تقویٰ کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ راوی کہتا ہے حضرت نے یہ وجوہات تعظیم بیان کر کے سامعین کو لاجواب کر دیا۔

مشہور مؤرخ واقدی بیان کرتے ہیں کہ امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابیں طلب کرتے تو میں انہیں اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا تو سفیان ثوری علیہ الرحمہ ان کتب کا مطالعہ کرتے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی محفل علم و فضل کا منبع تھی

عبد الصمد بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں امام سفیان رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا وہاں ایک شخص نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے انہیں تو علم جدال عطا کیا گیا ہے۔ اگر تو ان کی مجلس میں بیٹھے تو تجھے ایسا معلوم ہو گا جیسے تو پہلے کبھی کسی مجلس علم میں بیٹھا ہی نہیں۔ چنانچہ وہ شخص آپ کی مجلس میں آیا جب اٹھ کر جانے لگا تو اس کے یہ الفاظ تھے۔ جو شخص بھی آپ کی مجلس میں بیٹھتا ہے تو وہ آپ کی فقاہت' تقویٰ اور کمال بصیرت کی وجہ سے انکساری و تواضع کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور میں جتنی دیر بھی آپ کی مجلس میں بیٹھا میرے علم میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ اس کے بعد جب کبھی بھی آپ کا ذکر کرتا تو خوب تعریف و توصیف بیان کرتا اور آپ کے مخالفین میں سے کسی کو معاف نہ کرتا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ تھے

علی بن سہل رازی کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ ان میں سے زیادہ فقیہ کون ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا علمی مقام

فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں امام زفر جو کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آ کر کہنے لگا کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت کی دو حیض کے درمیان کم از کم مدت طہر (پاکیزگی) پندرہ دن ہے تو امام زفر نے سن کر کہا کہ یہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا قول نہیں بلکہ یہ انہوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے لیا ہے۔

ابو وہب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سہل بن مزاحم سے پوچھا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ فقیہ ہیں یا امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ تو انہوں نے جواب دیا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ پھر دریافت کیا کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ زیادہ فقیہ ہیں یا امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تو جواب میں کہا ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ پھر سوال کیا کہ امام محمد زیادہ فقیہ ہیں یا امام سفیان تو وہ کہنے لگے انہیں چھوڑو کہ ان کے لئے تو فقہ کے دروازے ہی کھول دیئے گئے ہیں۔

ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت

ابوعاصم روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو عصمہ سے سوال کیا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ دونوں میں سے زیادہ فقیہ کون ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ سفیان علم حدیث کے زیادہ ماہر تھے اور امام محمد کے لئے فقہ کے دروازے کھول دیئے گئے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے ظاہر نہیں ہوتا۔

وکیع بن جراح اور امام ابویوسف کا مناظرہ

وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رہن کے ایک مسئلہ پر میرا امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ

سے مناظرہ ہوا ہم نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو ثالث مقرر کیا۔ جب انہوں نے فیصلہ سنایا تو مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے استاد نہیں تھے

ابو وہب کہتے ہیں کہ امام زفر نے کہا کہ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ سے نہیں ہیں۔ محمد بن محمد بلخی راوی ہیں کہ شداد بن حکیم سے امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر دونوں دخول جنت میں برابر ہوئے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ علم کی بدولت ارفع مقام میں ہوں گے۔

سفیان ثوری اختلاف کے باوجود آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے

عبدالرحیم مروزی بیان کرتے ہیں کہ امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختلاف کرتے کرتے علیحدگی اختیار کرلی' تاہم چہرے پر نقاب ڈال کر ان کی مجلس میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ ایک سائل نے مسئلہ دریافت کیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً جواب دیدیا۔ جس پر سائل نے کہا امام صاحب آپ کو کچھ غور و خوض کرنے کے بعد جواب دینا چاہیئے تھا' تو آپؓ نے فرمایا میں اس مسئلہ کا جواب حتمی طور پر پہلے ہی جانتا ہوں۔ جیسے میں اس نقاب پوش کے متعلق جانتا ہوں کہ یہ شخص سفیان ثوری ہے۔ پھر ان کا نقاب پکڑ کر اتار دیا تاکہ سب لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کی محفل میں بیٹھ کر مستفید ہو رہے ہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تعریفی کلمات

وکیع بن جراح راوی ہیں۔ بسااوقات حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ یوں ارشاد فرماتے تھے قال بعض اصحابنا المرضی۔ "ہمارے بعض محبوب اصحاب نے کہا" جس

سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔

سفیان ثوری امام ابوحنیفہ کے تلامذہ کو امام والا ہی جواب دیتے تھے

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے اور سوال کرتے تو ابوسفیان رحمۃ اللہ علیہ الفاظ بدل کر وہی جواب دیتے جو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے سنا ہوتا تھا یہ بات امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتائی گئی۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مجلس نماز عشاء کے بعد بھی ہوتی تھی اس میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی چادر اوڑھ کر نوواردوں کی طرح آ کر بیٹھ جاتے اور جب تلامذہ سفیان ثوری سے جا کر سوال کرتے تو وہ ایسے جواب دیتے جیسے پہلے سے جانتے ہوں۔ امام اعظم قدس اسرارہ نے فرمایا کیا تم میں کوئی اسے جا کر بتاتا ہے' انہوں نے جواب دیا نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ نوواردوں کی طرح مسجد کے کونے میں چھپ کر بیٹھنے والا سفیان ہی ہے چنانچہ آپ نے ایک حدیث بیان فرمائی اور فرمایا کہ چادر سے خود کو چھپانے والے شخص کے باپ سعید بن مسروق نے ہمیں بیان کیا جب سفیان نے یہ کلمات سنے تو اٹھ کر چلے گئے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ اصحاب سفیان کو لیلیون کہا کرتے تھے

ابویحییٰ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کو دیکھتے تو فرماتے۔ " رات والے " آگئے کیونکہ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ بھی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نووارد بن کر آپ کی محفل شبینہ میں پیچھے ہٹ کر بیٹھ جاتے تھے۔

اشعار

هل هلا نظمت بحق مدح سفيان
اذ ا كان يعلم حقا فقه نعمان

(ترجمہ) سفیان کی تعریف میں کیوں نہیں نظم لکھی۔ جب وہ نعمان (امام اعظم)

کی فقہ کو حق جانتے ہیں۔

کم قال کم لی من مثل یصارعنی
وما لنعمان فوق الارض من ثانی

(ترجمہ) کتنا کہا اور کون میرا مقابلہ کر سکتا ہے جب کہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا روئے زمین پر ثانی نہیں۔

ان کان سفیان تفاح کوفة
فان نعمانها تفاح لبستان

(ترجمہ) اگر سفیان کوفے کا سیب ہیں تو نعمان سیب کا باغ ہیں۔

اوکان سفیان فیها نبت وضتها
فان نعمان فیها شوک سغدان

(ترجمہ) یا سفیان اس میں بوٹی ہیں تو نعمان اس میں سغدان کا کانٹا ہیں۔

ما ان ید انیه فی طاعاته احد
وفی الفضائل من قاص و من د ان

(ترجمہ) کوئی بھی ایسا نہیں جو عبادات میں ان کے قریب ہو سکے۔ اور فضائل و کمالات میں بھی کوئی ثانی نہیں خواہ کوئی دور کا ہو یا قریب کا۔

ثابت اعادیه من کفران نعمته
وعظموه اذ الکفران کفران

(ترجمہ) دشمنوں نے ناشکری سے توبہ کر لی اور ان کی تعظیم کی کہ ناشکری کرنا کفر ہے۔

خلیفہ منصور باللہ سے مختلف اوقات میں آپ کی گفتگو

یوسف بن خالد سمتی راوی ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں خلیفہ منصور کے پاس گیا تو اس کے پاس عیسیٰ بن موسیٰ بیٹھے تھے تو منصور نے کہا اے عیسیٰ یہ شخص حلال و حرام میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہے' اس نے یہ علم کہاں سے سیکھا ہے' میں نے کہا حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔ منصور کہنے لگا ہاں وہی علم کا مرکز ہیں ہاں وہی علم کا منبع ہیں۔

عیسیٰ مذکور نے منصور سے کہا اس دور میں اس آدمی سے بڑھ کر کوئی علم والا نہیں اور بات یہاں تک چلائی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ان سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا۔ اس نے کہا اس کو اپنے لئے ثقہ بنا لے۔

بیع و شراء پر امام اعظم رضی اللہ عنہ کا دو دن میں کتاب لکھنا

یحیٰ بن نصر قرشی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ منصور نے بیع و شراء کے موضوع پر کتاب لکھوانی چاہی تو ابن ابی لیلیٰ' ابن شبرمہ اور فقہاء کو جمع کر کے لکھنے کا حکم دیا۔ یہ تمام درباری علماء تھے اور وقت کے ائمہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان سب نے مل کر کتاب لکھی مگر منصور کو پسند نہ آئی۔ اس میں خطاء و اغلاط دیکھیں' ان مذکورہ بالا علماء نے کہا ہم نے اپنے علم کے مطابق لکھی ہے اس سے زیادہ عمدہ کتاب نہیں لکھ سکتے۔ البتہ کوفہ میں ایک فقیہ ہیں جنہیں نعمان کہا جاتا ہے آپ کی خواہش کے مطابق وہ کتاب لکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو بلایا گیا۔ منصور نے کہا مجھے اس قسم کی کتاب چاہیئے' اس کے لئے آپ کو دو ماہ کا وقت دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا دو ماہ کا وقت زیادہ ہے۔ انشاء اللہ پہلے ہی مکمل ہو جائے گی اور آپ نے دو دن میں کتاب مکمل کر لی اور کسی کو اس پر تنقید کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور منصور کو وہ کتاب بہت پسند آئی۔ اس نے آپ کو دس ہزار درہم دینا چاہے تو آپ نے قبول نہ کئے بارہا اصرار کے باوجود قبول نہ کئے اور اجازت لے کر واپس آ گئے۔

کتاب المواد عتہ

منصور کے زمانہ میں بصرہ کے قبائل میں ایک فتنہ بپا ہو گیا۔ تو منصور نے ایک موقع پر انہیں صلح کرنے کے لئے قائل کر لیا۔ چنانچہ منصور نے ان کے لئے کتاب لکھوانی چاہی جس پر تمام فقہاء کے بھی دستخط ہوں۔ چنانچہ ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ نے ایک طویل عرصہ میں کتاب لکھی لیکن منصور کو وہ کتاب پسند نہ آئی۔ ان کے پاس ایک نوجوان کھڑا تھا اس نے کہا کہ کوفہ میں ایک بہت بڑا فقیہ رہتا ہے جنہیں لوگ نعمان کہتے ہیں وہ اس قسم کی بہترین کتابیں تحریر کر سکتے ہیں۔ وہ دونوں کہنے لگے اسے علم کلام میں مہارت ہے اور ہمیں اس علم میں مہارت نہیں۔ دوبارہ انہوں نے ایک طویل وقت میں کتاب لکھی پھر بھی منصور کو پسند نہ آئی اور کہنے لگا کہ اس وقت علم اور اہل علم ناپیدہ ہو گئے ہیں۔ اس نوجوان نے دوبارہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا تو منصور نے آپ کو بلا بھیجا جب آپ تشریف لائے اس نے اس موضوع پر کچھ دریافت کیا تو آپ نے اسے تسلی بخش جواب دیا اور منصور کو وہ جواب بہت پسند آیا اور ان دونوں کی تحریر شدہ کتاب آپ کو پڑھنے کے لئے دی تو آپ نے پڑھ کر فرمایا ذکر الٰہی اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام کتاب ہی غلطیوں کا مجموعہ ہے تو منصور نے آپ سے فرمائش کی کہ آپ فوری طور پر اس پر کوئی کتاب لکھیں چنانچہ آپ نے وہیں بیٹھے بیٹھے نہایت قلیل وقت میں کتاب لکھ کر منصور کو دے دی جسے منصور نے پڑھ کر ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ کو دی انہوں نے پڑھ کر کہا اس میں کوئی غلطی یا خطاء نہیں' یہ کتاب تو نہایت عمدہ ہے' تو منصور نے دونوں کو کہا آپ تشریف لے جائیے اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کو کہا آپ یہیں ٹھہریئے تو ان میں سے ایک نے کہا امر مرتفع ہو گیا ہے اور دوسرے نے کہا اس سے بھی ارفع ہو گا۔

امام اعظم' ابن ابی ذئب اور امام مالک کا منصور کے دربار میں جمع ہونا

ربیع بن یونس سے مروی ہے کہ منصور نے امام مالک' ابن ابی ذئب اور امام

اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے دربار میں بلا کر پوچھا کہ یہ جو امر خلافت کا بوجھ مجھ پر ڈالا گیا ہے کیا میں اس کا اہل بھی ہوں یا نہیں؟ امام مالک نے جواب دیا کہ تو اس کا اہل نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ تجھ پر یہ بوجھ نہ ڈالتا۔ اللہ تعالیٰ اس خلافت پر تیری مدد فرمائے اور اس کا بوجھ اٹھانے پر تجھے صبر کی توفیق دے۔

ابن ابی ذئب کا جواب

ابن ابی ذئب نے برجستہ کہا کہ اللہ تعالیٰ دنیا کا ملک جس کو چاہے عطا کرتا ہے اور آخرت کا ملک طلبگاروں میں سے جسے چاہے عطا فرمائے گا اور جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے اگر تو نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو اس کی توفیق و رحمت تیرے قریب ہے اور اگر نافرمانی کی تو پھر بعید ہے۔ باقی رہا خلافت کا معاملہ تو اہل تقویٰ و ورع کے اتفاق رائے سے طے پاتا ہے جبکہ ہنوز خلافت ایسے حضرات کے اتفاق سے قائم نہیں ہوئی اور تم اور تمہارے معاون و مددگار توفیق اور عدل و انصاف سے کہیں دور ہیں رے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرے اور نیک اعمال کے ذریعے قرب خداوندی چاہے تو بجا ورنہ سزا و عذاب کے لئے مطلوب ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں مجھے اور مالک کو یقین ہو گیا تھا اب یہ زندہ و سلامت بچ کر نہیں جائے گا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

پھر منصور نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ دین کی ہدایت چاہنے والا غصہ نہیں کرتا' اگر تو نے نصیحت کے لئے ہمیں بلایا ہے تو پھر یقین رکھ ہمارے صرف جمع ہونے سے رب راضی نہ ہو گا اور اگر اپنی مرضی و خواہش کے مطابق ہم سے کہلوانا چاہتا ہے کہ لوگ یقین کر لیں کہ ہم تینوں نے تیری خلافت کے جواز میں فتویٰ دے دیا ہے اور خلافت کا مستحق ہو گیا ہے تو یاد رکھ کہ ابھی تک دوسرے مفتیوں نے تیری خلافت کے جواز کا فتویٰ صادر نہیں کیا' جبکہ خلافت تو مومنین کے اتفاق

اور ان کے مشورے سے طے پاتی ہے چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مومنین نے خلیفہ منتخب کیا۔ اس کے باوجود بھی چھ ماہ تک حکم صادر نہیں فرمایا حتیٰ کہ اہل یمن اور دوسرے علاقوں کے لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔

منصور نے انہیں جانے کا کہا جب تینوں چلے گئے تو تین تھیلی اشرفیوں کی دے کر ایک شخص کو بھیجا کہ امام مالک جتنا مانگیں دے دینا۔ اگر تمام کا تقاضا کریں تو تمام اشرفیاں ان کو دے دینا۔ اگر ابن ابی ذئب یا ابوحنیفہ مانگے تو ان کا سر قلم کر کے میرے پاس لانا چنانچہ وہ شخص ابن ابی ذئب کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ جو مال منصور کے لئے مجھے پسند نہیں وہ میں اپنے لئے کیسے پسند کروں گا۔ پھر وہ شخص امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر میری گردن بھی کاٹ دی جائے تب بھی قبول نہ کروں گا اور امام مالک نے وہ سب مال قبول کر لیا۔ وہ شخص تمام مال انہیں دے کر منصور کے پاس آیا تو منصور نے کہا اس طریقہ سے انہوں نے اپنی جان بچا لی ہے۔

منصور کا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید کرنا

ربیع بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ منصور نے فقہاء وقت کو اپنے دربار میں جمع کیا جن میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے کہنے لگا کیا یہ صحیح نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن شروط پر ہیں اور اہل موصل نے مجھ سے یہ شرط طے کی تھی کہ تیرے خلاف خروج نہیں کریں گے جب کہ اب انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی اور خروج کیا۔ اب ان کا خون میرے لئے حلال ہو گیا (یعنی میں ان کو شرعی طور پر قتل کرا سکتا ہوں) تو ایک شخص نے جواب میں کہا کہ تیرا ہاتھ ان پر لمبا ہے اور تیری گفتگو اور تیری بات ان کے حق میں مقبول ہے لہٰذا اب اگر تو انہیں معاف کر دے تو اس کا مستحق ہے اور اگر انہیں سزا دینا چاہے تو وہ مستحق ہیں۔ منصور نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ کیا ہم خلافت نبوت اور امان کے گھر میں نہیں؟ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں لیکن انہوں نے ایسی شرط طے کی ہے جس کے وہ

مالک نہیں یعنی وہ اپنے خون کے مالک نہیں کیونکہ یہ اپنے مقام پر طے شدہ امر ہے کہ نفس و جان میں بذل و اباحتہ جاری نہیں ہوتی' اگر ایک آدمی دوسرے کو اجازت دیتے ہوئے کہے کہ مجھے قتل کردے تو اس شخص کے قتل کرنے سے اس پر دیت لازم ہوگی اور امام زفر کہتے ہیں کہ قصاص لازم ہوگا۔ حدیث شریف میں الآدمی بنیان الرب آدمی رب العالمین کی تعمیر ہے تو اس میں دلالت ہے کہ بندہ رب تعالیٰ کی ملکیت ہے لہٰذا بندے کو حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز کو برباد کردے حتیٰ کہ آدمی کے چوری کے اقرار کرنے سے عضو کاٹنا بھی صحیح نہیں' ہم زفر کا جواب دیتے ہیں کہ قصاص شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور اباحت شبہ دار یہ ہے لیکن مذکورہ بالا مسئلہ میں بندہ قصاص کے اقرار کرنے کا مالک ہے لیکن اپنے طرف سے عضو کاٹنے کے اقرار کا مالک نہیں۔ اطراف مال کی ہیں تو جس طرح مال میں بذل جاری ہو سکتا ہے یہاں تک کہ دو شخص لڑ رہے ہیں ایک نے دوسرے کو فارسی میں کہا زن' زن (مار مار) تو کہنے والے کا اگر عضو ضائع ہو گیا تو مارنے والے پر ضمان لازم نہیں۔ اب ہم اصل مسئلہ کی طرف لوٹتے ہیں تو نے ان سے ایسی شرط لی ہے جس کا تو مالک نہیں کیونکہ آدمی کا خون بہانا تین صورتوں میں جائز ہے ان میں سے کوئی بھی نہیں پائی جاتی لہٰذا اگر تو نے ان کا خون بہایا تو ناجائز بہائے گا جو تیرے لئے حلال نہیں' اللہ تعالیٰ کے حقوق کا احترام اور ان کا پورا کرنا ضروری ہے۔

منصور نے سب کو کہا آپ تشریف لے جائیں وہ سب چلے گئے بعد میں اس نے امام صاحب رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا کہ آپ نے حق کہا آپ نے اپنے ملک میں تشریف لے جائیں آپ کی امامت میں لوگ امن میں رہیں گے۔

کوفہ کی گورنری سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا انکار کرنا

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ والئی کوفہ ابن ابی لیلیٰ فوت ہو گئے تو منصور نے کہا کوفہ کا حاکم ضرور ہونا چاہیئے۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا تو وہ راستے سے بھاگ گئے۔ مسعر بن کدام کو بلایا اور کہا تجھے کوفہ کی حکومت قبول کرنی چاہیئے انہوں

نے فرمایا مسنات نے کوفہ کو خراب کر دیا۔ اے شیخ آپ کون ہیں اور مسنات کون ہیں ؟ معمر نے کہا مسنات بنی امیہ ہیں جنہوں نے شہر کی فصیلوں کو تباہ کر دیا ہے۔ منصور نے کہا یہ مخبوط الحواس ہے اسے نکال دو۔ پھر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ قبول کر لیں تو آپ نے جواب دیا اہل کوفہ قریش' انصار اور اشراف عرب ہیں اور میں غلام زادہ ہوں اگر مجھے والی بنایا گیا تو وہ مجھے اپنی اجرت کا طعنہ دیں گے۔ پھر شریک سے کہا آپ کو والئی بناتے ہیں تو انہوں نے کہا میری نظر کمزور ہے مجھے تو مہر کا نقش بھی صحیح طور پر نظر نہیں آتا۔ منصور نے کہا اس کے لئے کوئی دوسرا آپ کا معاون مقرر کر دیتے ہیں۔ پھر کہا میرا دماغ بھی کمزور ہو گیا ہے' منصور نے جواب دیا شہد کو بادام روغن سے ملا کر کھایئے۔ شریک نے پھر کہا میری خوبصورت عورتوں کی طرف رغبت ہے۔ منصور نے کہا ہم ایسی چیزوں کی آپ پر کشادگی کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے آزاد عورتیں آپ کی طرف مائل ہوں گی اور کنیزیں خریدنے کے لئے مال دیں گے تو انہوں نے ولایت کوفہ قبول کر لی۔

ایک غالی شیعہ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مکالمہ

ابو حفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منصور نے بلایا اور فرمایا کہ ہمارے اہل تشیع نے اختلاف کیا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ جھوٹے کو جھوٹا اور سچے کو سچا کہا جائے۔ تو آپ اہل تشیع گفتگو کریں۔ آپ نے غالی شیعہ سے کہا تو جھوٹا ہے اور تو نے کفر کا ارتکاب کیا ہے اور افتراء و بہتان لگاتا ہے' یہی الفاظ بار بار دھرائے تو ابوالعباس طوسی نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کیا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرابت و فضیلت بیان کی اور اچھے الفاظ سے ان کا ذکر خیر کیا اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر کہا تو نے ٹھیک کہا اور سچ بولا۔ چنانچہ امام صاحب رضی اللہ عنہ اور خلیفہ منصور کی مدح میں یہ اشعار کہے گئے ؎

بنصر مذهب نعمان الامام غدا
منصور الهاشمی البحر منصورا

فان مدحت علی نصر الهدی احداً
فامدح اخا اشرف القمقام منصورا

اعجب به من فرید فی سیاسته
لوکان خلد هنا السعی مشکورا

قدکان مشهره المنصور حسین غدا
سیفا علی فرق الاعداء مقهورا

اصاب نعمان فی الاشیاء اذ غلطو
فصار من بینهم بالحق مشہوراً

کان القیاس خرابا لا یلاخطه
دهر فاصبح بالنعمان معمورا

ابدی شهاب قیاس کان مستترا
دهراً فصبح من عاد مدحورا

امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات

عبدالرحمٰن مالک بن مغول رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ منصور عباسی نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ بغداد میں قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کر لیں اور پوری سلطنت عباسیہ کے قاضی آپ کے ماتحت کام کریں گے' آپ نے انکار کیا اور مختلف تاویلیں اور عذر پیش کئے تو منصور نے قسم کھائی کہ اگر عہدہ قبول نہ کیا تو آپ کو قید کر دیا جائے گا۔ مگر آپ نے انکار پر اصرار کیا تو منصور نے آپ کو قید خانہ میں ڈال دیا' مگر وہاں بھی آپ کو دعوت بھیجتا رہا کہ آپ عہدہ قبول کر لیں۔ پھر بھی آپ انکار پر مصر رہے تو اس نے حکم دیا کہ روزانہ آپ کو دس کوڑے لگائے جائیں چنانچہ روزانہ آپ کو مسلسل دس کوڑے لگائے جاتے تھے جس کی تاب نہ لا کر آپ مخلوق کو داغ مفارقت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں چلے گئے۔ جب آپ کا قید خانہ سے جنازہ نکلا تو بکثرت لوگ آپ پر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور آپ رضی اللہ عنہ کو خیزران کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ○

احمد بن بدیل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت

احمد بن بدیل اپنے باپ سے روای ہیں کہ جب خلیفہ منصور نے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے کے لئے مجبور کیا تو آپ کو انکار کرنے کی پاداش میں قید کر دیا گیا اور کوڑے مارے جاتے رہے یہاں تک کہ ایک سو دس کوڑے مارے گئے۔ پھر نکالا اور آپ سے مطالبہ کیا کہ ایسا فتویٰ جاری کریں جس سے میرے احکام اٹھ جائیں' وہ اسی طرح مسائل دریافت کرتا مگر آپ فتویٰ نہ دیتے آپ کو پھر قید کر دیا گیا اور خوب سختی اور تشدد کیا گیا۔ ایک بار منصور کے خواص نے سفارش کی چنانچہ آپ کو باہر لایا گیا مگر منصور کے حکم پر نہ آپ لوگوں کو مسائل بیان کرنے کے لئے بیٹھے اور نہ ہی کوئی فتویٰ دیا چنانچہ سہ بارہ پھر قید کر دیا گیا اور آپ پر اتنا تشدد کیا گیا کہ اسی حالت میں آپ اس دارفانی سے

رحلت فرما گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کو جب عقابین پر لٹکایا گیا اور دس درے مارے گئے پھر بھی آپ نے عہدہ قضاۃ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

داؤد واسطی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

داؤد واسطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے کے لئے تکلیف دی جارہی تھی تو میں اس وقت موجود تھا۔ روزانہ آپ کو دس درے مارے جاتے تھے یہاں تک کہ کل ایک سو دس ہو گئے' جب آپ کو کہا جاتا کہ عہدہ قبول کر لیں تو آپ تمام تکالیف برداشت کرتے ہوئے یہی فرماتے کہ میں اس عہدہ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ مسلسل تکلیف دی جاتی رہی آپ خفیہ طور پر دعا کرتے۔ "اے اللہ مجھے ان کے شر سے اپنی قدرت کے ذریعے بچا"

محمد بن مہاجر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

محمد بن مہاجر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کے پاس لایا گیا' ایک شخص نے امام صاحب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر امیرالمومنین مجھے ایک شخص کے قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں تو کیا قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا امیرالمومنین تجھے ناجائز قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں وہ جواب میں کہنے لگا نہیں حق کے ساتھ حکم دیتے ہیں' تو آپ نے فرمایا تو حق پر قتل کرنے سے تجھے کونسی چیز مانع ہے۔ آپ کو ایک پیالہ دیا گیا جس میں زہر تھی کہنے لگا اسے پی لیجئے آپ نے فرمایا میں اسے نہیں پی سکتا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اس میں کیا ہے' میں اپنے قتل میں خود شریک نہیں ہو سکتا تو پھر آپ کو پکڑ کر آپ کے منہ میں اسے انڈیل دیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے آپ اپنے گھر جو بغداد میں ہی تھا پہنچتے ہی وصال فرما گئے۔

متوکل بن شداد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

متوکل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہدہ قضاۃ قبول کرنے سے انکار کیا تو آپ کو روزانہ جیل سے نکال کر سرعام لایا جاتا۔ منادی کر کے لوگوں کو جمع کیا جاتا اور لوگوں کے سامنے آپ کو درے مارے جاتے۔ یہاں تک کہ دروں کی کل تعداد ایک سو بیس ہو گئی۔ بارہ یومیہ کے حساب سے۔

متوکل مذکور نے مدینہ منورہ میں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو ان کے پاس بیٹھنے والوں میں سے کسی نے کہا کہ شائد آپ عراق سے ہیں' اس نے جواب دیا کہ عراقیوں کی کوئی برائی ایسی نہیں جس کی مذمت قرآن پاک نے بیان کی ہو جبکہ اہل مدینہ کی مذمت بیان ہوئی ہے۔ بقولہ تعالیٰ ...

وممن حولکم من الاعراب منافقون ○ اہل مدینہ میں سے منافقین بھی تھے تو وہ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ بن پایا۔

بشر بن ولید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

بشر کا بیان ہے کہ جب امام اعظم رضی اللہ عنہ نے عہدہ قبول کرنے سے انکار کیا تو منصور نے آپ کو قید کر دیا اور قسم اٹھائی کہ اگر عہدہ قبول نہ کیا تو آپ کو قید کر دے گا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ امیرالمومنین کی قسم کا کفارہ دیا جاسکتا ہے لیکن وہ اس پر رضامند نہ ہوا پھر آپ کو قید کر دیا اور قید میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔

عبیداللہ بن اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا منصور عباسی نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سفیان و شریک کو بلا کر کہا کہ میں نے تمہیں کار خیر کے لئے بلایا ہے۔ اس نے تین عہدنامے لکھے تھے۔ ایک سفیان کے لئے ایک شریک کے لئے اور ایک امام صاحب رضی اللہ عنہ

کے لئے۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ بصرہ، کوفہ بغداد اور اس کے مضافات کے قاضی القضاہ ہوں گے اور کہا اپنے اپنے عہدنامے لو اور اپنے اپنے علاقوں میں چلے جاؤ۔ منصور نے دربانوں کو حکم دے رکھا تھا کہ جو انکار کرے اسے ایک سو درے مارو چنانچہ شریک نے عہدہ قبول کر لیا۔ سفیان یمن کو بھاگ گئے۔ ہشام بن یوسف اور عبدالرزاق نے یمن میں ان سے احادیث سنیں، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کھڑے کھڑے چہار ہزار احادیث بیان کیں مگر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اور کھڑے رہے تو آپ کو سو درے مارے گئے اور قید کیا گیا یہاں تک کہ قید میں ہی آپ کا وصال ہوا۔

شیخ ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت

شیخ ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام حسن بن ابومالک سے پوچھا کیا تو انہوں نے فرمایا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور مذکورہ واقعہ کے بارے میں یہ مشہور ہے ہم ہمیشہ اس کا تذکرہ کرتے ہیں اور بیان کرتے رہتے ہیں۔

امام ابوعبداللہ بن حفص رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

امام ابو عبداللہ بن حفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یحییٰ بن نصر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دی گئی اور اسی سے ان کا انتقال ہوا۔ البتہ اس کے سبب میں اختلاف ہے کہ کیوں زہر پلائی گئی، ایک سبب تو مذکورہ بالا بیان کیا جاتا ہے کہ آپ قضاہ کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کیا۔

دوسرا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ بصرہ سے نکلا تو اس نے خلافت کا دعوئ کر دیا جب منصور کو علم ہوا کہ امام صاحب اور اعمش نے اس کی طرف لکھا ہے اور زبان ابراہیم کی استعمال کی۔ یعنی اس کی طرف سے اور اس کی طرف خط روانہ کیا تو اس نے پہنچنے سے پہلے خط پکڑ لیا تو اس وجہ سے آپ کو زہر دیا گیا، جس سے ان کا چہرہ سبز ہو گیا اور فوت ہو گئے اور ان کے گھر سے قرآن حکیم کے علاوہ وہ کتاب برآمد نہ

ہوئی۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی موت سجدہ کی حالت میں ہوئی

ابو حسان زیادی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ جب آپ کو محسوس ہوا کہ اب میری موت یقینی ہے تو آپ سجدہ میں چلے گئے اور حالت سجدہ میں ہی آپ کا وصال ہوا۔

امام محمد بن ابو حفص کبیر بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا بیان

امام محمد بن ابو حفص کبیر بخاری کہتے ہیں کہ حسن بن قحطبہ امام صاحب پر نگہبانوں میں سے ایک تھا۔ اس نے امام صاحب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرا کام آپ سے مخفی نہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ فرمایا ہاں جب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے گا کہ تو اپنے کئے پر نادم ہے اور جب کسی مسلمان کو قتل اور اپنے قتل میں تجھے اختیار دیا جائے تو تو اپنے قتل کو ترجیح دے اور اللہ تعالیٰ سے مصمم عہد کر کہ آئندہ کسی کو قتل نہیں کرے گا۔ اگر تو نے یہ عہد پورا کر لیا تو سمجھنا میری توبہ قبول ہو گئی۔

حسن کہتا ہے کہ میں نے ایسے ہی کیا۔ پس اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ آئندہ کسی مسلمان کو قتل نہیں کروں گا۔ پس عہد پر قائم رہا یہاں تک کہ بصرہ میں ابراہیم بن عبداللہ حسنی علوی ظاہر ہوا۔ منصور نے اسے کہا جاؤ اسے قتل کر دو تو وہ امام صاحب کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا اب تیری توبہ کا وقت آگیا ہے اگر تو اس عہد پر قائم رہا تو تیری توبہ قبول ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ تو اس نے توبہ پر قائم رہتے ہوئے خود کو قتل کے لئے پیش کر دیا۔ پس منصور کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں ابراہیم بن عبداللہ کے لئے نہیں جا سکتا اگر میرے اس فعل میں تیرے دور حکومت میں اطاعت الٰہی ہے تو مجھے اس سے ثواب ہو گا اور اگر خدا کی نافرمانی ہے تو وہ مجھے کافی ہے۔ تو منصور غضبناک ہو گیا۔ اس کا بھائی حمید کہتا ہے کہ ہم اس کی عقل پر ایک سال تک حیران رہے ایسے معلوم

ہوتا کہ گویا یہ مخبوط الحواس ہو گیا ہے۔ اس کا بھائی کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں اور میں فضل کا اس سے زیادہ مستحق ہوں۔ پس وہ چلا گیا تو منصور نے اپنے بعض معتمدین سے کہا کہ کونسا فقیہ اسے ملا ہے جس نے اس کو سمجھایا ہے' وہ بولے کہ یہ شخص امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آتا جاتا ہے' تو منصور نے حیلے بہانے سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور آپ کو زہر پلا دیا۔ اس کے بعد حسن کو بھی زہر دیا گیا۔ حسن تو علاج سے صحت یاب ہو گیا۔ مگر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال فرما گئے۔

تاریخ وصال

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحت یاب نہ ہو سکے اور آپ کا وصال ایک سو پچاس ہجری کو ستر سال کی عمر میں ہوا۔ فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق ایک سو اکاون ہجری کو ہوا لیکن درست تاریخ وہی ہے جو زرنجری وغیرہ نے بیان کی ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

ماہ وصال

اس میں اختلاف ہے کہ کونسا مہینہ تھا' مشہور روایت میں رجب کا مہینہ تھا۔ بعض نے شعبان' مرغینانی نے نصف شوال ذکر کیا اور آپ کی اولاد میں سے حماد کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا اور نماز جنازہ حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

نماز جنازہ

عبداللہ بن مطیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ منصور کے دور حکومت میں باب خراسان کے ایک کونہ میں ایک جنازہ آیا جس کو چار اشخاص اٹھائے ہوئے تھے اور ایک آدمی پیچھے پیچھے چل رہا تھا میں نے پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے تو انہوں نے بتایا کوفہ کے فقیہ اعظم جنہیں ابو حنیفہ کہا جاتا ہے جو قید میں فوت ہوئے ہیں۔ جب باب خراساں سے جنازہ باہر نکالا گیا تو

ایسے معلوم ہوا کہ منادی ہوئی ہے لوگوں کا اژدھام ہو گیا تو دوسری جانب لے گئے باب حسن کے پاس ہم نے نماز جنازہ پڑھی اس اژدھام کی وجہ سے ہم عصر سے قبل آپ کو دفن نہ کر سکے اور منصور نے آ کر قبر پر نماز پڑھی اور بیس دن تک آپ کی قبر پر لوگ نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ میں نے دریافت کیا دوسری جانب نماز کے لئے کیوں منتخب کی گئی تو بتایا گیا کہ پہلی جانب کی زمین غصب شدہ ہے اور دوسری طرف کی زمین طیب و طاہر ہے۔ جب منصور کو آپ کی وصیت پہنچی تو کہنے لگا کہ موت و حیات دونوں حالتوں میں کون میری طرف سے معذرت کرے گا۔

پچاس ہزار افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی

امام حارثی کا بیان ہے کہ ایک محدث امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تنقید کرتا اسے کہا گیا کہ ان پر تنقید نہ کیا کرو' اس وقت وہ تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ جب آپ فوت ہو گئے تو جنازہ میں شریک لوگوں کا تخمینہ کیا گیا تو وہ پچاس ہزار تھے اور مذکورہ بالا محدث فوت ہوا تو اس کی نماز جنازہ پڑھنے والے صرف آٹھ افراد تھے۔

ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات

جب ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا علم ہوا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور ساتھ ہی ان کے دل میں درد شروع ہو گیا اور فرمانے لگے ہائے ایک علم چلا گیا اور اسی درد میں ان کا بھی وصال ہو گیا۔

حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات

حسن بن عمارہ جب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دینے سے فارغ ہوئے تو کہا " اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے آپ ہم سب سے زیادہ عبادت گزار' زیادہ زاہد اور اچھے خصائل کے جامع تھے۔ آپ کے دفن ہونے سے وہ خیر و خوبیاں بھی آپ

کے ساتھ مدفون ہو گئی ہیں اور آپ کے بعد قراء حضرات رسوا ہو گئے۔"

ربیع بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

ربیع بن یونس کہتے ہیں کہ میں نے سنا جب منصور نے امام صاحب رضی اللہ عنہ کو قضاۃ کا عہدہ پیش کیا تھا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تھا۔ اتق اللہ ولا تدع فی امانتک الا من یخاف اللہ ما انا بمامون الرضاء خدا سے ڈر اس کو یہ امانت سونپ جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ میں رضا سے مامون و مصئون نہیں ہوں۔ تو غضب سے کیسے مامون ہو سکتا ہے۔ اگر تیرا حکم مجھے فرات میں ڈوبنے پر مجبور کرے تو قضاۃ کا عہدہ قبول کرنے سے فرات میں ڈوبنے کو ترجیح دوں گا۔ تیرے حاشیہ بردار تو ایسے شخص کے محتاج ہیں جو تیری وجہ سے ان کی عزت کرے۔ منصور نے کہا آپ جھوٹ بول رہے ہیں' آپ میں تو قضاۃ کا عہد سنبھالنے کی اہلیت و صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ آپ نے فرمایا جب مجھے جھوٹا کہہ رہا ہے تو جھوٹا شخص بارامانت اٹھانے کا اہل نہیں ہوتا تو مجھے قضاۃ کی امانت کیوں سونپ رہے ہو۔

زفر بن ہذیل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابراہیم کے زمانہ بہت اونچی آواز سے کلام کرتے تو میں نے کہا آپ ہماری گردنوں میں رسیاں پڑنے تک نہیں رکیں گے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد منصور کا منشی عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس آیا کہ امام صاحب کو لے کر بغداد پہنچے تو آپ کو بغداد لے گئے تو پندرہ دن بعد آپ کو زہر دے دیا گیا جس سے آپ کی وفات ہو گئی۔

محمد بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت

محمد بن عثمان کہتے ہیں جس دن امام صاحب کے پاس قضاۃ کا حکم نامہ آیا اس دن

میں ان کے پاس آیا تو آپ سوار تھے اور عیسیٰ بلانے کے لئے آیا ہوا تھا۔ آپ کو بغداد لے کر آئے جب منصور کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے ستو کا شربت دیا کہ اسے نوش فرمالیں۔ آپ نے پینے سے انکار کر دیا' پھر جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ منصور نے پوچھا کدھر آپ نے فرمایا جدھر تمہارا بھیجنے کا ارادہ ہے تو آپ کو قید کر دیا گیا اور قید میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔

دُرّے مارے جانے کی وجہ

اکثر ائمہ نے یہی کہا کہ آپ کو اسی وجہ سے درے مارے گئے کہ آپ نے عہدہ قضاہ قبول نہ کیا اور بعض نے کہا کہ منصور کے لئے دودھ لایا جاتا رہا تاکہ قسم کا کفارہ دے سکے۔ ابوالعلاء اور دیگر لوگ ہی سمجھتے ہیں اسی وجہ سے درے لگائے۔ لیکن یہ روایت نقل کے اعتبار سے صحیح نہیں اور درست یہی ہے کہ آپ جیل میں فوت ہوئے۔

عباس دوری کا بیان

عباس دوری بیان کرتے ہیں کہ آپ نے رصافہ میں قضاہ کا عہدہ قبول کر لیا جب آپ کو اس پر مجبور کیا گیا۔ مسند قضاہ پر بیٹھنے کے بعد دو دن تک کوئی آدمی نہ آیا۔ تیسرے دن صفار آیا جس نے دوسرے آدمی پر دعویٰ کیا اس نے پیالے جو کہ پتھر کا بنا ہوا ہے کی قیمت دو درہم اور چار دانق دینے ہیں آپ نے اس شخص سے فرمایا دیکھ صفار کیا کہہ رہا ہے اور خدا کا خوف کر۔ اس آدمی نے انکار کیا اور صفار کے پاس کوئی گواہ بھی نہ تھا تو امام صاحب نے فرمایا کہہ واللہ الذی لا الہ الا ھو تو اس شخص نے کہنا چاہا تو آپ نے دو قیمتی درہم نکالے اور فرمایا اپنے پیالے کی بقیہ میں یہ پکڑ لے۔ دو دن بعد اس کے تکلیف شروع ہو گئی اور چھ روز بعد وہ مر گیا۔

صحیح ترین روایت جس پر جمہور علماء ہیں یہی ہے کہ آپ نے قاضی القضاہ کا عہدہ قبول نہ کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ کی

موت زہر سے واقع ہوئی یا درے مارے جانے سے۔ تو خوارزم میں قیام کے دوران میں نے ایک بہت بڑی کتاب دیکھی جس کو "سیر الصالحین" کہا جاتا ہے اس میں دونوں اقوال کے درمیان تطبیق و توفیق دیکھی۔ زہر دیا گیا ہو پھر درے بھی مارے گئے ہوں حتیٰ کہ زہر سارے جسم میں سرایت کر گئی۔

امام ابو حفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

امام ابو حفص کبیر یحیٰ بن نصیر سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کے تلامذہ و رفقاء نے زہر کے بارے میں کبھی کوئی شکایت نہیں کی۔ عسکری نے ابن مطیع سے بھی یہی روایت کی ہے نیز خطیب شافعی نے "تاریخ بغداد" میں بھی یہی ذکر کیا ہے کہ زہر نہیں دی گئی اور جمہور علماء کا یہی قول ہے۔

منصور عباسی کا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاملہ جو ہم نے ذکر کیا ہے ایسا ہی سلوک والئی کوفہ ابن ھبیرہ نے بھی امام صاحب ﷺ سے کیا تھا۔ مروانیہ کے زمانہ جیسا کہ عسکری صمیری نے ابن داؤد سے نقل کیا کہ ابن ھبیرہ آپ کو کوفہ کا قاضی بنانا چاہتا تھا لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا تو ابن ھبیرہ نے قسم اٹھائی کہ اگر آپ نے عہدہ قبول نہ کیا تو وہ آپ کے سر پر بیس لاٹھیاں مروائے گا اور قید بھی کر دے گا۔ اور آپ نے بھی قسم اٹھائی کہ عہدہ بالکل قبول نہیں کریں گے' تو آپ سے کہا گیا کہ اس نے آپ کو مارنے کی قسم اٹھائی ہے تو آپ نے جواب دیا کہ اس کی مجھے تکلیف اور ایذاء دنیا آسان ترین ہے۔ بہ نسبت جہنم میں لوہے کے گرزوں سے مار کھانے سے۔ اگر وہ مجھے قتل بھی کر دے میں پھر بھی عہدہ قبول نہیں کروں گا۔ پھر آپ کو یہ اطلاع دی گئی کہ اس نے یہ قسم کھائی ہے کہ آپ کو نہیں چھوڑے گا۔ وہ محل بنوانا چاہتا ہے اور اینٹیں شمار کرنے کی ڈیوٹی آپ کے سپرد کرنا چاہتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اگر مساجد کے دروازوں کے شمار کرنے پر مجھے معمور کرے تب بھی نہیں کروں گا اور والئی کوفہ کو امام صاحب ﷺ کی یہ گفتگو معلوم ہوئی تو کہنے لگا میرے مقابلے میں وہ بھی حلف اٹھاتا ہے تو آپ کو بلا کر آپ کے

سامنے قسم کا اعادہ کیا کہ اگر آپ نے عہدہ قبول نہ کیا تو آپ کے سر پر بیس لاٹھیاں لگائی جائیں گی تو آپ نے جواب دیا کہ ذرا غور و فکر کر لے جس طرح آج میں تیرے سامنے کھڑا ہوں اسی طرح روز حشر اللہ تعالیٰ کے حضور تو بھی ذلیل ترین مقام پر کھڑا کیا جائے گا۔ میں کلمہ گو اور مسلمان ہوں اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھنے والا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ میرے متعلق تجھ سے سوال کرے گا تو تجھے جواب نہیں آئے گا تو اس نے جلاد کو اشارہ کیا تو اس نے آپ کو پکڑ کر قید کر دیا اور رات کو جیل میں آپ کے سر پر لاٹھیاں برسائی گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن ھبیرہ کو ڈانٹنا

رات کو خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ھبیرہ والئی کوفہ کو ڈانٹا اور فرمایا کیا تجھے خوف خدا نہیں کہ میرے ایک امتی کو بلاوجہ مارتا اور ڈانٹتا ہے۔ چنانچہ اسؔ نے صبح آپ کو رہا کر دیا۔ جب آپ جیل سے باہر آئے تو آپ کا سر مبارک زخمی اور سر اور چہرہ سوجا ہوا تھا۔

ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کا تبصرہ

ابو ولاحوص کہتے ہیں کہ ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ کو معلوم ہوا۔ امیر نے آپ کو عہدہ قبول نہ کرنے کی پاداش میں سزا دی ہے تو ابن ابی لیلیٰ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور ابن شبرمہ کہنے لگے معلوم نہیں کہ ہم دنیا طلب کرتے ہیں اور ان کو دنیا پیش کی جاتی ہے تو وہ قبول نہیں کرتے۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ

حضرت سیدنا ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں اکثر لوگ نام میں تو برابر ہیں لیکن مصائب و آلام کے وقت فرق ظاہر ہوتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو جیل میں قید کیا گیا تو اپنے دین کی حفاظت و سلامتی کی خاطر قید سزا سب کچھ برداشت کیا اور ان پر صبر کیا۔

ابن ابو حفص کبیر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

امام ابوعبداللہ بن ابو حفص کبیر بخاری فرماتے ہیں کہ خراسان میں جب فتنہ ظاہر ہوا ابن ھبیرہ نے علماء کو بلایا۔ مثلاً ابن ابی لیلیٰ' ابن شبرمہ' ابن ابی ھند وغیرھا اور ہر ایک کی کوئی نہ کوئی ڈیوٹی لگائی گئی اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ناموں پر مہر لگانے کا حکم سپرد کیا گیا تو آپ نے انکار کر دیا تو ابن ھبیرہ نے قسم کھائی کہ اگر یہ کام نہیں کریں گے تو آپ کو سزا دی جائے گی کہ ہر ہفتہ میں سات درے لگائے جائیں گے۔ فقہاء نے آپ کو سمجھایا کہ ہم آپ کے بھائی ہیں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے ہم سب ہی اسے ناپسند سمجھتے ہیں لیکن اس کے بغیر چارہ نہیں۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اگر وہ مجھ سے مطالبہ کرے کہ میں اس کے لئے واسط کی مساجد کے دروازے شمار کروں تو یہ بھی ناممکن ہے' تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کے قتل کا حکم جاری کرے اور میں اس پر جواز کی مہریں ثبت کرتا جاؤں۔ بخدا یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا یہ سچ کہہ رہے ہیں انہیں ان کے حال پر رہنے دیں۔

سپاہی نے آپ کو گرفتار کر لیا دو ہفتوں تک آپ کو چودہ درے مارے گئے۔ ایک روایت میں ہے کئی دن مسلسل درے مارے گئے پھر جلاد امیر کے پاس آکر کہنے لگا کہ وہ قریب الموت ہو گئے ہیں۔ امیر نے کہا انہیں جا کر کہہ دے ہماری قسم پوری کرنے کے لئے مسجد کے دروازے شمار کرے۔ آپ نے فرمایا میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ پھر امیر نے آپ کو بلایا اور کہنے لگا اگر ان کا کوئی خیرخواہ اور ناصح ہو جو مہلت طلب کرے تو اسے نصیحت کے لئے مہلت دوں تو آپ نے فرمایا میرے بھائی ہیں ان سے مشورہ کر لوں گا تو اس نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ چھپ کر مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور یہ واقعہ ایک سو اسی کا

ہے جب خلافت عباسیہ قائم ہو گئی تو منصور کے دور حکومت میں آپ واپس کوفہ تشریف لائے۔ اس نے آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کی دس ہزار درہم اور ایک کنیز پیش کی آپ نے اس انعام کو لینے سے انکار کر دیا۔

عبداللہ بن صہیب کلبی کی مدح سرائی

امام مولانا نجم الدین نسفی نے عبداللہ بن صہیب نسفی سے نقل کیا ہے کہ وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے اکثر ان دو ابیات سے مثال دیا کرتے تھے۔

ابیات

عطاء ذی العرش خیر من عطاء کم
وفضلہ واسع یرجٰی و ینتظر

انتم یکدر ماتعطون بمنکم
واللہ یعطی فلا من ولا کدر

(ترجمہ) رب العالمین کی عطاء تمہاری عطا سے کئی درجے بہتر ہے۔ اور اس کا فضل وسیع ہے اور اس کی امید و انتظار کی جاتی ہے... تم اپنی عطا کو احسان جتلا کر مکرر کر دیتے ہو اور اللہ عطا کرتا ہے تو احسان جتلاتا ہے اور نہ ہی مکرر کرتا ہے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن ہبیرہ نے امام صاحب رضی اللہ عنہ پر قضاہ کے قبول کرنے کے لئے اتنا تشدد کیا کہ آپ کا گوشت کٹ کر جسم سے الگ ہو گیا تھا اور اس نے قسم اٹھائی کہ اتنا ماروں گا کہ مجبوراً عہدہ قبول کر لیں گے یا مر جائیں گے' تو فقہاء کوفہ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس

سے بہتر ہے کہ میں کوفہ کی اشیاء شمار کروں۔ صاحب کامل نے "علم قراء" میں ذکر کیا ہے کہ ابن ہبیرہ نے آپ کو قضاہ اور کوفہ میں آنے والی اشیاء کے شمار کرنے میں سے ایک کو پسند کرنے میں اختیار دیا تو آپ نے گنتی کو ترجیح دی تو والی نے انار اور انجیر کی گنتی پر معمور کر دیا۔

دوسرا واقعہ

مرغینانی نے دوسرا واقعہ بیان کیا کہ ابن ہبیرہ والئی کوفہ کے پاس ایک جھوٹا گواہ پیش کیا گیا تو امیر نے کہا قاضی کو بلاؤ۔ جواب ملا کہ قاضی صاحب' امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ' حجاج بن ارطاۃ مسجد میں ہیں۔ امیر نے کہا سب کو بلاؤ۔ جب سب آئے تو امیر نے کہا کہ اس شخص نے جھوٹی گواہی دی ہے اس کو سزا ملنی چاہیئے پہلے ابن ابی لیلیٰ بولے اور کہا اسے چاڑ صد درے مارے جائیں۔ حجاج نے کہا اس کا سر اور داڑھی مونڈ دی جائے۔ پھر امام صاحب رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا مجھے روایت پہنچی ہے کہ قاضی شریح کے پاس اس قسم کا شخص جاتا تو اگر وہ شہری ہوتا تو اسے شہر میں گھمایا جاتا اور اگر دیہاتی ہوتا تو اسے اس کے قبیلے میں گھمایا جاتا۔ تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر عمامہ تھا جواب دیتے ہوئے عمامہ ڈھیلا ہو گیا جس کا ایک پیچ کھل کر منہ پر آ گیا۔

جب سب چلے گئے تو امام صاحب رضی اللہ عنہ نے قاضی ابن ابی لیلیٰ سے کہا اس نوجوان نے کیسا جواب دیا ہے کہ اگر چار صد درے لگائے جاتے اور وہ مرجاتا تو قیامت کے دن اس کے خون کا بدلہ تمہارے ذمہ ہوتا۔ ابن ابی لیلیٰ نے جواب دیا کہ میں چالیس درے کہنا چاہتا تھا لیکن خوف سے میری زبان سے چار صد نکل گیا۔ پھر امام نے حجاج سے کہا کہ سر کا حلق تو ٹھیک اور درست تھا مگر داڑھی کا حلق ہو جاتا اور وہ دوبارہ نہ اگتی تو پھر کیا حکم ہے۔ اس نے بھی یہی کہا کہ صرف سر کا حلق ہی کہنا چاہتا تھا مگر خوف کی بناء پر زبان سے دونوں نکل گئے۔ ابن ابی لیلیٰ نے امام صاحب سے کہا کہ آپ کے عمامے کا بل کھل گیا تھا تو آپ

کو بھی درست کرنے کی ہمت نہ ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا اگر عمامہ درست کرنے کی ہمت نہ ہوئی لیکن زبان پر تو کنٹرول تھا کہ معلوم تھا کہ کیا کہنا چاہتا ہوں اور کہہ بھی رہا ہوں۔

روایت : بیان کیا جاتا ہے کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ ابن ھبیرہ کے پاس تشریف لائے تو اس کے پاس آپ کے نام ایک خط موجود تھا۔ ابن ھبیرہ کہنے لگا کہ فلاں شخص یہ رقعہ لایا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کی غرض و حاجت پوری کر دیں۔ آپ نے رقعہ پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس شخص کی جائز حاجت ہے تو آپ نے ابن ھبیرہ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ جب واپس آئے تو اس ضرورت مند شخص کو بلا کر فرمایا کہ براہ راست میرے پاس کیوں نہیں آیا اور مجھے اپنا کام بتاتا وہ شخص کہنے لگا کہ شرم و حیاء مانع ہوئی' آپ نے فرمایا ایسے نہ کیا کرو اور اس کی حاجت پوری کر دی تو وہ آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے چلا گیا۔

صدر الائمہ خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

امام زاہد ابو عبداللہ احمد بن محمد المعروف خلیل و بری خوارزمی سے صدر الائمہ خوارزمی بیان کرتے ہیں کہ منصور نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا مقرب بنانا چاہا تو آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ تیرا قرب فتنہ سے خالی نہیں اور قرب کے بعد دوری پشیمانی ہوگی اور تیرے پاس وہ نہیں جس کی مجھے امید ہے اور نہ میرے پاس وہ چیز ہے جس کی وجہ سے میں تجھ سے ڈروں۔ دنیا کی حکومت و دولت نے تجھے جکڑ رکھا ہے جس کی بناء پر دوسروں سے اس نے تجھے لاپرواہ کر دیا ہے اور میں ان چیزوں سے بے پرواہ ہوں جن میں تو جکڑا ہوا ہے۔ ایسے ہی امام مرغینانی نے امام محمد بن حسن سے ذکر کیا ہے کہ یہ مقولہ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے عیسیٰ بن موسیٰ والئی کوفہ سے فرمایا تھا اور اس کا اضافہ کیا ہے۔

کسرة خبزو قعب ماء
و فرد ثوب مع السلامة
خير من العيش فى نعيم
يكون من بعده الملامة

(ترجمہ) خیر و عافیت سے روٹی کا ٹکڑا' پانی کا پیالہ اور ایک کپڑا بہتر ہے ناز و نعم کی اس زندگی سے جس کے بعد ملامت ہو۔

آپ کی شان میں یہ اشعار کسی نے بہت خوب کہے ہیں ؎

ارضيت نفسک ضارب النعمان
فكسبت جهلاً مسخط الرحمٰن

(ترجمہ) نعمان کو سزا دینے والے تو نے اپنے نفس کو خوش کر لیا جہالت کی بناء پر خدا کی ناراضگی حاصل کر لی۔

مازلت تبغض يايزيد بضربه
فلبئس ماقد مت للميزان

(ترجمہ) اے یزید سزا دینے سے تیرا غضب بڑھتا رہا۔ میزان عدل کے لئے جو کچھ تو نے بھیجا ہے وہ بہت برا ہے۔

اضربت عابد ربه فى ليله
ونهاره يا عابد الشيطان

(ترجمہ) اے شیطان کے عابد کیا شب و روز رب العالمین کے عبادت گزار کو تو نے مارا ہے۔

اضربت يا ملعون شمطا شانه
فى ركعتيه ختمة القرآن

(ترجمہ) اے ملعون تو نے ایسے شخص کو سزا دی ہے۔ جو دو رکعت میں قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

اضربت یا حیران یا رجل الحنا
رجل التهجد هادی الحیران

اعطیته الد نیا ولکن ردها
ردالتقی الخائف الد یان

(ترجمہ) تو نے اسے دنیا دینی چاہی لیکن انہوں نے اسے ٹھکرا دیا۔ ایسے شخص ٹھکرایا ہے جو رب کائنات سے ڈرنے والا ہے۔

وعلی القضا ضربته و فتنة
یامعدن العصیان والخذلان

(ترجمہ) عہدہ قضاہ پر تو نے اسے سزا دی ہے اور دفن کیا ہے۔ اے نافرمانی اور رسوائی کی کان۔

حرالسیاط قد ارتضی کی لا یری
یوم الجزاء مقامع الیزان

قبلت صلاتک والقضاء ائمة
راموا بذاک عداوة النعمان

من عیر ضرب اهدنوا اذلم یمل
بالضرب احیانا الی ادهان

فاذل یا ابن هبیرة بالضرب من
ملا الفرات بعزة الایمان

یہ مذکورہ بالا فتنہ پہلا ہے (یعنی ابن ہبیرہ والا) جس میں امام صاحب رضی اللہ عنہ مبتلا ہوئے اور دوسرا فتنہ و ابتلاء منصور کا ہے جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

امام موفق بن احمد مکی خوارزمی رحمتہ اللہ علیہ نے اہل زمانہ کی مذمت میں ابیات کہے ہیں ۔

عدلت زمان السوء فی فعلاته
وماعدل من لا یرعوی بضراب

له اذن صماء مافی صماخها
محل اذا عاعتبته بعتاب

تقطع اشلاء الکرام صروفه
بحدة ظفریه و شدة ناب

تری خضرة الدنیا تروق وانها
سواد خضاب لاسواد شباب

نصیبک من انهارها اذ وردتها
ضرور سراب لاسرور شراب

فلیس لها صفو خلا من کدورة
ولیس لها عذب بدون عناب

(ترجمہ) کوئی صفو نہیں جو کدورت سے خالی ہو' کوئی مٹھاس عذاب کے بغیر نہیں۔

فما نوره الانیاط بظلمة
وما شهده الایصاب بصاب

علیک بباب الله فی کل حادث
یلم جناب الله اوسع باب

(ترجمہ) ہر غم میں تجھے اللہ کا ہی دروازہ کھٹکھٹانا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ سب کے لئے کھلا ہے۔

امام صاحب رضی اللہ عنہ کی منقبت میں یہ اشعار ہیں ۔

عز الشريعة اذمضى كشافها — وظهيرها النعمان نحوجنانه
عمرالتقى والشرع اكثر عصره — بالاصغرين لسانه و جنانه
فجنانه معنى الشريعة ماهد — ولسانه رطب بحسن بيانه
فالفقه يشكويتمه وضياعه — ومتى تسلى الفقه عن نعمانه
لانفع للسان طرفة عينه — فى طرفه ان يخل عن انسانه
عجبا لقبر فيه بحر زاخر — عجبا لبحرلف فى اكفانه
ان راح فقه خالص فهو الذى — سبكته شعلة فكره فى خانه
او فاح و ردتهجد قد زانه — طل الثقاة فذاك من بستانه
اوطار منشورالعلوم الى الورا — فهوالذى كتبوه من ديوانه
اوراق تفاح القياس بنشره — وبطعمه فاعرفه من لبنانه
او عجبت صلة سماحة حاتم — فتو سموها من طراز بنانه
او سزد افكر عيان فائق — عندالسؤال فذا جمان عمانه
واذا رايتم روض فقه ناضراً — بالسحب يسقى فهومن سغدانه
نصبت موائد طعمهن فوائد — فى كل مصر فهى فصل خوانه
قد جاء اهل زمانه بزبورهم — فمحاه بالآيات من قرآنه
قدشد ايوان القياس بكده — وقد استراح الخلق من ايوانه
قد سمه المنصور سما مزعجا — ليعيش مامونا على سلطانه
مضيا الى لحدبهما هنا الى — سخط الا آله وذا الى رضوانه

حسانه انا مرتج فى مدحه
حسنى شفاعته الى حسانه

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرآنی آیات کی مختلف قرات

سوال : یوم الدین (قیامت) ابھی واقع نہیں ہوا تو اسے مفعول بنانا کیسے صحیح ہو گا نیز ماضی سے استقبال کے زمانہ پر دلالت کرنے والے کلمات استعمال کرنے میں زیادہ مبالغہ ہے۔

علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ " مالک ابلغ " ہے یا ملک تو " ابلغ " چھوڑ کر " غیر ابلغ " کلمہ کیوں اختیار کیا؟

جواب : اس کے ساتھ قرات کرنا جو صحیح ہیں یہ دلالت نہیں کرتا کہ " ابلغ " کو اختیار کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ افصح کو ترک کر کے فصیح اختیار کیا ہو اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ یہ بھی قرات ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے عاصم، کسائی، یعقوب اور حرمیوں کی قراۃ پر مشتمل ہو کیونکہ یہ محاورہ ہے جب کسی غلام کو خریدے تو کہتے ہیں کہ "ملک العبد" اسی طرح جب کوئی شخص کسی شہر کا حاکم بنتا ہے تو کہا جاتا ہے "ملک الامیر البلد" تو ملک عام ہوا۔ باقی مستقبل پر ماضی کا کلمہ استعمال کرنا تو یہ بھی تحقیق وقوع پر دلالت کرنے کی بناء پر استعمال ہوتا رہتا ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں جیسے قرآن حکیم میں ہے۔ نادی اصحاب الجنة نادی اصحاب الاعرف۔ نادی اصحاب النار ○

اذا قیل لھم بالاشمام

سورت البقرہ کی آیت اذا قیل لھم کو آپ نے اشمام کے ساتھ پڑھا ہے۔ اخفش نے کہا جائز ہے، کہا گیا ہے کہ قاف کے اور یاء کے ضمہ کے ساتھ۔

کسائی نے کہا قاف کا اشمام جائز ہے تاکہ فعل مجہول ہونے پر دلالت کرے۔ یہ اس کی قرات ہے اور یہ قیس کی لغت ہے۔ ایسے ہی غیض اور حیل اور اسی طرح ہشام نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے اور ورش نے یعقوب حصری سے

بھی روایت کیا اور باقی حضرات کسرہ دیتے ہیں۔ لیکن ہذیل اور بنی فقعس قول واوٗ ساکنہ سے پڑھتے ہیں۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قول سے اختیار کیا ہے اور عین کلمہ واوٗ مکسورہ ہے واوٗ پر کسرہ ثقیل تھا تو وہ نقل کر کے ماقبل لفظ قاف کو دیدیا اور قاف اپنا ضمہ گر گیا اور واوٗ یا سے تبدیل ہو گئی بناء بریں واوٗ ساکن ماقبل کسر یہ صرف قواعدہ واجبہ میں سے ہے اور واوٗ کو موجود رہنے دیا تاکہ اصل کی طرف مشیر رہے اور اشمام کو اختیار فرمایا۔

واذا لاقوالذین آمنوا

جمہور قراء لقوا پڑھتے ہیں کہ یہ اصل میں لقیوا تھا۔ یاء کا نقل کر کے ماقبل قاف کو دیا اور قاف کا سکر گر گیا اب یاء ساکن ماقبل مضموم وہ واوٗ تبدیل ہو گئی پھر دو واوٗ ساکنہ اکٹھی ہو گئی تو پہلی واوٗ کو حدف کر دیا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو لاقوا پڑھا ہے یہ زید بن علی۔ یعقوب بن الیسع یمانی کی قرات ہے یہ اصل لاقیو تھا۔ یہاں بمطابق یاء متحرک ماقبل مفتوح الف سے تبدیل ہوئی پھر الف اور واوٗ دو ساکن اکٹھے ہونے سے الف حذف ہو گیا پھر واوٗ کو ضمہ کی حرکت دیدی۔

سوال : واوٗ کو ضمہ کیوں دیا گیا جب کہ اصل میں خذف ہو چکی ہے ؟

جواب : لقوا میں واوٗ کا ماقبل مضموم ہے' اس پر ضمہ پڑھنا ثقیل ہے تو حالت وصل میں تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا اور لاقو میں واوٗ کا ماقبل مفتوح ہے تو ضمہ دیا گیا لیکن عدم ثقیل کی بناء حذف نہیں ہوئی۔

ان البواقر تشابہ علینا

بقر کی جمع البواقر - تشابہ تاء اور ش مشدد کے ساتھ کہ اصل میں تتشابہ تھا۔ تو تاء کو شین میں ادغام کر دیا گیا۔ یہ قرات زید بن علی کی ادغام اور حسن والمرج کی قرات ہے۔

فلیؤد الذی ائتمن

ہمزہ کو ضمہ کے اشمام سے پڑھا۔ اور یہ ابو عمرو کا ادراج میں مذہب ہے۔ اور ابو جعفر بن قعقاع نے اختیار کیا۔ نیز آئتمن میں ہمزہ کو یاء سے بدل دیا اور یاء کو تاء میں ادغام کرنا خطاء ہے کیونکہ جو یاء ہمزہ سے تبدیل شدہ ہے وہ ہمزہ کے حکم ہی میں رہتی ہے لہٰذا ادغام نہیں ہو سکتی۔

واولوا العلم قیما بالقسط

ابو زہیر عبدالرحمٰن بن معبد دوسی کہتے ہیں کہ میں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو اولوالعلم قیماً بالقسط یاء مشدد بلا الف کے پڑھتے سنا۔ یہ قرات علقمہ کی ہے جیسے دیناً قیماً احمد بن محمد نحوی کہتے ہیں قیم جید کی مثل ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی قرات ہے۔

ملاء الارض ذہبا

سورۂ آل عمران میں ملاء الارض الارض میں ہمزہ ترک کر کے پڑھا۔ یہ نافع کی قرات ورش کی روایت میں ابن کثیر کی روایت نقل کی قرات کی ہے۔

وللہ میراث

میراث میں را کے کسرہ کے ساتھ اور بعض نے ورش کی نافع سے روایت اسی طرح پڑھا ہے اور اس سے دو لفظوں کے درمیان راء بھی منقول ہے۔

کان لم تکن بینکم و بینہ مودۃ

تکن دو نقطوں کی تاء کے ساتھ اسے ابن کثیر، حفص نے عاصم اور ایک اور روایت میں یعقوب حضرمی سے ورش کی ہے اور عبدالوارث کی ابو عمرو کی روایت میں لفظ مودۃ مؤنث ہونے کی وجہ سے پڑھتے ہیں اور یکن یاء پڑھتے ہیں۔ وہ مودۃ و ۔ بمعنی ود لیتے

ہیں۔ منصوب بوجہ حال۔

ان یدعون من دونہ الا اثاناً

اس میں ثاء نون سے پہلے یعنی اثانا" یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرات ہے۔ گویا یہ مجمع ہے جیسے وثنا وثانا" اور جیسے جمل کی جمع جمال پھر وثانا مجمع و ن ہے جیسے امثال مثل کی جمع ہے۔ پھر واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا اتصال کی وجہ سے جیسے واذا الرسل اقتت میں اقتت وقت سے مشتق ہے تو اثانا جمع الجمع ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات اس کی تائید کرتی ہے۔ وثنا" بفتح واؤ اور ثاء اسم جنس ہے۔ نیز وثنا" واؤ اور ثاء دونوں کے ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے جیسے اسد۔ اساد۔

فبھداھم اقتدہ

امام محمد بن حسن سے مروی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فبھداھم اقتدہ میں ھاء کو کسرہ سے پڑھا ہے۔ تمام قراء اقتدہ کی ھاء کے وقف پر متفق ہیں۔ لیکن حالت وصل میں ہمزہ اور کسائی نے بغیر ھاء کے پڑھا ہے اور بعض مفسرین نے کہا کہ جو لحن سے اجتناب گریز کرتا ہے اور وقف میں امام اعظم ﷛ کی اقتداء کرتے ہوئے وقف پڑھتا ہے کیونکہ اس نے ھاء کو حذف کر دیا ہے تو اس نے امام صاحب ﷛ کی مخالفت کی اور اگر ھاء کو ثابت کر کے وصل کرتا ہے تو عربی قوانین کی مخالفت کی۔

امام رازی نے کہا اس لئے وقف کے لئے ھاء بمنزلہ ہمزہ وصل کے ہے تو جس طرح ہمزہ وصل درج کلام گر جاتا ہے ایسے ہی ھاء بھی ساقط ہو جاتی ہے۔ واحدی نے کہا اصل وجہ یہی ہے البتہ جو ثابت رکھتے ہیں وہ وصل کو قائم مقام وقف کے کرتے ہیں اور اسم الخط میں امام اعظم ﷛ کی اتباع کرتے ہیں کیونکہ اس میں ھاء ثابت ہے اور مخالفت اسم کا جو حکم ہے وہ ذکر کر دیا ہے۔

امام ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہشام ذکوان کی روایت میں ابن عامر اور امام

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ھاء کسرہ اور اشمام کے ساتھ پڑھا ہے جیسے کہ حالت وقف میں ہے' اور بعض مفسرین نے اسے غلط کہا ہے' اس لئے ھاء ھاء سے کنایہ نہیں بلکہ وہ وقف کے لئے ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور اس کے بعد یاء اور واؤ نہیں آتی دیکھئے کہ اقتدہ کو اقتد پڑھنا جائز نہیں۔

اس کا جواب صاحب " ایضاح " امام ابو علی فارسی نے دیا ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے وہ ھاء کنایہ نہیں بلکہ اقتد کا اقتداء ھاء کو مصدر کی جگہ رکھا ہے تو مصدر سے کنایہ ہے یہ نہیں کہ ھاء سکتہ کی ہو جو حالت وقف میں حرکت کے لئے لائی گئی ہو' جب یہ مصدر سے کنایہ ہے تو اس پر کسرہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ ایسے شخص پر افسوس اور تعجب آتا ہے جو اعراب کی اقسام اور اس میں اس کی پختگی نہیں جانتا' وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ائمتہ المسلمین پر طعن کرنے کی جرات کرتا ہے اور قرات متاترہ پر طعن کر رہا ہے جو صاحب وحی سے منقول ہے اور ہر محراب میں پڑھی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے اپنا ٹھکانہ گوہ سرنگ کے ساتھ بنایا۔ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ (قل ازنتم اعلم ام اللّٰہ)

فمن ابصر فلنفسہ و من اعمٰی فعلیھا

ابو زھیر دوسی کہتے ہیں کہ میں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس طرح پڑھتے سنا فمن البصر فلنفہ ومن اعمٰی فعلیھا۔

لا تنفع نفسا ایمانھا

امام محمد بن حسن نے فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ینفع کی بجائے تنفع تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور ایک روایت میں نفس پر رفع ہے۔ ابو الفضل کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے اور لا تنفع تاء کی ساتھ قرات یہ ابن سیرین کی ہے۔

سوال : ابو حاتم نے کہا کہ ایمان کی طرف نفع کی نسبت کی وجہ سے غلط ہے ؟

جواب : سیبویہ نے جواب دیا کہ ایمان اور نفس ایک دوسرے پر بولے جاتے ہیں اور استعمال ہوتے رہتے ہیں تو ایمان مونث ہو گا اور بکثرت فعل مذکر کو مونث کر دیتے ہیں۔ جب اس کی اضافت کسی مونث کی طرف ہو اور مضاف الیہ کا بعض ہوتا ہے یا اس سے ہوتا ہے یا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ ایمان مصدر ہے اور جیسے مذکر ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان فمن جاءہ موعظة من ربہ ایسے ہی مونث بھی استعمال ہوتی ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔ فقد عذرتنا فی صحابتہ العذر تو یہاں عذر ، بمعنی معذرۃ کے مونث استعمال ہوئی ہے۔

اعتراض : یہاں دو بحثیں ہیں ...

نمبر ۱ اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ زندگی سے مایوس ہونے والے کی توبہ مقبول ہے لیکن ایمان مقبول نہیں اور اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ کافر کا ایمان اور فاجر کی توبہ مقبول نہیں۔

نمبر ۲ اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے صرف ایمان بغیر عمل صالح مقبول اور مفید نہیں تو یہ معتزلہ کا عقیدہ ثابت ہو گیا کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ بغیر عمل صالح صرف ایمان غیر مفید اور غیر مقبول ہے۔

مسئلہ توبہ

جواب : جس شخص نے اس آیت میں غور کیا انما التوبہ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالة ثم یتوبون من قریب ○

(ترجمہ) بیشک توبہ ان لوگوں کی اللہ قبول کرتا ہے جو جہالت اور ناواقفیت سے کوئی برائی کرتے ہیں تو پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔

اس کی تفسیر میں ضحاک، علقمہ، ابو مجلز اور ابن زید وغیرھم فرماتے ہیں من قریب کا معنی ہے۔ ملک الموت کے دیکھنے سے پہلے اور پہلے اس کے کہ وہ آدمی پر غالب

آجائے۔ امام محمود وراق نے کہا ؎

قدم لنفسک توبه مرجوة
قبل الممات و قبل حبس الالسن

بادر بما علق النفوس فانها
ذخرو غنم للمنیب المحسن

(ترجمہ) اپنے نفس کے لئے ایسی توبہ آگے کر جس کی قبولیت کی قوی امید۔ موت اور زبان بند ہونے سے پہلے ... جو نفوس کے ساتھ معلق ہے اس کے ساتھ (توبہ) جلدی کر کیونکہ وہ لوٹنے والے محسن کے لئے ذخیرہ اور غنیمت ہے۔

شرائط توبہ

غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ توبہ کی چار شرائط ہیں :

نمبر۱ دل سے نادم ہونا۔
نمبر۲ فوراً گناہ ترک کر دینا۔
نمبر۳ دوبارہ وہ غلطی نہ کرنا۔
نمبر۴ خوف الٰہی اور حیاء ہونا۔ بعض نے یہ شرط بھی بیان کی ہے گناہ کا اقرار اور کثرت استغفار۔

تو جب ان چار مذکورہ شرائط میں سے کوئی ایک مفقود ہو گی تو توبہ قبول نہ ہوگی۔ لہٰذا جب حالت مایوسی اور عذاب کو دیکھنے لگے تو امید ختم ہو گئی لہٰذا ترک گناہ کا عزم متحقق نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا خوف اور حیاء ہو گا لہٰذا ایمان و توبہ میں کوئی فرق نہ ہوگا کیونکہ عذاب نظر آنے کے بعد دونوں ہی غیر مقبول ہیں لیکن غرغرہ (وہ آواز حلق جو موت کے وقت نکلتی ہے) سے پہلے توبہ مقبول ہے کیونکہ اس نے عذاب نہیں دیکھا۔ پس من قریب کا معنی ہو گا قبل الموت بزمان قریب اور یہی ہم نے کہا ہے۔ امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حدیث ابن عمر بیان کی ہے۔ انه قال علیه السلام ان الله یقبل توبة العبد

مالم یغیرغر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ غرغرہ سے پہلے تک قبول کرتا ہے۔ (یہ حدیث حسن)

لم یغرغر کا معنی ہے کہ اس کی روح حلق تک نہ پہنچی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ولیست التوبۃ للذین یعملون السیآت حتی اذاحضر احدھم الموت قال انی تبت الآن ○ ان لوگوں کو توبہ قبول نہیں جو برائیاں کرتے رہتے ہیں جب موت آنے لگتی ہے تو کہتے ہیں میں نے توبہ کی۔

اس آیت میں حضور موت سے مراد موت دینے والے فرشتے کا دیکھنا ہے اور آدمی کا اپنے نفس سے مغلوب ہونا ہے۔ یا پہلی آیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھتا ہے جو گناہ کرنے کے تھوڑی دیر بعد ہی توبہ کرلیتا ہے اور دوسری آیت کا مفہوم ہوگا۔ اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی جو گناہ چھوڑتا نہیں اور اس پر مصر رہتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ معاملہ میرے ہاتھ سے نکل رہا ہے اور نفس و جان میرے ہاتھ سے نکل رہی ہے تو کہنے لگے کہ میں نے توبہ کی۔

تیسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی گنہگار مومنین کے لئے' دوسری منافقین کے لئے اور تیسری آیت وہ یہ ہے ولا الذین یموتون وھم کفار اور نہ ان کی توبہ قبول ہوتی جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔ تو یہ آیت کفار کے متعلق ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب

معتزلہ کا استدلال کہ بغیر عمل ایمان نجات دہندہ نہیں تو ہماری مذکورہ بالا وضاحت سے ثابت ہوگیا ہے کہ آیت اس مسئلہ پر دلالت ہی نہیں کرتی' کیونکہ نفع کی نفی ہو سکتا ہے اصل عذاب کی نفی کی طرف راجع ہو بلکہ اس کا اصل ثابت ہے نہ کہ وصف جو کہ خلود ہے یعنی جو موت سے پہلے ایمان نہیں لایا اس کو نفی خلود میں نفع نہیں دے گا بلکہ اس کے خلود ثابت اور باقی رہے گا اور جو صرف ایمان لایا مگر موقع ملنے کے باوجود عمل صالح نہیں کیا اس کو بھی اصل عذاب کی نفی میں نفع دے گا۔ وصف عذاب جو کہ خلود و

ہیشگی ہے اس میں نفع دے گا یعنی اس کو عذاب تو ہوگا لیکن ہمیشہ ہمیشہ نہ ہوگا اور جو ایمان ہی نہیں لایا اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے معتزلہ کا ہمارے ساتھ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ کفار کو عذاب ہوگا۔ نافرمان مومنین کو بھی' اگرچہ معتزلہ کے نزدیک ان کو بھی ہمیشہ عذاب ہوگا لیکن کفار نافرمان مومنین کو عذاب برابر نہ ہوگا بلکہ کفار کو زیادہ اور مسلمان نافرمانوں کو تھوڑا اور یہ بھی ایک قسم کا نفع ہے یعنی تھوڑا عذاب یہ دلالت کر رہا ہے۔ مطلقاً نفی نفع صحیح نہیں کہ اس دن نفع نہ دینا دلالت نہیں کرتا کہ بالکل نفع دیتا ہی نہیں تو نزاع دوسرے میں پہلے میں نہیں لہٰذا یہ آیت ہمارے خلاف نہیں اس مسئلہ میں گفتگو ذرا طویل اس لئے ہوگئی ہے کہ خوارزم میں اس مسئلہ میں نزاع و اختلاف واقع ہے۔

من جآء بالحسنة فله عشر امثالها

امام محمد بن حسن نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ آپ نے عشر پر رفع اور تنوین پڑھی یعنی عشر اور امثالھا میں امثال کے لام پر بھی رفع پڑھا۔ یہ قرات یعقوب حضرمی کے طریق پر ہے۔ اور حسن' سعید بن جبیر اور اعمش کی ہے۔ اور عشر اس بناء پر مونث ہے کہ یہ حسنة کے معنی میں ہے اور امثالھا ترکیب میں اس کا بدل ہے اور یوں بھی ہو سکتا ہے۔ عشر سے مطلق کثرت ہو لہٰذا کسی توضیح و تاویل کی ضرورت نہیں اور ہمارے نزدیک سارے کا سارا یعنی دس گناہ سب بفضل الٰہی ہے اور معتزلہ کہتے ہیں ایک نیکی دینا تو عدل ہے اور باقی نو فضل ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لیوفیھم اجورھم ویزیدھم من فضله تاکہ انہیں اجر دے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی دے۔ ہم اہلسنّت و جماعت جواب دیتے ہیں کہ یہ قول تمہارے قواعد کے خلاف ہے کہ تمہارے نزدیک حسن و قبح کا موجب عقل ہے تو کونسی عقل تقاضا کرتی ہے بندے کے لئے اپنے مولا پر اجر دینا لازم ہے۔

معتزلہ اور اہلسنّت و جماعت کا اس میں اختلاف نہیں کہ بندے کو اجر نہیں ملے

یعنی دونوں اتفاق کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اجر و ثواب عطا کرے گا مگر اہلسنت کے نزدیک اپنا فضل دے گا۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ ایک اجر دینا اس پر لازم ہے اور اس سے زائد دینا اس کا فضل ہے۔

وجعلنا لکم فیھا معایش

سورہ اعراف کی آیت وجعلنا لکم فیھا معایش پر امام محمد نے روایت کیا کہ اسے ہمزہ اور مد سے پڑھا ہے۔ یہ اعمش' اعرج اور نافع کی حارثہ بن مصعب کی روایت کی قرات ہے اس میں دو وجہ سے کلام کی گئی ہے۔

اول : اس کی یاء اصلیہ ہے کہ یہ معیشۃ کی جمع ہے۔ بروزن مفعلۃ کے اعمش کے قول کے مطابق تو اس میں اعلال اس کے فعل کی متابعت میں ہوا ہے وہ فعل یعیش ہے۔ اسم جب وزن میں مطابق کے مطابق ہو تو اس میں بھی اعلال کر دیا جاتا ہے جب جمع مکسر بنائی گئی تو شبہ ہو گیا اس لئے فعل مکسور نہیں تو یاء اپنی حرکت اصلیہ کے ساتھ متحرک رہے گی۔ تو اصل مہموز نہیں تو زائد میں ہمزہ ہو جائے گی تو مندفع ہو گیا۔ مداین' صحایف' کرایم' وصایف' سناین' رسائل۔

جواب : یاء اگرچہ نفس کلمہ سے ہے لیکن جب ساکن ہے تو ہمزہ زائدہ کے ساتھ مشابہت ہو گئی تو مشاکلۃ مشابہت کی بناء پر وہی معاملہ اس کے ساتھ کر دیا گیا جیسے کہ اسم میں فعل والا اعلال جاری ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

ثانی : اصل معیشۃ کا جب معیشۃ ہے جیسا کہ مذکور ہوا اور اس پر الف زائدہ کر دیا گیا اب یاء اور الف دو ساکن اکٹھے ہوئے تو الف کو ہمزہ حذف کرنا علامت ہونے کی بناء پر جائز نہیں اور نہ ہی الف حرکت قبول کرتا ہے لہٰذا یاء کو اس کی اپنی حرکت اصلی دے دی گئی لہٰذا اس کو ہمزہ میں تبدیل کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے حرکت کا باطل ہونا لازم آئے گا کیا نہیں دیکھا کہ مقاوم کو مقائم پڑھنا جائز نہیں۔ شاعر کہتا ہے ۔

والئی لقوام مقاوم لم یکن

جریر ولا مولی جریر یقاوم

اس طرح مصیبت کے وقت مصاوب کہے نہ کہ مصائب ۔ اخفش مصائب کو جائز کہتا ہے۔ اس کے واحد میں تعلیل ہوئی ہے لہٰذا جمع میں بھی جائز ہے۔ زجاج نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ اس طرح تو مقاویم جائز ہونا چاہئے جب کہ بالاتفاق ناجائز ہے۔

اس کا جواب ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اور شاذ قرات جب کسی امام سے منقول ہو اور عربی میں اس کی وجہ بعید ہو تو اس کا قبول کرنا تو لازم ہے مگر اس پر طعن جائز نہیں کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اگرچہ حد تواتر نہیں پہنچی۔

وما مسنی السوء

یاء کے سکون و جزم کے ساتھ اور سلیم سے اسی طرح مروی ہے۔

ولیجدوا فیکم غلظة

سورہ توبہ کے آخر میں ہے۔ مناقب میں امام اعظم رضی اللہ عنہ نے غلظة غین کے ضمہ ساتھ پڑھا ہے یہ قرات مفضل کی عاصم کی روایت میں ہے اور اعمش نے غین پر فتحہ اور لام پر سکون پڑھا ہے جیسے سخطة ہے اور غین کے کسرہ کے ساتھ شدة کی طرح یہ اہل حجاز اور بنی اسد کی لغت میں ہے اور غین کا ضمہ بروزن ضغطة بنی تمیم کی لغت ہے۔

وآخر دعواھم ان الحمد للّٰہ

اس میں آپ نے ان الحمد للہ یعنی ان میں نون مشدد اور الحمد میں دال پر نصب پڑھا ہے۔ یہ بلال بن ابی بردہ اور ابن محیص کی قرات ہے اور اس کو یعقوب حضرمی سے منہال بن شاذان نے روایت کیا ہے اور ابوعبید نے ان مخضفہ اور مابعد کو مرفوع پڑھنا روایت کیا ہے اور کہا کہ اس کو اختیار کر اللہ تعالیٰ کے دوسرے قول فاذن موذن ان

لعنة اللہ میں فرق کیا ہے۔ ان الحمد للہ میں حکایت مراد لی ہے کہ الحمدللہ کہا جاتا ہے۔
محمد بن مزید محففہ پڑھ کر مثقلہ والا عمل دیتے ہیں اور رفع پڑھنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

فالیوم ننحیک

اس میں ننحیک ماء مہملہ پڑھی ہے یہ یزیدی کی قرات ہے جسے علقمہ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس کے مطابق معنی ہوگا دریا کے ایک کنارے پر پھینک دیں گے۔ ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ دریا کے بعد اس کو قصیر احمر پر پھینکا گویا کہ وہ بیل ہے۔

بابدانک

لفظ جمع کے ساتھ اس میں تین قرات مشہور ہیں :

پہلی : ببدنک اس میں دو معنی ہیں۔ اول تیرے جسم کو جس میں روح نہیں پھینک دیں گے تاکہ اسے بنی اسرائیل دیکھیں یا تیری ذرع کے ساتھ پھینکیں گے۔ اس طرح "ابدانک" کے بھی دو معنی ہوں گے تیرے بدن کے اجزاء کو پھینکیں گے یا تیری ذرعوں کو کیونکہ اس کی ایک ذرع موتیوں سے مرصع تھی اور ایک خالص سونے سے اور اس کے علاوہ قرات شواذ میں بندائک اور یہ بھی دو معنی پر معمول ہو گی، پہلی اس نداء کے ساتھ جس سے تو اپنی قوم کو مخاطب کرتا انا ربکم الاعلی گویا اشارہ ہے اس کی طرف جو اس سے حکایت ہے کہ ایک غلام جس نے مولا کی نافرمانی کی اس سے سرکشی کی اور خدائی دعویٰ کر دیا اور عبودیت کا اقرار نہ کیا تو اس نے ایسے غلام کے بارے میں کہا کہ اسے غرق کر دیا جائے اور اس کے منہ پر دریا کی ٹھکریاں ماری جائیں۔

دوسرا معنی

دوسرا معنی ہے کہ بڑی بڑی لاشیں زمین کے میدان یا دریا کے کنارے پر اس

حالت میں پھینکیں۔ تیری زبان سے یہ آواز نکل رہی ہو گی آمنت انہ لاالہ الا الذی آمنت بہ بنواسرائیل (الایہ) قرات مشہور میں وہی معنی ہو گا جو قرات شاذ میں کہا گیا اور کچھ زائد۔

من خلفک

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کو قاف کے ساتھ خلقک پڑھا ہے کہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات ہے۔ اس میں بھی تین قرات ہیں ایک مشہورہ لمن خلفک الی لمن بعدک من الجبابرۃ یا فرعون ○ اے فرعون تیرے بعد آنے والے جابروں کے لئے یہ ایسے ہی خطاب ہے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں میں ڈالی جانے والی نعشوں سے خطاب کیا تھا۔

دوسری : بفتح لام لمن ورث ارضک بعبدک وھم بنواسرائیل تیرے بعد جو تیری زمین کے وارث ہوں گے اور وہ بنی اسرائیل ہیں۔

تیسری : جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات اس کا معنی ہوگا تیرے افراد پر نتیجہ کے ساتھ تیرے فریبوں کو بیان کر کے جو تیرے معاملہ میں شبہ کو دور کر کے تیرے خالق کی کمال قدرت کی نشانی ہے اور اس کے ارادۂ علم کی بھی۔ یہ تینوں وجوہ مشہورہ میں بھی حاصل ہیں تو مشہور الشمل ہوئی۔

اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ یائس (زندگی سے مایوس) کی توبہ قبول نہیں۔

سوال : اس دلیل میں خلاف پر بھی دلیل ہے یا ثانی توبہ پر اور پہلی ایمان پر دلیل ہے کہ یائس کی توبہ مقبول ہے۔

جواب : ایمان میں داخل ہونا اور کفر کو ترک کر دینے کا نام توبہ نہیں اور جو قوم یونس علیہ السلام کے متعلق آیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ نے تصریح فرما دی ہے۔ وہ ایمان لائی اور توبہ

کا ذکر نہیں۔ دونوں کے ایمان میں فرق ہے۔ فرعون لعین نے عذاب دیکھ کر ایمان کا اقرار کیا جو قبول نہ ہوا اور قوم یونس عذاب آنے سے قبل ایمان لائی تھی۔ اس سے استدلال کرتے ہوئے کہ رسول ہم میں نہیں ہیں اور وہ یقیناً جھوٹ نہیں بولتے۔

بعض نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جب ظلمات میں نداء کی ان لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین تو وہ آواز اشراف قوم نے سنی اور ایمان لائی۔ فاستجناہ لہ تو ہم نے اس کو قبول کیا اور بدبخت لعین فرعون نے جب جہنم میں غرق ہوتے ہوئے اغرقوا وما دخلوا ناراً ○

کلمہ لاالہ الااللہ دوست' دشمن سبھی گھبراہٹ میں پڑھتے ہیں۔ قوم یونس اور یونس علیہ السلام کی نداء اور توبہ قبول ہوئی اور مردود فرعون کی قبول نہ ہوئی اس کی چھ وجوہ ہیں۔

۱... جو پہلے مذکور ہوئی۔

۲... بعض نے ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل جب دریا عبور کر کے آگے گئے تو انہوں نے غیراللہ کی پرستش شروع کر دی جبکہ انہوں نے کہا اجعل لنا الھا کما لھم آلھة ہمارے لئے معبود بنا جیسے ان کے معبود ہیں۔ تو فرعون نے بنی اسرائیل کے معبود کی طرف اشارہ کیا یہ کہہ کر لاالہ الاالذی آمنت بہ بنواسرائیل ○

۳... بعض بنی اسرائیل تجسیم و حلول کے قائل تھے حتیٰ کہ انہوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تو فرعون کا قول لاالہ الاالذی (الایہ) اسی طرف اشارہ ہے۔

سوال : آپ کے قول کے مطابق تمام بنی اسرائیل ایسے نہ تھے۔

جواب : ہو سکتا ہے یہ اس قبیل سے ہو جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے۔ وقالت الیہود عزیر بن اللہ اور یہود نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔

جواب : امام رازی نے ان دو وجوہ پر اعتماد کیا ہے۔ اور تجھے معلوم ہے فرعون کے

جواب میں جبرئیل علیہ السلام نے الآن الھا فالیوم ننجیک ببدنک ○ ان دونوں کی تردید کرتا ہے کیونکہ معنی ہوا۔ "اب ایمان لاتا ہے جبکہ اس سے قبل فسادی تھا۔" اس میں دونوں وجہوں سے دلالت ہوتی ہے کہ وہ صحیح طور پر ایمان نہ لایا تھا۔

۴ ... اس کا ایمان اس لئے مردود ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر تو ایمان لایا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لایا کیونکہ کافر جب اللہ پر ایمان لائے اور ہمارے رسول کے زمانے میں ہمارے رسول پر ایمان نہ لائے تو ایمان مقبول نہ ہوگا۔ ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ جو حضرت موسیٰ پر ایمان نہ لائے تو اس کا بھی ایمان مقبول نہیں۔

اعتراض : اس میں بھی نظر رہے کہ امام رازی نے طٰہٰ، یونس، صورتوں میں تصریح کی ہے کہ فرعون دھری تھا اس لئے دھریہ الٰہیات میں منازعت و جھگڑا کرتا ہے، نبوت میں نہیں کرتا۔ جب الٰھیات کو تسلیم کرلے تو اس کا ایمان مقبول ہوگا۔

جواب : فرعون لعین آلھیات اور نبوت دونوں میں جھگڑتا اور تکذیب کرتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف جنون کی نسبت کیا کرتا تھا۔

۵ ... اس نے بطور تحقیق نہیں صرف تقلیداً کہا آمنت بہ بنواسرائیل کہا تھا۔

٦ ... اس نے عذاب دور ہونے کے لئے کہا تھا' اعتقاد کی بناء پر نہ کہا تھا۔ اور جو اقرار تصدیق سے خالی ہو وہ مقبول نہیں۔ جیسے منافق کا اقرار مقبول نہیں۔

مالک لاتامنا

سورہ یوسف میں مالک تامنا ادغام بغیر اشمام کے پڑھا۔ جیسے قانون نے نافع سے روایت کیا ہے۔ یہ ابی جعفر قعقاع اور ابوعبید قاسم بن سلام کی قرات ہے اور انہوں نے کہا یہی قیاس کیونکہ ساکن ہو تو ادغام ہوتا اور مشہور ادغام بمع اشمام نون اور اس کے ضم کے ساتھ ہے تاکہ اصل کی طرف مشیر رہے اور ادغام سے قبل حالت ادغام پر دلالت کرے اور طلحہ بن مصرف نے دو ظاہر نون اصل پر پڑھا ہے۔ نیز یحییٰ بن وثاب ابن رزین

اور اعمش نے لا یتنھا لغت بنی تمیم کے مطابق پڑھا اور وہ کہتے ہیں انت تضرب اس کی وضاحت اپنے مقام ہو چکی ہے۔

قد شغفھا

عین مہملہ کے ساتھ قد شعفھا پڑھا۔ یہ جعفر بن محمد، ابن محیص۔ حسن، ابو رجاء، قتادہ اور شعبی رحمتہ اللہ علیہم کی قرات ہے۔ اعرابی نے اس کا معنی بیان کیا ہے یوسف کی محبت نے اس کا دل جلا دیا اور اس طرح جوہری نے کہا اور ابوزید نے کہا امرض بیمار کر دیا اور کہا جاتا ہے شعف بکذا فھوا مشعوف اور مشہور قرات غین معجمہ کے ساتھ ہے۔

لا یاتیکما ترزقانہ

ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا یہ آیت کس طرح پڑھتے ہیں، میں نے کہا کسر نون سے ترزقانہ فرمایا نون کے ضمہ کے ساتھ۔ ابوالفضل نے اس قرات میں آپ کی اتباع نہیں کی۔

نفقد صواغ الملک

صواغ الملک غین کے ساتھ قرات کی اور یہ ابورجاء، یحییٰ بن معمر کی قرات ہے اور فرمایا وہ برتن سونے کا تھا اور بعض کتب تفسیر میں ابورجاء کی قرات عین مہملہ کے ساتھ ہے۔ ابواشھب سے صواع فتح، صواع کسرہ کے ساتھ دونوں طرح ہے۔

یوم یدعوا کل اناس بامامھم

سورہ بنی اسرائیل کی آیت امام محمد کی روایت یوم یدعو کل اناس بامامھم۔ یاء کے ساتھ ہے اور قرات مجاہد اور حسن بصری رضی اللہ عنہما کی ہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں یوم یدعی فعل مجہول کے ساتھ ہے اور اس کے مطابق

کل اناس میں کل مرفوع ہو گا' نائب فاعل ہونے کی بنیاد پر۔

امام کی قرات کی تفسیر میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ صحیح مسلم میں حدیث شریف ہے کیف انتم اذا نزل عیسیٰ بن مریم فیکم و امامکم منکم ○

(ترجمہ) تمہاری اس وقت کیا کیفیت ہو گی جب تم میں عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے اور تمہارا امام تمہیں سے ہو گا۔

حدیث کے روای نے اس کا معنی بیان کیا امامکم منکم کا مفہوم ہے کتابکم تمہاری کتاب یا تمہارے نبی۔ اس کا یہ معنی اس لئے بیان کیا ہے کہ اس دن نماز کا امام اور خلیفہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہوں گے نہ کہ مہدی۔ یہ اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ ہے مگر روافض کے نزدیک مہدی ہی امام ہوں گے۔

تو پکارا جائے گا یا امہ ابراہیم - یا امہ موسیٰ - یا امہ محمد علیہم السلام یا یوں پکارا جائے گا۔ اھل التورات ' یا اھل الانجیل' یا اھل القرآن تو امام سے مراد کتاب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا و کل شیئی احصیانہ فی امام مبین ○ "ہر شے کو روشن کتاب میں بیان کر دیا۔"

کتاب کو بھی امام کہا جاتا ہے کیونکہ امام کی تعریف کرتے ہوئے اسی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اور دوسری آیت بھی اس پر دلالت کر رہی ہے فرمان الٰہی ہے۔ فمن اوتی کتابہ بیمینہ ○ تو جس کو کتاب (نامہ اعمال) دائیں ہاتھ میں دی گئی۔

حدیث ترمذی

ترمذی کی میں بھی حدیث حسن غریب ہے جو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یدعی احدھم فیعطی کتابہ بیمینہ ویمد لہ فی جسمہ ستون ذراعا و بیض

وجهه و يجعل فى راسه تاج من لوء لوء يتلاء لاء فينطلق لا صحابه فيرونه من بعيد ويقولون اللهم آتنا بهذا او بارك لنا فى هذا حتى ياتيهم و يقول ابشروا لكل منكم مثل هذا۔

(ترجمہ) اس مومن کو بلایا جائے گا اور اسے دائیں ہاتھ میں کتاب دی جائے گی اور اس کا ستون گز کا ہو جائے گا' اس کا چہرہ سفید و درخشاں ہو گا' اس کے سر پر موتیوں کا تاج رکھا جائے گا جو چمک رہا ہوگا۔ تو اپنے دوستوں کے پاس آئے گا جب اس کے یار دور سے اسے دیکھیں گے تو کہیں گے اے اللہ ہمیں بھی یہ رتبہ عطا فرما اور اس میں برکت عطا فرما یہاں تک کہ وہ ان کے پاس آکر کہے گا تمہیں بشارت ہو کہ تمہارے سب کے لئے اسی طرح ہے۔

لیکن کافر کا چہرہ سیاہ ہو گا' اس کا جسم بھی ساٹھ گز ہو گا' قد آدم علیہ السلام کے برابر اور اسے آگ کا تاج پہنایا جائے گا' اس کے دوست دور سے دیکھ کر پناہ مانگنا شروع کر دیں گے اور عرض کریں گے اللہ ہمیں اس کے شر سے محفوظ کر' یہ ہمیں نہ دینا۔ جب وہ ان کے پاس آئے گا تو کہیں گے اے اللہ ! اس کو رسوا کر۔ وہ شخص کہے گا تم سب ہی اللہ کی رحمت سے دور ہو اور یہ ہر ایک کو مل کر رہے گا۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ امام سے مراد ہی "کتاب" ہے لیکن بعض نے عمل کے اعتبار سے کتاب لی ہے اور بعض نے کتاب العمل' بعض نے اس سے مراد نبی لیا ہے کہ قیامت کو اہل حق اپنے نبی کے نام سے پکارے جائیں گے اور اہل باطل شیاطین اور بتوں کے نام سے' بعض نے کہا اعمال کے ساتھ پکارے جائیں گے اور بعض نے مذاہب مراد لئے ہیں۔ مثلاً پکارا جائے یا رافضی' یا معتزلی' کذا۔ کذا۔ بعض نے مائیں مراد لی ہیں۔ امام جمع ام کی ہے۔ ماؤں کے ساتھ پکارا تاکہ حسن و حسین کی شرافت اور بزرگی کا اظہار ہو یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے یا اس بناء پر زناہ کی اولاد رسوا نہ ہو۔ لیکن بخاری اور مسلم کی حدیث اس کی تردید کرتی ہے۔

بخاری اور مسلم کی حدیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بروز حشر ایک بڑے میدان میں اللہ تعالیٰ اولین و آخرین سب کو جمع کرے گا اور ہر غادر کے لئے علم اٹھایا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کا غدرہ ہے۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ باپ کے نام سے پکارا جائے گا۔

حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا

من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ جو شخص مرا اور اپنے وقت کے امام کو نہیں پہچانتا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

یہاں امام سے اپنے زمانے کا نبی ہے' یا کتاب ہے جس کی اقتداء کی جاتی ہے' جیسے قرآن مجید۔ میتۃ الجاھلیۃ اس پر دلیل ہے کیونکہ اہل جاہلیت کے لئے کوئی شریعت نہ تھی۔

روافض اس سے اپنے مذہب پر استدلال نہیں کر سکتے جو وہ کہتے ہیں ہر زمانے اور ہر وقت میں فاطمی امام کی اتباع ضروری ہے کیونکہ اس پر یہ حدیث پاک دلالت نہیں کرتی۔

طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی

یہ سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیت ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طٰہٰ کو طا کے فتح اور ھاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ عکرمہ کی قرات ہے۔ عبداللہ بن خالویہ نے کہا کہ حسن نے ھاء کے سکون کے ساتھ پڑھا۔

طٰہٰ کے معانی

طٰہٰ کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔

١ ... سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سر ہے۔

٢ ... دوسرا معنی نعت عکہ، عکل اور طی میں یا رجل ہے۔ کلبی نے کہا کہ اگر تو کسی عک کے شخص کو یا رجل کہہ کر پکارے تو جواب نہ دے گا جب تک کہ تو طٰہٰ کہہ کر نہ پکارے۔

شاعر کہتا ہے۔

دعوت بطه فی التقال فلم یجب
فخفت علیه ان تکون بوایلا

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

ان السفاهة طه فی شمایلکم
لاقدس الله ارواح الملاعین

اور ایک روایت میں ہے لا بارک اللہ فی القوم الملاعین۔

٣ ... لغت میں عک میں یا حبیبی ہے۔

٤ ... اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ہے۔

٥ ... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے اللہ تعالیٰ کے ہاں دس نام ہیں جن میں ایک طٰہٰ ہے۔

٦ ... قرآن پاک کی سورۃ کا نام ہے۔

٧ ... خصوصیات کلام میں سے ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخصوص فرمایا ہے۔

۸ ... حروف مقطعات میں سے ہے کہ ہر حرف ایک کلمہ پر دلالت کرتا ہے پھر۔

اس کی تفسیر میں آٹھ اقوال ہیں

۱ ... طاء طوبیٰ اور ھا ھاویہ سے ہے یعنی آپ جنت و دوزخ کے قیم ہیں۔

۲ ... طاء اسم طاہر کا پہلا حرف اور ھا اسم ھاد کا پہلا حرف ہے۔

۳ ... طلب شفاعت سے طاء یعنی شفاعت کا طمع کرنے والے اور ھاء ۔ ھا دوالخلق ۔ یعنی مخلوق کو ہدایت دینے والے۔ مفہوم یوں ہوا۔ یا طالب الشفاعة و یا ھادی الخلق الی علام الغیوب۔

۴ ... طاء الطھارۃ سے اور ھا الھدایتہ سے ۔ گویا اللہ تعالیٰ آپ کو فرمایا یا طاھر من الذنوب یا ھادی الخلق الی علام الغیوب۔

۵ ... طاء طبول الغزاۃ - و ھاء ھیبتھم فی قلوب الکافرین یعنی جنگ کا نقارہ بجانے والے اور کفار کے دلوں کو مرعوب کرنے والے۔

۶ ... طاء طرب اہل الجنة - ھاء ھوان اھل النار یعنی اہل جنت کو خوشخبری دینے والے اور اہل ناز کو رسواء کرنے والے۔

۷ ... طوبیٰ لمن اھتدی ہدایت والے کے لیئے مبارک ہو۔

۸ ... طئی الارض برجلک اپنے پاؤں سے زمیں کو روندنے والے جیسا کہ ربیع۔

ربیع بن اسد سے " شفاء شریف " میں حدیث ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقوم علیٰ رجلہ اذا صلی و یرفع الاخریٰ فنزلت طه کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر دوسرے کو زمین سے اوپر اٹھا لیتے تھے یہاں تک کہ یہ سورۃ طه نازل ہوئی۔

ایک صاحب کی قرات اس کی تائید کرتی ہے۔ اس قرات سے کئی وجوہ نکلتی ہیں۔

۱ ... وطئی بطئی سے امر کا اور طا اصل تھا تو ہمزہ کو ھاء سے بدل دیا گیا جیسے اراقة سے ھراقة بنا ہے۔ ایاک اور ھیاک اور یاء ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور صواب و حق یہ ہے کہ ھاء سکت کی ہے۔

۲ ... یا پھر طاء میں الف سے تبدیل کر دی گئی پھر اس پر امر کی بناء ہے اور اس کے ساتھ ھاء سکتہ کی ملا دی گئی اور طئی الارض سے کنایہ ہے یعنی اپنے پاؤں سے زمیں کو روندا۔

لیکن کتابت حروف کی صورت پر ہے جو کہ اس احتمال کو رد کر رہی ہے۔

جواب : خط مصحف سے قیاس سے خارج ہے لہٰذا تاویل منقول پر اعتراض نہ ہوگا۔

سوال : اس کی تفسیر یا رجل کے ساتھ اس کو رد ہے۔

جواب : جس نے یہ تفسیر کی ہے وہ تصرف مذکور کا قائل نہیں لہٰذا بعض کے کلام سے دوسرے بعض کے کلام پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں صورتوں میں ابوبکر، حمزہ، کسائی نے امالہ کیا ہے صرف تنہاء ھاء میں اور باقی تفخیم کے ساتھ۔ اور امالہ دو وجہ سے نظر ہے اول : اس جگہ ھاء نہیں۔ دوم : طاء امالہ سے مانع حروف میں سے ہے۔

تخیل الیہ من سحرھم انہا تسعیٰ

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے یوں پڑھا تخیل الیہ من سحرھم انہا تسعی پھر فرمایا اس قرات پر کسی نے اتباع نہیں کی اور تخیل نہ ہی معجم ہے۔ پس یا تو یاء کے ساتھ ہے جیسا کہ قرات مشہورہ میں ہے۔ کید کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اگر جنال و عصی جو کہ موشہ ہیں ان کی طرف ضمیر راجع ہو تخیل تاء کے ساتھ فعل مونث ہوگا اور یہ قرات ابن عباس، ابن حیات، ابن ذکوان اور روح کی یعقوب سے ہے۔ اور یا نون کے ساتھ (متکلم مع الغیر کا صیغہ) ہو تو مراد ہے اللہ تعالیٰ بلا و مصائب سے آزماتا ہے اور یہ بھی آپ کے سوا دوسروں نے قرات شاذہ میں پڑھا ہے یا تاء حذف کے ساتھ یا پر فتح ہو اور بھی قرات

مرویہ ہے یا تاء کے ضمہ اور یاء کے کسرہ کے ساتھ تخیل یہ قرات غیر متفقہ ہیں اور امام کا فرمان لم یتابع سقم کی بناء یاء سے متروک کر دیا ہے' کی طرف مشیر ہے۔

لا تعجل بالقرآن من قبل ان نقضی الیک وحیہ

اس میں تقضی کی بجائے نقضی نون کے ساتھ (متکلم مع الغیر کا صیغہ ہے) اور وحیہ میں یاء پر فتح (مفعولیت کی بنا پر) یہ ابن مسعود' یعقوب' حضرمی' بکر بن حبیب اور عاصم مجددی کی قرات ہے۔

زهرة الحياة الدنيا

ھاء کے فتح کے ساتھ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے قرات کی۔ ابو حاتم سختیانی کہتے ہیں کہ اسے طلحہ' عیسیٰ بن عمر نے پڑھا اور یہ قرات حضرمی ہے۔ ضم اور فتح دو لغات ہیں۔ الزھرۃ فتح زاء اور ھاء کے ساتھ بوٹی کے رنگ کو کہتے ہیں۔ ضم زاء اور فتح ھاء نجم ستارہ کے معنی میں ہے اور بنو زھرہ سکون ھاء کے ساتھ بطن زعم ہے۔

شان نزول

ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام نے بیان کیا کہ ایک روز کچھ مہمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ان کی مہمان نوازی کے لیئے گھر میں کچھ نہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس رجب تک ادھار طعام کے لیئے بھیجا تو یہودی نے رہن کے بغیر دینے سے انکار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس زرع رہن رکھی جس پر یہ آیت کریمہ تسلی دینے کے لیئے نازل ہوئی۔

اعتراض : اس میں اعتراض ہے کہ زرع رہن رکھنے کا واقعہ مدنی ہے جبکہ سورۃ مکیہ ہے۔

یخلد فیہ مہانا

سورۃ فرقان اس کو آپ نے بضم یاء فتح لام اور ضم دال کے ساتھ پڑھا۔ قرات میں غور کر تو تجھے معلوم ہو جائے گا کس نے اس میں موافقت کی ہے۔ یہ نافع، ابن عامر اور حمزہ کسائی نے یضاعف اور یخلد میں جزم دیتے ہیں اور ابن کثیر یضعف تشدید عین اور الف کو گرا دیا۔ یضعف اور یخلد میں جزم پڑھتے ہیں۔ طلحہ بن سلیمان نضعف بضم نون، کسر عین مشددہ کے ساتھ (باب تفعیل سے متکلم مع الغیر کا صیغہ) پڑھتے ہیں اور العذاب کو منصوب اور تخلد میں جزم، اسے ابو جعفر، شیبہ نے پڑھا ہے۔ ابوبکر کی روایت کے مطابق عاصم نے یضاعف (باب مفاعلہ سے) تخلد دونوں کو مرفوع پڑھتے ہیں۔ قطع و استیناف کی بناء پر اور ابتداء بنایا ہے۔

ابو عمرو سے ایک روایت ہے انہوں نے بضم یاء اور فتح لام (فعل مجہول) پڑھا ہے لیکن ابو علی نے یہ صحیح نہیں، یہ ابوعمرو سے صرف ایک روایت ہی ہے لیکن دال کو مرفوع اسیناف کی بناء پر پڑھنا عاصم سے صحیح ہے۔

بما آتیتھن کلھن

سورہ احزاب میں قصر کے ساتھ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے پڑھا لیکن مجھے کتابوں کے مطالعہ سے معلوم نہیں ہوا کہ کسی قاری نے اس میں موافقت کی ہو۔ ہاں جب سماع صحت سے ثابت ہو تو عدم موافقت کی کوئی پرواہ نہیں۔

ویتوب اللّٰہ علی المؤمنین والمؤمنات

امام محمد کی روایت کے مطابق سورۃ احزاب کے آخر میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قطع کی نیت پر پڑھا ہے یعنی یتوب فی کل حال ہر حال میں توبہ قبول کرتا ہے۔ یہ قرات حسین ابن علی رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہے جیسا کہ مجاہد نے ذکر کیا ہے اور حسن کی قرات بھی ہے۔

فاغشیناھم فھم لا یبصرون

اسے اعشیناھم کو عین مہملہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اسے بعض نے فھم لا یبصرون کے قرینہ کی وجہ سے پڑھا ہے۔ "عشاء آنکھ کی بیماری کو کہتے ہیں" یعنی ایمان قبول کرنے سے ان کی نظریں کمزور ہو چکی ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غیلان قدری کو بلا کر فرمایا "تو قدری ہے؟" وہ کہنے لگا لوگ مجھ پر بہتان تراشی کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا سورۃ یٰسین کی ابتدائی آیات پڑھ تو اس نے سواءٌ علیھم تک پڑھ کر کہا میں نے قدر سے توبہ کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی "اے اللہ اگر یہ توبہ کرنے میں سچا ہے تو اس کی توبہ قبول فرما اور اگر اس بات میں جھوٹ سے کام لے رہا ہے تو پھر ایسے شخص کو اس پر مسلط فرما جو اس پر رحم نہ کرے اور مسلمانوں کے لیئے اسے جائے عبرت بنا" چنانچہ ہشام نے اسے پکڑ کر اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے اور دمشق کے دروازے پر سولی پر لٹکا دیا۔ اس قرات کے امام ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جسے شھد بن حوشب نے روایت کیا اور یہ یزید بن ملہب کی قرات ہے۔

اولئک یدخلون الجنۃ

امام اعظم قدس اسرارہ نے یدخلون بضم یاء اور خاء کے فتحہ (باب افعال فعل مضارع مجہول) ابن کثیر، ابن محیص، ابو عمرو، یعقوب، ابوبکر، عاصم کی قرات ہے۔ اس کی تائید اللہ تعالیٰ دوسرے فرمان یرزقون فیھا سے ہوتی ہے۔

یہ دخول آخرت میں ہے لیکن دنیا میں تو ہر نیک و بد کو اس کا ٹھکانہ صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔ صالحین کے حق میں تو جیسے بخاری و مسلم کی روایت میں ہے۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان احدکم اذامات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ و العشی ان کان من اھل الجنۃ فمن اہل الجنۃ

وان کان من اھل النار فمن اھل النار یقال ھذا مقعدک حتی یبعثک اللہ الیہ یوم القیامہ۔

(ترجمہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی مرتا ہے تو اس کا ٹھکانا اس پر صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی مرنے والا نیک ہے تو جنتی ہے اور اگر جہنمی ہے تو جہنمی ہے۔

کفار پر پیش ہونا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ النار یعرضون علیھا غدواً و عشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلو آل فرعون اشد العذاب ○

(ترجمہ) آگ ان پر صبح و شام پیش کی جائے گی اور جب قیامت قائم ہو گی تو آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کیا جائے گا۔ یہ واضح دلیل ہے کہ قیامت سے قبل عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

آل فرعون کے عذاب کے متعلق ایک عجیب بات

حماد بن محمد غزاری نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اوزاعی سے کہا ہم دیکھتے ہیں کہ اس دریا سے پرندے نکلتے ہیں مغربی کنارے پر چھوٹے چھوٹے سفید رنگ فوج در فوج جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ جب رات ہوتی ہے تو حسب سابق سیاہ ہو کر دریا کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ امام اوزاعی نے جواب دیا وہ پرندے اپنے حواصل آل فرعون کی ارواح ہیں جن کو صبح کے وقت آگ پر متعین کیا جاتا ہے اور شام کو پھر اپنے اصلی مقام کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ ان کے پر جل جاتے ہیں تو وہ سیاہ ہو جاتے ہیں۔ رات پھر سفید پر نکل آتے ہیں اسی طرح صبح و شام آگ پر پیش کیئے جاتے ہیں چنانچہ رہتی دنیا تک یوں ہی ہوتا رہے گا اور قیامت کو انہیں سخت عذاب میں داخل کیا جائے گا۔

سوال : کیا کچھ دنوں کے لیئے ان کے عذاب میں انقطاع ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب : یہ مسئلہ سراء الحدید میں واقع ہے جہاں کنایہ سے بیان کیا۔ امام ابو معین نسفی اپنی کتاب " بحر الکلام " میں ذکر کیا ہے گنہگار مومن کا عذاب پہلے جمعہ یا رمضان کی یکم تاریخ ہوتا ہے دونوں میں سے جو بھی پہلے آجائے پھر قیامت تک عذاب نہیں ہوتا۔ لیکن کافر کا عذاب جمعہ اور اس کی رات اور شہر رمضان میں روک دیا جاتا ہے۔ اور عذاب اور عرض عذاب قبر ہے کیونکہ قبر کہتے ہیں اس جگہ کو جہاں میت ٹھہرے حتیٰ کہ اگر درندہ کھا گیا یا پانی میں غرق ہو گیا تو پہلی جگہ جہاں اس کے جسم یا اس کے اجزاء نے قرار کیا وہاں عذاب پہنچے گا' جہاں اس کو محسوس بھی نہ ہو گا کہ کون میں داخل ہوا ہے۔ جب یہ عرض اور پیش ہونا عذاب قبر ہے تو عذاب کے انقطاع کی دلیل ہے۔ روایت کے اعتبار سے اگرچہ بعض نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ حدیث اس پر دلیل نہیں بلکہ اس کی نفی کرتی ہے۔

جواب : نص کو خصوص بلا اختلاف و سزا لاحق ہے کیونکہ برزخ میں سب کے نزدیک منقطع ہو جاتا ہے حتی کہ کافر بھی کہے گا۔ من بعثنا من مرقدنا کس نے ہمیں قبور سے اٹھایا۔

رقود' سونے اور آرام کرنے کو کہتے ہیں اور یہ عذاب کے منقطع ہونے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ پس اس طرح امام نسفی نے خبر احادیث سے مخصوص کیا ہے۔

ولا تملک الذین تدعون

امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سورہ زخرف کے آخر میں ولا یملک کی بجائے ولا تملک (مونث غائبہ کا صیغہ) پڑھا ہے۔ نیز ابراہیم نے اپنے باپ ابو عمرو کے ذریعہ امام صاحب سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

معنی : اگر لا یملک (مذکر غائب کا صیغہ) ہو تو (اس کا فاعل) معبودھم ہو گا اور معنی یوں ہو گا کہ ان کے معبود شفاعت کے مالک نہ ہوں گے۔ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام

سے مگر ملائکہ و انبیاء صرف مومنین کے سفارشی ہیں یا یہ مفہوم ہو گا ولا یملک معبودھم الذی قالو ھؤلاء شفعاؤنا عنداللہ الا من شھدا بالحق یعنی ان کے معبود جن کے متعلق کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے مگر جس نے سچی کی گواہی اور جس نے حق گواہی دی وہ مانگ ہوں گے پہلی صورت میں استثناء متصل اور دوسری میں منقطع ہے۔

ماء غدقا

سورۂ جن میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق امام اعظم رضی اللہ عنہ نے غدقا دال کے کسرہ سے پڑھا ہے اور عمرو بن خالد نے عاصم سے دال کے فتح و کسرہ دونوں لغات روایت کی ہیں۔ یوں بھی ہو سکتا ہے فتح دال سے مصدر ہو اور کسرہ کی صورت اسم۔

اور اگر فاسقیناھم میں ھم ضمیر کا مرجع کفار مکہ ہوں تو پھر معنی ہو گا کہ اگر اہل مکہ صراط مستقیم پر قائم ہو جاتے تو ہم انہیں کثیر پانی پلاتے اور اگر کل کفار مرجع ہو تو معنی ہو گا تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ کس طرح نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں۔ لنفتنھم میں لام تعلیل کا ہے سقیناھم کی تعلیل بیان ہو رہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قرآن کریم میں جہاں الماء کا ذکر ہو تو مراد مال ہوتا ہے اور مال مذکور ہو تو مراد فتنہ ہوتا ہے تو معنی ہو گا لا سقیناھم الرزق کہ ہم انہیں رزق عطا کرتے۔ جیسے شاعر کہتا ہے ۔

اقبل المسیر من ربابه
اسنمة الآیال فی سحابه

اور جیسے اللہ تعالیٰ کا دوسرا فرمان ہے ولو ان اھل الکتاب آمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض ولکن کذبوا O

(ترجمہ) اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان

اور زمین پر برکات نازل کرتے۔ لیکن انہوں نے تکذیب کی۔

ایک اور جگہ فرمایا ولوانهم اقامواالتوراة والانجیل و ماانزل الیهم من ربهم لاکلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم○

(ترجمہ) اگر وہ تورات' انجیل اور جو ان کی طرف اپنے رب سے نازل ہوا قائم رکھتے تو یقیناً اپنے اوپر اور نیچے کی نعمتیں کھاتے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ بخدا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے قرآن پاک سنا اور اس کی اتباع کی تو اللہ تعالیٰ نے قیصرو کسریٰ' تبع' مقوقس اور نجاشی کے خزانے ان پر کھول دیئے اور جب امام برحق عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف مسلمانوں نے ہی اٹھ کر بغاوت کی اور انہیں شہید کیا تو قیامت تک تلوار نیام میں نہیں آئے گی۔ قتل و غارت ہوتی رہے گی۔

" فتوح " میں ہے سیدنا عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ ہزار منبر بنوائے اور اگر استقاموا کی ضمیر کفار کی طرف راجع ہو تو بھی معنی ہوگا کہ اگر کفار اسی طرح طریقہ کفر پر قائم رہیں تو آزمائش اور استدراج کے لیئے ان پر رزق کے دروازے کھول دیں گے۔ اب لنفتنهم لنعذبنهم فی الدینا والاخرة معنی ہو گا کہ ہم ان کو دنیا و آخرت میں عذاب دیں گے۔

اس کی مثل اللہ تعالیٰ یہ فرمان بھی ہے فلما نسوا ماذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شئی حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناهم بغتة○

(ترجمہ) جب انہوں نے اس کو بھلا دیا جس کی انہیں نصیحت کی گئی ہم نے ان پر ہر شے کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ وہ خوش ہو گئے۔ اس پر جو انہیں دیا گیا تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان لولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن لبیوتهم سقفا من فضة○

(ترجمہ) لوگ کیوں نہ ایک جماعت ہوتے اور امت واحدہ ہوتے۔ ہم ان کے لیئے جو رحمٰن سے کفر کرتے ہیں۔ ان کی چھتوں کو چاندی کی بنا دیتے۔

اعتراض: نصیحت تو انسانوں نے حاصل نہیں کی اور ان آیات میں جنات کا ذکر ہے۔

جواب: جنات کے ذکر میں انسانوں کا ذکر بھی آجاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے لفظ "انام" میں انسان بھی مذکور ہیں تو اس میں جنات کا ذکر بھی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے والارض وضعها للانام کہ زمین لوگوں کے لیئے جھکا دی۔ تو انام سے مراد ثقلین ہیں۔ والحب ذوالعصف والريحان فبای آلاء ربکما تکذبان ○ اور اس کی مثل بہت آیات ہیں۔ شاعر نے کہا ؎

وما ادری اذا یمت ارضا

ارید الخیر ایهما یلینی

اور اس توجیہ میں کوئی اشکال نہیں۔ بعض نے کہا ضمیر کا مرجع جن ہیں جیسے کہ سیاق بتا رہا ہے۔ انہوں نے روایت غیر مرضیہ ہے کیونکہ جنات کھاتے پیتے نہیں ہیں۔ جیسے شاعر نے ذکر کیا ہے ؎

اتو اناری فقلت منون انتم

فقالوا الجن قلت عموا اطلاما

(ترجمہ) میں نے طعام کا کہا تو ایک گروہ ان سے بولا کہ انسان پر حسد کرتا ہے۔

لقد فضلتم یا لاکل منا

ولكن سوف يعقبكم سقاما

(ترجمہ) تم طعام سے ہم پر فضیلت لے گئے لیکن عنقریب اس کے بعد تمہیں بیماریاں بھی آئیں گی۔

جواب: جنات قرآن پاک سننے کے بعد اگر طریقہ مذمومہ کفر پر لازم آئے تو ضرور ہم

انہیں کثیر پانی پلائیں گے۔ یعنی یقیناً ہم انہیں غرق کریں گے جیسے ہم نے قوم نوح علیہ السلام کو غرق کیا۔ یا مجاز مراد ہو تو معنی ہو گا کہ ہم نے ان کو خیر کثیر عطا کیا۔ تو اس میں کفر کو طریقہ اور غرق کرنے کے عذاب کو سقی کا نام دیا۔

یرمیھم بحجارۃ

"سورہ فیل" میں عام قرات میں ترمیھم تاء سے ہے اور امام صاحب رضی اللہ عنہ نے یاء سے یرمیھم (واحد مذکر غائب کا صیغہ) پڑھا ہے۔ اور اسی طرح ابوزہیر نے آپ سے روایت کیا۔ ابوالفضل نے کہا یہ قرات یحیٰی بن یعمر، طلحہ اور اعراج کی ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ، یری کی ضمیر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ اسے یرمیھم اللہ تعالیٰ کیونکہ پہلے ربک ھامیں رب مذکور ہے جس سے اضمار قبل الذکر لازم نہیں آیا اور یہی مرجع ارسل اور الم یجعل کی ضمائر مرفوع کا ہے۔ دوسری وجہ۔ یرمی کی ضمیر مرفوع کا مرجع الطیر ہے اور یہ کلمہ علامت تانیث سے خالی ہے یا تانیث غیر حقیقی ہے۔

من شر ما خلق

"سورہ فلق" میں شر تنوین سے پڑھا ہے اور عام قرات میں ما موصولہ ہے اور عائد محذوف ہے اور ما مصدریہ بھی ہو سکتا ہے اور معنی ہو گا من شر الذی خلقہ یا من شر خلقہ اور امام محمد علیہ الرحمہ نے جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرات شر تنوین سے نقل کی ہے۔ یہ عمر بن خالد اور موسیٰ اسواری کی قرات ہے۔ شر سے بدل سے ہو یا ماء زائد ہو اور ما نافیہ نہیں ہو سکتا ورنہ مابعد حرف نفی نفی پر تقدم آئے گی کیونکہ نفی پر محمول کرنے سے عبارت یوں ہو گی وماخلق من شر منیب O

نیز صحیح معنی نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں جملے دعائیہ اور استعاذہ کے ہیں تو پھر منفیہ ہو جائیں گے دعاء استعاذہ نہیں رہیں گے اور تفسیر ابلیس سے کی گئی ہے کیونکہ سحر سے تعوذ ہے اور سحر ابلیس اور اس کے کارندوں کی طرف سے ہے اور جہنم سے ایذاء پہنچانے والے سے خواہ وہ درندے ہوں یا ثقلین، امراض کے کیڑے اور جو بھی

تکلیف دہ چیز ہو۔

قاضی نے اس پر تین طرح سے اعتراض کیا ہے :

ا... اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا فعل شر ہو۔

۲... یہ بھی لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ شریر ہو۔

۳... شر سے استعاذہ کا بعینہ اللہ تعالیٰ سے استعاذہ لازم آئے گا۔

جواب

اول : پہلے سوال کا جواب اس کا شراس لیئے نام رکھا کہ وہ آگ کی طرح جلنے والے کے حق میں شر ہے۔ نہ مطلقاً۔

دوم : دوسرا سوال عائد نہیں ہوتا کہ اسماء توقیفیہ ہیں البتہ قاضی پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ معتزلی ہو گیا۔

سوم : رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود دعا فرمائی کہ اللھم انی اعوذبک منک ○

واذا ابتلیٰ ابراھیم ربه

بعض نے ذکر کیا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابراھیم مرفوع (فاعل ہونے کی وجہ سے) ربہ پر منصوب (مفعولیت کی بناء پر) پڑھا ہے اور جابر بن زید رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اس کے مطابق معنی ہو گا۔ دعا ابراھیم ربہ ابراھیم نے اپنے رب سے چند کلمات کی دعا کی۔ کلمات کون سے ہیں تو ان کا ذکر یہ ہے۔ من ذریتی واجعل ھذا البلد آمنا وارزق اھله من الثمرات تقبل منا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور پوری کی۔

اور عام قرات کے مطابق معنی ہو گا اس کے رب نے ابراھیم کو تیس کلمات سے آزمایا جن میں سے دس کا ذکر سورۃ توبہ میں ہے۔ التائبون العابدون اور دس سورۂ مومنون میں قدافلح المؤمنون سے لے کر علی صلواتھم یحافظون تک اور پانچ سر

میں اور پانچ بقیہ جسم میں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق خود فرمایا
وابراھیم الذی وفی O

ابعث لنا ملکا یقاتل فی سبیل اللہ

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ روایت کیا کہ آپ نے اس آیت میں نقاتل کی جگہ یقاتل (متکلم کی جگہ غائب کا صیغہ) یعنی یاء اور ضمہ لام سے پڑھا ہے۔ یہ ابن عباس، ضحاک اور ابن ابی لیلیٰ رحمتہ اللہ علیہم کی قرات ہے۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

اس آیت میں اللہ کو مرفوع اور العلماء کو منصوب پڑھا ہے۔ یہ محمد بن عبدالعزیز کی قرات ہے اور اس کی وجہ ہے اس میں استعارہ ہے۔ اب معنی ہوگا۔ انما یعظم اللہ من عبادہ العلماء کیونکہ اللہ کی تخشیت اس کی تعظیم کو مستلزم ہے۔

دوسری وجہ : اللہ تعالیٰ علماء عظام کے ذریعہ انسانوں کو ہلاکت سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ جو بندہ علم حاصل کر کے اس پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاکت سے محفوظ رکھتا ہے یا ان کے وسیلہ و برکت سے دوسروں کی ہلاکت مجتمنع ہو جاتی ہے لیکن پہلا معنی اقرب ہے۔

تیسرا معنی : یخشی اللہ کا معنی ہو گا۔ یعلم اللہ العلماء اللہ علماء کو جانتا ہے۔ جیسے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ فخشینا ان یرھقھما طغیانا و کفرا ہمیں خطرہ تھا کہ اس کی محبت ان کو سرکشی اور کفر میں ڈال دے گی۔ اے علمنا ہمیں علم ہوا اور یقین ہو گیا کیونکہ خشی بمعنی علم نہ ہو تو قتل مباح نہ ہو گا۔

مالک الناس

سورۃ والناس میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک کی بجائے مالک (بروزن

فاعل) الف کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات ہے اور عام قرات بغیر الف کے ہے۔ داعی یعنی راقم سے قدس شریف کے قبالہ صخرہ میں اس کی وجہ دریافت کی گئی ہے کہ فاتحہ میں مالک متواترہ قرات ہے اور سورت والناس میں غیر متواتر ہے۔

جواب : میں نے جواب دیا کہ سورۂ والناس میں استعاذہ ہے اور مالک سے حتماً" اور اکثر اوقات پناہ نہیں لی جاتی ہے ملوک اور بادشاہوں سے بوقت بلا پناہ لی جاتی ہے اور یہاں شیطان کے شر سے استعاذہ کیا جارہا ہے اور شیطان مردود کے مکرو فریب سے بڑھ کر کسی کا مکرو فریب نہیں جو کو ملوک دفع کر سکتے ہیں۔ اس لیئے ملک کے قرات متواتر ہے۔

اور سورت فاتحہ میں وصف و توصیف کرنا مقصود ہے جو دونوں سے ہو سکتی ہے' تو حاضرین نے میری تائید کی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قرات کو امام بارع ابو قاسم یوسف بن علی بن جبارہ ہذلی لشکری نے اپنی کتاب " الکامل " میں بیان کیا ہے اور اپنی کتاب میں پچاس قرات کو بیان کیا جن کو ایک ہزار دو سو نوے (۱۲۹۰) طریق سے روایت کیا اور کہا کہ میں نے اپنی کتاب کو امام الدنیا والدین امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات سے مزین کیا ہے۔ میں بلاد مغرب کے وسط سے نکلا بلاد مشرق کے وسط تک پہنچا۔ دائیں بائیں میدان اور پہاڑ سب جگہ گیا۔ تنتالیس ۴۳ برس تک گھومتا رہا۔ ہر مرد' عورت' چھوٹے' بڑے کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قرات سنانے سے نفرت نہ کی۔ جس جگہ یا شہر میں گیا وہاں کم از کم پانچ یا چھ مجمعوں میں بلکہ بیس سے زائد مجمعات میں تلاوت کی' جو مجھے سننے آتے تھے اور ایک ہی روایت کے ساتھ پورا قرآن پاک ختم کرتا۔ پھر دوسری روایت کے مطابق اسی طرح مختلف قراتوں میں قرآن مجید ختم کرتا تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بہت بڑے پایہ کے قاری اور جامع عالم تھے۔

صاحب کتاب کہتے ہیں :۔ اگر میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قرات کو معہ ان کی وجوہات کے بیان کروں تو یہ کتاب طویل ہو جائے گی۔ جو تفصیل کا خواہش مند ہے اسے "الکامل" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اسی لیئے آپ کی منقبت میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ؎

لابی حنیفه ذی الفخار قراة
مسموعة منحولة غراء

عرضت علی القراء فی ایامه
فتعجبت من حسنها القراء

للّٰه در ابی حنیفة انه
خضعت له القراء والفقهاء

خلف الصحابة کلهم فی علمهم
فتطاولت لجلاله الخلفاء

سلطان من فی الارض من فقهائها
وهم اذا افتوا له اصداء

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ضرب المثل کی باتیں

سیدنا امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ "میں نے گناہ کے ارتکاب میں ذلت دیکھی تو اس کو ترک کر دیا۔" کسی نے بعد میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کو اشعار میں ڈھال دیا ۔

یروی الرواۃ لنا مقالا مرتضی
لابی حنیفۃ کان فی محسنا
ان المعاصی نذلۃ فترکتھا
لمروۃ منی فصار تدینا

(ترجمہ) جس میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک پسندیدہ قول سنایا گیا ہے کہ معاصی ذلت ہے اس کا ترک مروت ہے اور مروت کا نتیجہ دیانت ہے۔

یوسف بن خالد رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اوقات یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

کفی حزنا ان لاحیاۃ ھنیئۃ
ولا عملا یرضی بہ اللہ صالح

(ترجمہ) انسان کے لئے اتنا ہی غم کافی ہے کہ جس سے خدا راضی نہ ہو' نہ وہ زندگی خوشگوار ہے اور نہ عمل صالح ہے۔

امام زفر بن ہذیل رحمتہ اللہ علیہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں "جس کا علم اسے محرم النجہ کی پارسائی اور گناہوں کے ارتکاب سے نہ روکے وہ شخص خسارے

میں ہے۔"

علماء اور فقہاء اللہ تعالیٰ کے محبوب ولی ہیں

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فرمان نقل کرتے ہیں "اگر علماء و فقہا ہی اللہ کے ولی نہ ہوں تو دنیا و آخرت میں پھر کون اللہ تعالیٰ کا دوست ہو سکتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اللّٰہ ولی الذین آمنوا "اللہ اہل ایمان کا دوست ہے۔" اور علماء و فقہاء ہی سب سے زیادہ معرفت الٰہی کے حامل ہوتے ہیں۔ زیاد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کا قول نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اہل بصرہ! تم ہمارے مقابلے میں زیادہ پرہیزگار ہو لیکن فقاہت میں ہم تم سے فائق ہیں۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اہل کوفہ نے قضاء والی احادیث زیادہ روایت کی ہیں جبکہ اہل بصرہ نے بکاء (رونے) والی احادیث زیادہ روایت کی ہیں۔ کسی شاعر نے اسی بات کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

الفقه كوفى النجار مهذب
والنحو بصرى فتم تمامى

(ترجمہ) فقہ کی تہذیب کوفہ میں ہوئی جبکہ نحو کی تکمیل بصرہ میں ہوئی۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شاگرد ابوسعد صنعانی نقل کرتے ہیں۔ میں نے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا میں سفیان سے احادیث روایت کر سکتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا سفیان ایک ثقہ محدث ہیں تم ان سے ضرور روایت کرو لیکن جابر جعفی اور زید بن ابی عیاش کے حوالے سے منقول روایات کبھی بھی نہ لینا کیونکہ یہ دونوں دروغ گو ہیں۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ابن عیینہ کی زبانی سنا ہے جابر جعفی کہا کرتا تھا کہ مجھے اس بات کا کوئی خوف نہیں کہ (جھوٹی احادیث روایت کرنے کے

باعث) میرے اوپر چھت گر پڑے۔ نیز جابر جعفی رجعت کے عقیدہ کا قائل تھا' جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے باغیوں کی ایک جماعت کا عقیدہ تھا کہ یہ طے شدہ بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور یہ بھی طے ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور دجال سے قتال کریں گے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ یہ گروہ اپنے اسی موقف کی تائید میں قرآن پاک کی درج ذیل آیت سے استدلال کیا کرتا تھا۔

ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد ○

اس کا جواب نہایت سادہ ہے اور وہ یہ کہ یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ جناب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ' حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں تو ان باغیوں کے عقائد کے مطابق تو لازماً انہیں بھی دوبارہ دنیا میں آنا چاہیے۔

جہاں تک مذکورہ بالا آیت مبارکہ کا تعلق ہے تو ہمارے نزدیک اس میں موجود لفظ " معاد " کے دو معنی ہیں یا تو مکہ یا پھر عالم آخرت ۔ دنیا مراد لینا کسی بھی صورت ممکن نہیں ہے کیونکہ آپ کے مذکورہ سیاق و سباق میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں آنا ثابت ہو سکے۔

عیسیٰ بن شاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب میں نے تحقیق کی تو پتہ چلا جابر جعفی نے ۱۵۰ احادیث کی اسناد میں ترمیم و اضافہ کیا ہے۔ ایک مرتبہ شعبہ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکتوب بھیجا کہ مجھے کوئی حدیث تحریر کر کے بھیجیں آپ نے جب خط پڑھا تو فرمایا' صمیری کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ الفاظ استعمال کر کے شعبہ کی تعریف کی ہے یا مذمت کی ہے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ

خلافت میں جو کوئی بھی آپ کے خلاف صف آراء ہوا وہ اپنے نظریہ کے مطابق حق پر تھا لیکن درحقیقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا موقف ہمیشہ زیادہ قرین صواب رہا۔ اگر یہ اختلاف رونما نہ ہوتے تو بعد میں آنے والے مسلمانوں کو اس بات کا علم کیسے ہوتا کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں ہی دست و گریباں ہو جائیں تو ان کا طرز عمل کیا ہونا چاہئے۔

محمد بن زید رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کچھ مال بھیجا اور ساتھ ہی پیغام بھجوایا اسے آپ اپنی جنگی ضروریات کی تکمیل اور کمزور ساتھیوں کی اعانت کے لئے خرچ کریں۔

ابو جعفر رقاشی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں پچھلے پچاس برس سے باقاعدگی کے ساتھ اس بات پر توبہ و استغفار کرتا ہوں کہ میں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پہلو تہی کیوں کی۔

ابراہیم بن سوید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ پر خاص شفقت فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ میں نے ابراہیم بن عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کے ایام بغاوت کی بابت دریافت کیا تو فرمایا وہ کام میرے نزدیک پچاس نفلی حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ آپ کا قول نقل کرتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیعت کرنے اور حلف اٹھانے کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ جنگ کی تھی۔ عبداللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ جب میرے بھائی محمد کو شہید کئے جانے کی اطلاع امام صاحب رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے زاروقطار رونا شروع کر دیا۔

ایک مرتبہ ایک عورت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ میرا بیٹا ابراہیم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر جنگ کرنا چاہتا ہے اور میں اس کو منع کرتی ہوں لیکن وہ نہیں مانتا۔ آپ نے فرمایا اسے مت روکو۔ حماد بن اعین کے بقول آپ لوگوں کو ابراہیم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدد کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا آپ نے جواب دیا تو وہ کہنے لگے وہ شہر ہمیشہ بابرکت رہے گا جہاں آپ جیسی ہستیاں قیام پذیر ہوں۔

خلت الدیار فسدت غیر مسود
ومن الشقاء تفردی بالسودد

حماد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہیں۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں جیسا کہ بعض اہل علم کا مذہب بھی ہے۔ دوسرا یہ کہ جمہور کے مذہب کے مطابق افضل تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں لیکن قلبی طور پر لگاؤ اور میلان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات کی طرف زیادہ ہے اور یہ کوئی معیوب بات بھی نہیں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اللہ! (اپنی ازدواج) میں ایام کی تقسیم تو میرے اختیار میں ہے لیکن اگر کسی کے لئے دل میں محبت کا جذبہ زیادہ ہے تو ایسے مسئلہ میں مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا جو میرے اختیار میں نہیں۔

نوح بن دراج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوم جمل کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا موقف درست تھا اور آپ نے دراصل امت کو تعلیم دی ہے کہ اگر ان کے مسلمان بھائی ہی مخالفت میں کمربستہ ہو جائیں تو ان کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے۔

عبدالعزیز بن ابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی خلیفہ وقت مجھے اپنے پاس بلاتا ہے مجھ میں ہمت نہیں کہ اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکوں، آپ میری رہنمائی فرمائیں تاکہ خلیفہ سے بات کر

سکوں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ سے سبک دوش ہو جاؤں اور سلامتی بھی حاصل رہے۔

امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب خلیفہ کے پاس پہنچو تو خاموشی اختیار کرو اور ان کا کلام ان کے سپرد کر دو۔ جب وہ تم سے کوئی بات پوچھے تو اگر تمہیں اس کا درست جواب آتا ہو تو بتا دو وگرنہ کہو کہ اے امیرالمومنین ! اگر آپ شرف و منزلت کے حصول کے لئے دنیا کے خواہش مند ہیں تو آپ تو معزز اور شریف ترین خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں' اگر مملکت کا حصول مقصود ہے تو آپ عرب و عجم کے بادشاہ ہیں۔ اور اگر دولت مطمع نظر ہے تو آپ کے پاس خزانے بھرے پڑے ہیں لہٰذا آپ کو چاہئے کہ خشیت الٰہی اختیار کریں اور جہاں تک ہو سکے اپنی صلاحیتیں خیر و بھلائی کے کاموں میں صرف کریں۔ احکام الٰہیہ کی پیروی کریں' یوں آپ دنیا اور آخرت کی بھلائیاں سمیٹ لیں گے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (سنت ترک کر کے) رائے پر عمل کرنے والے سنت کے دشمن ہیں اور وہ حروری کہلاتے ہیں یہ دراصل خواہش نفس کے پیروکار ہیں۔ یٰسین بن زیات رحمۃ اللہ علیہ جن کا شمار جلیل القدر فقہاء و محدثین میں ہوتا ہے فرماتے ہیں اصحاب رائے تو وہ ہیں جو خواہش نفس کی پیروی کریں۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اصحاب تو سنت کی روشنی میں قیاس کیا کرتے تھے۔

ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا کہ اندر سے شور کی آواز سنائی دی میں نے کہا اے ابو حنیفہ ! مسجد میں اتنا شور یہاں تو خاموشی ہونی چاہئے۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہیں معاف رکھیں فقہ بحث و مباحثہ کے بغیر سیکھنا ممکن نہیں۔

امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد حماد رحمتہ اللہ علیہ رات کے وقت بھی مجلس منعقد کیا کرتے تھے اور اس کا اختتام مرغ کی اذان کی آواز سن کر ہوتا تھا جو اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ صبح ہو گئی۔ حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جو مرغ تھا وہ

رات مکمل ہونے سے پہلے ہی بانگ دینا شروع کر دیتا تھا۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے خدا تمہیں ذلیل و رسوا کرے تمہاری بدولت سبق جلد ختم ہو جاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا سب سے برا مرغ وہ ہے جو رات کے پہلے حصے میں بول پڑے۔

امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عاصم کی قرات درست اور مستقیم تھی جبکہ حمزہ کی قرات میں تقصیر پائی جاتی ہے۔ ھیثم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک قاری صاحب کی عیادت کے لئے گئے جو کوفہ سے باہر رہتے تھے۔ کسی نے کہا کہ قاری صاحب کی مزاج پرسی کے بعد اشارتاً" کھانے کا مطالبہ کریں گے۔ ایک صاحب نے ان کے سامنے یہ والی آیت مبارکہ قرات کی۔

ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع " اور ہم بھوک اور خوف کے ذریعے تمہیں آزمائیں گے۔" قاری صاحب بھی سمجھ دار آدمی تھے انہوں نے جواباً" یہ آیت مبارکہ پڑھ دی لیس علی الضعفاء ولا علی المرضیٰ ولا علی الذین لا یجدون ماینفقون حرج " ضعیف' بیمار اور نادار لوگوں پر کوئی حرج نہیں۔" بعد میں پھر قاری صاحب نے انہیں کچھ دراہم عنایت کئے تاکہ وہ ان سے کھانا خرید کر تناول کر سکیں۔

مفضل کوفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں سفیان اور شریک کے ہمراہ ایک دعوت میں شریک ہوا۔ جب بہت دیر ہو گئی تو صاحب خانہ سے دریافت کیا کہ کس چیز کا انتظار ہے؟ جواب ملا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ جب آپ تشریف لائے تو صاحب خانہ نے فرمائش کی کہ آپ خطبہ نکاح سے نوازیئے۔ آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجا' پھر فرمایا کلام بہت زیادہ ہوتا ہے لیکن اس میں پختہ کلام کم ہی ہوتا ہے۔ کلام اس وقت تک ہی کرنا چاہئے جب تک اس سے روک نہ دیا جائے اور بہترین کلام وہ ہے جس کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہو اور بدترین کلام وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہ ہو۔ سفیان اور شریک نے آپ کی باتوں کی تائید کی

اس کے بعد آپ نے ایجاب و قبول کروایا۔

ایک مرتبہ آپ سے حضرت علی کریم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اختلافات کی بابت دریافت کیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ دونوں طرف کے مقتولین کا فیصلہ فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قیامت کے دن جب میں بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوں گا تو مجھ سے ان چیزوں کے متعلق سوال ہو گا جن کا مجھے مکلف کیا گیا۔ ان مقتولوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا لہٰذا مجھے اپنی جواب دہی کی فکر کرنی چاہئے۔"

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا یہ ایسے خون ہیں جنہوں نے ہماری تلواروں کو پاک کیا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم ان کے ذکر کے معاملے میں اپنی زبانوں کو پاک رکھیں۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

تلک امة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئالون عما کانوا یعملون ○ " وہ لوگ گزر گئے ان کے عمل کی جزاء و سزا انہیں ملے گی اور تمہارے اعمال کا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تم سے ان کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔"

آپ نے ارشاد فرمایا جابر جعفی نے خواہش نفس کی پیروی کے باعث اپنے آپ کو برباد کیا اور اس معاملہ میں کوفہ میں کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔ حماد بن زید کہتے ہیں کہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اصحاب کو جابر کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

غورک کوفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بہت سے ہدایا تحائف بھیجے جواباً" آپ نے اس سے کئی گنا زیادہ تحائف مجھے بھجوائے۔ میں نے عرض کی اگر مجھے پہلے سے پتہ ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔ آپ نے فرمایا ثواب کے اعتبار سے افضل وہ ہے جو پہل کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

" اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ نیکی کرے تو اس کا بدلہ دو اور اگر بدلہ دینے کی

صلاحیت نہ ہو تو اس کی تعریف کرو۔" غورک کہتے ہیں یہ حدیث پاک مجھے اپنے جملہ مال و اسباب سے زیادہ محبوب ہے۔

عبدالعزیز بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں منیٰ کے میدان میں میری امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے سلام عرض کیا اور سوال کیا کہ گائے کے دودھ والی حدیث پاک کی بابت آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ یہ کیسے لوگ ہیں جنہیں لالچ ترک ادب کی ترغیب دیتا ہے۔ علم بڑی باعظمت شے ہے لہٰذا عالم کو چاہئے کہ بردباری اور تحمل اختیار کرے۔ یہ سوال کل کیجئے گا۔ میں اگلے روز حاضر ہوا تو آپ نے اس حدیث پاک کی تشریح نہ کی اور میں بھی چلا آیا اس طرح اس حدیث پاک کی تحقیق رہ گئی۔

ھیثم بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کا قول نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مغموم دیکھا' آپ لمبے لمبے سانس لے رہے تھے میں نے عرض کی خدا آپ پر رحم کرے کیا ہوا ؟ فرمایا ایک مطلوب ہے جس کا رات آنے تک انتظار ہے۔ یہی راوی کہتے ہیں ایک دن میں نے آپ کے ہمراہ صبح کی نماز ادا کی تو آپ نے اس میں یہ آیت کریمہ تلاوت کی ولا تحسبن اللہ غافلاً عما تعملون " اللہ تعالیٰ کو اپنے اعمال سے بے خبر نہ سمجھو۔" یہ آیت کریمہ پڑھ کر آپ کے کاندھے کانپنا شروع ہو گئے۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ آپ کا مطلوب یہی تھا۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ آپ کا فرمان نقل کرتے ہیں جس نے وقت سے پہلے حکومت طلب کی وہ تاعمر ذلیل رہے گا۔ سہل بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں ایک مرتبہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو اپنی طرف سے باتیں گھڑ کر ان پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے نبی کے لئے بھی پسند نہیں فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تقف مالیس لک بہ علم ○

امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے تیس شاگردوں پر اعتماد کرتا ہوں۔ ان میں سے دس فقہائے صالحین ہیں اور دس فتاویٰ کی صلاحیت رکھتے ہیں اور دس

قضاء کے منصب کے اہل ہیں اور میرے نزدیک یہی سب سے عمدہ ہیں۔ میرے سب سے لائق شاگرد ابویوسف اور زفر ہیں۔ (راوی کہتے ہیں) بقیہ سب انتقال کر گئے ہیں یہی دونوں باقی رہ گئے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں سہیل کا شمار "مرو" کے اور عباد کا شمار "خراسان" کے جلیل القدر ائمہ میں ہوتا ہے۔

امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے دنیاوی فائدے کے حصول کے لئے علم پڑھا علم اس کے قلب میں راسخ نہ ہو گا اور نہ ہی وہ شخص علم سے کوئی نفع پائے گا بلکہ اس کی برکتوں سے محروم رہے گا اور جس نے دین کی خاطر علم حاصل کیا اسے برکت نصیب ہو گی اور علم اس کے دل میں راسخ بھی ہو گا اور لوگ بھی اس سے نفع حاصل کریں گے۔

نوح بن دراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا' اے نوح! مجھے تم منصب قضاء کے طلبگار بلکہ حریص محسوس ہوتے ہو' تم عقل مند اور ذہین آدمی ہو لہٰذا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنے کی کوشش نہ کرنا۔ اس کے بعد نوح بغداد کے قاضی مقرر کر دیئے گئے۔ پھر آپ کی بینائی رخصت ہو گئی اور بینائی رخصت ہونے کے باوجود آپ تین برس عہدہ قضاء کی ذمہ داریاں اس احسن طریقے سے ادا کرتے رہے کہ کسی کو اس بات کا علم نہ ہو سکا اور یہ بات آپ کی ذہانت و فطانت کی دلیل ہے۔ آپ بخارا کے رہنے والے تھے جبکہ بعض مورخین کے نزدیک آپ کوفہ ہی کے رہنے والے تھے۔

ابومقاتل رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان نقل کرتے ہیں۔ جس شخص کو قاضی بنا دیا جائے اس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو سمندر میں ڈوب رہا ہو۔ اگر اسے تیرنا آتا بھی ہو تو کب تک تیر سکتا ہے۔

ایک مرتبہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بن زر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے وہ اس وقت درس حدیث دے رہے تھے' اسی اثناء انہیں ان کے صاجزادے کے انتقال کی خبر دی گئی انہوں نے تین مرتبہ اناللہ پڑھا اور حکم دیا کے اس کی تجہیز و تکفین

کا بندوبست کیا جائے اور خود بدستور درس حدیث میں منہمک ہو گئے۔ آپ کو دوبارہ مطلع کیا گیا کہ تجہیز و تکفین کا بندوبست ہو گیا ہے' آپ اس وقت تک درس سے فارغ ہو چکے تھے لہٰذا اٹھ کھڑے ہوئے ہم بھی آپ کے ساتھ ہو لئے اور نماز جنازہ ادا کی۔ جب صاجزادہ صاحب کو قبر میں اتارا گیا تو آپ بھی قبر میں اترے اور یہ دعا کی۔

"اے اللہ ! یہ بیٹا تو نے ہی مجھے عطا کیا تھا جس سے ایک عرصہ تک میں نفع حاصل کرتا رہا۔ اس کا وقت پورا ہونے پر تو نے اسے واپس بلا لیا۔ بلاشبہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اے اللہ ! تو نے مصیبت میں اجر دینے کا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا تو اس مصیبت کے بدلے میں میرے بیٹے کا عذاب میرے لئے معاف کر دے اور اسے عذاب نہ دینا۔ یہ سن کر جملہ حاضرین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔"

امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی زندہ شخص کو اپنے مرحوم عزیز کے لئے ایسی دعا کرتے نہیں سنا اور نہ ہی کوئی ایسا شخص دیکھا جو اپنے مرحوم عزیز کی آخرت کے لئے اتنا خوفزدہ ہو جتنے عمر بن ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

ایک مرتبہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابراہیم بن ادھم کوفی رحمتہ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا' اے ابراہیم ! عبادت ہی سے تمہیں حظ وافر ملا ہے اتنا علم میں بھی ملنا چاہئے اس لئے کہ علم عبادت اور دین کی بنیاد ہے۔

مسادر وراق ابتداء میں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھتے تھے بعد میں آپ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ ایک دن امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا' مسائل فقہ ایسے شخص کے سامنے بیان نہ کرنا جو ایمان کی طلب نہ رکھتا ہو کیونکہ ایسا کرنے سے آپ اسے بھی تکلیف دیں گے اور علم فقہ کے دیگر طالب علموں کو بھی۔ نیز جو شخص آپ کی بات کاٹ دے دوبارہ اس کے سامنے بات نہ کریں کیونکہ وہ ادب سے بے بہرہ اور محبت سے محروم شخص ہو گا۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس سے تجاوز نہ کرو۔

آپ کے اس قول کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ مطالب شرعیہ کے

اثبات میں قرآن پاک سے تمسک کرو اس کی مخالفت نہ کرنا۔ دوسرا یہ کہ قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہا کرو بہ نسبت دیگر اذکار و اشغال کے کیونکہ دیگر اوراد و اشغال میں صرف مذکورہ صاحب عزت ہوتا ہے جبکہ قرآن پاک میں مذکورہ کے ساتھ ساتھ خود ذاکر بھی معزز و مکرم ہے اس لئے کہ قرآن پاک کلام اللہ ہے جبکہ دیگر اوراد تمہارا کلام ہیں۔

ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ ابن شبرمہ نے امام صاحب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ والی کوفہ بن ھبیرہ جس بات کی فرمائش کر رہا ہے آپ وہ دو جملے کہہ دیں تاکہ آپ کو قید و بند سے نجات مل جائے۔

امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص عذاب آخرت سے بچنا چاہے اسے دنیاوی سزا کی کوئی پروا نہیں کرنا چاہئے۔ جو شخص اپنی تکریم چاہتا ہو اس پر دنیا کی شدتیں آسان ہو جاتی ہیں۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے شخص کی بابت دریافت کیا جو طلوع آفتاب تک کھانے پینے اور صحبت میں مشغول رہتا ہے۔ آپ کے پاس اس وقت ایک عمر رسیدہ شخص بھی بیٹھا تھا اس نے سوال میں مزید اضافہ کر دیا اگر سورج آدھی رات کے وقت ہی طلوع ہو جائے۔ آپ نے فرمایا' بھائی تم خاموش ہی رہو۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اگر تمام لوگ میرے غلام بن جائیں تو میں انہیں آزاد کر دوں گا اور ان کی ولاء کا بھی روادار نہیں ہوں گا۔ اور اگر تمام لوگ گھاس کھانے لگ جائیں تو میں پھر بھی ان پر صدقہ لازم کروں گا (یعنی ان کے کھانے پینے کا خیال رکھوں گا) اس میں شبہ نہیں کہ یہاں لوگوں سے مراد کفار ہیں' کیونکہ کفار ہی جانوروں کی طرح ہیں بلکہ یہ تو ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ تاہم علماء و فضلاء کے مقابلے میں عامتہ المسلمین کو بھی مرام کالانعام کہا جاسکتا ہے۔ امام صاحب کا یہ بھی فرمان ہے "اپنے محبوب کے لئے گناہ اور مبغوض کے لئے مال جمع نہ کرو۔" یہاں محبوب سے مراد اپنی

ذات اور مبغوض سے مراد ورثاء ہیں۔

کسی شاعر نے ان الفاظ میں آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت کا ذکر کیا ہے ؎

کلمات نعمان بلا امثال فی حسنها فتسیر کالامثال

امسی فرید الدهر فی الاقوال و غدا وحیدالعصر فی الافعال

فک الائمة من اسار قیاسهم بقیاسه فهم له کموال

هیهات بل نسجوا علی منواله فهم موالی ذلک المنوال

عدن العلوم المقفلات تفتحت بابی حنیفه فاتح الاقفال

للناس موطود العلوم خصیفه واحتل منه مرابض الاوعال

هو فی شری فتیاه لیث زائر

وصحابه الابطال کالاشبال

(ترجمہ) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے کلمات بے مثال ہیں اور اپنی اسی خوبی کے باعث ضرب المثل کی حیثیت سے مشہور ہوئے ہیں۔

☆... آپ اپنے اقوال میں فرید الدھر کے شام کرتے ہیں اور اپنے افعال میں وحید العصر کے صبح کرتے ہیں۔

☆... آپ نے ائمہ مجتہدین کے قیاس کی رسیاں توڑ ڈالی ہیں' آپ کے قیاس کے سامنے کسی کا بس نہیں چلتا' دیگر ائمہ آپ کے مسفدین کی طرح ہیں۔

☆... دیگر ائمہ آپ کے قیاس کی پیروی کرتے ہیں اور اس معاملہ میں وہ آپ کے حلقہ بگوش ہیں۔

☆... علوم کے شہر مقفل تھے جن کے قفل امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھولے ہیں۔

☆... فتویٰ کے میدان میں وہ گرجنے والے شیر ہیں اور آپ کے اصحاب شیر کے بچے ہیں۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن بارش ہو رہی تھی۔ میں' عافیہ اودی' قاسم بن معن' حفص بن غیاث' مالک بن مغول' وکیع بن جراح' زفر بن ہذیل اور داؤد طائی وغیرہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے ہمیں دیکھ کر فرمایا تم سب میرے دل کا سرور اور غم و حزن کی جلاء ہو۔ فقہ کو سواری کی طرح زین کس کے اور لگام ڈال کے میں نے تمہارے لئے تیار کر دیا ہے' اب اگر تم چاہو تو اس پر سواری کر سکتے ہو۔ میں نے لوگوں کو تمہارے قدموں میں جھکا دیا ہے' وہ تم سے اپنے مقاصد کے سلسلے میں رجوع کریں گے۔ ان کی گردنیں تمہارے سامنے خم رہیں گی۔

تم میں سے ہر ایک منصب قضاء کی صلاحیت رکھتا ہے بلکہ دس افراد تو ایسے بھی ہیں جو قاضی القضاۃ بننے کے اہل ہیں۔ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اپنے علم کو ذلت سے بچانا۔ اگر کوئی منصب قضاء پر فائز ہو جائے اور محسوس ہو کہ اس کے نفس میں کوئی خامی ہے تو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ذریعے لوگوں سے چھپا رکھا ہے تو اسے وہ عہدہ قبول نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی اس کے سبب ملنے والے رزق سے خوش ہونا چاہئے۔ ہاں جس کا ظاہر و باطن ایک سا ہو تو اس کے لئے عہدہ قضاء قبول کر لینا جائز ہے اور اس سے حاصل شدہ رزق استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

اس روایت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر حاکم سے فسق صادر ہو جائے تو اسے اپنے عہدے سے ہٹانا جائز ہے۔ صحیح یہی ہے کہ وہ اس عہدے سے ہٹائے جانے کا مستحق ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے جیسا کہ فتاویٰ میں مذکور ہے کہ حاکم کو اس وقت عہدے سے الگ کیا جا سکتا ہے جب اس پر یہ شرط عائد کی گئی ہو کہ تم فسق نہیں کرو گے' تو یہ معاملہ بمنزلہ شرط ہو گا اور یقیناً اسے عادل سمجھ کر یہ منصب دیا گیا ہو گا اور فسق کے اظہار پر بالاجماع اسے منصب سے ہٹا دیا جائے گا۔

منصب قضاء وکالت کی طرح قابل تعلیق ہے

اگر فاسق کو کوئی منصب دیا جائے تو فسق کے باعث اسے معزول نہیں کیا جائے گا۔ تاہم اس سے مواخذہ ہو گا کہ اس نے فسق کا ارتکاب کیوں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی مجبوری ہو۔ منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد قاضی اور عوام کے درمیان کوئی پہرہ یا رکاوٹ وغیرہ حائل نہیں کی جائے گی۔ یعنی کھلی کچہری لگے گی جہاں ہر ایک کو آنے جانے کی اجازت ہو گی۔ قاضی پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرے گا اور ہر روز عشاء کے بعد بلند آواز سے اعلان کرے گا کہ اگر کسی کو کوئی ضرورت ہے تو بیان کرے۔ اس کے بعد گھر جائے گا۔

اگر قاضی اتنا بیمار ہو جائے کہ عدالت میں بھی حاضر نہ ہو سکے تو اس کی تنخواہ موقوف ہو جائے گی۔ جو حاکم فیصلہ میں دھوکہ دہی یا ظلم کا ارتکاب کرے تو اسے اس منصب سے ہٹا دیا جائے گا اور اس کا فیصلہ ناقابل قبول ہو گا۔ یہ مسئلہ خلاف مذہب ہے' اس کی تاویل یوں ہو سکتی ہے کہ یہ شخص اس درجہ یا مرتبہ سے نکل جائے گا جو خلفاء راشدین کا ہے بلکہ اس کی خلافت میں ملوکیت کی آمیزش پائی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث پاک میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

"میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی۔" (الحدیث)

جب حاکم کوئی ایسا گناہ کرے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو اس میں حد قائم ہو گی اور سب سے بڑا قاضی حد جاری کرے گا البتہ اگر ایسا گناہ کرے جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو اس پر حد جاری نہیں ہو گی۔

یوسف بن خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں عثمان البتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا جو بصرہ کے نامور فقیہ تھے اور حسین معتزلی اور ابن سیرین کے مذہب پر گامزن تھے۔ میں نے ان سے بھرپور استفادہ کیا اور پھر اجازت لے کر مزید حصول علم کے لئے کوفہ آ گیا تا کہ یہاں کے مشائخ سے بھی استفادہ کر سکوں۔ اہل کوفہ نے سلیمان الاعمش کی مجلس علم کی

طرف میری رہنمائی کی کیونکہ وہ کوفہ کے سب سے جلیل القدر محدث سمجھے جاتے تھے اور مجھے حدیث کے بارے میں مسائل کی طلب تھی جن کی بابت میں بہت سے محدثین سے سوال کر چکا تھا لیکن وہ ان سے واقف نہیں تھے۔ جب یہی سوال میں نے اعمش کے سامنے پیش کیے تو انہوں نے مجھے اپنے قریب جگہ دی اور مجھ سے پوچھا تمہارے خیال کے مطابق کیا اہل بصرہ اہل کوفہ سے زیادہ صاحب علم ہیں؟ پھر خود ہی کہنے لگے ایسا نہیں ہے' خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں ہے۔ اجرت نے تو صرف قصہ گو' تعبیریں بتانے والے اور نوحہ کرنے والے تیار کیے ہیں اور بس۔ بخدا کوفہ میں ایک ایسا مرد کامل ہے کہ دنیا میں کوئی بھی اس کے مدمقابل نہیں' وہ اتنا علم رکھتا ہے اور ایسے مسائل سے باخبر ہے کہ جن کی خبر نہ تو حسن بصری کو ہے نہ ہی ابن سیرین کو' نہ نابینا قتادہ رضی اللہ عنہ ان سے واقف ہیں اور نہ ہی عثمان بتی اور نہ ہی کوئی اور۔ اس کے بعد انہوں نے اس طرح ناراضگی کا اظہار کیا مجھے ڈر محسوس ہوا کہ کہیں وہ مجھے اپنا عصا نہ دے ماریں۔ اس کے بعد انہوں نے حاضرین میں سے ایک صاحب کو کہا کہ اسے نعمان کی مجلس میں چھوڑ آؤ اسے پتہ چل جائے گا جب یہ ان کے کسی ادنیٰ شاگرد سے ملے گا جو اتنا علم رکھتا ہو گا کہ اگر تمام اہل موقف اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دیں تو وہ تنہا ہی کافی ہو گا۔

یوسف کہتے ہیں کہ ان کی باتیں سن کر میرے دل میں اتنا رعب طاری ہو گیا جو خدا ہی بہتر جان سکتا ہے۔ وہ شخص میرے آگے آگے ہو لیا' مسجد سے باہر نکلے تو اس نے کہا نعمان بنو حرام کے محلے میں رہتے ہیں اور سائل سے خوب واقفیت رکھتے ہیں۔ مجھے ایک کام ہے جس کی وجہ سے وہاں تک نہیں جا سکتا۔ یوسف کہتے ہیں کہ میں لوگوں سے پوچھتا ہوا بنو حرام کے محلے تک پہنچ گیا جو کوفہ کے انتہائی سرے پر واقع تھا۔ عصر کے وقت ایک بزرگ تشریف لائے نہایت نحیف جسم' نورانی چہرے اور جامہ زیب شخصیت کے مالک' ان کے پیچھے ان سے ملتے جلتے حلئے کا مالک ایک نوجوان بھی ساتھ تھا۔ بزرگ مینار پر چڑھے اور اذان دینا شروع کی۔ واہ کیا خوبصورت اذان تھی مجھے یوں محسوس ہوا کہ شاید یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اذان کی فراغت کے بعد انہوں نے مختصر قیام کے

ساتھ دو رکعت ادا کیں، مجھے ان کی نماز حسن بصری اور ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہما کی نماز سے مشابہ نظر آئی۔ اس کے بعد تلامذہ ان کے گرد جمع ہو گئے اور سوالات کرنا شروع کر دیئے وہ ایک ایک کر کے سب کو جواب دیتے رہے۔ جب میری باری آئی تو مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم مسافر معلوم ہوتے ہو اور بصرہ کے رہنے والے لگتے ہو یقیناً تمہیں ہمارے ہاں بیٹھنے سے منع کیا گیا ہو گا۔ میں نے کہا آپ نے ٹھیک ارشاد فرمایا ہے۔ انہوں نے میرا نام اور کنیت پوچھی، میں نے نسب سمیت بتا دی۔ انہوں نے پوچھا کیا تم عثمان البتی کے شاگردوں میں سے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا اگر وہ ہم سے مل لیتے تو اپنے بہت سے فتاویٰ سے رجوع کر لیتے۔ آپ نے فرمایا تم اپنا سامان لے آؤ اور دیگر لوگوں کے مقابلے میں تم پہلے سوال کیا کرو چونکہ تم پر اجنبیت کی وحشت کا اثر ہے بلکہ فقہا کے زیر سایہ رہنا تمہارے حق میں بہترین ہے۔

مزید ارشاد فرمایا ہر نیا آنے والا جھجک کا شکار ہوتا ہے اور ہر آنے والے کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ یوسف کہتے ہیں اس کے بعد میں نے کچھ دقیق مسائل دریافت کئے جن کے جوابات آپ نے مرحمت فرمائے۔ آخر میں میں نے اعمش سے ملاقات اور ان کے بیان کردہ توصیفی کلمات بتائے تو آپ نے فرمایا اے ابو محمد خدا تمہاری حفاظت کرے اپنے شہر کی بجائے کسی اور شہر کا نام لیا ہوتا۔ اعمش کو بھی ہمیں یاد آئے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

فاذا تکون کریھۃ ادعی لھا
و اذا یحاس الحیس یدعی جندب

(ترجمہ) جب مشکل پیش آتی ہے تو مجھے یاد کیا جاتا ہے لیکن جب حلوہ تیار کیا جاتا ہے تو جندب کو دعوت دے دی جاتی ہے۔

بلاشبہ حسن بصری اور ابن سیرین دونوں بڑے فاضل ہیں لیکن ایک دوسرے کو معاف نہیں کرتے تھے اور اعمش کا قول سچ معلوم ہوتا ہے ابن سیرین کے بقول حسن بصری

معتزلی بادشاہ سے انعام بٹورنے کی خاطر محال باتیں بیان کرتا ہے اور غلط فتوے دیتا ہے۔ نیز قدریہ فرقے کی تائید کرتا ہے گویا وہی زمین کا معبود ہے اور اپنے افعال خود کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی دخل نہیں ہے۔

اس سے یہ بات آشکار ہوتی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ معتزلی سے بیزار تھے۔ نیز آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان کے افعال اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتے ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں گویا انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھ رکھا ہو۔ حضرت سمرۃ بن جندب رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں گویا ان کا مشاہدہ کر رہے ہوں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اس طرح بیان کرتے ہیں گویا ان کے موالی ہوں۔ نعوذباللہ من ذالک۔

یہی وجہ ہے کہ ایک دن خالد ناصی ایک بزرگ نے برسر مجلس ابن سیرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا ایسے شخص کی بابت آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں جس نے حج کے موقع پر اعلانیہ طور پر قدریہ مذہب سے توبہ کی تھی اور اس کی توبہ کے گواہوں میں ایوب سختیانی' مالک بن دینار اور محمد بن واسع رحمتہ اللہ علیہم جیسے بزرگ شامل ہیں۔ اس نے توبہ کی ہے خدا اس کی توبہ کو قبول فرمائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے " جو شخص کفر سے تائب ہو جائے اسے (اس کا ماضی یاد دلا کے) عار میں نہ ڈالو کیونکہ اسلام قبول کرنے سے پچھلے (سب گناہ) شرک وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔"

اس کے بعد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا خالد نے عجیب بات کی ہے کیونکہ محمد بن واسع' قتادہ' ثابت البنانی' مالک بن دینار' ہشام بن حسان' ایوب' سعید بن ابی عروبہ وغیرہ کا بیان ہے کہ حسن بصری نے کبھی بھی قدری مذہب سے توبہ نہیں کی تھی جبکہ عمرو بن عبید' واصل بن عطاء' غیلان بن جریر' یونس بن بشیر لوگوں کو حسن بصری کے مکتبہ فکر کی دعوت دیا کرتے تھے اور اکثر اہل بصرہ آپ ہی کے طریقہ پر عامل ہیں۔ لہٰذا ان کے مقابلے میں خالد کے قول کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ پھر یہ بھی

منقول ہے کہ خالد خود بھی خواجہ حسن بصری کے حلقہ بگوش تھے۔

امام حسن بصری، ابن سیرین پر یہ الزام عائد کیا کرتے تھے کہ وہ غسل واجب ہونے کی صورت میں وضو پر ہی اکتفاء کرتے ہیں اور اگر غسل کر بھی لیں تو ایک مشکیزہ سے زیادہ استعمال نہیں کرتے۔ خواہ مخواہ خود کو تکلیف میں مبتلا کر کے مشقت اٹھاتے ہیں اور بلاوجہ اسے عذاب میں مبتلا کرتے ہیں۔ سنت نبوی کی مخالفت کرتے ہیں اور خواب کی تعبیریں یوں بیان کرتے ہیں جیسے آل یعقوب میں شامل ہوں۔ لہٰذا لوگوں کو چاہئے کہ وہ ایسے لوگوں سے پہلو تہی کریں۔ جہالت کے راستے سے ہٹ کر علم کی راہ پر گامزن ہوں۔ لوگوں میں پہلے بھی اختلاف ہوتا رہا ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم ○

اگر یہ بات مشیت ایزدی نہ ہوتی تو لوگوں میں ہرگز اختلاف نہ ہوتا۔ ہر شخص اپنی فطرت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدی سبیلا ○

مسئلہ تقدیر پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے

اس کے بعد امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سکوت فرمایا۔ روای کہتے ہیں، میں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا حضرت! لوگوں میں تقدیر کے بارے میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے، آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا، تقدیر کے بارے میں اہل بصرہ اور اہل کوفہ میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ یہ بہت دقیق مسئلہ ہے اس لئے لوگوں کا اس کی کسی ایک صورت پر اتفاق خاصا مشکل ہے۔ یوں سمجھیں کہ یہ ایک مقفل شے ہے جس کی چابی گم ہو چکی ہے اور اسے صرف وہی کھول سکتا ہے جس کے پاس چابی ہو اور چابی اسے ملے گی جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو گا۔ اور وہ دلیل و برہان کے ذریعے سے ثابت کر پائے گا اور ایسے لوگ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔

ہم اس بارے میں میانہ روی اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے

کہا ہے کہ انسان کو نہ تو مکمل طور پر آزاد چھوڑ دیا گیا ہے اور نہ وہ کاملاً" مجبور ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو صرف انہیں باتوں کا مکلف کرتا ہے جنہیں بجالانے کی طاقت ان میں موجود ہو۔ جو عمل انہوں نے نہیں کیا اس کی سزا نہیں دیتا اور جو بات ان کے دائرہ علم سے باہر ہو اس کی بابت حساب نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے خوش نہیں ہوتا کہ انسان ان معاملات میں غور و خوض شروع کر دے جو اس کے دائرہ علم سے باہر ہوں۔ جس حال میں ہم ہیں اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور حقیقت وہی ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ہم صرف اس کے لئے جدوجہد کر سکتے ہیں اور انسان کبھی کوشش میں کامیاب ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہو پاتا۔ تاہم یہ سعی و اجتہاد اس معاملے میں نہیں ہو سکتی جس کے ہم مکلف نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہلکی سے ہلکی سرگوشی کا بھی علم رکھتا ہے اور اسی کی جانب متوجہ رہنا چاہئے۔ خدا ہمیں اور تمہیں ان چیزوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی رضامندی کے حصول کا باعث بنے۔

علامہ کردری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس کلام میں تشریح ہے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا افعال عباد کے مخلوق ہونے میں اہل حق کا مذہب یہی ہے۔ قدریہ اور معتزلہ جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ گواہی دی ہے کہ یہ اس امت کے مجوسی ہیں۔ جس طرح مجوسی یہ کہتے ہیں کہ بھلائی کا دیوتا یزدان ہے اور شر کے امور اہرمن سرانجام دیتا ہے اسی طرح معتزلہ بھی خیر کے ارادے کو ذات باری تعالیٰ سے منسوب کرتے ہیں جبکہ غیر خیر اور شر کو ذات باری کے ارادے سے منقطع تصور کرتے ہیں۔ نیز وہ بہت سے پیدا کرنے والوں (نیکی اور برائی) کے قائل ہیں۔ لہٰذا ان دونوں عقیدوں کے اعتبار سے وہ مجوسی کے مشابہ ہیں۔

البتہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے قابل غور ہے کیونکہ مسلم کلام کا تعلق دین کے بنیادی احکام کے ساتھ ہے اور ہمیں عنبری کے علاوہ اور کسی کا اختلاف منقول نہیں ہے۔ کہ مخطی یقینی طور پر باطل ہوتا ہے۔ بلاشبہ فروع میں ہمارا معتزلہ کے ساتھ اختلاف ہے اور فروعی مسائل میں اجتہاد کی صورت میں مجتہد

اپنے اجتہاد کے نتیجے میں حاصل ہونے والے مفہوم پر عمل کا پابند ہوتا ہے۔ البتہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک صرف ایک ہی صورت ہے یا متعدد بھی ہو سکتی ہیں۔ اس مقام پر ہمیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی تائید کرنا پڑے گی۔ میرے خیال میں امام صاحب کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر مجتہد کو اس بات کا مکلف کیا گیا ہے کہ وہ اجتہاد کرے تاکہ اس کا اجتہاد حقیقت تک پہنچنے میں اس کا معاون و مددگار ثابت ہو۔ اس اعتبار سے ہر مجتہد کے مصیب ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ اصل کے اعتبار سے ہر مجتہد حق تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہے بشرطیکہ وہ طلب میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔ عقلی مسائل میں عقل انسان کی بہترین معاون ہے لیکن فروعی مسائل میں اسے کوئی دخل نہیں ہے۔ اور جس شخص نے ہر صورت میں عقل کو پیش نظر رکھا تو وہ منقول روایت میں مبلغ کی سچائی تک کس طرح رسائی کر سکتا ہے۔ اگر تو وہ یہ کہے کہ اس کی دلیل معجزہ ہوگی تو معجزہ بذات خود خلاف عقل ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ اپنے ہی موقف کے مخالف ہوگا اور اگر یہ کہے کہ اس کا مدار عقل پر ہوگا تو اس سے دور لازم آتا ہے۔

ہم دوبارہ اصل واقعہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس کے بعد مغرب کی اذان کا وقت ہو گیا۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغرب کی نماز ادا فرمائی اور عشاء تک تسبیح و تحلیل میں مصروف رہے۔ عشاء کے بعد دو مختصر رکعات اس مقام سے ہٹ کر ادا کیں جہاں مغرب کی نماز ادا کی تھی۔ اس کے بعد مسجد سے نکلے' میرا ہاتھ تھام کے مجھے ساتھ لیا اور پوچھا کہاں ٹھہرے ہو۔ میں نے جائے قیام بتائی تو فرمایا اس جگہ کو چھوڑ دو اور دار خذاز میں موجود میرے گھر چلو بلکہ اپنے ایک شاگرد کو کہا' انہیں میرے گھر پہنچاؤ اور ان کی ضروریات کا ہر طرح سے خیال رکھو۔ ہمسایوں سے ان کا تعارف کرواؤ اور میرے گھر کا محل وقوع اچھی طرح سمجھا دو تاکہ یہ دن اور رات میں کسی بھی وقت میرے پاس آسکیں۔ یہ حکم دے کر آپ گھر تشریف لے گئے۔ میں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کے ہمراہ اس سرائے کی طرف چل دیا جہاں میں مقیم تھا۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے سرائے کے مالک پر واضع کیا کہ اس شخص کی تمام ضروریات کا خیال رکھو۔

انہوں نے خود بھی میرے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کا مظاہرہ کیا اور کچھ روپیہ بھی پیش کیا۔ صبح یہ لوگ مجھے امام صاحب رضی اللہ عنہ کے ہاں لے گئے۔ میرا سامان اور کتابیں بھی انہوں نے اٹھا رکھیں تھیں۔ جب میں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے مجھے ایک تھیلی عنایت کی جس میں بہت سے دراہم تھے۔ اس کے علاوہ لباس اور اشیاء خورد و نوش تھیں۔ یہ اشیاء آپ نے اپنے صاحبزادے کے ہاتھ بھجوائیں تھیں۔ جو شکل و صورت کے اعتبار سے مجھے آپ کے سب ہمراہیوں کے مقابلے میں آپ سے زیادہ مشابہ محسوس ہوئے تھے۔ اس کے بعد امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کے حسن سلوک کا سلسلہ جاری رہا۔ میں جب بھی مجلس درس میں حاضر ہوتا وہ دیگر حاضرین سے میرا تعارف کرواتے غرضیکہ ہر طرح سے میرا خیال رکھتے۔

امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر پیر' جمعرات اور جمعتہ المبارک کو مغرب اور عشاء کی نمازیں جامع مسجد میں ادا کیا کرتے تھے۔ آپ صبح سے لے کر ظہر تک اور عشاء سے لے کر رات گئے تک اور عصر سے مغرب تک مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ جبکہ ظہر سے عصر تک کا وقت گھر میں بسر کرتے اور عشاء کی نماز جلدی ادا فرما لیا کرتے تھے۔ مغرب میں ہلکی سی تاخیر فرماتے اور فجر خوب روشن کر کے پڑھتے۔ ہفتہ کا دن آپ نے اپنی ذاتی ضروریات کی تکمیل کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ اس لئے اس دن درس منعقد نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی آپ بازار تشریف لاتے تھے۔ بازار میں آپ چاشت کے وقت تک تشریف فرما رہا کرتے تھے۔ ہر جمعتہ المبارک کو اپنے دوستوں اور شاگردوں کی پر تکلف دعوت کرتے اور کھانے میں خود شریک نہیں ہوتے تاکہ کوئی شرم کے مارے بھوکا نہ رہ جائے۔ کھانے کے بعد پھلوں اور میوہ جات کا دور چلتا اور علمی گفتگو کا سلسلہ شروع ہو جاتا جس کے ہلکے سے نمونے کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔

راوی کہتے ہیں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں میری آمد و رفت کی کثرت کے باعث راستے کے تمام لوگ میرے دوست بن گئے تھے۔ وہ فوت ہوئے تو ان کی اولاد سے دوستی رہی۔ ایک طویل عرصہ کے بعد جب میں نے بصرہ واپسی کی اجازت

چاہی تو آپ نے فرمایا۔ میں آپ کو بطور نصیحت کچھ باتوں کی تلقین کروں گا جو عوام کے ساتھ معاشرت' عالمانہ وقار کے ساتھ رہن سہن اور ذاتی زندگی بسر کرنے میں تمہاری معاون ثابت ہوں گی۔ کیونکہ اگر عوام کے ساتھ اپنی طبیعت کے موافق سلوک نہ کیا جائے تو وہ دشمن بن جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ ماں باپ یا آل اولاد ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے تم دو ایک دن مزید یہاں ٹھہرو۔ دو دن بعد حسب وعدہ آپ تشریف لائے اور مجھے تنہائی میں لے جاکر ارشاد فرمایا۔ میں تمہیں چند باتیں سمجھاتا ہوں جن کی موجودگی میں تم محسوس کرو گے کہ میں بصرہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی نصیحت

جب تم بصرہ میں داخل ہو گے تو تمہیں ایک طوفان مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تم خود کو اپنے علم و فضل کے باعث دوسروں سے ممتاز اور برتر سمجھو گے اور ان کے ساتھ میل جول سے گھبراؤ گے۔ نتیجتاً وہ تم سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ تم انہیں برا بھلا کہو گے اور وہ تمہیں۔ تم انہیں گمراہ کہو گے اور وہ تمہیں بدعتی کہہ کر مخاطب کریں گے۔ اس طرح تمہاری بھی بے عزتی ہو گی اور ہماری بھی۔ جس کے نتیجے میں تمہارا دل چاہے گا تم بصرہ کو خیرباد کہہ دو جبکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ تم بصرہ چھوڑو کیونکہ یہ عقلمندوں کا طریقہ نہیں کہ جس کے ساتھ رہنا مشکل ہو اسے چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ صبر کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ ضرور کوئی بہترین صورت پیدا فرمادے گا۔

جب تم بصرہ پہنچو گے تو لوگ تمہارا استقبال کریں گے' تمہاری زیارت کے لئے آئیں گے تم ہر ایک کے ساتھ اس کے مرتبہ کے اور مقام کے مطابق عزت و احترام سے پیش آنا۔ معزز لوگوں کا احترام کرنا' اہل علم کی تعظیم بجالانا' مشائخ کی توقیر کرنا' نوجوانوں سے نرمی سے پیش آنا' عوام کو اپنے قریب لانے کی کوشش کرنا' کاروباری لوگوں کے ساتھ تعلق قائم رکھنا اور ہمیشہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔ اہل حکومت کی توہین نہ کرنا اور کسی عامی کے ساتھ تحقیر آمیز رویہ اختیار نہ کرنا۔ مروت کے اظہار میں کوتاہی سے گریز

کرنا' اپنا راز خود تک محدود رکھنا' بیوقوفوں کے ساتھ نشست و برخاست سے گریز کرنا' عام دعوتوں میں شرکت سے اجتناب کرنا البتہ خواص کی دعوت قبول کرلینا' صرف قریبی لوگوں سے تحائف قبول کرنا یا ان لوگوں سے جن کے تحائف قبول کرنے میں کوئی حرج نہ ہو' خاطر مدارات' صبر اور بردباری کو اپنے اوپر لازم کرنا' حسن خلق اور وسعت قلبی کو اپنا شعار بنانا۔ صاف ستھرا لباس زیب تن کرنا' عمدہ سواری کا انتظام رکھنا' اچھی خوشبو استعمال کرنا اور مقررہ اوقات میں اپنی مجلس میں ہر شخص کو آنے کی اجازت دینا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دیگر فضائل پر ایک نظر

عبداللہ بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کا قول نقل کرتے ہیں' امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک پرندہ کی مانند ہیں جس کا ڈھانچہ ابویوسف' دایاں پر امام محمد' بایاں پر امام زفر بلکہ آپ کا ایک ایک پر اور عضو امت کا ایک مستقل فقیہ ہے۔ اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے والد کے ہمراہ واسط میں مقیم تھا۔ میرا ایک چھوٹا بیٹا کوفہ میں رہتا تھا' ایک دفعہ کوفہ جانا ہوا تو میں نے ان سے پوچھا کوفہ میں آپ کس سے ملنے کے لئے سب سے زیادہ مشتاق ہیں میرا خیال تھا کہ پوتے کا نام لیں گے لیکن انہوں نے فرمایا' امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے۔

مسعر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ کہیں جا رہا تھا' چلتے ہوئے ایک بچے کا پاؤں آپ کے پیر تلے آگیا' بچے نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جناب! خدا سے ڈریں کیا آپ کو قیامت کے دن حساب کا خوف نہیں ہے۔ یہ سن کر خشیت الٰہی کے باعث آپ پر غشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو میں نے آپ سے پوچھا بچے کی کونسی بات نے آپ پر اتنا گہرا اثر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی نصیحت نے۔

یحیٰی بن نصر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بن ذر رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ آپ دوران وعظ گریہ و زاری میں مشغول تھے۔ ابو معاویہ رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ عمر بن ذر رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ کی مجلس میں تشریف لایا کرتے تھے ان کے اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کے درمیان گاڑھی چھنتی تھی۔ عمر بن ذر رحمتہ اللہ علیہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کو اپنی مجلس میں مدعو بھی کیا کرتے تھے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زکریا بن ابی زائدۃ' الملک بن سلیمان' لیث بن ابی سلیم' مطرف بن طریف' حصین بن عبدالرحمٰن جیسے جلیل القدر محدثین امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر رہنمائی حاصل کیا کرتے تھے۔

احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں امام صاحب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کہیں جا رہا تھا راستے میں ایک مقام پر پولیس والا کسی شخص کو طمانچے مار رہا تھا۔ آپ آگے بڑھے تاکہ اس شخص کو پولیس والے سے چھڑا سکیں۔ وہ پولیس والا آپ کو جانتا نہیں تھا۔ اس نے آپ کو دھکیلنے کی کوشش کی اور الٹا آپ پر بھی ناراض ہونے لگا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر پولیس والے کو پیچھے دھکیل کر اس شخص کو نجات دلوائی۔

ابوخباب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور منصور بن معمر کو اکٹھے مسجد میں داخل ہوتے دیکھا' دونوں حضرات خاصی دیر تک مسجد میں کھڑے گفتگو کرتے رہے اور روتے رہے۔ جب مسجد سے باہر نکلے تو میں نے کثرت گریہ کا سبب دریافت کیا تو فرمایا گردش دوراں اور غلبہ باطل کا ذکر چھڑ گیا تھا اسی پر رونا آگیا۔

ابواحمد غسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ ابومعاذ نحوی کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ارشاد فرمایا عبدویہ نے علم تفسیر میں ابویوسف سے استفادہ شروع کیا تو ابوداؤد نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور شدید ناراضگی کا اظہار کیا۔ ایک مرتبہ کلبی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے' امام صاحب رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک آیت کریمہ کی تفسیر کی بابت سوال کیا جس کا وہ جواب نہ دے سکے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا جواب بیان کیا۔ پھر دوسرا سوال کیا' پھر تیسرا سوال کیا' پھر خود ہی ان کے جوابات دیئے۔ آخر کلبی نے حیرت سے سوال کیا آپ کون ہیں ؟ آپ نے جواب دیا ابوحنیفہ ۔ ابومعاذ نحوی کہتے ہیں گویا کلبی نے تین آیات کی تفسیر میں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کیا ہے۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلمۃ ابن کمیل زبید اور ابوقیس اردی کو دور سے دیکھا' وہ آپ سے ملنے آرہے تھے آپ ان حضرات کے اعزاز و اکرام کے لئے تیزی سے چلتے ہوئے ان کی طرف بڑھے انہوں نے کہا' آپ ٹھہر جائیں ہم ایسوں کے لئے آپ کو زحمت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر انہوں نے آپ کے ساتھ مصافحہ وغیرہ کیا' پھر کافی دیر ٹھہرنے کے بعد اجازت لے

کر رخصت ہوئے۔

اکثر مشائخ کوفہ نے بیان کیا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تشریف فرما ہوتے تو قاسم بن معن' عافیہ بن یزید اودی' داؤد طائی اور زفر بن ہذیل جیسے اکابر اہل علم آپ کے گرد بیٹھ جاتے' کوئی مسئلہ چھڑ جاتا تو بلند آواز میں بحث شروع ہو جاتی' لیکن جب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفتگو کا آغاز کرتے تو سب خاموش ہو جاتے' جب آپ کی گفتگو مکمل ہوتی تو آپ کے اقوال محفوظ کرنا شروع کر دیتے۔ جب وہ مسئلہ یاد ہو جاتا تو پھر دوسرا مسئلہ شروع کرتے۔

ایک روایت میں ہے کہ فقہاء آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں شاگردوں کی طرح بیٹھا کرتے تھے اور جب آپ رضی اللہ عنہ گفتگو کا آغاز کرتے تو صرف ذہین لوگ ہی اس سے بہرہ مند ہو سکتے تھے۔

یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کوفہ کے اکابر فقہاء میں سے ایک تھے اور علم حدیث کے بھی ماہر تھے وہ نہایت تعظیم کے ساتھ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا کرتے تھے اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کے بڑے مداح تھے۔ ایک مرتبہ میں نے پوچھا آپ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرح کسی اور کا اتنے احترام سے ذکر نہیں کرتے اس کی کیا وجہ ہے تو انہوں نے فرمایا' جو مرتبہ و مقام امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے وہ بھلا کسی اور کو کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔ آپ سے بہت سی مخلوق نے استفادہ کیا ہے میں آپ کا ذکر اہتمام سے اس لئے کرتا ہوں تاکہ لوگ ان کی ترقی درجات کے لئے کثرت سے دعا کیا کریں۔

یحییٰ حمانی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں' میں نے کبھی کسی کے ساتھ برا سلوک نہیں کیا' کسی پر لعنت نہیں بھیجی' کسی پر ظلم نہیں کیا' کبھی وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی اور نہ ہی کبھی دھوکہ دہی یا فریب کا مرتکب ہوا ہوں۔ حمانی ہی کا بیان ہے مجھے بہت سے اکابر اہل علم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ان میں امام صاحب رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ فائق ہی پایا۔ آپ جیسا عبادت گزار اور فقیہ کوئی اور نہیں ہے۔

عثمان بن ابو شبیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کا قول نقل کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ امام صاحب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں علمی گفتگو فرما رہے تھے' کسی نے کہا چھوڑو انہیں ان کی گفتگو ہل سے آگے نہیں جاسکتی۔ کچھ دن بعد ہم نے اس شخص کو نہایت برے انجام سے دوچار ہوتے دیکھا۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم کوئی بھی نئی بات نہیں کرتے بلکہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے بیان کردہ اقوال آگے نقل کر دیتے ہیں۔ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام صاحب رضی اللہ عنہ جب کسی فقہی مسئلہ میں اپنا موقف بیان کرتے اور دیگر فقہاء بھی اس سے متفق ہو جاتے تو مشائخ کوفہ اس کی تائید میں کچھ روایات بھی نقل کر دیتے۔ ان احادیث مرویہ کو امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تو قبول فرما لیتے یا پھر قبول نہ فرماتے اور ارشاد فرماتے یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس کی فلاں فلاں وجوہات ہیں۔ میں نے عرض کی آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں صحیح نہیں ہے۔ آپ نے جواب دیا میں جملہ اہل کوفہ کے علم سے واقف ہوں۔

ابو عصمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قول میں سچے ہیں۔ واقعتاً" آپ کوفہ کے تمام ذخیرۂ علمی سے نہ صرف یہ کہ واقف تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ واقفیت رکھتے تھے اور اس کی سب سے بہترین دلیل آپ کی تصانیف ہیں جن میں ان سب کا ذکر کیا گیا ہے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں بیس برس تک امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہوں لیکن میں نے آپ سے بڑھ کر شفیق اور خیرخواہ کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھا۔ آپ نے اپنا آپ راہ خدا کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ سارا دن مسائل شرعیہ کا اور ان کی تعلیم کے لئے مخصوص تھا۔ جو دقیق سوالات اٹھائے جاتے آپ ان سب کے جوابات پیش فرماتے۔ جب مجلس علم برخاست ہوتی تو کسی مریض کی عیادت یا جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے۔ رات کا وقت آپ نے تلاوت قرآن پاک' نوافل اور ذکر وغیرہ کے لئے مخصوص کر رکھا تھا اور تمام زندگی آپ کا یہی معمول رہا۔

مخلد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوفہ بابرکت ہوتا اگر یہ امام سفیان اور امام

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسی بابرکت شخصیات کو باہر نہ کرتا۔ سب جانتے ہیں اس نے اپنے ایسے عظم فرزندوں کے لئے اپنی زمین تنگ کر دی تھی۔

سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں تھا۔ آپ جب چاہتے اپنی زبان ہلاتے اور مشکل و ادق ترین مسائل کا حل پیش فرما دیتے۔ جہاں چاہتے علمی گفتگو شروع فرما دیتے اور کسی بھی سطح کی علمی گفتگو کرنا آپ کے لئے سہل تھا۔

شمس الائمہ کردری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مندرجہ بالا روایت کے راوی سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دمشق کے اکابر فقہاء میں سے ایک اور اہل دمشق کا سرمایہ افتخار تھے۔

ضمرۃ بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شائستہ زبان کے مالک تھے۔ آپ نے کبھی کسی کو برے الفاظ کے ساتھ یاد نہیں کیا۔ حکم بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا جو فتاویٰ آپ صادر فرماتے ہیں وہ یقیناً مبنی بہ صواب ہی ہوں گے۔ آپ نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم شاید ان میں کہیں تسامح سرزد ہو گیا ہو۔

کردری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں معتزلہ کے مذہب کے برخلاف یہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قطعی فیصلہ ہے کہ مجتہد سے بھی غلطی صادر ہو سکتی ہے۔

لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کرنے کا موقع ملا، میں نے اس دوران آپ سے مختلف سوالات کئے جن کے جوابات آپ نے ارشاد فرمائے۔ پھر میں نے جنایات مثلاً قتل عمد، قتل خطاء، شبہ عمد وغیرہ کے مسائل دریافت کئے اثنائے کلام آپ نے ارشاد فرمایا لا ولور ماہ بابا قبیس میں نے ٹوکا اور کہا بابا قبیس کی بجائے بابی قبیس ہو گا۔

کافی عرصہ بعد پھر مجھے خبر ملی کہ آپ حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں نے دوبارہ آپ کے ساتھ حج کیا، میرا خیال تھا آپ کی کسی (لغوی یا نحوی) غلطی پر پھر

گرفت کروں گا لیکن ایسا نہ کر سکا۔

کردری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتفاقاً" تسامح سرزد ہوا تھا یا پھر اس کی کوئی دلیل بھی تھی۔ البتہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ایک روایت کے مطابق اس طرح کہنا جائز ہے۔ ایک شاذ قرات کے مطابق تبت یدا ابولھب پڑھا جاسکتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے مہاجرین ابوامیہ کی تحریر بھجوائی گئی تھی (حالانکہ مہاجر بن ابی امیہ ہونا چاہئے۔)

کردری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں شاید اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اسماء میں تغیر نہیں ہوا کرتا لہٰذا ممکن ہے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابا قبیس کا لفظ بطور اسم (علم) کے استعمال کیا ہو۔ جیسا کہ مکہ مکرمہ کے کسی امیر کے دو بیٹے تھے' دونوں کا نام عبداللہ تھا' البتہ ایک کے نام کے آخر میں زیر اور دوسرے کے نام کے آخر میں زبر پڑھی اور کہی جاتی تھی اور تینوں حالتوں میں ان کا یہی اعراب رہتا تھا۔

لیکن اگر امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تسامحاً" اس کا صدور ہوا ہو تو یہ بھی آپ کے علم و فضل کی دلیل ہے کیونکہ ایک آدھ بار تو انسان سے غلطی ہو جاتی ہے اس واقع کے علاوہ اور کسی نے بھی آپ کی کسی لغوی یا نحوی غلطی کی نشاندہی نہیں کی اور نہ ہی کر سکا۔

امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ ہارون الرشید کی بہت قدر و منزلت کیا کرتا تھا۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اکثر اوقات مسرت کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا کرتے تھے کہ ان کا زمانہ پانے کے باوجود میں ان کی ملاقات سے محروم رہا۔

عبداللہ بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے دیکھا کہ میرے والد ایک اجنبی شخص کے ساتھ مسجد حرام میں دقیق علمی مسائل پر بحث و مباحثہ میں مشغول تھے اور ان کے اردگرد لوگوں کا اژدھام تھا۔ اثنائے کلام والد نے اس سے پوچھا آپ یہاں کے رہنے والے ہیں؟ جواب ملا " طنجہ " کا۔ طنجہ افریقہ کا ایک دور دراز کا شہر ہے۔ اس کے

اور مکہ مکرمہ کے درمیان کم و بیش ڈیڑھ ہزار فرسخ کی مسافت ہے۔ والد صاحب نے حیرت سے سوال کیا' آپ کو ان دقیق مسائل کا فہم کیونکر حاصل ہوا۔ اس اجنبی نے جواب دیا ہمارے ہاں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتب اور امام مالک و اوزاعی کے جوابات پہنچے ہیں۔ (جس کے نتیجے میں یہ فہم و بصیرت حاصل ہوئی) البتہ فتویٰ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق ہی ہوتا ہے۔

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا' اگر علم کا حصول محض طلب پر موقوف ہوتا تو میں آپ سے بڑا فقیہ ہوتا۔ لیکن یہ تو عطیہ خداوندی ہے۔

ہارون بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے معاصر اہل علم کا قول نقل کرتے ہیں' طلب علم کی تو بہت سی مثالیں مل جائیں گی لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال نہیں مل سکتی۔ بکیر بن معروف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا لوگ آپ کی غیبت کرتے ہیں آپ انہیں برا بھلا نہیں کہتے اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا'

ہو فضل اللہ یوتیہ من یشاء○

بکیر بن معروف رحمۃ اللہ علیہ ہی سے منقول ہے میں نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے زیادہ نیک سیرت کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔ بکیر بن معروف رحمۃ اللہ علیہ "قومس" اور "رے" کے امام ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھرپور استفادہ کیا اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کے مذہب کی اپنے علاقے میں خوب ترویج و اشاعت کی۔

توبہ بن سعد "مرو" کے جلیل القدر ائمہ میں سے ہیں' وہاں قاضی کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے ہیں۔ نہایت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اختیار کی اور علم فقہ میں بھرپور استفادہ کیا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا اور آپ کے سوگ میں ایک ماہ مجلس علم منعقد نہ کی۔

آپ فرماتے ہیں کہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارسی زبان میں بھی مہارت

رکھتے تھے۔ ایک شیعہ شخص آپ سے بحث کے لئے آیا کرتا تھا' آپ کی نظر جب اس پر پڑتی تو فرماتے "بد مردست این" یہ برا آدمی ہے۔ وہ سمجھتا شاید آپ اس کی تعریف فرما رہے ہیں۔

نضر بن شمیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم غصے کی حالت میں اگر امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کچھ کہہ بیٹھیں تو ان کلمات کو آگے نقل کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔ کیونکہ غصے کی حالت میں بعض ایسی باتیں بھی منہ سے نکل جاتی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ نضر بن شمیل کا شمار ان ائمہ حدیث میں ہوتا ہے جو امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت تعصب کا شکار تھے۔ یہ لوگ مامون الرشید پر زور دیا کرتے تھے کہ وہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے شاگرد قضاۃ کو منصب قضاء سے معزول کر دیتے لیکن مامون نے کبھی ان کی اس بات کو درخواعتناء نہیں سمجھا کیونکہ خراسان کے علاقے میں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب کی کثرت تھی۔

نضر بن شمیل کہتے ہیں جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغداد میں تھے تو میں ان سے ملاقات کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں پتہ چلا کہ ہشام بن عروۃ بھی آئے ہوئے ہیں۔ میں نے دیوانگی میں کہہ دیا کہ میں ہشام کو چھوڑ کر ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس کیوں جاؤں۔ پھر میں ہشام کے پاس چلا گیا اور ان سے دس کے قریب احادیث کا سماع کیا۔ اس پر حاضرین میں سے کسی نے نضر سے کہا کیا امام کو ترک کرنا اور ہشام کے ہاں حاضر ہونا دیوانگی کی علامت نہیں ہے۔

فضیل بن عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' نضر قاضی مرو تھے اور امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد خالد بن صبیح کی زیارت کے لئے گئے تو انہوں نے ان کا بھرپور استقبال کیا اور اپنے شاگردوں کو مخاطب کر کے کہا ابوالحسن (نضر بن شمیل) سے استفادہ کرو اور ان سے حدیث اور عربیت کے مسائل دریافت کرو۔ پھر جب خالد نے روئے سخن ان کی طرف موڑا تو ان سے جواب نہ بن پائے اور حیران ہو کر اٹھ کر چلے گئے۔

اس کے بعد نضر بن شمیل ذوریاستین تشریف لے گئے اور وہاں کے والی

فضل بن سہل کو کہا کہ وہ ایک حکم نامہ جاری کرے جس کی رو سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تمام قاضیوں کو معزول کر دیا جائے۔ فضل نے اہل علم سے مشورہ کیا تو جواب ملا ایسا ہرگز نہ کرنا کیونکہ اس سے انتشار کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اور اگر یہ بات امیرالمومنین کے علم میں آگئی تو وہ بھی اسے پسند نہیں کریں گے بلکہ الٹا ناراضگی کا اظہار کریں گے۔ انہوں نے فرمایا میں تو باز آیا ایسے کام سے اور اسے سخت ناپسند کرتا ہوں۔

اسحاق بن بشر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک رات میں مامون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرا شمار مامون کے وزیر فضل کے خاص مصاحبین میں ہوتا تھا۔ اتنے میں نضر بن شمیل بھی آ گئے جب ہم کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو مامون نے کہا کسی علمی گفتگو کا آغاز کیا جائے۔ میں نے نضر سے پوچھا ایمان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ نضر نے کہا میں ان شاء اللہ مومن ہوں۔ میں نے کہا کیا اس کی کوئی دلیل ہے ؟ انہوں نے کہا ہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین ○ میں نے کہا جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسجد حرام میں موجود تھے یا اس سے باہر تھے۔ نضر نے کہا ظاہر ہے مسجد حرام سے باہر تھے۔ میں نے کہا اگر تم ایمان سے خارج ہو تو پھر ان شاء اللہ کیسے کہہ سکتے ہو ؟ اس بات پر خلیفہ اور حاضرین ہنس پڑے اور نضر بن شمیل کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

خالد بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ "مرو" میں اشراف کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور بات یہاں تک بڑھ گئی کہ مدعی گواہ بھی لے آئے۔ میں نے یہ سوچ کر فیصلہ مئوخر کر دیا کہ شاید یہ حضرات آپس میں صلح کر لیں۔ لیکن انہوں نے صلح نہیں کی۔ میں نے ان سے حکم طلب کیا جس کے فیصلہ پر وہ راضی ہوں اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جو گواہوں کے بیانات کی روشنی میں کیا گیا تھا۔ جن کے خلاف فیصلہ ہوا تھا انہوں نے مامون کے دربار میں شکایت کر دی۔ مجھے بلوا کر پوچھ گچھ کی گئی تو میں نے سارا ماجرا سنا دیا۔ مامون نے کہا حکم پر فیصلہ کا قول کس کا ہے ؟ میں نے کہا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا۔ البتہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ایک قول ہے حکم کے بغیر فیصلہ کا ہے۔

لیکن ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول زیادہ مناسب ہے اسی لئے میں نے اس پر عمل کیا ہے۔ مامون نے کہا اگر قیامت کے دن نجات چاہتے ہو تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ کے مطابق فیصلے کیا کرو۔

خالد بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ اہل خراسان کا سرمایہ افتخار ہیں۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ میں استفادہ کیا۔ ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ ان کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ بلکہ ان سے استفادہ کرتے اور فرماتے خالد میرے بہترین دوستوں میں سے ہیں جو فقیہ ہونے کے باوجود بھی فتویٰ نہیں دیتے۔ میرے کچھ ایسے دوست بھی ہیں جو فتویٰ دیتے ہیں لیکن پہلے والوں کا مرتبہ و مقام میری نظر میں بہت زیادہ ہے۔

علم حدیث کے ایک طالب علم سے امام صاحب رضی اللہ عنہ کا استفسار

فضل بن عطیہ ایک روز امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے' ان کے ایک صاجزادے تھے' امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فضل سے پوچھا میاں صاجزادے کا کن لوگوں کے ہاں آنا جانا ہے ؟ انہوں نے عرض کی محدثین کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب وہ تشریف لائے (تو ایک کتاب تھامے ہوئے تھے) امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب لے کر ورق گردانی کا آغاز کیا تو اس میں ایک مقام پر ایک حدیث تحریر تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے ولد الزنا شر الثلاثۃ ولد الزنا تینوں میں سے سب سے زیادہ برا ہے۔

امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاجزادے سے دریافت کیا یہ کیا ہے ؟ انہوں نے عرض کی رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث پاک ہے۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا یہ کتاب الہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالف نہیں اور یہ حکم صریح زیادتی پر مبنی ہے۔ فرمان الہی ہے....

۱- کل نفس بما کسبت رھینۃ ○

۲۔ لیجزی الذین اساؤا بما عملوا ○
۳۔ وان لیس للانسان الا ماسعٰی ○
۴۔ ولا تجزون الا ماکنتم تعملون ○
۵۔ ووجدوا ماعملوا حاضرا ○
۶۔ ولا یظلم ربک احدا ○
۷۔ وما ربک بظلام للعبید ○
۸۔ وما انا بظلام للعبید ○
۹۔ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ ○
۱۰۔ وما ظلمناھم ولکن کانوا ھم الظالمین ○
۱۱۔ ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ فلا تظلم نفس شیئا ○
۱۲۔ لھا ماکسبت وعلیھا مااکتسبت ○
۱۳۔ لا تزروا زرۃ وزرا اخریٰ ○
۱۴۔ ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اساتم فلھا ○

(یہ تمام آیات تلاوت فرما کر آپ نے پوچھا) مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں تو ایک شخص کے گناہ کا بوجھ دوسرے کو اٹھانا پڑ رہا ہے جو ظلم کے مترادف ہے۔ ابن عطیہ نے دریافت کیا پھر اس حدیث پاک کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا یہ حدیث پاک ایک مخصوص ولدالزنا کے لئے ہے جو بالغ ہونے کے بعد اپنے ماں باپ کی طرح زنا کا ارتکاب کرے۔ قتل کرے اور چوری کرے۔ اس شخص کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ ابن عطیہ نے محبت آمیز لہجے میں کہا اسے علم کہتے ہیں۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس شخص نے علم حدیث حاصل کیا لیکن اس کی توضیح و تشریح سے ناواقف رہا تو اس کی تمام تر کاوش رائیگاں گئی۔ اس کے بعد وہ نوجوان امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونا شروع ہو گیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا

مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری کے استاد تھے' وہ فرماتے ہیں ابتدا میں تاجر پیشہ شخص تھا۔ ایک مرتبہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا علم (دین) حاصل کئے بغیر تجارت کرنے سے انسان معاملات میں کسی وبال کا شکار ہو سکتا ہے۔ میں نے اس کے بعد علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ اب جب بھی میں آپ رضی اللہ عنہ کو یاد کرتا ہوں یا جب نماز ادا کرتا ہوں تو زبان سے بے اختیار ان کے لئے دعائے خیر نکلتی ہے کیونکہ آپ ہی کی برکت سے علم کے دروازے مجھ پر وا ہوئے تھے۔

ابو سلیمان الجوزجانی رحمۃ اللہ علیہ کا خراج تحسین

ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فقہ کا علم آپ کے لئے آسان کر دیا تھا۔ آپ کے اصحاب بہت زیادہ غور و خوض کے بعد اور ہر فن سے رہنمائی لے کر کسی مسئلہ پر اپنی رائے کا اظہار کرتے۔ جب آپ اپنے نکتہ نظر کا آغاز شروع کرتے تو یوں محسوس ہوتا گویا محفل میں آپ کے سوا اور کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ ایک دن آپ گفتگو فرما رہے تھے کہ کسی نے کہہ دیا "پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کے سامنے سب کو ساکت و صامت کر دیا ہے۔" بلاشبہ آپ عجوبہ روزگار شخصیت کے مالک تھے۔

ابو سلیمان جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار امام ابویوسف اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہما کے اصحاب میں ہوتا ہے۔ عبادت و رضاضت میں مشہور تھے۔ ایک دفعہ مامون الرشید سے ملنے گئے تو اس نے انہیں دیکھ کر کہا اصحاب الرائے میں سے اگر کسی راہب کو دیکھنا ہو تو انہیں دیکھ لو۔ آپ کو بغداد کا قاضی بننے کی پیشکش کی گئی جسے آپ نے مسترد کر دیا۔ خلیفہ نے کہا میں آپ کو سات دن کی مہلت دیتا ہوں' آپ نے یہ پیشکش قبول کر لی تو ٹھیک وگرنہ آپ کو قید و بند کی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

آپ نے فرمایا امیرالمومنین مجھے باوثوق ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے برادر عزیز سہل بن مزاحم کو بھی عہدہ قضاء کی پیشکش کی تھی اور ان کے انکار پر انہیں سزا ملی تھی۔ بعد میں جب اس فعل پر ندامت محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا تھا میں آئندہ کسی کو بھی اس طرح عہدہ قضاء قبول کرنے پر مجبور نہیں کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے بھی مجبور کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ مامون الرشید نے ایک لمحہ کے لئے کچھ سوچا اور پھر کہا آپ تشریف لے جائیں۔

یحیٰی بن طہان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے ایک روز میں امام صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں آپ کے صاحبزادے دوڑے دوڑے آئے اور عرض کی' ابا جان گرمی زیادہ ہو رہی ہے' کھانا تیار ہے' مہمان بھی شریک ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا' راتیں چھوٹی ہونا شروع ہو گئیں ہیں شاید اس لئے گرمی کا زور بڑھ گیا ہے۔

عمران بن محمد ناقل ہیں ایک مرتبہ ابوخزیمہ کے سامنے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چھڑ گیا تو انہوں نے فرمایا وہ بہت نیک آدمی تھے۔ تم نے ایک بھلے اور فاضل آدمی کا ذکر چھیڑا ہے۔

حازم کا بیان ہے میں نے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زہد' عبادت' یقین اور توکل کی بابت دریافت کیا تو آپ نے ہر موضوع پر اتنا تفصیلی جواب دیا کہ ان میں سے ہر ایک چیز الگ الگ میرے سامنے نمایاں ہوتی چلی گئی۔ بلاشبہ آپ فقہ' زہد اور اصحاب یقین کے پیشوا اور جملہ امور کے عارف کامل تھے۔

ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے اقوال کے ساتھ اپنی تعلیقات کا اضافہ بھی کر دیا کرتے تھے جبکہ میری کوشش ہوتی کہ صرف امام صاحب رضی اللہ عنہ ہی کا قول نقل کرو مگر ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل نہ ہو پائے۔ ایک دن میری زبان پھسل گئی اور میں نے ایک مسئلہ میں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ بیان کرنے کے بعد کہا

اس مسئلہ میں ایک اور قول بھی ہے۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کس کا قول ہے۔ اس کے بعد میں نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کو نشان زدہ کرنا شروع کر دیا تاکہ دوبارہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر کی نوبت نہ آئے۔

دراوردی کا بیان ہے مجھے ایک مرتبہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کی گفتگو سننے کا موقع ملا' دونوں حضرات کسی مسئلہ پر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ جب کوئی ایک کلام کرتا تو دوسرا نہایت اطمینان اور خاموشی سے اس کی بات سنتا اور جب وہ خاموش ہو جاتا تو دوسرا محو گفتگو ہوتا تو پہلا بغیر کسی اعتراض یا انکار کے سامع بن جاتا یہ سلسلہ صبح کی نماز تک جاری رہا اور انہوں نے وہیں صبح کی نماز ادا کی۔

سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب میں کوفہ آیا تو امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے میں نے عرض کی حضرت! مجھے کوفہ میں کوئی ایسا شخص ابھی تک نہیں ملا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رحمتہ اللہ علیہ کہنے پر راضی ہو۔ سعید کے بقول بیشتر اہل کوفہ کی طبیعت تشیع کی طرف مائل تھی۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ میں امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا' اے میرے عراقی بھائی! آپ ہمارے پاس نہ بیٹھیں' میں بیٹھ گیا اور استفسار کیا۔ حضرت آپ کی حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں کیا رائے ہے کیونکہ اہل عراق یہ گمان کرتے ہیں کہ شاید آپ (نعوذباللہ) ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا' جھوٹ بکتے ہیں۔ آپ کے علم میں نہیں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی صاحبزادی سیدنا ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تھا جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی

صاحبزادی تھیں، جن کی نانی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ جن کے بھائی حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور جن کے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں جو خود ایک بزرگ شخصیت ہیں۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے اہل نہ ہوتے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کبھی بھی اپنی صاحبزادی کا نکاح ان سے نہ کرتے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی آپ اپنے یہ عقائد اہل عراق کو تحریراً بھجواتے کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ میرے بات نہیں مانیں گے میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ سے کہا تھا کہ میرے پاس نہ بیٹھیں لیکن آپ بیٹھ گئے تو وہ بھلا میری تحریر کی کب پرواہ کریں گے۔ (یہ بات حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ازرہ تلقین ارشاد فرمائی تھی)

امام ابوعبداللہ بن ابی حفص رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں بعض طعنہ زنوں نے بے پر کی اڑا دی کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کرنا ترک کر دی تھیں۔ میں حقیقت دریافت کرنے کے لئے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید حسن بن ربیع کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ میں نے آپ کے وصال سے تین روز قبل آپ کو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقل کردہ روایات اور فتاویٰ بیان کرتے سنا ہے جو کوئی آپ کو یہ بات بتائے کبھی بھی اس کی تصدیق نہ کریں کیونکہ وہ جھوٹا ہو گا۔

سلیم بن سالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسعر بن کدام کا حلقہ درس امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس سے نزدیک تھا۔ ایک دن میں مسعر کے حلقہ درس میں حاضر تھا۔ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آراء بیان کر رہے تھے۔ حاضرین میں سے ایک صاحب کھڑے ہو کر کہنے لگے ہم آپ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کی بابت سوال کرتے ہیں اور آپ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے جوابات کا ذکر لے بیٹھتے ہیں۔ مسعر نے کہا

اگر ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ایک ادنیٰ شاگرد حج کے موقع پر مکہ مکرمہ پہنچ جائے تو تمام حاجیوں کے سوالات کے جوابات کے لئے وہ اکیلا ہی کافی ہو گا۔

مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ اکثر سجدہ میں جا کے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ "اے اللہ! میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر کر کے تیرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

عصام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا میں کسی کا مجھ پر اتنا حق نہیں ہے جتنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ آپ اپنے شاگردوں پر اس قدر شفقت فرمایا کرتے تھے کہ کسی شاگرد کے چہرے پر مکھی کا بیٹھنا بھی آپ پر شاق گزرتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس کا چہرہ متغیر تھا' کہنے لگا فلاں شخص چھت سے گر گیا ہے۔ آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ کو اطلاع ملی تو آپ کی چیخ نکل گئی جسے جملہ حاضرین مسجد نے سنا۔ اس کے بعد آپ اس شخص کے گھر گئے اور فرمایا' اگر میرے بس میں ہوتا تو یہ مصیبت میں اپنے سر مول لے لیتا اور پھر روتے ہوئے واپس تشریف لائے۔ اس کے بعد اس کے تندرست ہونے تک صبح و شام آپ اس کی تیمارداری کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔

عبداللہ بن عون رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں نے ایک کنیز ابراہیم کو بطور تحفہ بھجوائی جسے انہوں نے قبول نہیں کیا۔ میں نے کہا اگر تحفہ قبول کرنا پسند نہیں کرتے تو اسے خرید لیں۔ انہوں نے کہا اگر میرے پاس چار سو درہم ہوتے تو میں اس سے شادی کر لیتا۔ میں نے کہا بیوی تو آپ کی پہلے بھی موجود ہے' تو کہنے لگے' ہے تو سہی لیکن جب وہ حائضہ ہوتی ہے تو میں بھی ایام حیض بسر کرتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں میں نے یہ بات امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتائی' آپ نے فرمایا یزید بن کمیت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں "ایک بیوی والا شخص مسرور رہتا ہے اور دو بیویوں والا مصیبت میں مبتلا رہتا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو خود تجربہ کر لیں۔" اس قول کے راوی یزید کا بیان ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سولہ آنے سچ ہے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں وہ زمانہ نزدیک ہے جب ایسی عورتیں پیدا ہونا شروع ہو جائیں گی۔ اور شاید ابراہیم نے اسی خوف سے دوسری شادی نہیں کی۔ اگر کوئی دوسری شادی کا خواہش مند ہو تو اسے چاہئے کہ بیویوں سے سلوک کے معاملہ میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہو۔ وگرنہ خرابی سامنے آئے گی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی جانب (شعوری طور پر) زیادہ میلان رکھے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک حصہ لٹکا ہوا ہو گا۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے نزدیک تو ایک نکاح پر قناعت کرنا بہتر ہے۔ گھریلو سکون اور سلامتی سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اور بھی بہت سی باتیں بتائیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ اشعار کہے گئے ہیں ؎

ائمة هذه الدنيا جميعا　　بلا ريب عيال ابى حنيفه

وظائف ليله و اليوم شتى　　تهجده و فتياه الطريفه

بنو الايام ماكانت جميعا　　لتحمل من وظائفه و ظيفه

و كفة فقهه ثقلت عيانا
وكفة فقههم جائت خفيفه

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات سے برکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوتا ہوں۔ جب بھی کوئی مشکل درپیش ہو آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہو کے دو رکعت نفل ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت روائی کا سوال کرتا ہوں تو وہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ جن کا شمار ابدالوں میں ہوتا ہے فرماتے ہیں میں نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا' اللہ تعالیٰ نے آپ کے

ساتھ کیا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا' میں نے تمہیں علم سے اس لئے تو نہیں نوازا تھا کہ تمہیں عذاب دوں۔ میں نے پوچھا ابویوسف کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ امام محمد نے فرمایا وہ مجھ سے بلند مقام پر فائز ہیں۔ میں نے پوچھا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا سلوک کیا امام محمد نے فرمایا انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دی گئی۔ خطیب بغدادی کی روایت کے مطابق ان کا مقام امام ابویوسف سے بلند تھا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و مقامات

تذکرہ نگاروں نے امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا نسب نامہ ان الفاظ میں تحریر کیا ہے۔ ابو یوسف یعقوب ابن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن جتہ الانصاری البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ آپ کے اجداد میں سے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی ہیں جو جنگ احد میں جانے کے لئے تیار ہوئے تھے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں کم عمری کی وجہ سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہ دی۔ ایک وقت آیا کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے کوفہ ہجرت کر گئے اور کوفہ میں ہی فوت ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور اس جنازہ میں پانچ تکبریں کہی گئیں تھیں۔ (حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے نماز جنازہ میں پانچ تکبیر والی حدیث پاک تھی انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔)

حبیب بن سعد ' نعمان بن سعد کے بھائی ہیں۔ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے۔ وہ ثقہ راویوں میں مانے جاتے ہیں۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں اگرچہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کوفہ میں پیدا ہوئے اور یہاں ہی نشوونما پائی مگر انہوں نے اپنی ساری زندگی بغداد میں گزاری۔ آپ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث سنیں' فقہ کی تعلیم حاصل کی اور آپ کے زیر سایہ تربیت پائی تھی۔ آپ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوفہ میں ابی اسحاق شیبانی' سلیمان تیمی' یحییٰ بن سعید الانصاری' سلیمان اعمش' ہشام بن عروہ' عبداللہ بن عمر العمری' حنظلہ بن ابی سفیان' عطاء بن السائب' محمد بن اسحاق بن یسار' حجاج بن ارطاۃ' حسن بن دینار' لیث بن سعد' ایوب بن عتبہ رحمتہ اللہ علیہم جیسے جلیل القدر علمائے کوفہ سے استفادہ کیا' یہ سارے آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ منصب قضاہ پر

ایک وقت آیا کہ عباسی خاندان کے خلیفہ موسیٰ بن ہادی بن مہدی نے آپ کو پہلی بار منصب قضاء پر مقرر کیا۔ ہارون رشید کے دور اقتدار میں آپ اسی منصب پر رہے۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہیں سلطنت عباسیہ میں قاضی القضاء (چیف جسٹس) کا لقب دیا گیا۔ اور بزرگان دین کے ساتھ ساتھ یحیٰی بن معین، امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی رحمتہ اللہ علیہم نے بھی آپ کو ثقہ مانا ہے۔ آپ نے اپنے بیٹے یوسف کو مغربی ممالک کا نائب قاضی مقرر کیا لیکن ہارون الرشید نے حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد یوسف کو رصافہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ابوالبختری وہب بن وہب قرشی کو قاضی القضاہ کا عہدہ دیا گیا۔

بشر بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ سترہ سال تک رہا۔ آپ کی عمر کے آخری سالوں میں آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ سارا ملک ان پر ٹوٹ پڑا۔ ان کے فیصلے، ان کے فتوے سارے عالم اسلام میں مشعل راہ بننے لگے۔ عوام، امراء اور اعیان سلطنت آپ کو بے پناہ عزت دیتے تھے۔ یہ حالات دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔ چنانچہ میرے اس خدشے کے بعد آپ صرف ایک ماہ زندہ رہے اور راہی ملک بقاء ہو گئے۔

امام مکحول النسفی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے مرنے سے پہلے اپنی دولت کو لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ مکہ مکرمہ گئے تو وہاں کے لوگوں کو ایک لاکھ دینار بانٹ دیئے۔ مدینہ منورہ آئے تو ایک لاکھ دینار اہل مدینہ میں تقسیم کر دیئے۔ کوفہ لوٹے تو ایک لاکھ دینار کوفہ کے غرباء میں تقسیم کر دیئے۔ بغداد میں آئے تو ایک لاکھ دینار بغداد کی عوام میں بانٹ دیئے۔ آپ ۵ ربیع الاول ۲۸۲ ہجری کو فوت ہوئے تھے۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

محمد بن شجاع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک شخص کو امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھیجا۔ اس دن امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سارے شہر میں پھیل چکی تھی۔ اس نے بتایا کہ جب میں وہاں پہنچا تو لوگ آپ کو دفنانے کے لئے لے جارہے تھے۔ اگرچہ حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کمزور تھے' بیمار تھے مگر نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے آپ کو بڑا افسوس ہوا۔ کسی نے کہا کہ آپ اس شخص کے لئے افسوس کر رہے ہیں جو ساری زندگی سرکار (سلطنت عباسیہ) کی نوکری کرتا رہا ہے اور بادشاہ کا غلام بنا رہا۔ حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ کل رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں۔ مجھے ایک خوبصورت محل دکھائی دیا جس میں قالین بچھائی جا رہی ہے' اسے مزین کیا جا رہا ہے' در و دیوار پر لعل و جواہر سجائے جا رہے ہیں اور غلمان جنت چاک و چوبند کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ سارا اہتمام کس کے لئے ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ہے۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مرتبہ ان کی تعلیم' حلم اور دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے حصول کے لئے بے پناہ تکالیف برداشت کرنے پر دیا ہے۔ آپ نے امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے لئے یہ شعر کہے ۔

العلم کنز و ذخر لا نفادله
نعم القرین ما قارن الصحبا
یا جامع العلم نعم الذخر تجمعه
لاتعدلن به درا ولا ذهبا

(ترجمہ) علم ایک خزانہ ہے' ایک ذخیرہ ہے' وہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ یہ انسان کا بہتر ساتھی ہے' اس کا بہترین رفیق ہے۔

اے علم حاصل کرنے والو! تم بہترین ذخیرہ جمع کر رہے ہو۔ اس کا مقابلہ نہ کسی

عہدہ سے ہو سکتا ہے نہ سونے سے۔

ابویعقوب خریمی رحمتہ اللہ علیہ نے بغداد میں ایک دانشور کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا ۔

یا ناعی الفقه الی اهله — ان مات یعقوب وما تدری
لم یمت الفقه و لکنه — حول من صدر الی صدر
القاه یعقوب الی یوسف — فزال من صلب الی ظهر

فهو مقیم فاذا ماثری
وحل حل الفقه فی قبر

خلیفہ ہارون الرشید امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے جنازے کے آگے آگے جارہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر خود نماز جنازہ کی امامت کی اور حکم دیا کہ ان کو میرے خاندانی قبرستان میں دفن کیا جائے۔ سارے ملک میں تعزیتی اجلاس منعقد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ کو قریش کے قبرستان میں کرخ کے مقام پر دفن کیا گیا۔ آپ کے قریب ہی خلیفہ عباسی کا مقبرہ ہے اور ساتھ ہی ملکہ زبیدہ محو خواب ہیں۔

(نوٹ) فاضل مترجم علامہ اویسی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے سفر بغداد کے دوران دیکھا ہے کہ زبیدہ خاتون کا مقبرہ بغداد ریلوے سٹیشن کے پاس ہے' اس کی قبر پر بہت بڑا گنبد ہے جو دور سے دکھائی دیتا ہے۔ حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کا روضہ کاظمین میں سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبرہ کے احاطہ کے قریب ہے۔ اس پر بھی ایک خوبصورت گنبد ہے۔ جن دنوں فاضل مترجم گئے اس وقت آپ کے روضہ کی از سرنو تعمیرو مرمت ہو رہی تھی۔

کسی شاعر نے کتنے خوبصورت اشعار کہے ہیں ۔

مضت الفضائل اذ مضی یعقوب — صقر العلوم الشهم لا یعقوب
ولئن اتیح له عزوب فی الثری — ظهرت فضائل مالهن غروب
ولئن طویت ید القضاء فعلمه — حتی النشور منشر مکتوب
نکصت فحول الفقه فی الدنیا علی — اعقابها لما انبری یعقوب
اروی العطاش بفقهه اذلم یکن — یوما لنهزنهاه قط نضوب
طلب الفضائل ساحبا حتی حوی — منها الا وابد مالهن سحوب
مامد عینیه الی مطلوبه — الا اتاه ذالک المطلوب
هل فاخر الا الیه متیم — هل مفخر الا به معصوب
سلبوا الفتی نحو الضریح و اینما — سلب الفضائل ذلک المسلوب
عن کل اهل الفقه ناب وما اری — احدا من الفقهاء عنه ینوب

فینوح اهل الفقه نوح حمامة
وسماء عینیه عطیه یصوب

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے ابتدائی حالات

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ اپنے حالات خود بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ابتدائی تعلیم کوفہ میں حاصل کی۔ علم حدیث اور فقہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کی۔ میرے والدین نہایت تنگ دست اور غریب تھے۔ میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو بہت تھک جاتا تو اپنے شفیق استاد کے سامنے ہی پاؤں پھیلا کر بیٹھ جاتا۔ میرے والد تنبیہہ کرتے کہ بیٹا ایسے لوگوں کے سامنے پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھنا چاہئے۔ یہ امیر لوگ ہیں' اعلیٰ غذائیں کھاتے ہیں۔ قیمتی لباس پہنتے ہیں۔ ہم غریب لوگ ہیں' سوکھے ٹکڑے کھا کر گزر اوقات کرتے ہیں۔ تم ان لوگوں کو چھوڑو اور اپنے غریب والدین کے لئے ہاتھ پاؤں مارو' محنت مزدوری کرو۔

ان خیالات کے پیش نظر میرے والد نے مجھے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں جانے سے روک دیا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے کئی دن غیر حاضر پایا تو لوگوں سے پوچھا یعقوب (امام ابو یوسف) کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اسے تو اس کے والد نے یہاں آنے سے روک دیا ہے۔ ادھر میں بھی والد سے آنکھ بچا کر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آپہنچا۔ آپ نے مجھ سے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو میں نے اپنے والد کی سرزنش اور رکاوٹ کی بات بتا دی۔ بہر حال میں اس دن آپ سے احادیث سنتا رہا۔ جب لوگ جانے لگے میں بھی اٹھا تو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے رکنے کو کہا' میں آپ کے پاس آبیٹھا' آپ نے لوگوں سے نظر بچا کر مجھے ایک تھیلی دی جس میں درہم و دینار بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اس سے گزر کرو' اپنے والدین کی بھی خدمت کرو جب یہ ختم ہو جائیں تو مجھے پھر بتانا۔ اسی طرح آپ ایک عرصہ تک میری خفیہ امداد کرتے رہے اور میں آپ کی مجلس میں حاضری دیتا رہا۔

ایک اور بیان میں حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی بالغ نہیں ہوا تھا' صغیر سنی میں میرے والد صاحب فوت ہو گئے' گھر میں غربت تھی' میری والدہ نے مجھے ایک دھوبی کے ہاں نوکر کرا دیا لیکن میں دھوبی کو چھوڑ کر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں چلا جایا کرتا تھا۔ ایک عرصہ گزر گیا' میری والدہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی اس کا آپ کے بغیر کوئی استاد نہیں' میں خود چرخہ چلا کر مزدوری کرتی ہوں اور گھر کا خرچ چلاتی ہوں' اسے کھلاتی ہوں' آپ اسے اپنے پاس نہ بٹھایا کریں۔ آپ نے فرمایا بی بی اسے پڑھنے دو' پڑھ کر اچھا ہو گا اور بہت ہی عمدہ حلوہ کھایا کرے گا۔ جس میں باداموں کی گریاں اور زعفران پڑا ہو گا۔ میری والدہ نے جب آپ کی بات سنی تو غصہ میں آگ بگولہ ہو کر باہر آگئیں اور کہنے لگیں یہ بوڑھا تو مجھے پاگل نظر آتا ہے' کیسی باتیں کرتا ہے' بھلا ہم غریبوں کو باداموں والے حلوے سے کیا واسطہ' یہ یتیم اور نکما بچہ پڑھ بھی جائے تو حلوہ کیسے کھائے گا۔

والدہ کے غصے کے باوجود میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس میں چلا جاتا' یہاں تک کہ آپ نے مجھے علم سے مالامال کر دیا اور ایک وقت آیا کہ اپنے استاد محترم کی وفات کے بعد سلطنت عباسیہ میں قاضی القضاۃ کا منصب ملا۔ ایک دن میں ہارون الرشید کے دسترخوان پر سجے ہوئے رنگا رنگ کھانے کھا رہا تھا تو مجھے اپنے استاد محترم کی وہ بات یاد آئی کہ میں بڑا ہو کر باداموں والا حلوہ کھاؤں گا۔ خلیفہ ہارون الرشید مجھ پر بڑے مہربان تھے وہ ایک دن میرے گھر تشریف لائے اور اپنے ساتھ باداموں کا حلوہ لائے' دسترخوان پر رکھ کر کہنے لگے ابویوسف! یہ حلوہ کھاؤ' ایسا حلوہ ہر روز نہیں ملا کرتا۔ نہ ہی ہر روز تیار کرایا جاتا ہے۔ میں ہارون الرشید کی بات سن کر ہنس پڑا' وجہ دریافت کی تو میں نے اپنی غربت کے دور کا سارا واقعہ سنا دیا' ہارون الرشید کہنے لگا واقعی علم دنیا و آخرت میں نفع رسانی کرتا ہے' دونوں جہانوں میں بلند مرتبہ عطا کرتا ہے' اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے وہ دل کی آنکھ سے کئی سال پہلے کے واقعات پر نگاہ رکھا کرتے تھے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کی مجلس میں

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جوانی میں قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ وہ میری بڑی عزت کرتے تھے۔ اگر ان کے سامنے کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو مجھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج کر اس کا حل تلاش کراتے۔ اس طرح میں قاضی ابن ابی لیلیٰ کی وجہ سے اپنے استاد محترم کی خدمت میں آجاتا' مسئلہ دریافت کرتا مگر انہیں بتاتا نہ تھا کہ مجھے کون بھیجتا ہے۔ مجھے آپ سے حیا آنے لگی' آپ کی صحبت میں مزید آنے لگا۔ دوسری طرف مجھے ابن ابی لیلیٰ کی علمی کم مائیگی کا احساس ہونے لگا اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ یہ قاضی لوگ علم سے کتنے بے بہرہ ہیں۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ کی بیٹی کی شادی تھی۔ سارے کوفہ کے امیر اور اہلیان مملکت موجود تھے۔ ان دنوں رواج تھا کہ بیٹی کی شادی کی محفل میں شکر بکھیری جاتی۔ دوسرے

لوگوں کی طرح میں نے بھی جھپٹ کر شکر حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا یہ تو مکروہ بات ہے۔ میں نے کہا شادی کے موقع پر یہ بات مکروہ نہیں رہتی۔ وہ فرمانے لگے میری خاطر تم اس مسئلہ کو میری مرضی کے مطابق بدل دو۔ اس دن سے مجھے قاضی ابن ابی لیلیٰ سے نفرت ہو گئی کہ یہ لوگ اپنے لئے دینی مسئلے بھی بدل دیتے ہیں۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی غربت

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ خود بیان کرتے ہیں کہ میرے والد محترم نہایت غریب تھے۔ میں ان دنوں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس تدریس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ میرے والد صاحب ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے' میرا بیٹا آپ کے پاس آتا جاتا ہے بلکہ اب تو سارا وقت آپ کے پاس رہنے لگا ہے' ہم غریب لوگ ہیں' ہمارا کوئی سہارا نہیں' کوئی ذریعہ معاش نہیں' آپ اسے کچھ دیر کے لئے آزاد کر دیا کریں تاکہ نوکری کر کے ہماری کفالت کرے۔ آپ نے فرمایا' اسے آپ اسی حال پر چھوڑ دیں ایک وقت آئے گا کہ دنیا کے اہل علم اور اہل دول اس پر رشک کیا کریں گے۔ میرے والد نے غصہ میں آکر کہا آپ کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ اس کا عیال' اس کا گھر' اس کے والدین تباہ ہو رہے ہیں مگر آپ اسے قابل رشک انسان بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ میرے والد کی بات سن کر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری مالی امداد کرنا شروع کر دی جس سے ہم لوگ گھر کے اخراجات پورے کرتے حتیٰ کہ ایک وقت آیا ہم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھل گئے۔ علم بھی ملا اور دولت بھی۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی علمی لگن

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا' میں اس وقت حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس میں بیٹھا تھا' میں دانستہ طور پر

خاموش رہا اور والد کی موت کی خبر سنی ان سنی کر دی اور درس سننے میں مصروف رہا۔ شام ہو گئی، گھر گیا تو لوگ میرے والد کی تدفین سے فارغ ہو چکے تھے۔ میں والد کے جنازے سے تو محروم ہو گیا مگر علم کی مجلس سے محروم نہ رہا۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس انہماک سے ابو یوسف نے میرے درس میں علم حاصل کیا دوسرے کسی شاگرد نے ایسا نہیں کیا۔ میرے حلقہ درس میں داؤد طائی بھی ایک قابل شاگرد تھے مگر وہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی طرح محنتی نہیں تھے۔ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کی بیوی بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگ ابتدائی دور میں نہایت ہی غربت میں تھے، میرے خاوند طلب معاش کی بجائے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں رہتے اور کئی کئی دن گھر نہ آتے۔ میں ایک دن خود حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی شوہر کی شکایت کی، اپنی تنگ دستی کا قصہ بیان کیا، آپ نے مجھے حوصلہ دیا کہ یہ گنتی کے چند دن ہیں گزر جائیں گے، صبر کرو۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ تمہاری غربت امارت میں بدل جائے گی۔ تمہاری تنگ دستی دور ہو جائے گی۔ یہ فقر و فاقہ ختم ہو جائے گا۔

ایک وقت آیا کہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے ایک دوست نے پوچھا کہ یعقوب! آپ کی کتنی تنخواہ (فتوحات) ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ تو معلوم نہیں ہاں اس وقت میرے اصطبل میں سات سو خچر اور سو اعلیٰ نسل کے گھوڑے میری خدمت اور آمدورفت کے لئے بندھے ہوئے ہیں۔ میں ایک مزدور تھا، بھاگا ہوا چور، کام چور مزدور مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس نے مجھے مالامال کر دیا۔ ایک بار میں پورا مہینہ گھر نہ گیا، میری والدہ نے مجھے ڈانٹا کہ تمہارا استاد تمہیں مزدوری دیتا ہے اور نہ کوئی اور کام کرنے دیتا ہے یہ کہہ کر مجھے ایک کاریگر کے پاس لے گئی اور مجھے اس کا شاگرد بنا دیا۔ مجھے ڈانٹتی کہ تم ایک ایک مہینہ نوکری سے غیر حاضر رہتے ہو، پھر مجھے خوب مار کر کہا کہ خبردار آئندہ تم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری یہ داستان سنی تو پچاس دینار وظیفہ لگا دیا اور کہا جاؤ اپنی ماں کو دے آؤ اور کہو کہ میری چند

دنوں کی مزدوری ہے۔ میری ماں پچاس دینار لے کر خوش ہو گئی اور کہنے لگی ان کے پاس ہی رہا کرو وہ مزدوری زیادہ دیتے ہیں۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک پسندیدہ شاگرد تھے

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا کے پسندیدہ شاگرد بہت سے تھے مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ صف اول میں تھے۔ آپ کے تمام شاگرد مستقبل میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ ان میں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام زفر، اسد بن عمرو البجلی، عافیہ الاودی، داؤد طائی، قاسم بن معن المسعودی، علی بن مسہر، یحییٰ بن زکریا، حبان، مندل ابن علی البختری رحمتہ اللہ علیہم۔

عمار بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان دس شاگردوں میں سے امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سب سے پسندیدہ اور قابل تھے۔ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم کی اشاعت میں بے مثال کام کیا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو شاید فقہ حنفی کو وہ مقام نہ ملتا جو دنیائے اسلام میں ملا ہے اور نہ ہی قاضی ابن ابی لیلیٰ کا کوئی نام لیتا جنہیں امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے متعارف کرایا۔

محمد بن جعفر رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ علم میں مشہور تھے۔ فضیلت میں باکمال تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعلیٰ ترین شاگرد تھے۔ اپنے زمانہ کے تمام فقہاء سے افضل تھے۔ آپ کے معاصرین میں سے ایک شخص بھی ان سے آگے نہ بڑھ سکا۔ علم، حلم اور ریاست و سیاست میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں اصول فقہ کی بنیادیں آپ نے رکھیں اور انہیں بام عروج تک پہنچایا اور اطراف عالم میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کو پھیلایا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دست راست تھے

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے عمر بن حماد بن ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا کو علمی مسند پر بیٹھے دیکھا تھا۔ امام ابو یوسف آپ

کے دائیں ہاتھ بیٹھے ہیں اور امام زفر بائیں ہاتھ موجود ہیں۔ یہ دونوں کسی مسئلہ پر بحث کر رہے ہیں۔ ایک مسئلہ بیان کرتا تو دوسرا اس کا رد کرتا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کی باتیں سن رہے تھے۔ صبح سے ظہر کا وقت ہو گیا۔ نماز ظہر کی اذان ہوئی' امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زفر کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا زفر جہاں ابویوسف ہو اس شہر میں کوئی منصب یا عہدہ قبول نہیں کر سکو گے۔ ابویوسف کی علمی بلندیوں تک تم نہیں پہنچ سکتے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے پوتے اسماعیل بن حماد رحمتہ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے دادا نے فرمایا کہ میرے ۳۶ شاگرد ہیں ان میں ۲۸ تو قضاء کے لائق ہیں۔ چھ فتویٰ دینے میں ماہر اور دو ابویوسف اور زفر ایسے ہیں کہ وہ بیک وقت عہدہ قضاء اور منصب فتویٰ پر یکساں فائز ہو سکتے ہیں۔ عمرو الناقد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی اصحاب الرائے سے روایت نہیں کی مگر مجھے ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا اعتماد ہے کہ میں انہیں ہر مسئلہ میں صاحب السنتہ تسلیم کرتا ہوں۔

یحییٰ بن معن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ "اصحاب الحدیث" سے محبت کرتے تھے اور ان کی طرف ہی ان کا میلان تھا۔ ہم ان کی روایات لکھ لیا کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں احادیث کی تلاش میں نکلا تو مجھے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ جیسا صائب الرائے دوسرا کوئی عالم دین نہ ملا۔ میں ان کی روایت پہلے لکھا کرتا تھا پھر کسی دوسرے کی طرف جاتا۔ علی بن عبداللہ مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابویوسف ۸۰ ہجری میں بصرہ میں آئے ہم ہر روز ان سے دس دس احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصحاب الرائے میں حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں۔ وہ ثقہ تھے اور کبھی غلطی نہیں کرتے تھے۔ برقانی نے کہا کہ میں نے دار قطنی سے پوچھا کہ ابویوسف کے علم کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ فرمایا وہ محمد بن الحسن سے علم الحدیث میں زیادہ قوی ہیں۔

صالح بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ابن معین سے پوچھا کہ آپ ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے خیال کرتے ہیں ؟ فرمایا وہ ثقہ ہیں۔ عصام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابومطیع سے کوئی بھی بڑا فقیہ نہ تھا مگر ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ ان سے بھی بلند پایہ تھے۔ ابن عیینہ کہا کرتے تھے کہ میرا دل کسی عالم کی بات سے مطمئن نہیں ہوتا، مجھے صرف ابویوسف مطمئن کرتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے شاگردوں میں سے سب سے زیادہ جامع ابویوسف ہیں۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ میں نے حدیث قدماء محدثین سے، مغازی ابن اسحاق سے اور تفسیر کلبی سے، تصانیف کا طریقہ سعید بن ابی عروبہ سے حاصل کیا تھا۔ آپ نے علوم و فنون علمیہ پر اس طرح عبور حاصل کیا تھا کہ آپ تمام علوم کے حافظ محسوس ہوتے تھے۔

احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم بلا کسی تکلف کے آتا تھا۔ ہشام بن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے اگر امام یوسف اور امام زفر کسی مسئلہ پر اختلاف کرتے تو امام وکیع امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ قاسم بن زریق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں اکثر امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں آیا جایا کرتا تھا۔ وہ مسند پر جلوہ فرما ہوتے تو نہایت صغیر الجثہ دکھائی دیتے۔ مجھے کئی بار خدشہ ہوا کہ وہ ابھی زمین میں پیوست ہو جائیں گے۔ لیکن جب گفتگو فرماتے تو میں حیران ہو کر کہتا یہ اللہ کہ قدرت ہے کہ اس نے اتنے علوم ایک پرندے کے پیٹ میں ڈال دیئے ہیں۔

ایک بار امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ بیمار ہو گئے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بیمار پرسی کے لئے ان کے گھر گئے، واپس آئے تو آپ نے فرمایا یہ شخص اگر مر گیا تو اس جیسا کوئی عالم پیدا نہیں ہو گا۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے امام زفر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا زفر کو چھوڑو ابویوسف کی بات کرو۔ اس کے پایہ کا کوئی بھی عالم نہیں جو دینی مسائل بیان کر سکے۔ اگر کوئی مسئلہ حل نہ ہوتا تو حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ سونے سے پہلے اس کا حل پیش کرتے۔ ان کی نظیر نہیں۔ وہ بے

مثال فقیہ ہیں۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر فرض اور نفل نماز کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے ذرے سے آفتاب بنا دیا۔ علی بن صالح رحمتہ اللہ علیہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے یہ حدیث سیدالفقہاء، قاضی القضاہ، سید العلماء امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کی تھی۔

بشر بن ولید رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دن اپنے مستمل سے فرمایا کہ تم نے امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کا نام عام اور سادہ الفاظ میں لیا ہے ان کا نام شان و شوکت اور تعظیم سے لیا کرو۔ ان جیسا انسان میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ ابوعمران نے کہا کہ ہم علی بن معد سے حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی املا حاصل کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کا گلہ کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا اٹھو پہلے منہ دھو کر آؤ پھر ان کا نام لینا۔ بخدا میں نے ان جیسا انسان کہیں نہیں دیکھا حالانکہ اس وقت امام ثوری اور حسن جیسے کئی فقیہ دیکھے ہیں۔

بشر بن ولید رحمتہ اللہ علیہ نے کہا میں نے سینکڑوں علماء و خلفاء کی زیارت کی مگر مجھے امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی محترم و مکرم نہیں ملا۔ ایک دن میں نے آپ کو شاہی خچر پر سوار دیکھا، میں اس وقت اپنے عزیزوں کے گھر جا رہا تھا۔ میں ان کے اتنا قریب ہو گیا کہ میرا گھٹنا ان کے گھٹنے سے نہایت قریب ہو گیا۔ انہوں نے میری اس گستاخی کو نظرانداز کر کے مسکرا کر دیکھا۔ ایک دن میں اپنے خچر پر سوار اپنے رشتہ داروں کی ہاں جا رہا تھا۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ پیدل تھے، اکیلے تھے، میں اور آپ تھے۔ میں نے عرض کی میرے پاس کیا ہے کہ میں آپ کے علم کا حق ادا کر سکوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری ایک حدیث بھی یاد کر کے بیان کرے گا اس کو قیامت کے دن میری شفاعت حاصل ہوگی۔ آپ تو احادیث کا ذخیرہ ہیں۔ بے پناہ احادیث لوگوں کو سناتے ہیں۔

حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو کا انداز اور مناظرانہ معرکے

حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ ایک دن ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار کہیں جارہے تھے۔ آپ کا ملازم آپ کے پیچھے دوڑا دوڑا آرہا تھا۔ لوگوں نے دیکھ کر برا منایا۔ آپ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں اپنا گھوڑا اور ملازم کسی کو کرائے پر دے دوں اور وہ پیچھے پیچھے دوڑتا رہے۔

عباسی خلیفہ موسیٰ ہادی کا ایک مقدمہ قاضی امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی عدالت میں پیش ہوا۔ بظاہر فیصلہ خلیفہ کے حق میں جا رہا تھا مگر امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ کے خلاف فیصلہ سنایا۔ خلیفہ نے آپ کو طلب کر کے کہا کیا آپ اسی طرح فیصلے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں۔ مدعی آپ سے قسم لینا چاہتا تھا' آپ نے دیکھا ہے کہ مدعی کے گواہوں نے مدعی کے حق میں گواہی بھی دی ہے۔ تو کیا ان حالات میں آپ عدالت میں قسم کھانا پسند کریں گے' خلیفہ نے کہا نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ تو پھر آپ بتائیں کہ اگر فیصلہ آپ کے خلاف ہوا ہے تو درست ہے یا نہیں۔

(نوٹ) یہاں امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے بہت سے مقدمات پر فیصلے درج ہیں ہم ان فیصلوں کے ترجمے کو نظرانداز کر رہے ہیں۔

خلیفہ عباسی کی ایک مشکل کا حل

بشر بن الولید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ایک رات مختلف امور سے فارغ ہو کر امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ سونے والے کپڑے پہن کر سونے لگے تھے کہ اچانک ہرثمہ بن المین نے دروازہ کھٹکایا آپ نے باہر دیکھا تو اس نے کہا کہ آپ کو فوری طور پر خلیفہ نے طلب فرمایا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ بھلا اس حالت میں کس طرح خلیفہ کے پاس حاضر ہو

سکتا ہوں۔ تم انہیں کسی طریقہ سے ٹال دو مگر ہرثمہ نے بتایا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ کیوں بلایا ہے۔ مگر حکم ہوا ہے کہ ہر حالت میں آپ کو بلا کر لے آؤں۔ آپ اٹھے، غسل کیا، لباس بدلا، خوشبو لگائی اور ساتھ چل پڑے۔ خلیفہ کے دروازے پر پہنچ کر ہرثمہ تو رک گیا مگر آپ کو کہا اندر جائیے مجھے اندر جا کر اطلاع دینے کی بھی اجازت نہیں۔ خلیفہ کا خاص خادم دروازہ پر موجود ہے میں اندر جا کر اطلاع نہیں دے سکتا۔ آپ خود اندر گئے، آپ کے قدموں کی آہٹ پا کر خلیفہ نے آپ کو اندر بلا لیا اور نہایت احترام سے بٹھا کر گفتگو کا آغاز کیا۔ اس وقت وہاں عیسیٰ بن جعفر بھی بیٹھے تھے۔ خلیفہ نے کہا کہ آپ کو اس وقت اس لئے تکلیف دی ہے کہ ہمارے سامنے ایک مشکل مسئلہ آگیا ہے۔ عیسیٰ بن جعفر کی ایک لونڈی ہے جس کا خدوخال مجھے بھا گیا ہے، میں نے اسے کہا ہے کہ اسے فروخت کر دو تاکہ میں اسے خرید لوں مگر اس نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ نہ اسے بیچوں گا نہ حبہ کروں گا۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اس کی کیا حیثیت ہے کہ وہ آپ کی خواہش سے انکار کرے۔ عیسیٰ بن جعفر نے کہا یہ بات عدل و انصاف اور اخلاق کے بھی خلاف ہے کہ ایک شخص سے اس کی لونڈی چھین لی جائے اور پھر خلیفہ بذات خود عدل سے گریز کرے۔ اب آپ ہی اس کا حل بتائیے کیونکہ اگر میری قسم ٹوٹ گئی تو مجھے اپنی بیوی کو بھی طلاق دینا ہوگی۔ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے کہا آپ اسے فروخت نہ کریں، اسے بطور تحفہ (ہبہ) نہ دیں۔ صرف آدھی کا ہبہ کر دیں کیونکہ آدھی عورت نہ بیچی جاسکتی ہے نہ ہبہ کی جاسکتی ہے۔ عیسیٰ بن جعفر نے ایسا ہی کیا آدھی لونڈی کی قیمت وصول کر لی اور آدھی کو تحفۃً دے دیا۔ معاملہ صاف ہونے کے باوجود خلیفہ نے کہا کہ میرا مسئلہ تو پھر بھی حل نہیں ہوا، میرا دل چاہتا ہے کہ آج رات ہی یہ خوبصورت لونڈی میری ملکیت بن جائے۔ مگر لونڈی ہے اس کے لئے استبراء ضروری ہے۔ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے کہا آپ اسے آزاد کر دیں ایک آزاد عورت کے لئے استبراء ضروری نہیں۔ خلیفہ نے اسے آزادی دے کر بیس ہزار دینار پر اس سے نکاح کر لیا۔ خلیفہ کے دو ملازم

نکاح کے گواہ بن گئے' امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے نکاح پڑھایا اور یہ مشکل مسئلہ حل ہوگیا۔ اب لونڈی خلیفہ کی منکوحہ بیوی تھی۔

دوسرے دن شاہی گھر کی ایک لونڈی دو ہزار دینار اور بیس تھان ریشمی کپڑے لے کر امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے گھر پہنچی اور آپ کا شکریہ ادا کیا مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم نکاح پڑھانے کی فیس نہیں لیتے۔ دوسری صبح ایک لڑکی اپنی کنیزوں کے ساتھ آپ کے دروازے پر آئی اور کہنے لگی میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں اور کہا کہ مجھے خلیفہ نے رات جتنا حق مہر دیا ہے اس سے آدھی رقم آپ کی نذر کر رہی ہوں۔ آپ نے اس میں سے صرف ایک ہزار دینار لے کر اس کے سامنے ہی وہاں بیٹھے ہوئے علماء کرام اور غرباء میں تقسیم کر دیئے۔

بشیر بن ولید رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ ایک شخص آیا اور اس نے امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ سے کہا میں نے آپ کا نام لے کر فلاں شخص سے کچھ روپیہ لے لیا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے گرفتار کر لیا جائے اور اس سے روپیہ لے کر اس شخص کو ادا کیا جائے جس سے وہ لے آیا تھا۔ اس شخص نے اس سخت روش کو دیکھتے ہوئے کہا کہ میں نے ایسا ہی معاملہ آپ کے استاد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تھا انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ اپنے دوسرے احباب کو بھی ایسے معاملات میں درگزر کر دیا کرتے تھے مگر آپ کا رویہ ان کے برعکس ہے۔ آپ نے فرمایا امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگ علم حاصل کیا کرتے تھے مگر میں تو حکومت کا نمائندہ ہوں' میرے نام پر یہ فراڈ کسی صورت درست نہیں۔ میرا نام علم اور تقویٰ کی وجہ سے نہیں لیا جاتا بلکہ حکومت کا منصب دار ہونے کی وجہ سے لیا جاتا ہے۔

ہارون الرشید کی ایک قسم

ہارون الرشید نے ایک بار قسم کھائی کہ اگر آج ملکہ زبیدہ نے میری مملکت میں

رات بسر کی تو اسے طلاق ہو جائے گی۔ ہارون الرشید کے اس فیصلے نے تہلکہ مچا دیا۔ ہر شخص پریشان نظر آتا تھا ملکہ بذات خود پریشان تھی۔ علماء سے پوچھا گیا تو وہ حیران تھے کہ کوئی ایسی سرحد نہیں جو رات کے دوران عبور کی جاسکے۔ لوگوں نے بتایا یہاں یعقوب نامی عالم دین امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد ہے شاید وہ کوئی حل بتا سکے۔ آپ کے پاس لوگ آئے تو آپ نے فرمایا مجھے خود ہارون الرشید کے پاس لے چلو' وہ خود اپنا مسئلہ پیش کرے۔ آپ کو دربار میں طلب کیا گیا۔ ہارون الرشید نے سوال کیا تو آپ نے جواب دینے کے بجائے برملا کہا آپ سائل ہیں تخت سے نیچے آئیں' مجھے تخت پر بٹھائیں اور عوام میں کھڑے ہو کر سوال کریں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کو اپنے تخت پر بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر مسئلہ دریافت کیا۔

آپ نے فرمایا ملکہ زبیدہ آج رات مسجد میں گزارے' یہ مسجد آپ کی مملکت سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے ان المساجد للہ "مسجدیں صرف اللہ کی ہیں" یعنی مسجدیں کسی کی ملکیت میں نہیں ہیں۔ ہارون الرشید بہت خوش ہوا اور آپ کو بے پناہ انعامات سے نوازا۔ پھر ایک وقت آیا کہ آپ کو قاضی القضاہ بنا دیا گیا۔ ہارون الرشید نے کہا اب میرے لائق کوئی کام ہو تو فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میری غریب ماں نے تعلیم کے دوران پڑھنے سے روکا تھا مگر میرے استاد حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بی بی ! اسے پڑھنے دو بڑا ہو کر باداموں والا حلوہ کھایا کرے گا۔ اگر آج مجھے شاہی باورچی سے تیار کردہ باداموں والا حلوہ کھلائیں تو میری ماں کی روح خوش ہو جائے گی اور میرے استاد کی بات پوری ہو جائے گی۔ خلیفہ نے اسی وقت آپ کو حلوہ کھلایا اور شکریہ بھی ادا کیا۔

ہارون الرشید سے ایک سفارش

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے ہارون الرشید کو اپنے غربت کے زمانہ کا ایک واقعہ سناتے ہوئے کہا جب میں ایک چھوٹے سے محلے میں رہتا تھا تو ہمارے مکان کے راستہ

میں ایک یہودی نے بیت الخلاء بنا دیا جس کی وجہ سے ہمیں آنے جانے میں بڑی دشواری ہونے لگی۔ ہم نے اس یہودی کو بار بار کہا مگر وہ بیت الخلاء کو ہٹانے پر راضی نہ ہوا۔ کئی بار نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچی مگر معاملہ جوں کا توں ہی رہا۔ ایک دن ہماری لڑائی ہوئی تو یہودی نے کہا جس دن تم شاہی کجاوے میں بیٹھ کر آؤ گے اس دن یہ بیت الخلاء گراؤں گا۔ میں نے اسی دن سے دل میں ٹھان لی کہ ایک دن شاہی کجاوے پر بیٹھ کر ہی آؤں گا۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی بات سن کر ہارون الرشید نے حکم دیا شاہی کجاوہ تیار کیا جائے' امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کو اس پر سوار کیا جائے تاکہ آپ اپنے پرانے محلے میں یہودی کے گھر کے سامنے سے گزریں۔ جب امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی سواری وہاں پہنچی یہودی گھر سے نکلا' آپ کو شاہی کجاوے میں دیکھ کر گھر سے کدال لے آیا اور بیت الخلاء گرا دیا۔ اب آپ اپنی ماں کی خدمت میں گئے اور باداموں والا حلوہ اس کے ساتھ کھایا اس طرح آپ کی دونوں خواہشات پوری ہو گئیں۔

خلیفہ ہارون الرشید کے گھر چوری

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نے امام ابویوسف کو فوراً حاضر ہونے کا حکم دیا۔ آپ ڈرتے ڈرتے دربار میں پہنچے تو ہارون الرشید نے کہا میرے گھر سے قیمتی زیورات گم ہو گئے ہیں۔ میری ایک ہمسائی پر الزام ہے کہ یہ چوری اس نے کی ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر وہ میری اس بات کو تسلیم نہیں کرے گی تو میں اس کو چوری اور جھوٹ بولنے کے جرم میں قتل کر دوں گا۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ایک مرتبہ مجھے اس ہمسائی سے ملاقات کی اجازت دیں۔ آپ نے اس ہمسائی کو علیحدگی میں کہا جب خلیفہ تمہیں یہ کہے کہ کیا تو نے میرا زیور چرایا ہے تو فوراً کہنا ہاں میں نے چرایا ہے' وہ اگر کہے کہ تم وہ لے آؤ تو اسی وقت کہنا میں نے نہیں لیا۔ بس ان دو لفظوں کے علاوہ کوئی بات نہیں کرنا۔

اس عورت نے ایسے ہی کیا' اسے خلیفہ کے سامنے لایا گیا خلیفہ نے دونوں سوال

کیئے اور اس نے وہی جوابات دیئے۔ اب امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اس ہمسائی عورت نے چوری کا اعتراف کر لیا ہے اور آپ کی بات کی تصدیق کر دی ہے' اب آپ قسم سے بری الذمہ ہیں۔ ہارون الرشید کا غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے کہا اب آپ اسے معاف بھی کر سکتے ہیں۔ خلیفہ نے اپنے خزانچی کو حکم دیا کہ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کو ایک لاکھ درہم دیئے جائیں۔ خزانچی نے کہا اس وقت خزانہ بند ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہیں سے بھی ایک لاکھ درہم لا کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر بھیجو۔ انہوں نے مجھے قتل کے ارتکاب سے بچا لیا ہے ہم انعام دینے میں کل تک انتظار نہیں کر سکتے۔

ایک عورت حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئی اور کہنے لگی مجھے ہر رات احتلام ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا تمہارے گھر میں جو چکی ہے اسے اٹھا کر کھڑی کر دو۔ وہ عورت ساری رات چکی کھڑی کرنے میں لگی رہی صبح ہوئی تو دوبارہ آئی۔ آپ نے پوچھا کیا آج رات احتلام ہوا ہے۔ کہنے لگی ساری رات چکی کھڑی کرتی رہی ہوں احتلام تک نوبت نہیں آئی۔ آپ نے پوچھا تمہارا خاوند کہاں ہے ؟ اس نے کہا میرا خاوند نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کسی سے فوراً شادی کر لو تمہاری بیماری ختم ہو جائے گی۔

ہادی موسیٰ سلطنت عباسیہ کے خلیفہ تھے۔ اس کی نظر ایک ایسی لونڈی پر پڑی جو اپنے حسن و جمال اور رعنائی میں بے مثال تھی۔ ہادی کا اس لونڈی پر دل آگیا۔ اس نے علماء سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا یا تو اس لونڈی کا استبراء ہو یا اسے آزاد کر دیا جائے اور اس سے کوئی شخص نکاح کرے' طلاق دے اور پھر عدت گزار کر آپ کے پاس آئے۔ ہادی نے کہا میں اس سے کسی دوسرے کی ہم بستری کو کسی صورت بھی پسند نہیں کر سکتا۔ پھر نہایت حسرت سے کہنے لگا کاش ! آج امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ ہوتے تو میرے لئے کوئی راہ نکالتے۔ کسی نے کہا ان کے ایک شاگرد ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں آپ انہیں بلائیں وہ شاید کوئی صورت نکال لیں۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کو بلایا گیا۔ آپ نے صورت حال معلوم کرنے کے بعد کہا آپ اس لونڈی کو کسی خادم کے نکاح میں دے

دیں اور اسے کہیں کہ وہ ہم بستری کے بغیر ہی اسے طلاق دے دے اب ایسی مطلقہ سے عدت گزارے بغیر نکاح کیا جاسکتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد موسیٰ ہادی امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کو پسند کرنے لگا۔ اکثر اوقات آپ کو بلا لیا کرتا اور اپنی قربت عطا کرتا۔ ایک دن آپ کو دس ہزار درہم انعام دیا۔

مسجد کی جگہ مکان کی تعمیر

بغداد کے ایک دور دراز محلے میں مسجد تھی' وہ ایک عرصہ تک ویران پڑی رہی۔ نمازیوں کی بجائے اس میں مویشی اور درندے آکر آرام کرنے لگے۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ ایسی مسجد کو گرا کر مکان بنایا جاسکتا ہے۔ ایک امیر عورت نے مسجد کی جگہ اپنا محل بنا لیا۔ اس محل میں عیش و عشرت کی محفلیں لگتیں' شراب نوشی کا دور چلتا' امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ وہاں سے گزرے تو فرمایا کیا امام محمد کی یہی مسجد ہے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہارون الرشید کی شاہی سواری میں

ایک سال خلیفہ ہارون الرشید حج کے لئے روانہ ہوا تو اس نے امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کو کہا کہ آپ میرے ساتھ میرے کجاوے میں باپردہ سفر کریں گے۔ راستہ میں امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کو کھانسی آئی تو آپ نے پردہ سرکا کر باہر تھوکا۔ ہارون الرشید نے کہا آپ کو احساس نہیں آپ کس کے ساتھ سفر کر رہے ہیں اور آپ نے عامیانہ حرکت کر کے شاہی آداب کو خراب کیا ہے۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ کس کے ساتھ شریک سفر ہوں۔ مگر آپ کو اپنی خلافت پر فخر ہے آپ جانتے ہیں آپ کس کے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ ہارون الرشید نے کہا جانتا ہوں ابویوسف چیف جسٹس مملکت عباسیہ کے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا آپ خلیفہ ہو کر اپنے نسب پر نازاں ہیں۔ آج آپ کے قبیلہ کے ہزاروں لوگ مکہ' مدینہ' بغداد' حجاز مقدس میں موجود ہیں جو قریشی ہیں' ہاشمی ہیں' عباسی ہیں۔ وہ نسب کے واسطے سے آپ کی خلافت کے دعویٰ دار ہیں مگر میں علمی اعتبار پر ایسے منصب پر ہوں مجھے نسب پر کوئی ناز نہیں۔ مگر میں

علمی طور پر اس مقام پر ہوں کہ سارے عرب میں کوئی عالم میرا ہم منصب ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

ہارون الرشید آپ کی بات سن کر خوش ہو گیا اور اعتراف کیا نسب پر فخر کرنا فضول ہے۔ مگر علم کی فضیلت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ پھر کہنے لگا کاش میں خلیفہ نہ ہوتا' اونٹ کا ایک ساربان ہوتا' علم کی دولت سے مالامال ہوتا' لوگ چلتے پھرتے مجھ سے دینی مسائل دریافت کرنے کے لئے بلا روک ٹوک آتے۔

ہارون الرشید اہل مکہ کی امامت کراتے ہیں

ایک سال خلیفہ ہارون الرشید حج کے لئے گئے تو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے خلیفہ ہارون الرشید کو مصلّی پر لا کر امامت کے لئے کھڑا کیا۔ ہارون الرشید نے دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیرا اور کہا مکے والو! تم اپنی نماز مکمل کر لو' میں مسافر ہوں۔ مجمع میں سے ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا ابو یوسف میں تم سے اور تمہارے استاد امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم ہوں۔ آپ نے اسے فرمایا اگر تم عالم ہوتے تو نماز کے دوران بات نہ کرتے۔ (دو رکعت ابھی باقی تھیں) یہ بات سن کر ہارون الرشید بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کاش یہ جواب مجھے سوجھتا۔ میں اگر آپ کی علمی بصیرت پر اپنی آدھی سلطنت بھی دے دوں تو حق ادا نہیں ہوتا۔ پھر اس مکی نے اٹھ کر کہا ابو یوسف آپ کو معلوم ہے ہمارا پہاڑ جبل رحمت ہے' ہم علم و حکمت اور برکات کا منبع ہیں۔ ہم اس زمین پر بستے ہیں جہاں وحی نازل ہوتی رہی ہے۔ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا آپ کی ساری باتیں درست ہیں مگر آپ کے علوم' برکات اور حکمتیں یہاں سے ہجرت کر کے بغداد چلی گئی ہیں۔ اب آپ کے پاس پہاڑ تو ہیں مگر علمی برکات وادیوں اور راہوں سے چل کر ہمارے پاس آ گئی ہیں۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے پر فیصلہ کرتے تھے

ابراہیم بن الجراح رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ میں ایک دن امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے

ملنے گیا' وہ اس وقت سخت بیمار تھے۔ مجھے فرمایا اس مسئلہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔ میں نے کہا آپ اتنی شدید علالت میں مسائل کا حل دریافت فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اس لئے حل دریافت کر رہا ہوں کہ شاید کوئی نجات پانے والا نجات پا جائے۔

یہ مسئلہ یوں تھا کہ حج کے موقعہ پر شیطان کو پتھر مارنا سوار ہو کر افضل ہے یا پیادہ۔ میں نے کہا سوار ہو کر کنکریاں مارنا افضل ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بات تو غلط ہے۔ میں نے کہا اچھا تو پیدل چل کر مارنا افضل ہے۔ فرمایا یہ بھی غلط ہے۔ میں نے کہا پھر آپ ہی بتائیے۔ آپ نے فرمایا کنکریاں مارنے کے بعد وقوف نہ ہو تو سوار ہو کر مارنی چاہئیں۔ کنکریاں مار کر فوراً چلا جانا چاہئے۔ اگر کنکریاں مارنے کے بعد وقوف کرنا ہو تو پیدل ہی افضل ہے۔ میں آپ سے اجازت لے کر ابھی آپ کے مکان کی بیرونی دہلیز پر پہنچا تھا کہ مجھے رونے کی آوازیں سنائی دیں۔ معلوم ہوا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں۔ یہ تھا علماء کا طریقہ کہ زندگی کے آخری سانس تک دینی مسائل کے بیان کرنے میں مصروف رہتے تھے اور مہد سے لحد تک دین کے لئے بولتے تھے۔

حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن اعمش میرے پاس آئے اور مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ میں نے مسئلہ کا جواب دیا تو وہ کہنے لگے کس دلیل سے یہ بات کہتے ہو۔ میں نے وہ حدیث پاک بیان کی جو میں نے اعمش سے ہی سنی تھی۔ اعمش کہنے لگے مجھے یہ حدیث اس وقت سے یاد ہے جب تمہارے ماں باپ کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی مگر اس کی وضاحت مجھے آج ملی ہے۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں وقت کے مشہور عالم دین حجاج بن ارطاۃ کے ہاں حاضر ہوا۔ وہ ان دنوں کوفہ کے قاضی تھے۔ میں نے پوچھا لونڈی کے پیٹ میں بچے کی دیت کیا ہے۔ فرمایا نصف عشر۔ میں نے پوچھا یہ مسئلہ آپ نے کہاں سے لیا فرمایا قیاس سے۔ آزاد عورت کے پیٹ کے بچے کی بھی نصف عشر دیت ہے۔ میں نے کہا اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہو' آپ نے فرمایا پھر بھی دیت ہے۔ میں نے کہا اگر زندہ پیدا ہو کر مرے تو؟ انہوں نے کہا اس کی بھی نصف عشر دیت ہے۔ میں نے کہا آپ نے تو معاملہ

برعکس کر دیا ہے۔ آپ نے جنین امہ کا مردہ کی دیت سے زیادہ کر دی ہے۔ اس جنین کی دیت جو زندہ پیدا ہو کر بعد میں مر جائے تو دو درہم ہے۔ مگر لونڈی کے بچے کی ایک درہم۔ حجاج بن ارطاۃ فرمانے لگے جب دوسرے لوگ موجود ہوں تو مجھ سے نہ ملا کرو۔ تم انسان کو چکرا دیتے ہو اور میری رسوائی ہوتی ہے۔

اصحاب الرائے اور اہلحدیث

بلال رائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے کے سامنے اصحاب الرائے اور ارباب اہل حدیث کھڑے ہیں۔ ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ وہ دوسرے سے زیادہ حق پر ہیں۔ آپ نے دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا بخدا میں آپ کے دونوں گروہوں سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں ایک کو دوسرے پر افضلیت نہیں دیتا مگر میں ایک سوال پوچھتا ہوں جو صحیح جواب دے گا وہ دوسرے پر افضل ہو گا۔ اس کے بعد آپ نے ایک انگشتری نکالی اور فرمایا کہ کوئی شخص آگے آ کر اس انگشتری کو چبا ڈالے حتیٰ کہ اس کا بھوسہ بنا دے آپ لوگ اس شخص پر کیا حکم لگائیں گے۔

اہلحدیث حضرات میں سے دو تین قسم کے لوگ آگے بڑھے' ایک نے کہا اسے بازار سے نئی انگشتری خرید کر دینی ہو گی۔ دوسرے نے کہا اسے انگشتری کی قیمت ادا کرنی ہو گی۔ میں نے اٹھ کر کہا انگشتری کو چبانے والا اس انگوٹھی کی پوری قیمت ادا کرے گا جس قیمت پر اس کا مالک راضی ہو اسے دے گا اور اسی پر اکتفا کرے گا۔ اب چبانے والے پر کوئی شے واجب نہیں۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے میری رائے پر اتفاق کیا اور حکم دیا تم میرے نزدیک آجاؤ اور بتاؤ تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا بلال' نام بتانے کے بعد میں نے سوال کیا آپ کی کتاب "الصرف" میں کیا لکھا ہے؟ اب آپ بتائیے سونے اور چاندی پر علیحدہ علیحدہ قیمت دی جائے گی یا ایک جیسی۔ آپ نے فرمایا ہم ہر دھات کو علیحدہ علیحدہ کریں گے پھر اس کی قیمت متعین ہو گی۔ ہمارے اس واقعہ پر ابو بکر بن قتیبہ بھی موجود تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی یلغار

یوسف بن خالد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے ہاں ربیعہ رائی، یحییٰ بن سعید کوفہ کے قاضی آئے ہوئے تھے۔ قاضی نے کہا تم اس آدمی پر تعجب نہیں کرتے کہ اس شہر کوفہ میں لوگ اس کی "رائے" پر متفق ہو گئے ہیں۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کی بات سن کر اپنے شاگرد ابویوسف، زفر اور چند شاگردوں کو بھیجا تا کہ اس سے سوالات کریں۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ آگے بڑھے اور ایک سوال کیا، آپ اس غلام (عبد) کے بارے میں کیا کہو گے جو دو آدمیوں کی مشترکہ ملکیت ہو۔ ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا۔ اس نے کہا کہ اس شخص کا ایک حصہ آزاد کرنا جائز نہیں یہ ضرر ہے اور حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا ضرر ولا اضرار فی الاسلام "اسلام میں ضرر جائز نہیں" ہاں اگر دوسرا بھی اپنا حصہ آزاد کر دے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا آپ نے اپنا پہلا فیصلہ بدل دیا۔ آپ نے پہلے آدھے کو ضرر رساں قرار دیا۔ اب دوسرے نے وہی کام کیا تو آپ نے اسے جائز قرار دے دیا۔ ضرر کا ارتکاب تو دونوں نے کیا ہے وہ شخص امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی بات سن کر لاجواب ہو گیا۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی عدالت میں ایک مقدمہ آیا کسی مسلمان نے ایک ذمی کو لوہے کے آلے سے مار ڈالا۔ ذمی کے وارث اس مسلمان سے قصاص (بدلہ) لینا چاہتے تھے اور اس پر دلائل دے رہے تھے۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فیصلہ لکھنے لگے تو ایک شاعر نے آپ کو ایک رقعہ دیا جس پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے ۔

یا قاتل المسلم بالکافر　　جرت وما العادل کالجائر
یا من ببغداد و اطرافها　　من فقهاء الناس او شاعر
جار علی الدین ابو یوسف　　بقتله المؤمن بالکافر

نوحوا وابکوا اصحابی لدینکم
او فاصبروا فالاجر للصابر

(ترجمہ) اے کافر کے بدلے مسلمانوں کو قتل کرنے والے قاضی ! تم نے جرات کیوں کی کہ عادل اور ظالم کون ہوتا ہے۔ ابویوسف دین اسلام پر ظلم کرنے والا ہے۔ وہ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے کے درپے ہے۔ اے بغداد اور اس کے مضافات کے لوگو! تمہیں معلوم نہیں کہ اس عدالت میں کیا ہو رہا ہے۔ اے میرے دوستو! اپنے دین پر نوحہ کرو' رؤو! یا پھر صبر کر کے گھر میں بیٹھ جاؤ کیونکہ صبر کا بڑا اجر ہے۔

یہ رقعہ پڑھنے کے بعد امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ عدالت سے اٹھے خلیفہ ہارون الرشید کے پاس گئے اور کہا کہ اس معاملہ میں بغداد کے لوگ احتجاجا" میری عدالت کے سامنے جمع ہوئے ہیں۔ ہارون الرشید نے کہا اب آپ اپنے آپ کو بچانے کے لئے کوئی ترکیب نکالیں۔ آپ واپس آئے اور مقتول کے وارثوں کو کہا تم لوگ اپنے دلائل دو۔ کیا مقتول قتل ہونے تک جزیہ ادا کرتا رہا ہے یا نہیں۔ وہ اس نکتہ پر کوئی دلیل نہ دے سکے۔ آپ نے فرمایا ایک ذمی جو فدیہ ادا نہیں کرتا اس کے قتل پر مسلمانوں سے قصاص نہیں لیا جاسکتا۔

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں اور ابن ابی زائدہ و ابن عیینہ جامع مسجد کوفہ میں بیٹھے تھے۔ مسجد کے دوسرے کنارے پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے۔ اس وقت آپ کے شاگرد رشید ابویوسف بھی ہمارے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ابن عیینہ نے کہا کیا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں کہ مسجد کا بھی کوئی حق ہے۔ وہ اللہ کے گھر میں بیٹھ کر زور دار آواز سے لوگوں کے سامنے تقریر کرتے ہیں اس کے بعد اس نے ایک مسئلہ بیان کیا جس پر تینوں گفتگو کرنے لگے اور ایک دوسرے کے خلاف زور دار دلائل دینے لگے اور شور مچانے لگے۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے آپ تو تین ہیں اور اتنا شور کر رہے ہیں' ہم تو تیس ہوتے ہیں پھر بھی اتنا شور نہیں مچاتے۔ اپنے معاملات پر خیال نہیں دوسروں پر اعتراضات ہیں۔

حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا ایک شخص نے اعلان

کیا کہ اگر وہ یہ کام کرے گا تو اس کا سارا مال صدقہ کر دیا جائے۔ اسے کہا گیا آپ پہلے سارا مال کسی ایسے شخص کے سپرد کر دیں جس پر اسے مکمل اعتماد ہو' اس نے دے دیا۔ اب اس نے وہ کام کیا جس پر سارا مال صدقہ کرنا تھا۔ مگر امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا سارا مال بچ گیا کیونکہ جس وقت اس نے کام کیا اس کے پاس کوئی مال نہیں تھا۔ دلیل یہ دی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان یہودیوں پر لعنت کرے جن پر چربی حرام تھی مگر انہوں نے اسے بیچا اور اس کی قیمت کو حلال جان کر کھا لیا۔ یہ اعتراض تھا جسے اس شخص نے امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے اس فیصلہ پر کیا تھا۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' اے بندۂ خدا! یہودیوں نے اللہ کی ایک حلال چیز کو حرام قرار دیا تھا اور پھر اس پر حیلہ کر کے حلال کر دیا مگر ہم حلال کو حرام تو نہیں بنا رہے اور نہ ہم حرام چیز کو حلال کر رہے ہیں۔

بشر بن ولید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ جب بات کرتے تو سننے والے پر دہشت طاری ہو جاتی' آپ کی آواز بڑی رعب دار تھی۔ علماء کے سامنے جب آپ دقیق زبان میں دقیق مسائل بیان کرتے تو وہ سرگرفتہ ہو جاتے اور اس طرح جس طرح آپ چاہتے اپنے مخالف یا مخاطب کو لاجواب کر دیتے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو اور عدالتی فیصلے

ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ علم الحدیث والتفسیر کے باکمال عالم تھے۔ ایام عرب (تاریخ عرب) کے حافظ تھے۔ آپ کے بے پناہ علوم میں سے ایک علم فقہ تھا۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو شخص عار سے نہیں ڈرتا وہ قیامت کے دن عار میں مبتلا رہے گا۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی نعمتوں میں سے تین نعمتیں ایسی ہیں جن کا جواب نہیں۔ اسلام' عافیت اور دولت ۔ زندگی میں یہ تینوں نعمتیں ہوں تو پھر کسی چیز کی کمی نہیں رہتی۔ آپ نے فرمایا تمہیں علم اس وقت تک کچھ نہیں دے گا جب تک تم اس کے لئے سب کچھ قربان نہ کر

دو۔ علم الحدیث کو کثرت روایت سے طلب نہ کرو اس سے تم جھوٹ کی دنیا میں چلے جاؤ گے۔ دولت کو کیمیا گری سے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو ورنہ مفلس ہو جاؤ گے۔ علم کلام کی وجہ سے تم محتاج ہو جاؤ گے اور ہر بات پر لوگوں سے معذرت کرتے رہو گے۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں اپنی عقل سے فتویٰ دیتا تو مجھے کئی بار اس سے رجوع کرنا پڑا۔ مگر وہ فتویٰ درست رہا جس کی بنیاد قرآن و سنت پر تھی۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ منصب قضاہ پر فائز ہونے کے بعد رات کو ایک سو نفل پڑھے بغیر نہیں سویا کرتے تھے۔ ابن سماعۃ فرماتے ہیں کہ بشر بن ولید رحمۃ اللہ علیہ روزانہ دو سو نفل ادا کرتے تھے۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ قضاۃ کے منصب کے باوجود عبادت اور نوافل سے کبھی غافل نہیں ہوئے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فقہ میں وہ کامیاب ہو سکتا ہے جسے دنیا و آخرت کی پرواہ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا جس مجلس میں یہ ارادہ کر کے گیا کہ میں وہاں بڑا بن کر دکھاؤں گا وہاں سے رسوا ہو کر آیا۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت کے باوجود احادیث کی سماعت میں کوتاہی نہیں کی۔ جہاں سے احادیث ملتی ضرور سنتے۔ محمد ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی تو ان سے ساری کتاب "المغازی" (سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم) سنی۔ اس دوران آپ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس سے غیر حاضر رہے۔ آپ نے پوچھا کہ کہاں رہے؟ عرض کی محمد بن اسحاق سے "مغازی" سنتا رہا۔ آپ نے فرمایا اب جب محمد بن اسحاق کے پاس جاؤ تو ان سے پوچھنا جالوت کے آگے کون تھا؟ اور طالوت کا جھنڈا کس نے اٹھایا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ نہایت قبیح انسان ہے، جب اس سے علم کی بات پوچھی جائے تو وہ بتانے سے انکار کرتا ہے۔

داؤد بن رشید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی دوسرا شاگرد نہ بھی ہوتا تو امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ ہی کافی تھے۔ تم جب ان کے پاس جاؤ تو انہیں علم حدیث، علم الفقہ کا بحر زخار جان کر ایک چلو بھر لو۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں علم الفرائض حضرت علی اور

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لیتا ہوں۔ جب ان دونوں میں کسی بات پر اختلاف ہو تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بات کو ترجیح دیتا ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی دوسرا علم الفرائض کو نہیں جانتا۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حیض کے مسائل سیکھے، نحو کا علم مرو کے ایک زبردست نحوی سے سیکھا۔

خلیفہ ہارون الرشید امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کو داد تحسین دیتے ہیں

ایک دن لوگوں نے ہارون الرشید سے کہا آپ نے امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کو خواہ مخواہ اتنا بلند منصب دے دیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا واقعی میں نے اس کی وقعت اور مقدار کو بڑھا دیا ہے۔ میرا فیصلہ درست ہے۔ کیونکہ میں ہی ان کے علمی مقام کو جانتا ہوں۔ عالم لوگوں کو ان کی علمی برتری کا علم نہیں ہے۔ میں نے انہیں ہر علم کے تجربات میں آزمایا ہے مگر وہ ہر موقعہ پر کامیاب ہوئے۔ وہ ہمارے ساتھ علم الحدیث کا طالب علم تھا۔ ہم احادیث لکھ لیا کرتے تھے مگر وہ لکھنے کی بجائے یاد کر لیا کرتا تھا۔ ہم اپنی تحریروں کو درست کرنے کے لئے اس سے مدد مانگا کرتے تھے اور وہ ہماری تحریروں کو درست کر دیا کرتا تھا۔ علم فقہ میں اس نے جو کمال حاصل کیا اس تک کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکا۔ وہ علمائے فقہ کی مجالس میں بیٹھا مگر کسی کتاب کے بغیر اس نے علم فقہ حاصل کیا۔ وہ سارا دن علماء کرام سے گفتگو کرتا اور ہر گفتگو کے بعد علماء کرام اعتراف کرتے کہ ابویوسف واقعی علم و فضل کا پہاڑ ہے۔ وہ اپنے مذہب اور عقیدہ میں اتنا راسخ ہے کہ آپ لوگ اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے کو نہیں لا سکتے۔

خالد بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میرے پاس لوگ مشکل مسائل لے کر آتے، میں ان مشکل مسائل کو لے کر امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بغداد چلا جاتا اور موسم حج تک وہاں رہتا۔ مشکل مسائل پوچھتا وہ بلا تکلیف ان مسائل کا حل بتاتے اور اتنے بہتر طریقے سے بتاتے کہ میرے سائل خوش ہو جاتے۔ میں نے ایک دن امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ سے

پوچھا کہ آپ کوفہ چھوڑ کر بغداد کیوں آ گئے ہیں۔ فرمانے لگے تنگ دستی اور غربت نے مجھے مجبور کیا کہ اپنا شہر چھوڑ کر بغداد آ جاؤں۔ میں کوفہ کے گرد و نواح میں گیا' اہل ثروت سے ملا' امرا سے ملا' اعلیٰ عہدہ داروں سے ملا' مگر مجھے کسی نے سہارا نہ دیا اور میری غربت میں کوئی بھی معاون نہ بنا۔ ان کی بات سن کر میں نے کہا ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اگر تم نے علم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حاصل کیا تھا تو ان دنیاداروں کے دروازے نہ کھٹکٹائیں اور صبر سے اپنی غربت کو اپنائیں۔ اللہ تعالیٰ خود ہی کوئی صورت بنا دے گا۔ اگر تم نے علم دنیا کی دولت حاصل کرنے کے لئے حاصل کیا تھا تو پھر اس دنیا کی کوئی حد نہیں' جوں جوں اسے حاصل کرو گے یہ پھیلتی چلی جائے گی اور تمہاری پریشانیاں اور لالچ بڑھتی چلی جائیں گی اور تم کسی مقام معاش پر راضی نہیں ہو گے۔ یہ باتیں کرنے کے بعد میں نے اپنی جیب سے دو سو درہم نکالے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو دیئے اور کہا کہ جب میں اپنے گھر مرو واپس جاؤں گا تو تمہارے لئے اور درہم بھیجوں گا۔ فکر نہ کرو' میں واپس آیا' اپنے گھر ٹھہرا' ان کے لئے روپے پیسے کا بندوبست کر رہا تھا تو مجھے میرے ایک دوست نے بتایا کہ ابو یوسف سلطنت عباسیہ کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ برص کے مرض میں مبتلا ہو گئے' صحت یاب ہوئے تو دوستوں نے پوچھا اس منحوس مرض کے بعد آپ نے اپنے حافظہ میں کچھ کمی محسوس کی ہے۔ فرمانے لگے' قرآن پاک پڑھتا ہوں تو بعض مقامات پر متشابہ لگتے ہیں مگر دوسرے علوم میں مجھے کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ میں دیکھتا ہوں کہ کوفہ کی گلیوں میں علم حاصل کر رہا ہوں۔

ابراہیم بن رستم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ صبح کے وقت ہمارے ہاں آتے تو دیر ہو جاتی۔ ایک دن میں نے دیر کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے علی الصبح میں ورزش کرتا ہوں اور مجھے اس سے فرصت نہیں ملتی یہاں تک کہ میرے ضروری کام رہ جاتے ہیں۔ ایک دن حضرت توبہ بن سعد رحمتہ اللہ علیہ ہمارے ہاں آئے ہم نے ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی اس عادت کا ذکر کیا تو آپ نے ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ آپ علم کے

پھیلانے میں زیادہ وقت دیں۔ قرآن پاک نے علم پھیلانے کی بڑی تاکید کی ہے۔ ورزش کو اپنا شعار نہ بنائیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہ کرام میں بیٹھتے تو علم پھیلاتے حتیٰ کہ ہر ایک کا سینہ نور علم سے معمور ہو جاتا۔ پھر صحابہ کرام اور تابعین نے بھی علم پھیلانے پر ہی زور دیا ہے۔ توبہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات سن کر آپ نے ورزش کا شغل ترک کر دیا اب وہ شام تک حلقہ تدریس میں رہتے۔

خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھتا تو دونوں طرفوں سے مسائل دریافت کیا کرتا تھا۔ جب میں بار بار سوال کرتا تو وہ فرماتے کہ ابھی میرے دلائل میں پختگی نہیں آئی۔ تم مطمئن نہیں ہوئے۔ میں حساب' وصایا اور حیض کے مسائل جان بوجھ کر نہ پوچھتا۔ میں ان کی مجالس میں ان کے علم و زہد کی وجہ سے بیٹھا کرتا تھا۔ اس طرح میری زندگی کا کافی عرصہ گزر گیا' اس کے بعد میں ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں جانے لگا۔ وہ جامع العلوم تھے' جامع الکل تھے وہ ہر مسئلہ پر کئی طرح کے دلائل دیتے اور پوچھنے والے کو مطمئن کر دیتے۔ میں ایک عرصہ ان کے ہاں رہا اور مسائل کو لکھتا گیا وہ بڑے پختہ دلائل دیا کرتے تھے۔

حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دو مسائل کو بالوں کی طرح نکھار کر رکھ دیا۔ بعض مسائل کو پہاڑوں کی طرح مضبوط کیا۔ بعض مسائل کو میں نے دل میں بٹھا لیا انہیں زبان پر لانے کی ضرورت نہ پڑی۔ داؤد بن رشید خوارزمی فرماتے ہیں میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسائل پوچھے تو کئی مسائل مجھے بھول گئے۔ مجھے بڑا تردد ہوا' میں ان کے پاس دوبارہ نہ جا سکا' حتیٰ کہ میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا انہوں نے ان مسائل کا ایسا جواب دیا مجھے محسوس ہوا کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھا ہوں۔

حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ حج کرنے گیا۔ آپ راستہ میں بیمار ہو گئے۔ آپ بیئر معونہ کے قریب پہنچے تو ابن عیینہ آپ کی بیمار پرسی کے لئے آئے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو کہا ان سے احادیث

حاصل کرو۔ ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجلس میں چالیس احادیث بیان کیں۔ جب ابن عیینہ اٹھ کر چلے گئے تو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے وہ ساری چالیس احادیث سند و متن کے ساتھ سنا دیں۔ ہم نے دیکھا کہ آپ بیماری کے دوران بھی اتنا زبردست حافظہ رکھتے ہیں کہ احادیث کا ایک ایک لفظ یاد ہے۔

حسن بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم حجاج بن معاویہ ارطاۃ کے پاس احادیث سننے گئے تو آپ نے فرمایا کیا تمہارے شہر میں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نہیں رہتے؟ ہم نے کہا وہ وہاں ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تمہیں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اچھا اب مجھ سے لکھ لو۔ ہم حجاج بن ارطاۃ سے احادیث سن کر لکھتے گئے مگر جب یہ احادیث امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کو سنائیں تو انہوں نے ساری احادیث زبانی سنا دیں۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی اہل علم دوستوں کے واقعات

محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ ایک تلوار ہے۔ کاش اسے زنگ نہ لگتا۔ یہ صفائی کا محتاج ہے۔ حسن بن زیادہ ایک ایسا پنساری ہے کہ بیمار قبض کی دوائی مانگتا ہے تو یہ اسے جلاب آور دوائی دے دیتے ہیں اور جو کچھ سائل کے پیٹ میں ہوتا ہے باہر نکل آتا ہے۔ اگر کوئی ان سے جلاب آور دوائی طلب کرتا ہے اسے قابض دوائی دے دیتے ہیں۔ مریسی ایک ایسی سوئی ہے جس کے دونوں کنارے باریک ہیں اور اس کا سوراخ اتنا تنگ ہے۔ میرے دوست بشر بن ولید اور حسن بن ابی مالک اونٹ کی طرح ہیں وہ بارش کے موسم میں بڑا بوجھ اٹھا لیتے ہیں۔ مگر ان کے پاؤں پھسلنے لگتے ہیں۔

انصاری داؤدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک وقت انصار کا وظیفہ بند کر دیا گیا۔ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے خلیفہ سے سفارش کر کے ان کا وظیفہ جاری کرا دیا۔ آپ کے اس کام سے سارے انصار خوش ہو گئے۔ یاد رہے کہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ خود بھی انصاری تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تو ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتے۔ ہاں اگر کسی سے سوال

کرتے تو ہاتھ کپڑے میں چھپا کر سوال کرتے تھے۔ وہ ماہ شعبان اور رجب کے روزے رکھتے۔

محمد بن فضل بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دو مرد ایک لونڈی کے لئے جھگڑا کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کو کہتا کہ یہ لونڈی مجھے بیچ دے۔ دوسرے نے کہا کہ میری اور تیری مثال قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ نے واضح کی ہے ان ھذا اخی لہ تسع و تسعون وہ جھگڑ رہے تھے کہ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ وہاں سے گزرے' دونوں کی بات سنی۔ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا' حتیٰ کہ آپ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی جب ہوش میں آئے تو اس سائل کو کہنے لگی تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنے مطلب کے لئے پیش کر رہا ہے۔ قرآن پاک تو خشوع و خضوع سے پڑھا جاتا ہے اور تم ایک لونڈی کے لین دین میں اپنے مطالب کے مطابق پڑھ رہے ہو۔ تمہاری عقل ماری گئی ہے۔

ایک دن حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ ایک خچر پر سوار جا رہے تھے۔ اس کی رکابیں سونے کی تھیں۔ ایک عالم دین نے آپ کو روک لیا اور کہا وہ کام کر رہے ہو جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو علمی شان دکھاؤں۔ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علم کے بعد اتنی شان و شوکت بھی ملتی ہے اور انہیں معلوم ہو کہ ایک درزی کا بیٹا دین کا علم پڑھ کر اس مقام پر پہنچا ہے۔ اس طرح لوگ علم کے حصول کے لئے تیار ہوں۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے حسن بن زیاد کو سولہ مسائل پڑھائے اور انہیں بار بار دھرایا۔ پھر فرمانے لگے میرا خیال ہے میں انہیں اچھی طرح نہیں سمجھا سکا۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی عادت تھی والدین کی مغفرت کے لئے دعا کرتے تو پہلے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اپنے استاد) کے لئے دعا کرتے اور فرماتے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے استاد حماد رحمتہ اللہ علیہ کے لئے والدین سے پہلے مغفرت کی دعا کیا کرتے تھے۔ آپ ہر نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو کہتے اللھم اغفرلی والولدی

والولدی ولابی حنیفہ۔

ہارون الرشید کے دربار میں ایک زندیق کو پیش کیا گیا۔ اس نے امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کو بلایا کہ آپ اس کے ساتھ مناظرہ کریں۔ آپ نے فرمایا اس کے ساتھ مناظرہ کی ضرورت نہیں' جلاد کو بلا کر اس کا سر قلم کر دیا جائے۔ اگر اسلام قبول کرلے تو بہتر ورنہ اس کا سر اڑا دیا جائے۔ ابھی جلاد نہیں آیا تھا کہ زندیق نے توبہ کرلی اور اسلام قبول کرلیا۔

ایک دن امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ اور امام شریک رحمۃ اللہ علیہ ہارون الرشید کے دربار میں بیٹھے تھے۔ امام شریک نے کہا یاامیرالمومنین ابویوسف امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں ان کا عقیدہ تھا کہ جبرئیل علیہ السلام اور ان کا ایمان ایک جیسا ہے۔ ہارون الرشید کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو کیا تمہارا بھی یہی عقیدہ ہے۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام ایمان رکھتے ہیں۔ مگر شریک ایک حدیث بیان کرتے رہتے ہیں کہ قریش کو سیدھا رکھو جب تک سیدھے رہیں بہتر ورنہ ان کے سر ایسے کاٹ دو جس طرح فصل کاٹی جاتی ہے۔ ہارون الرشید نے شریک سے پوچھا کیا تم نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ اس نے کہا ہاں یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث ہے اور میں نے اعمش سے سنی ہے۔ ہارون الرشید نے دربان کو بلایا اور کہا شریک کو پکڑو اور اسے باہر نکال دو۔ جب اسے دربار سے کھینچ کر باہر نکالا جارہا تھا تو راوی رو پڑے کہ یہاں یوں بھی ہوتا ہے۔

ہارون الرشید حج پر گیا تو امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ اس کے ساتھ ایک ہی کجاوے میں بیٹھے تھے۔ اس سال شریک بھی حج کرنے گئے ہوئے تھے۔ شریک نے پوچھا کہ نماز حج کس نے پڑھائی تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے۔ شریک نے کہا اب تو ہمیں مرجانا چاہئے۔ ہارون الرشید حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ آیا اس نے چاہا کہ وہ ان مقامات کی زیارت کرے جنہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی سے نسبت ہے۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے رات کو واقدی (مشہور مورخ) کو بلایا تاکہ ان

سے ان مقامات کی زیارت کا تعارف حاصل کر سکیں جن کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ صبح ہارون الرشید تیار ہوا' اپنی سواری میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کو سوار کرایا' فقہائے مدینہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ہارون الرشید کو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بتاتے گئے کہ یہ مقام فلاں اہمیت کا حامل ہے۔ اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں تشریف لایا کرتے تھے۔ واقدی کہتے ہیں کہ میں ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حافظے کی داد دیتا ہوں کہ ایک رات میں سن کر ایسے ایسے حالات بیان کر دیئے جو میرے بھی وہم و گمان میں نہ تھے۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں خلیفہ مہدی کا زمانہ اقتدار تھا۔ میں نہایت تنگ دستی سے وقت گزار رہا تھا۔ میں نے اپنی بیوی کے مکان کی لکڑیاں بیچ کر وقت بسر کیا۔ میری ساس نے سنا تو سخت ناراض ہوئی۔ مجھے اس کی باتوں سے غیرت آئی تو میں کوفہ چھوڑ کر بغداد چلا گیا شاید وہاں کوئی کام مل جائے۔ خلیفہ کے ایک وزیر کا مہمان ٹھہرا اس نے مجھ سے "صلوٰۃ الخوف" کا مسئلہ پوچھا' میں نے اسے بتایا تو وہ بڑا مطمئن ہوا۔ مجھے مہدی کے دربار میں لے گیا اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا۔ میری وضاحت پر مہدی اتنا خوش ہوا کہ اس نے مجھے قاضی بنا دیا۔ دس ہزار دینار انعام دیئے۔ میں عدالت میں درست فیصلے کرتا رہا۔ مہدی کے مرنے کے بعد ہادی خلیفہ بنا تو اس نے بھی مجھے قضاۃ کے عہدے پر قائم رکھا۔ مگر جب ہارون الرشید کا زمانہ اقتدار آیا تو اس نے میرے فیصلوں کو دیکھا تو مجھے قاضی القضاہ (چیف جسٹس) بنا دیا۔

خلیفہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ کا اختلاف

ایک مرتبہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ کے درمیان اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ چوری زیادہ مزیدار ہوتی ہے یا باداموں کا حلوہ ۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے خلاف اپنی پسند اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے رہے۔ اس دوران امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے اور معاملہ آپ کے سامنے رکھا گیا اور فیصلہ آپ پر چھوڑ دیا گیا۔ امام ابویوسف رحمتہ

اللہ علیہ میاں بیوی کی نفسیات سے واقف تھے۔ فرمانے لگے میں اس وقت تک فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک میرے سامنے چوری اور حلوہ لا کر نہ رکھا جائے۔ چنانچہ دونوں چیزیں سامنے رکھی گئیں۔ آپ نہایت ذوق و شوق سے دونوں کو چکھنے لگے۔ ایک چمچہ حلوہ منہ میں ڈالتے تو کہتے واہ مجھے تو چوری کا مزہ زیادہ معلوم ہوتا ہے اور پھر چوری کا چمچہ منہ میں ڈال کر کہتے حلوہ کا مزہ زیادہ ہے۔ چنانچہ دونوں چیزیں باری باری کھا گئے اور ایک دوسرے کی مزے کی تعریف کرتے گئے۔ جب دونوں چیزیں ختم ہو گئیں تو کہنے لگے چوری بہت میٹھی اور مزیدار ہے مگر حلوہ کا جواب نہیں۔ حلوہ مزیدار تو ہے مگر چوری کا مزہ اور ہی ہے۔ آپ کی یہ ادا دیکھ کر میاں بیوی ہنس پڑے اور اپنی اپنی ضد سے دستبردار ہو کر راضی ہو گئے۔

عبداللہ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ حج کے لئے روانہ ہوا تو راستے میں ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ اپنی تنگ دستی اور غربت کی شکایت کرنے لگے۔ وہ کہنے لگے میرا ہمسایہ بہت امیر آدمی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ اس کی نوکری کر لوں۔ میں نے کہا آپ علم کی دولت پر صبر کریں علم آپ کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ میں اٹھا تو ابویوسف کا لوٹا میرے اٹھنے سے زمین پر گر کر ٹوٹ گیا۔ ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کو لوٹا ٹوٹ جانے سے بڑا صدمہ ہوا' ان کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ بڑے پریشان نظر آنے لگے۔ میں نے تسلی دیتے ہوئے کہا فکر نہ کرو۔ کہنے لگے دراصل میرے گھر میں صرف ایک ہی لوٹا تھا' اسی سے کنویں سے پانی لاتا' اسی سے وضو کرتا اور اسی سے میری والدہ کھانے پکانے کے لئے پانی لاتی تھیں۔

عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے پاس چند دینار تھے میں نے انہیں دے دیئے اور خود حج کو روانہ ہو گیا۔ حج سے واپس آرہا تھا کہ راستے میں کسی نے بتایا کہ ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاہ مقرر ہو گئے ہیں اور ان کی تنخواہ ایک لاکھ تیس ہزار دینار ماہانہ مقرر ہوئی ہے۔ جب آپ پر اس قدر دولت کی بارش ہونے لگی تو آپ نے فرمایا میرے گھوڑوں اور خچروں کے لئے ایک علیحدہ اصطبل بنایا جائے۔ خلیفہ ہارون الرشید

آپ کو اپنی خصوصی محفل میں بلاتا اور نہایت اعزاز و اکرام سے بٹھاتا۔ اب آپ خلیفہ کے دربار میں شاہی خچر پر سوار ہو کر جاتے اور آپ کے ارد گرد پہرہ داروں کی قطاریں ہوتی تھیں۔ بادشاہ کے دربار کے حجابات اٹھا دیئے جاتے اور وہ اپنے خچر پر سوار ہی محل کے اندر جاتے۔ خلیفہ ہارون الرشید آپ کا استقبال کرنے آگے آتا اور سلام کر کے یہ شعر پڑھتا ۔

"جاءت بہ معتجرا ببردہ"

(آپ کو سواری لے آئی اور آپ میرے گھر تشریف لائے ہیں)

امراء سلطنت کی گواہی مسترد کر دی گئی

ایک دن امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے سلطنت کے امراء کی گواہی رد کر دی جس سے وہ سب بڑے ناراض ہوئے۔ ہارون الرشید سے شکایت کی' ہارون الرشید نے وجہ پوچھی تو آپ فرمانے لگے کہ یہ لوگ جب میری عدالت میں آتے ہیں تو ہر ایک کہتا ہے میں ہارون الرشید کا غلام ہوں۔ شریعت میں غلام کی گواہی قابل قبول نہیں۔ اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں تو جھوٹے کی گواہی بھی درست نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ لوگ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف الزامات لگاتے اور طعن و تشنیع کرتے رہے اور ہارون الرشید کے کان بھرتے رہے۔ ہارون الرشید کے رویہ میں فرق آ گیا' اب وہ آپ کو دیکھ کر خوش ہونے کی بجائے ناک چڑھاتا۔ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی پرواہ نہ کرتے' نہ خوشامد کرتے اور کئی کئی روز دربار میں حاضر نہ ہوتے تھے۔ آخر کار ایک ہاشمی جو ہارون الرشید کا قریبی رشتہ دار تھا اور بڑا مالدار تھا فوت ہو گیا' اس نے مرنے سے پہلے وصیت نامہ لکھا جس میں اس نے لکھا میرے مرنے کے بعد اس وصی کے علاوہ میرے تمام امور فلاں شخص کے مشورہ سے طے ہوں گے۔

اس کے مرنے کے بعد یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وصی کون ہے کیونکہ اس نے وصیت نامہ میں وصی کا نام نہیں لکھا تھا اور اسے کس حد تک موثر قرار دیا جاسکتا ہے۔

ہارون الرشید نے اپنے وزیر یحییٰ بن خالد کو کہا کہ بغداد کے تمام فقہاء بلائے جائیں اور یہ مسئلہ حل کیا جائے۔ اس نے نام لے کر کہا شریک بن عبداللہ' ابوالبختری اور ابویوسف وغیرہ کو ضرور بلائیں۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کا نام بادل نخواستہ سب سے آخر میں لیا۔ وزیر نے تمام فقہاء کو بلایا۔ سب سے پہلے شریک بن عبداللہ کو صورت حال سے آگاہ کیا اور مسئلہ کا حل پوچھا۔ شریک نے کہا وصیت کرنے والے کو بلاؤ اس سے پوچھ لیتے ہیں کہ اس کا وصی کون ہے۔ وزیر ہنس پڑا اور کہا وہ تو مر گیا ہے۔ اس سے تو اب قیامت کے دن ہی پوچھا جاسکتا ہے۔ شریک اپنی بدحواسی پر بڑا شرمسار ہوا۔ اس کے بعد ابوالبختری کو بلایا گیا۔ اس نے کہا یہ نہایت مشکل مسئلہ ہے اور بے بسی میں اپنا ماتھا کھجانے لگا۔ ندامت سے اس کے ماتھے پر پسینہ بہنے لگا۔ وزیر نے کہا واقعی مسئلہ مشکل ہے اسی لئے تو آپ کو بلایا گیا ہے۔

اب امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی باری آئی تو آپ نے فرمایا وصیت نامہ میں دو وصی ہیں انہیں طلب کر لیا جائے۔ مگر جس کا نام لیا گیا ہے اسے طلب کریں۔ میں اس سے سارا معاملہ دریافت کر کے مسئلہ کا حل بتا دیتا ہوں۔ چنانچہ سارا معاملہ سامنے لایا گیا اور مسئلہ کا حل پیش کر دیا گیا' جس سے ہر شخص مطمئن ہو گیا۔ ہارون الرشید نے اپنے وزیر کو کہا آپ پہلے ہی ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کو بلا لیتے تاکہ دوسرے حضرات خفت سے بچ جاتے۔ اب یہ بات سارے شہر میں پھیلے گی اور لوگ ان بلند پایہ علماء پر ہنسیں گے۔ وزیر نے کہا آپ نے امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کا نام سب سے آخر میں لیا تھا میں نے وہ ترتیب برقرار رکھی تھی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ بعض لوگ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف باتیں کرتے رہتے ہیں اور بلاوجہ الزام تراشی کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہارون الرشید کا سینہ صاف ہو گیا اور امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کو حسب سابق احترام و اعزاز دیا جانے لگا۔

ایک دن امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ ہارون الرشید کے ساتھ محل میں داخل ہوئے تو دیکھا ایک خنسفا قالین پر دوڑتا پھرتا ہے۔ ہارون الرشید نے حکم دیا کہ قالین بچھانے والے کو قتل کر دیا جائے۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے کہا حضور اس کی عادت ہے اسے

باہر پھینک دیں پھر اندر آجاتا ہے۔ قالین بچھانے والے نے احتیاط کی ہو گی مگر اس کی عادت ہے پھر آگیا ہو گا۔ آپ اس کا تجربہ کرلیں۔ چنانچہ اسے پکڑ کر باہر پھینکا گیا وہ دوبارہ اندر آگیا اور قالین پر چلنے لگا۔ اس طرح کئی بار کیا گیا وہ بار بار آجاتا۔ ہارون الرشید نے کہا پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جس نے مجھے ایک ناحق قتل سے بچالیا۔ اس بات پر امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کو پچاس ہزار دینار انعام دیا گیا۔ ادھر قالین بچھانے والے نے بھی آپ کو چالیس ہزار دینار بطور نذرانہ دیئے کہ ان کی وجہ سے اس کی جان بچ گئی۔ معذرت بھی کی اور شکریہ بھی ادا کیا اور کہا کاش میں زیادہ نذرانہ دیتا مگر خلیفہ سے زیادہ نذرانہ دینا توہین ہے۔ ہم کہتے ہیں جب خنسفا کی عادت اور اس کے متعلق علم رکھنے سے اتنا بڑا کام ہو سکتا ہے تو جسے آخرت کا علم ہو گا' دین کے معاملات پر عبور ہو گا تو وہ انسانوں کو کس قدر فائدہ پہنچا سکے گا۔

یا صاحبا مولعا باخلاف
کثیر المراء قلیل الصواب

الح لجاجا من الخنسفا
وازهی مامشی من غراب

ہارون الرشید نے امین کو بچپن سے اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے اس تقرر پر کہا الحمدللہ رب اللعالمین ' جس نے امیرالمومنین کو ایسا ولی عہد منتخب کرنے کی توفیق دی۔ اس نے اپنا اعمال نامہ گناہوں سے سیاہ نہیں کیا۔ یہ بات ملکہ زبیدہ تک پہنچی تو انعام کے طور پر ایک لاکھ دینار امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کو دیئے۔

دولت سے فقر اچھا ہے

حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کاش میں فقرو فاقہ کی حالت میں مرجاتا اور منصب قضاء قبول نہ کرتا۔ لیکن الحمدللہ میں نے اس منصب پر رہ کر جان

بوجھ کر نہ ظلم کیا' نہ ناانصافی کی۔ میں نے کبھی ایک دشمن کو دوسرے دشمن سے بہتر نہیں جانا۔ میرے سامنے اعلیٰ لوگ اور بازاری لوگ' امیر اور غریب یکساں تھے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

محمد بن سماعہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس دن امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کو ملا تھا' جس دن آپ کی وفات ہوئی ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ اے اللہ! تو جانتا ہے میں نے اپنے کسی فیصلے میں دیدہ دانستہ کسی پر ظلم نہیں کیا۔ کسی کے خلاف ذاتی بناء پر فیصلہ نہیں دیا۔ میں نے ہر بار کوشش کی کہ تیری کتاب اور تیرے رسول ﷺ کی احادیث کو سامنے رکھوں۔ اس کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں۔ جب مجھے ان دونوں مقامات پر کوئی چیز نظر نہ آئی تو اپنے استاد حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایات کی روشنی میں فیصلہ کیا۔ انہی کی روح کو اپنی رہنمائی کا وسیلہ بنایا۔ میرے نزدیک میرے استاد سے بڑھ کر تیری اور تیرے رسول ﷺ کی تابعداری کوئی دوسرا نہیں کرتا تھا۔

بشیر بن ولید کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی بیماری جس سے آپ کی موت واقعہ ہوئی' کے وقت وہاں موجود تھا۔ میں نے آپ کو کہتے سنا' اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ساری زندگی کبھی زنا نہیں کیا۔ حرام کاری نہیں کی۔ اے اللہ تو جانتا ہے اور میں تیرے ہی فضل سے محفوظ رہا ہوں اور تیری ہی شہادت دیتا ہوں۔ میں نے ایک درہم حرام نہیں کھایا' یہ سب تیری توفیق تھی۔ اے اللہ مجھے بخش دے۔

ابو حفص رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ جیسی بلند پایہ شخصیت سے توقع نہیں کی جاسکتی کہ موت کے دروازے پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے ایسی باتیں کرے۔ اگر اس نے کوئی بات اس کے خلاف کی ہو تو اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر یہ بات نہیں کہہ سکتے تھے۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید عدالت کی مسند پر جلوہ فرما تھے۔ میں وہاں ایک سفیر کی حیثت سے موجود تھا۔ میں عوام کے

معاملات سن کر امیرالمومنین کی خدمت میں بیان کرتا تھا۔ ایک دن بغداد کے دور دراز علاقے سے ایک دیہاتی آیا۔ اس نے مقدمہ پیش کیا کہ امیرالمومنین نے میری زمین پر قبضہ کرلیا ہے اور میرا باغ ابھی تک اپنے قبضہ میں رکھا ہوا ہے۔ میں نے اسے سمجھایا کہ آپ امیرالمومنین کے وکیل کے پاس اپنے معاملات لے جائیں مگر وہ نہ مانا اور ضد کرتا رہا۔ میں نے سارا معاملہ خلیفہ ہارون الرشید کی خدمت میں پیش کیا۔ ہارون الرشید نے کہا اس کے باپ نے یہ باغ مجھے ہبہ کیا تھا اور اسی نے مجھے اس کا قبضہ دیا تھا۔ میں نے اس شخص سے پوچھا تمہارے دعویٰ کے گواہ ہیں۔ اس نے کہا نہیں میرا کوئی گواہ نہیں۔ اس پر بادشاہ نے قسم کھائی۔ اس دیہاتی نے کہا آج بادشاہ نے ایسی قسم کھائی ہے جیسے ستو پھانک لئے جاتے ہیں۔ ہارون الرشید اس کی بات سن کر نہایت خشمناک ہوئے۔ یحییٰ بن خالد وزیر مملکت بھی وہاں موجود تھے اس نے امیرالمومنین کا غصہ دیکھ کر کہا اگر یہ شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں ایسا کہتا تو آپ اسے انعام دیتے اور داد دیتے۔

امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب یہ مجلس یاد آتی ہے مجھے غم لاحق ہوتا ہے کہ میں دونوں کے درمیان انصاف نہ کرسکا۔ صلح نہ کراسکا۔ اس وقت امیرالمومنین کرسی پر بیٹھے رہے مدعی زمین پر کھڑا رہا۔ کاش دونوں ملزم کٹہرے میں کھڑے ہوتے، مگر میں خاموش رہا۔

"کتاب الریاضۃ النفس" میں لکھا ہے کہ علی بن عیسیٰ قمی نے کہا کہ میں ایک بار امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک کام کے لئے حاضر ہوا۔ وہ ابھی اندر ہی تھے، مجھے خیال آیا کہ وہ اپنی لونڈیوں سے باتیں کر رہے ہوں گے مگر میں دیکھ کر حیران رہ گیا وہ اپنی الماری کی کتابوں سے باتیں کر رہے تھے۔ مجھے اندر بلا کر کہنے لگے میری الماریاں ان رجسٹروں سے بھری پڑی ہیں جو میں اللہ کے بندوں کے لئے فیصلے کرتا رہا ہوں۔ میں نے انہیں محفوظ کر رکھا ہے تاکہ قیامت کے دن میرے انصاف پسندانہ عمل کی گواہی دے سکیں۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوعبداللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانی رحمتہ اللہ علیہ کا آبائی وطن دمشق کا ایک نواحی گاؤں "حرستی" ہے۔ آپ کے والد فلسطین سے نقل مکانی کر کے عراق تشریف لے آئے تھے۔ جہاں "واسط" کے مقام پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی لیکن آپ کی نشوونما کوفہ میں ہوئی۔ آپ بنوشیبان کے موالی ہونے کے ناطے شیبانی کہلاتے ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، عمرو بن ذر، مالک بن مغول، مالک بن انس، ابوعمروالداوزاعی، زمعہ بن صالح، بکیر بن عامر اور امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہم جیسی افاضل روزگار شخصیات شامل ہیں۔ جبکہ امام محمد بن ادریس شافعی، ابوعبید القاسم بن سلام، اسماعیل بن توبہ، علی بن مسلم طوسی وغیرہ جیسی ہستیاں آپ کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہیں۔

آپ نے بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہیں درس حدیث بھی دیا۔ مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے منصب قضاء آپ کے سپرد کیا تھا۔ خراسان جاتے ہوئے آپ بھی خلیفہ کے ہمرکاب تھے اور وہیں "رے" کے مقام پر آپ نے اس عالم فانی سے کوچ کیا اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔

امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد جو بنو شیبان کے بادشاہوں میں شمار ہوتے ہیں میں ہرمز نامی بزرگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ کافی نامی کتاب کے مصنف کا بیان ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب آفریدوں تک پہنچتا ہے۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی وطن الجزیرۃ ہے۔ آپ "واسط" کے مقام پر پیدا ہوئے اور کوفہ میں پرورش پائی۔ آپ پر رائے (قیاس) کا غلبہ

تھا۔ بعدازاں بغداد تشریف لے آئے جہاں بے شمار لوگوں نے علم حدیث و فقہ میں آپ سے استفادہ کیا۔ بغداد میں قیام کے دوران جب اپ " رقہ " نامی بستی میں منتقل ہوئے تو خلیفہ وقت ہارون الرشید کی رہائش گاہ بھی آپ کے دولت کدہ کے نزدیک تھی۔ اس وقت خلیفہ نے آپ کو رقہ کا قاضی مقرر کیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی رعنائی و جامہ زیبی

سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے والد انہیں پہلی بار امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لائے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا سر منڈوانے اور انہیں پھٹے کپڑے پہنوانے کا حکم دیا۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں ایسا ہی ہوا۔ لیکن سر منڈوانے کے باعث آپ کی دلکشی و رعنائی میں مزید اضافہ ہوگیا۔ اس پر ابونواس نے کہا ؎

حلقوا راسه ليكسوه قبحا
غيرة منهم عليه و شحا

كان فى وجهه صباح و ليل
نزعوا ليله وابقوه صبحا

وکیع بن جراح کہتے ہیں محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی دلکشی و خوبصورتی کے باعث ہمیں ان کے ساتھ چلتے ہوئے حیا آیا کرتی تھی۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے جب میں پہلی بار امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت ایک ہجوم آپ کو گھیرے میں لئے ہوئے تھا۔ میری نظر جب ان کے چہرے پر پڑی تو معلوم ہوا کہ آپ اس مجلس کے حسین ترین فرد تھے۔ آپ کی پیشانی اس قدر چمک دار اور روشن تھی کہ یوں محسوس ہوتا تھا گویا ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ہو۔ جب آپ کے لباس پر نظر پڑی تو اندازہ ہوا کہ آپ اس مجلس میں سب سے زیادہ جامہ زیب شخصیت کے مالک تھے۔

میں نے آپ سے ایک اختلافی مسئلہ دریافت کیا' میرا خیال تھا کہ شاید آپ اٹک

جائیں گے لیکن آپ نے بھرپور دلائل کے ساتھ اپنا موقف بیان کیا۔ (جس سے اندازہ ہوا کہ آپ صاحب علم بھی ہیں اور زور بیان کے مالک بھی۔)

وفات : عبیداللہ بن محمد بن سلام کہتے ہیں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ دو چاند آسمان سے زمین پر اترے ہیں۔ اس خواب کو دیکھے ابھی کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ خبر آگئی کہ ایک ہی دن فقہ کے امام محمد بن حسن اور نحو کے امام کسائی انتقال فرما گئے۔ امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق امام محمد نے ۱۸۹ھ میں "رے" کے مقام پر وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۸ برس تھی۔ اسماعیل بن محمد نے ان دونوں کی وفات پر درج ذیل مرثیہ کہا ؎

تصرمت الدنیا فلیس خلود وما قد نری من بهجة ستبید
لکل امره منا من الموت منهل فلیس له الا علیه ورود
الم نرشابا قد ابتد رالبلی وان الشباب الغض لیس یعود
سیاتیک ماافنی القرون التی مضت فکن مستعدا للقاء عتید
آسیت علی قاضی القضاة محمد فاجریت دمعی والفواد عمید
وقلت اذا ماالخطب اشکل من لها بایضاحه یوما وانت فقید
و اوجعنی موت الکسائی بعده وکادت بی الارض القضاء تمید
هما عالمان او دیا و تحرما
فما لهما فی العالمین ندید

احمد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ امام محمد اور امام کسائی نے ایک ہی دن "رے" کے مقام پر داعی اجل کو لبیک کہا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ان دونوں اماموں کی وفات پر آہ بھرتے ہوئے کہا کہ آج ہم نے "رے" میں فقہ اور لغت دونوں کو دفن کر دیا۔ قمی ذکر کرتے ہیں "رے" سے واپسی کے لئے کوچ کرتے ہوئے ہارون الرشید نے کہا تھا کہ

یہ بڑا منحوس شہر ہے جب میں اس میں داخل ہوا تھا تو فقہ اور لغت کے امام میرے ہمراہ تھے لیکن واپسی میں تنہا جا رہا ہوں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جبل طبرک (ایک قلعہ ہے) میں ہشام بن عبداللہ الرازی کے گھر کے قریب دفن ہوئے کیونکہ آپ انہی کے گھر بطور مہمان قیام پذیر تھے۔ جبکہ امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ کو رنبویہ نامی محلے میں سپرد خاک کیا گیا۔ ان دونوں حضرات کی آرام گاہوں کے درمیان قریباً چار فرسخ کا فاصلہ ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ شہر کے ایک کونہ میں آرام فرما ہیں جبکہ امام کسائی دوسرے کونے میں آسودۂ خاک ہیں۔

خدا خوفی

ہشام بن عبداللہ رازی جن کے گھر میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا فرماتے ہیں، جب امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونا شروع ہو گئے۔ کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کر لیا کہ تم "رے" میں جہاد کے لئے آئے تھے یا میری رضامندی کی طلب اس آمد کا باعث بنی تھی تو میرے پاس اس کا کیا جواب ہو گا!

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا خراج تحسین

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جیسا پیکر رعنائی نہیں دیکھا اور نہ ہی اس زمانے میں کوئی اتنا دلکش شخص پیدا ہوا۔

ابوحسان الزیادی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حد سے زیادہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم کیا کرتے تھے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں امام شافعی کی قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ دربار خلافت جا رہے تھے کہ راستے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سامنا ہو گیا تو آپ نے دربار خلافت کا پروگرام مؤخر کر کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر لے گئے اور سارا دن صرف انہی سے گفتگو میں مصروف رہے۔ اس سے

اندازہ ہوتا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خلیفہ کی ہم نشینی کے مقابلے میں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی ہم نشینی زیادہ خوشگوار اور فرحت افزا تھی۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ کتب مستعار مانگیں تو آپ نے انکار کر دیا میں نے درج ذیل دو اشعار لکھ کے پیش کئے ۔

قل لمن لم ترعینی مثله
من رآه قدرای من قبله

العلم ینهی اهله ان یمنعوه اهله
لعله یبذ له لاهله لعله

(ترجمہ) جن کی مثل میں نے کوئی دوسرا نہیں دیکھا اور جو اسلاف کی یادگار ہیں ان سے کہہ دو۔
کیا علم اہل علم کو اس بات سے روکتا ہے کہ وہ اپنا علم طالبان علم پر خرچ کریں (اگر نہیں) تو امید ہے کہ آپ اپنے علم سے ہمیں بھی نوازیں گے۔

یہ شعر دیکھ کر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کتب مجھے عنایت کر دیں۔ راوی کا بیان ہے ان کتابوں میں مضاربت کے احکام سے متعلق کتاب شامل نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلاف کم ہے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جب کوفہ میں درس و تدریس کے سلسلے کا آغاز کیا تو اس وقت ان کی عمر ۲۰ سال تھی۔ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا یہ کتاب آپ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے تو آپ نے جواب دیا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے امام ہیں لیکن واللہ میں نے ان سے صرف الجامع الصغیر روایت کی ہے۔

عبداللہ بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے اسد بن عمرو' حسن بن زیاد اور امام محمد کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے پہلے والے دونوں حضرات کو تو ضعیف قرار دیا تاہم امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کرتے ہوئے کہا کہ وہ صدوق میں سے ہیں۔ امام بویطی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے علم کے بارے میں دو حضرات کے ذریعے میری دست گیری فرمائی ہے۔ علم حدیث میں سفیان بن عیینہ کے ذریعے اور علم فقہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا اور میں نے آپ سے آپ کی چند کتب پڑھی بھی ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں علم اور اسباب دنیا کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اکثر اوقات امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بلندی درجات کی دعا مانگا کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے امام شافعی نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی بھی حق نہیں جتلایا اور نہ ہی کوئی احسان ظاہر کیا۔ اسماعیل المزنی نقل کرتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے قرض کی خاطر عراق میں محبوس کر دیا گیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اس قید سے نجات دلائی۔ اس وجہ سے میں ان کا سب سے زیادہ شکرگزار ہوں۔

ابن سماعۃ کہتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب تنگ دستی کا شکار ہوئے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب نے انہیں امام شافعی کی مالی حالت کی بابت کہا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بھرپور مالی امداد کی۔ دوسری مرتبہ پھر حاضر ہوئے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پھر بھرپور مدد کی۔ جب تیسری مرتبہ حاضر ہوئے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھ سے بے مروتی نہیں ہو پائے گی میں جملہ دوستوں میں آپ ہی کو ترجیح دوں گا اور ان شاء اللہ آپ کو اتنا پیش کر دوں گا کہ آپ کی اور آنے والی نسلیں سکون سے بیٹھ کے کھا سکیں گی۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کتابیں جمع کرنے کے شوقین تھے اور اپنے ہم درس ساتھیوں سے بحث بھی کیا کرتے تھے۔ تو جب تیسری مرتبہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو جن مسائل شرعیہ میں ان کی رائے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے مختلف تھی ان کا برملا اظہار کر دیا۔ (گویا دنیاوی لالچ اظہار حق کے معاملے میں آڑ نہ بن سکا۔)

اخفش بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس کی آخری صف میں بیٹھے دیکھا ہے۔ بشر بن عبدالاعلیٰ کی روایت کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی دوسرا شخص مجھے زندگی بھر نہیں مل سکا۔ نیز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان منقول ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جیسا فتویٰ نویس اور کوئی نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے۔ یحییٰ بن عیاش کے بقول مسئلہ کی وضاحت کے لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خوشامد کی حد تک تعریف کیا کرتے تھے۔

اسحاق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابتداءً اصحاب حدیث کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا کرتے' جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس علم میں شریک کیا تو (ملکہ اجتہاد حاصل ہو جانے کے بعد) اپنے مکتبہ فکر کی بنیاد رکھی۔

علی بن حسن رازی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام محمد' سفیان بن سحبان' فرقد اور عیسیٰ بن ابان ایک شادی کی دعوت میں اکٹھے شریک تھے کہ ان کے درمیان وصیت سے متعلق کسی دقیق مسئلہ میں بحث چھڑ گئی' امام شافعی بھی وہاں موجود تھے انہوں نے ایک اشکال پیش کیا سفیان نے اس کا جواب دے دیا۔ پھر سفیان نے امام شافعی کے سامنے ایک اشکال پیش کیا جس کا جواب دینے سے امام شافعی قاصر تھے' یہ دیکھ کر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابھی یہ تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزر رہے ہیں۔ اس لئے اس قسم کے اشکالات سردست ان کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سفیان بن سحبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر ہمارے استاد امام محمد' امام شافعی کی بابت اچھی رائے نہ رکھتے ہوتے تو ہم شافعی سے خوب بحث و مباحثہ کرتے۔ محمد بن شجاع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انتہائی دقیق مسئلے کا حل پیش کیا جو خود ان کے نزدیک بھی نہایت حیرت انگیز تھا۔ آخر کہنے لگے یہ ہمارے استاد امام محمد بن حسن شیبانی کا فیض ہے۔

ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مشہور سیرت نگار الواقدی اپنی سیرت کی مشہور کتاب "المغازی" امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھ کے سنایا کرتے تھے جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الجامع الصغیر" واقدی کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ حسن بن شہوب ناقل ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تاجروں کے پاس جا کر ان کے رواج کی بابت دریافت کیا کرتے تھے۔ (تاکہ عہد حاضر کے طریقہ کار کے مطابق لین دین کے معاملات میں فتویٰ نویسی کر سکیں۔)

بشر بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام کسائی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آمد و رفت رکھتے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے علم فقہ کا تعلق کیونکہ عوام کے ساتھ ہے اس لئے وہ اتنا اہم نہیں ہے اس کے برخلاف علم لغت صرف ماہرین تک محدود ہے اس لئے وہ زیادہ اہم ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ الحمد اللہ ہم علم لغت سے بھی باخوبی آشنا ہیں لیکن کسائی اس بات کے انکاری تھے۔ بعد میں کسائی نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ میں استفادہ کیا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کسائی سے علم لغت میں استفادہ کیا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کسائی کی زبان دانی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا' بلاشبہ آپ علم لغت کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

ہاشم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان شکر رنجی پیدا ہوئی تو ایک مرتبہ ایک صاحب نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا آپ کے نزدیک امام محمد اور امام حسن بن زیاد میں سے کون بڑا فقیہ ہے تو ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا دونوں کا شمار علم فقہ کے ماہرین میں ہوتا ہے۔

علی بن خشرم کہتے ہیں ایک مرتبہ سفیان بن عیینہ کہیں جا رہے تھے اور میں بھی ان کے پیچھے چل رہا تھا اور ہم دونوں کے پیچھے کچھ اور لوگ بھی آ رہے تھے' ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ کیا سفیان اب بھی فتویٰ دینے کے اہل ہیں' دوسرے نے جواب دیا ہرگز نہیں میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محض ہماری کتب کا مطالعہ کر کے کوئی بھی شخص فتویٰ دینا شروع نہ کر دے تاوقتیکہ وہ براہ راست ہم سے استفادہ نہ کرے یا کم از کم

وہ ہمارے جتنے علمی پایہ کا حامل نہ ہو۔ امام ابو حفص رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ امام محمد کی شخصیت سے واقف ہر شخص اس بات سے آگاہ ہے کہ آپ کو پیدا ہی علم کے لئے کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ اپنے اصحاب سے صلح مشورہ کیا کرتے تھے۔ حفظ لسان حسن سیرت' عمدہ اخلاق' محبت اور شفقت اور جاگتا ہوا ذہن آپ کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

احمد بن حجاج رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے سب سے زیادہ لائق و فائق شاگرد ابو حفص الکبیر البخاری سے زیادہ اور کوئی بھی شخص میری کتابوں کو نہیں سمجھ پایا اور نہ ہی میرے خیالات کو آگے منتقل کر سکا۔

عاصم بن عصام ثقفی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ میں امام ابو سلیمان جوزجانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا اسی اثناء میں انہیں امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مکتوب موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ اگر آپ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی کتب کی تدریس اور نقل کا سلسلہ ترک کر دیں تو ہم آپ سے علم حدیث میں استفادہ کرنے پر فخر محسوس کریں گے۔ امام جوزجانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی پشت پر یہ تحریر لکھ کے خط واپس کر دیا۔

"آپ کی آمد سے نہ تو اس عاجز کا مرتبہ بلند ہو گا اور نہ ہی عدم تشریف آوری کے باعث اس کی عزت میں کچھ کمی آئے گی۔ ہمیں تو امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے جتنے بھی فتاویٰ ملتے رہیں گے فی سبیل اللہ انہیں اگلی نسلوں تک منتقل کرتے رہیں گے۔"

ابراہیم بن رستم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں استفادہ کے لئے حاضر ہونا چاہتا تھا' اس سلسلے میں جب سفارش کے لئے امام ابو عصمتہ سے رجوع کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔ تم امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کرو ان شاء اللہ منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔

قتیبہ بن سعید فرماتے ہیں مجھے بکثرت امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس درس میں شرکت کرنے اور آپ کی کتب سے استفادہ کرنے کے مواقع میسر آتے رہے ہیں۔ بلاشبہ ان جیسا کثیر العبادت شخص اور کہیں دیکھنے کو نہیں ملا۔

محمد بن سلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی کتب کی نشرو اشاعت پر دس ہزار درہم خرچ کئے ہیں اور اگر میرے پاس اور مال ہوتا تو اسے بھی اس مرد خدا کی تحقیقات کی اشاعت کے لئے خرچ کرنے سے ہرگز دریغ نہ کرتا۔

جارود بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب عراق میں مقیم تھے تو جب کبھی وہ کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے دیگر تلامذہ اس کے جواب تحریر کر دیتے۔ دوسری طرح علم حدیث کے ماہرین بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو درخواعتناء نہیں سمجھتے تھے۔ آخرکار اس صورتحال سے تنگ آکر شافعی نے عراق کو خیرباد کہا اور مصر تشریف لے گئے جہاں ان کے مقابل کوئی نمایاں علمی شخصیت نہیں تھی اور یہی بات امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی ترویج و اشاعت کا سبب بنی۔

قاضی احمد بن کامل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے امام محمد علوم نقلیہ و عقلیہ کے جامع' تحریر و تصنیف کے بادشاہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم کے درمیان آپ نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔ آپ کے اصحاب بھی آپ کی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔

سمعانی ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں' فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وقت وہاں موجود تھے۔ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے جو جواب دیا وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی قرین صواب معلوم ہوا تو انہوں نے سوال اور جواب لکھ لئے تاکہ محفوظ رہیں۔ یہ دیکھ کر امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں ایک سو درہم دیئے اور کہا اگر آپ علم کی طلب رکھتے ہیں تو ہمارے ہاں قیام پذیر ہوں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے جتنا علم حاصل کیا ہے اسے کتابی صورت میں لا کے ان کتابوں کو اونٹ کی پشت پر لادا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ اگر امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نہ ہوتے تو مجھے علم کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوتی۔ سب لوگ علم فقہ میں اہل عراق کے دست نگر ہیں اور اہل عراق اہل کوفہ کے اور اہل کوفہ امام ابوحنیفہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے عیال ہیں۔

احمد بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں ایک مرتبہ امام مزنی کسی صاحب کو سمجھا رہے تھے کہ تم امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے اصحاب کی صحبت اختیار کرو کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو سماعتوں کو علم سے پر کر دیتے ہیں۔ فقہاء پر جب بھی کوئی مشکل آن پڑے تو یہ ان کی دستگیری کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔ امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب نے جب سوالیہ نظروں اور حیرانگی کے ساتھ ان کی طرف دیکھا تو مزنی نے وضاحت کی کہ یہ سب کچھ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا کہتے سنا ہے بلکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو اس سے بھی زیادہ توصیفی کلمات ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

قاضی بغداد ابن سماعۃ کا شمار امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔ آپ مامون الرشید کے عہد میں بغداد کے قاضی کے عہدے پر فائز رہے ہیں۔ معتصم کے زمانے میں بینائی کمزور ہونے کے باعث اس عہدے سے علیحدگی اختیار کی۔ یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں علم فقہ میں جو مرتبہ و مقام ابن سماعۃ کو حاصل ہے اگر علم حدیث میں وہ کسی محدث کو مل جاتا تو وہ خوشی سے پھولے نہ سماتا۔

محمد بن موسیٰ الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے ۔ ایک مرتبہ ابن سماعۃ نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت کی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ایک سوئی میں سوراخ کر رہے تھے۔ اس کی تعبیر ابن سماعۃ نے یہ نکالی کہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا کلام حکمت و دانش سے لبریز ہے۔ لہٰذا اسے محفوظ رکھنے کا کوئی انتظام ہونا چاہئے۔ یہی سوچ کے آپ نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے فرمودات کتاب "النوادر" کے نام سے مرتب کئے۔

ابوالقاسم رازی بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے خواستگار ہیں۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں بغداد میں مقیم تھے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں جواب بھجوایا کہ کوفہ کو آپ کی زیادہ ضرورت ہے آپ اسے اپنے چشمہ صافی سے سیراب کریں۔

معلی بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک جنازے میں

شریک تھا کہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر چل نکلا۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں چند توصیفی کلمات ارشاد فرمائے۔ ایک صاحب نے سوال کیا حضرت آپ کبھی ان کی تعریف کرتے ہیں اور کبھی ان پر تنقید کرتے ہیں۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہر بڑے آدمی سے حسد بھی کیا جاتا ہے اور استفادہ بھی۔

سمعانی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کئی مرتبہ یہ ارشاد فرمایا' میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جیسا حکمت آمیز گفتار کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ وہ اپنی مذمت سن کے بھی تحمل اور بردباری سے کام لیا کرتے تھے۔ سمعانی امام شافعی کا ایک اور قول نقل کرتے ہیں' جو شخص قیاس میں مہارت حاصل کرنا چاہے تو وہ فقہائے عراق کا محتاج ہے اور فقہائے عراق میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پایہ کی کوئی دوسری شخصیت موجود نہیں ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب مجھے میرے والد امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لے کر گئے تو میری عمر ۱۴ برس تھی۔ میں نے جرات کر کے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال دریافت کیا۔ انہوں نے جواباً مجھ سے پوچھا' یہ سوال تمہارے ذہن کی پیداوار ہے یا کہیں سے سنا ہے۔ میں نے عرض کی میرے ذہن میں پیدا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا تم لائق اور ذہین آدمی ہو' ہماری مجلس میں شریک ہوا کرو۔ ان شاء اللہ مرتبہ کمال تک پہنچو گے۔

اسفرائنی امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ میرے والد نے ترکہ میں ۳۰ ہزار دینار چھوڑے تھے جن میں سے پندرہ ہزار نحو و شعر سیکھنے پر خرچ ہوئے اور بقیہ پندرہ ہزار حدیث اور فقہ سیکھنے کے سلسلے میں کام آئے۔ ایک روایت کے مطابق امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے بقول وہ سترہ برس کی عمر میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے نیز یہ کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس کی چوتھی صف میں بیٹھتے تھے اور فرماتے ہیں میں نے ان سے بڑا فقیہ آج تک نہیں دیکھا۔ نیز امام محمد رحمتہ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں میں جب پہلی مرتبہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کی

خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا' پہلے قرآن پاک حفظ کر لو بعد میں آنا۔ میں نے ارشاد کی تعمیل کی اور ایک ہفتہ میں قرآن پاک حفظ کر کے دوبارہ حاضر ہو گیا۔

ابو القاسم بن علی رازی امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان نقل کرتے ہیں۔ علم کی تعظیم کا طریقہ مجھے امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے سکھایا ہے۔ جب میں پہلی مرتبہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ تو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے پہلے بیٹھنے کا اشارہ کیا جب میں بیٹھ گیا تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ اگر کوئی لڑکا رات کو سو جائے اور اسے احتلام ہو جائے اور اس نے رات عشاء کی نماز بھی پڑھی ہو تو کیا اس نماز کا دوہرانا فرض ہو گا۔ انہوں نے فرمایا ہاں ۔ میں اٹھا اور مسجد کے کونے میں جا کے نماز ادا کرنے لگا۔ یہ پہلا مسئلہ میں نے ان سے سیکھا تھا۔ جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا یہ عمل دیکھا تو فرمایا یہ لڑکا بہت بڑا آدمی بنے گا اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں بیس برس امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا ہوں اور میں نے ان سے جس قدر استفادہ کیا ہے اگر اسے تحریری شکل دی جائے تو اسے اٹھانے کے لئے ایک اونٹ درکار ہو گا۔ اگر امام محمد رحمتہ اللہ علیہ اپنی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کیا کرتے تو ہم میں سے کوئی بھی شخص ان کی بات نہیں سمجھ سکتا تھا۔ لیکن وہ ہماری آسانی کے لئے ہماری ذہنی سطح کے مطابق کلام فرمایا کرتے تھے۔

شمس الائمہ خوارزمی رحمتہ اللہ علیہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ میں نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ اور کسی جوان آدمی کو اتنا زیادہ عقل مند نہیں دیکھا۔ نیز فرماتے ہیں' میں نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ کبھی کسی موٹے شخص کو عقلمند نہیں دیکھا۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے جب کبھی کسی بھی شخص سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو جواباً اس نے تیوری چڑھائی اور بوجھ محسوس کیا' سوائے امام محمد رحمتہ اللہ

علیہ کے وہ ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ سوال کا جواب دیا کرتے تھے۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں اگر کوئی شخص ہمارے خیالات سے اختلاف ظاہر کرنے میں کمربستہ ہو جائے تو اس کے جواب کے لئے شافعی ہی کافی ہیں۔ قاضی یحیٰی بن اکثم فرماتے ہیں۔ مجھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ پوچھا ان میں بڑا فقیہ کون ہے تو انہوں نے جواب دیا امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ۔

ابوعبید یحیٰی بن اکثم کا قول نقل کرتے ہیں۔ میں نے کتاب اللہ کی بابت امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے زیادہ علم رکھتے کسی کو نہیں پایا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر میں یہ کہوں تو حق بجانب ہوں گا کہ قرآن پاک امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی لغت پر نازل ہوا ہے کیونکہ وہ غضب کے فصیح آدمی ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے میں نے امام محمد کے علاوہ کسی بھی فربہ آدمی کو آسودہ حال نہیں پایا۔ اور نہ ہی کوئی شخص ان سے زیادہ فصیح مل سکا۔ جب وہ قرآن پاک پڑھا کرتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا قرآن پاک انہی کی زبان کے مطابق نازل ہوا ہے۔ نیز یہ کہ میں نے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے استفادہ کیا ہے۔ یہاں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اونٹنی کی بجائے اونٹ کا ذکر کیا ہے شاید اس کا سبب یہ ہو کہ اونٹ اونٹنی کے مقابلے میں زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں جب امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کسی مسئلہ کی بابت گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا گویا قرآن پاک، نازل ہو رہا ہے۔ جس کے کسی بھی حرف کو آگے پیچھے نہیں کیا جاسکتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا' اس شخص نے کہا اس مسئلہ میں آپ کی رائے فقہاء کرام سے مختلف ہے۔ تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی کوئی شخص فقیہ ہے۔ وہ ایسے آدمی تھے کہ جواب دے کے انسان کے قلب و ذہن کو خوشی و راحت سے معمور کر دیا کرتے تھے۔ میں نے ان کے علاوہ کسی بھی فربہ اندام شخص کو

عقلمند نہیں دیکھا۔

ہمدانی نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دوپہر کے وقت شدید گرمی کے عالم میں کہیں جانے کی لئے نکلے۔ ان کے پاس سے ایک شخص گزرا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ درزی ہے' اور اپنی بات تین مرتبہ دوہرائی۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا یہ شخص بڑھئی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کے اس شخص سے اس کے پیشے کی بابت دریافت کیا تو اس نے کہا پہلے میں درزی تھا لیکن آج کل بڑھئی کا کام کرتا ہوں۔

ابراہیم بن یوسف القراطیسی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ حلال و حرام اور ناسخ و منسوخ کی بابت امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی بھی شخص میری نظر سے نہیں گزرا۔

محمد بن سماعۃ رحمۃ اللہ علیہ ناقل ہیں کہ عیسیٰ بن ابان الکاتب ہمارے دوست تھے' میں انہیں دعوت دیا کرتا تھا کہ وہ میرے ساتھ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس علم میں تشریف لے جایا کریں۔ لیکن ان کا جواب یہ ہوتا تھا کہ وہ (امام محمد) احادیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے ان کے ہمراہ مسجد میں فجر کی نماز پڑھی' نماز کے بعد امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا درس ہونا تھا' میں نے انہیں زبردستی روکے رکھا۔ جب امام محمد رحمتہ اللہ علیہ فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی' یہ ہمارے دوست عیسیٰ بن ابان ہیں' ان کا خیال ہے کہ آپ احادیث کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تحقیق کئے بغیر خواہ مخواہ کسی پر الزام عائد نہیں کرنا چاہیے۔ آپ بتائیں کن مسائل میں ہماری رائے آپ کے خیال میں حدیث کی مخالف ہے۔ عیسیٰ بن ابان نے پچیس روایات پیش کیں۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی بابت فرمایا یہ تمام احکام شرعیہ سے متعلق ہیں اور سب کی سب منسوخ ہیں اور پھر آپ نے اپنے مئوقف کی تائید میں دلائل و شواہد پیش کئے۔ جب ہم اٹھ کر واپس آرہے تھے تو عیسیٰ بن ابان کہنے لگے آج میرے اور علم کے درمیان حائل پردہ اٹھ گیا۔ اس کے بعد عیسیٰ بن ابان باقاعدگی سے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ درس

میں حاضر ہونا شروع ہو گئے اور اپنے وقت کے نامور فقہاء میں شمار ہوئے۔

محمد بن عبدالسلام اپنے والد کا قول نقل کرتے ہیں۔ میں نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ وہی سوال جب بعد میں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا تو ان کا جواب امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے جواب سے مختلف تھا۔ میں نے ان سے عرض کی کیا آپ اس مسئلہ کی بابت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد دونوں امام ایک مسجد میں اکٹھے ہوئے اور مختلف فیہ مسئلہ پر بحث کا آغاز کیا۔ ابتداء میں تو کچھ کچھ سمجھ آتی رہی لیکن بعد میں ان کی گفتگو دقیق ہوتی چلی گئی اور معاملے ہماری فہم سے بالاتر ہو گئے۔

مجاشع بن یوسف نقل کرتے ہیں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ ایک شخص جنبی ہے اور پانی صرف مسجد میں موجود ہے تو کیا وہ پانی لینے کے لئے مسجد میں داخل ہو جائے ؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جنبی شخص مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت نماز کا وقت رخصت ہو رہا ہے اور مسجد کے علاوہ کہیں سے بھی پانی دریافت ہونے کے آثار نہیں ایسی صورت میں کیا کرے ؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جواب دہرایا کہ جنبی شخص مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے دریافت کیا آپ کے خیال میں اس کا کیا حل ہے ؟ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا سیدھی بات ہے وہ شخص تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو گا اور پانی باہر لا کر اس سے غسل کرے گا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا آپ کس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں ؟ آپ نے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہیں سے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سمجھے شاید وہ یہ کہنا چاہتے ہیں مدنی ہیں۔ امام مالک نے کہا میں یہاں کے ہر فرد کو جانتا ہوں۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے کہا بہت سوں سے واقف نہیں ہوں گے۔ جب وہ تشریف لے گئے تو کسی صاحب نے بتایا کہ یہ عراق کے معروف فقیہ محمد بن حسن ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حیرت سے پوچھا کہ وہ

جھوٹ کیوں بول رہے تھے کہ وہ مدنی ہیں وہ تو عراقی ہیں۔ لوگوں نے عرض کی انہوں نے زمین کی طرف اشارہ کیا تھا۔ یعنی میں اسی کرۂ ارض کا باسی ہوں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ان کا دوسرا جواب پہلے کے مقابلے میں زیادہ گنجلک ہے۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں فضیل سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی مینڈک سرکے میں گر کے مر جائے تو اسے استعمال کرنا جائز ہے ؟ انہوں نے کہا مجھے علم نہیں، تم یحیٰی بن سلام سے پوچھو۔ ان سے پوچھا گیا تو جواب ملا مجھے علم نہیں، سفیان بن عیینہ سے پوچھو۔ ان سے دریافت کیا گیا تو فرمایا میں نہیں جانتا۔ محمد بن حسن سے پوچھو۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو فرمایا جائز ہے۔ سائل نے کہا وہ کیسے ؟ فرمایا اگر مینڈک پانی میں گر کے مر جائے اور اس پانی کو سرکہ میں ملا لیا جائے تو کیا اس کا استعمال جائز ہوگا، سائل نے کہا جی ہاں، تو فرمایا بس ٹھیک ہے اگر مینڈک سرکے میں گر کر ہلاک ہو جائے تو اس کا استعمال بھی جائز ہونا چاہئے۔ یہ جواب جب فضیل کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے سر ہلانا شروع کر دیا۔

ایک روایت کے مطابق جب یہی سوال امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو آپ اس وقت دارامارت سے باہر نکل رہے تھے۔ آپ نے بھی اس کا یہی جواب ارشاد فرمایا۔

ابوالقاسم علی رازی نقل کرتے ہیں ایک مسجد ویران ہو گئی، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ وہ بدستور مسجد رہے گی۔ کچھ عرصے بعد امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ مسجد میں مردار پڑا ہوا تھا۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا " یہ امام ابویوسف کی مسجد ہے "

ایک رات امام محمد رحمتہ اللہ علیہ آرام فرما تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ خلیفہ ہارون الرشید نے بلاوا بھیجا ہے۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ تیار ہو کر خلیفہ سے ملنے چلے گئے۔ ہارون الرشید کہنے لگا تکلیف کے لئے معذرت خواہ ہوں، دراصل میں یہ کہہ بیٹھا کہ میں ایک عادل حکمران ہوں اور ہر حکمران جنتی ہوتا ہے۔ یہ سن کر میری بیوی زبیدہ نے کہا کہ تم ایک ظالم حکمران ہو اور تم نے زبردستی خود کو جنتی کہہ کر کفر کا

ارتکاب کیا ہے۔ اب تم کفریہ کلمہ کے ارتکاب کے باعث دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے اور میں تمہاری بیوی نہیں رہی۔ برائے مہربانی آپ اس مسئلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ گناہ کے ارتکاب پر قدرت رکھنے کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کے خوف کے باعث آپ گناہ کے ارتکاب سے باز رہے ہوں۔ خلیفہ نے کہا بیسیوں مرتبہ۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا پھر تو تم ایک کی بجائے دو جنتوں کے حقدار ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولمن خاف مقام ربه جنتٰن ○ جو شخص اپنے رب سے ڈرتا رہا اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب یہ حل پیش کر کے میں اپنے گھر پہنچا تو مجھ سے پہلے دراہم کی تھیلی گھر پہنچ چکی تھی۔ "حلیة الاولیاء" کی روایت کے مطابق یہ واقعہ مصر کے مشہور امام لیث بن سعد کے ساتھ پیش آیا تھا۔

ایک مرتبہ رات کے وقت امام شافعی امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں قیام پذیر تھے اور ساری رات نوافل میں مشغول رہے جبکہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ ساری رات بستر پر لیٹے رہے۔ صبح ہوئی تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ وہ استاد کو وضو کروائیں گے، لیکن امام محمد رحمتہ اللہ علیہ اٹھے اور دوبارہ وضو کئے بغیر فجر کی نماز ادا فرمائی۔

جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا تو فرمایا تم ساری رات صرف اپنی ذات کے لئے عمل کرتے رہے ہو جبکہ میں ساری رات امت محمدیہ کے لئے غور و فکر کرتا رہا ہوں۔ آج کی رات میں نے ایک ہزار کے لگ بھگ مسائل کا کلام الٰہی سے استنباط کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے ان کے جاگے رہنے پر اتنی حیرت نہیں ہوئی جتنی اس بات پر ہوئی کہ وہ بستر پہ لیٹے رہنے کے باوجود بھی جاگتے رہے ہیں۔

عیسیٰ بن ابان سے سوال کیا گیا آپ کے خیال میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بڑے فقیہ ہیں یا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ؟ تو انہوں نے جواب دیا جس کی تصانیف زیادہ ہیں وہی بڑے فقیہ ہیں یعنی امام محمد رحمتہ اللہ علیہ۔ حلبی کہتے ہیں اہل بصرہ چار کتابوں پر فخر کرتے ہیں....

۱- البیان والتبیین ۲- طبائع الحیوان از جاحظ

۳- کتاب سیبویہ ۴- کتاب العین از خلیل

جبکہ ہمارے پاس فخر کرنے کے لئے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے مستنبط کردہ پچیس ہزار مسائل ہیں جو حلال و حرام سے متعلق ہیں اور جن سے واقف کوئی بھی شخص کم از کم جاہل تو نہیں کہلا سکتا۔ اس کے علاوہ کتاب "القراۃ فی المعالی" ہے، کتاب "المصادر" ہے۔ کتاب "الوقف والابتداء" ہے، کتاب "الواحد والجمع" ہے اور ایک کتاب ایسی بھی ہے جو اہل بصرہ کی جملہ کتب پر حاوی اور فائق ہے جس کے مصنف علم اللغت کے یکتائے روزگار امام ابن الاعربی ہیں۔

ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا حضرت آپ نے اس قدر دقیق مسائل کہاں سے سیکھے ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا امام محمد بن حسن شیبانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتب سے سیکھے ہیں۔

یہی ابراہیم حربی امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں تین برس تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سات سو کے قریب احادیث روایت کی ہں۔ میں جب کبھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو طالبان حدیث کا جم غفیر اکٹھا ہو جاتا ہے لیکن اگر کسی اور کے حوالے سے حدیث کا بیان ہو تو کم لوگ شریک ہوتے ہیں۔ اے شافعی ! تم عجیب آدمی ہو، تم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے روایت کی جانے والی احادیث کے مقابلے میں دیگر محدثین کی نقل کردہ روایات کو ترجیح دیتے ہو۔

حافظ ابوالعلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بڑی قدر و منزلت کے مالک تھے۔ لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہفتے بھر میں چند ایک روز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درس حدیث میں شریک ہوا کرتے تھے۔ تاہم جب کوئی سائل دریافت کرتا کہ اے مالک ! اس مسئلہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کے فتاویٰ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ جواب کو تحریر فرما لیتے۔ یہ سلسلہ تقریباً تین برس تک جاری رہا۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اس دوران کم و بیش سات سو احادیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بلاواسطہ روایت کی ہیں۔

ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس اثناء میں خلیفہ ہارون الرشید تشریف لے آئے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے سوا جملہ حاضرین خلیفہ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے' ان میں امام حسن بھی شامل تھے حالانکہ وہ ہارون الرشید سے کچھ کبیدہ خاطر بھی رہا کرتے تھے۔ کچھ دیر بعد خلیفہ نے سب سے پہلے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کو خلوت میں طلب کیا' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے' واپس آکر ارشاد فرمایا آپ اس وقت خوش و خرم دکھائی دے رہے تھے۔

خلیفہ نے مجھ سے پوچھا' آپ میری تعظیم کے لئے کھڑے کیوں نہ ہوئے ؟ میں نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے جناب کے ہمراہیوں کے حلقہ سے نکل کے خدام کے حلقہ میں شامل ہونا پسند نہیں کیا۔ دوسرا یہ کہ جناب کے جداعلیٰ کے بھتیجے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے " جو شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں تو اسے چاہئے کہ وہ جہنم میں اپنے ٹھکانے کا بندوبست کر لے۔"

فقہاء کے نزدیک جو شخص خلیفہ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوتا ہے بلاشبہ حق خدمت ادا کرتا ہے اور یقیناً اس عمل کے ذریعے خلیفہ کے دشمنوں پر اس کا رعب بھی طاری ہوتا ہے لیکن جو شخص اس کو ترک کر دے وہ یقیناً حدیث پاک کے قول کے مطابق عمل کر کے زیادہ ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

خلیفہ نے کہا آپ نے بجا ارشاد فرمایا ہے۔ میں نے کہا فقہاء نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ مطلقاً کسی کی آمد پر قیام کرنا مکروہ نہیں ہے بلکہ یہ خواہش رکھنا کہ میرے لئے قیام کیا جائے ناپسندیدہ ہے۔ نیز یہ کہ اہل علم کو چاہئے کہ وہ صرف اپنے والدین اور

اساتذہ ہی کے لئے قیام کریں۔

اگر آپ یہاں سوال کریں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وقوموا للہ قانتین ○ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مخلوق کے لئے قیام کرنا مطلقاً ممنوع ہے بلکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وان المساجد للہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ یہاں قیام کے ساتھ ایک اور لفظ بھی ذکر کیا ہے اور وہ قنوت ہے جس کے معنی خشوع و خضوع کے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور مخلوق کے لئے جائز نہیں ہے۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے علماء کے لئے قیام کو کراہت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے کیونکہ صرف دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لئے بادشاہوں کے لئے قیام کرنا امر مباح ہے تو علماء کے لئے بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے کیونکہ وہ روحانی بادشاہ ہوتے ہیں۔

امام ابو قاسم حکیمی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ امراء و سلاطین کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ لیکن طلباء کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ جب اس کی حکمت پوچھی گئی تو فرمایا۔ یہ دنیادار لوگ ظاہری شان و شوکت کے شیدائی ہوتے ہیں سو میں ان کا دل خوش کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ جبکہ طلباء علم کے سوا کسی شئے کے خواہشمند نہیں ہوتے۔

جب کفار کی تالیف قلب کے لئے انہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے تو مسلمان حکمرانوں کی تالیف قلب کے لئے ان کے لئے تعظیماً" کھڑے ہونا بھی جائز ہونا چاہئے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تالیف قلوب کفار کا حکم منسوخ ہے تو ہم یہ جواب دیں گے یہ کام کیسے منسوخ ہو سکتا ہے۔ اس کا اصول تو یہ ہے کہ حکم کا مدار علت پر ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تالیف قلوب کا حکم تھا۔ آپ کے وصال کے بعد کوئی اسے منسوخ قرار نہیں دے سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاہدہ کیا تھا کہ وہ بنو تغلب کی مدد نہ کریں گے لیکن خلاف معاہدہ ان کی مدد

کی گئی۔

میں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حکم کے اجراء کی بابت خاموش ہو گئے تھے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسے جاری کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو ویسے بھی آپ کے بزرگوں میں سے ہیں اور شرف صحابیت کے باعث ان کی اقتداء ہم پر لازم ہے اور یہ بات بھی آپ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ سے پچھلے خلفاء نے بھی اس طریقے کو نہیں اپنایا لہٰذا آپ کو بھی عار محسوس نہیں ہونی چاہئے۔ یہ چند باتیں میں نے آپ کے علمی فائدے کے لئے بیان کر دی ہیں باقی آپ خود پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ خلیفہ نے کہا ہم بھی اسی طرح کریں گے جس طرح سابقہ خلفاء کرتے رہے ہیں۔

میں نے کہا میں نے تو مشورۃ یہ بات ذکر کی ہے اور اپنے اصحاب سے مشورہ لینے کا حکم تو خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیا' باقی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو ذمہ داری آپ کو سونپی ہے اس سے صحیح طریقے سے عہدہ برا ہونے کے لئے دعا مانگتے رہا کریں اور اپنے اصحاب سے دعاؤں کے خواستگار رہیں۔ اس کے بعد ہارون الرشید نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے دوستوں اور شاگردوں کو بہت سے تحائف دیئے۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں میں نے اپنے اہل و عیال کو کہہ رکھا تھا کہ گھر کے سودا سلف کے معاملے میں مجھے پریشان نہ کیا جائے بلکہ خادم ہی کو کہہ دیا جائے وہ تمام ضرورتیں پوری کر دیا کرے گا کیونکہ گھریلو کاموں میں مشغولیت کے باعث تحقیق و تصنیف کے کام میں خاصا حرج ہوتا ہے۔

ہمدانی نقل کرتے ہیں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کو عہدہ قضاء قبول کرنے کی پیشکش کی گئی' آپ کے انکار پر آپ کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا اور پابندی عائد کی گئی کہ کوئی بھی شخص امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے نہ پائے۔ میں نے قید خانہ کے عملے کو خوش کر کے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ تک رسائی حاصل کی۔ کیونکہ علم فقہ گویا قید خانہ میں بند ہو چکا تھا۔ میں

نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے میرے خیال کی تائید کی۔

شیخ عبداللہ کے والد فرماتے ہیں کہ میں کئی دن تک یہ کوشش کرتا رہا کہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی طرح نماز کا آغاز کروں لیکن کبھی بھی ایسا نہ کرسکا۔ محمد بن کامل المروزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے نہ تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ حسین و جمیل کوئی دوسرا شخص دیکھا ہے اور نہ ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے اعلیٰ کسی دوسری مجلس میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ اور املاء کروانے میں تو امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا کوئی بھی ثانی نہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے سب سے زیادہ متقی پرہیزگار شخص تھے۔ اہل بغداد امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں ان کے فتاویٰ پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔

خوارزمی کا بیان ہے حضرت ابوبکر صدیق ' حضرت عمر ' حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور میرا مذہب ایک ہی ہے۔

محمد بن سلمہ راوی ہیں امام محمد رات کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ ایک حصہ سونے کے لئے' دوسرا عبادت کے لئے' تیسرا سوچ و بچار اور مطالعہ کے لئے۔ آپ علمی مشاغل میں اس قدر منہمک رہا کرتے تھے کہ کپڑے میلے ہو جاتے لیکن انہیں بدلنے کا خیال بھی نہ آتا۔ آپ کے گھر میں ایک مرغ تھا جو صبح کے وقت اذان دیا کرتا تھا۔ ایک اور خادم کو حکم دیا اسے ذبح کر کے کھالو کیونکہ اس کی آواز سے خیال منتشر ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات رات رات بھر نہیں سوتے تھے اور مطالع کرتے یا غور و فکر کرتے رہتے۔

ایک مرتبہ آپ نے قمیص اتاری تو اس پر کئی ٹانکے لگے ہوئے تھے۔ ایک جگہ سے کوئی پیوند ادھڑ جاتا تو اس کی جگہ دوسرا لگا لیتے۔ جب آپ کو زخمی کیا گیا تو میں آپ کے پاس موجود تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کی حضرت کیا آپ ایک زخم کے سبب رو رہے ہیں جو اللہ کی راہ میں لگا ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ اس وجہ سے آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ آپ اپنے مقابل کو حجت و دلیل سے بات سمجھا نہیں پائے ' میں نے کہا بالکل ایسا ہی ہے۔

علوی کہنے لگے اے ہارون! کچھ خوف خدا کرو۔ روئے زمین کے بہترین فقیہ کو اذیت پہنچانے کے مرتکب ہو رہے ہو۔ حالانکہ انہوں نے تو کبھی خونریزی کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ انہیں چھوڑ دو کیونکہ ہر شخص اپنا وقت پورا ہو جانے پر ہی مرتا ہے۔ تم ایک ایسے شخص کی مخبری پر ان پر ستم ڈھا رہے ہو جس کے صحیح نسب ہونے پر اس کے باپ کا بھی اعتبار نہیں۔ بخدا مجھے اس بات کا ذرہ برابر خوف نہیں ہے کہ تم مجھے قتل کر دو گے کیونکہ میری موت کا جو وقت مقرر ہے موت اسی لمحے مجھے آئے گی۔ اگر تم جاننا چاہتے ہو تو اہل مدینہ سے پوچھو جو حمام میں بھی چادر اوڑھ کر جاتے ہیں۔ وہ پیٹھ پیچھے بھی اسی طرح تعریف کرتے ہیں جیسے دوسرے لوگ منہ پر تعریف کیا کرتے ہیں۔

یہاں علوی نامی بزرگ سے مراد یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ موسیٰ بن عبداللہ بن حسن اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس وقت وہاں موجود تھے۔

سمعانی کہتے ہیں ابن سماعۃ نے یہ واقعہ زیادہ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے کیونکہ ابن سماعۃ بھی اس وقت وہاں موجود تھے وہ اس وقت ہارون کے لشکر کے سپاہی کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ وہ فرماتے ہیں جب ہارون الرشید امام محمد رحمتہ اللہ علیہ پر غضب ناک ہوا تو کہنے لگا یہ باغیوں کی پشت پناہی و حمایت کرتے ہیں۔ اس نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کو فتویٰ دینے سے روک دیا اور حکم دیا کہ ان کے کتب کی تفتیش کی جائے۔ جب تفتیش کی گئی تو ان کی کتب میں صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل ہی سامنے آئے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کے بیان کے لئے ہمارے پاس اور بھی بہت سارا مواد موجود ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام عبداللہ بن مبارک المرزوی رحمتہ اللہ علیہ بنوحنظلہ کے کسی صاحب کے موالی میں سے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ کا تعلق بنو تمیم کی شاخ بنوسعد کے موالی سے ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۱۸ھ یا ۱۲۹ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ خوارزم سے تعلق رکھتی تھیں جبکہ والد ترک تھے۔ جب پہلی مرتبہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دیکھا تو آپ کے والد سے کہا اس بچے کی والدہ نے اس کی صورت میں ایک امانت آپ کے سپرد کی ہے۔

حسن بن زاہر روای ہیں عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ آپ زہد و تقویٰ کی طرف کس طرح مائل ہوئے ؟ آپ نے فرمایا ایک دن میں اپنے بھائیوں کے ہمراہ باغ میں موجود تھا۔ موسم ایسا تھا کہ تمام درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ سارا دن کھانے پینے میں گزر گیا' شام ہوئی تو میں نے سارنگی سنبھال کے اسے بجانا شروع کیا۔ میرے اوپر موجود درخت پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا۔ سارنگی میرے ہاتھ میں تھی' یکایک محسوس ہوا گویا سارنگی انسان کی طرح یہ آیت پڑھ رہی ہے۔

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ ○ "کیا اہل ایمان کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے لرز جائیں۔"

میں نے کہا بالکل اور وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سارنگی توڑ دی اور تمام مال و اسباب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ یہ میرے زہد اختیار کرنے کا نقطہ آغاز تھا۔

یہی آیت مبارکہ فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ کی توبہ کا سبب بنی تھی جیسا کہ ان کے حالات میں تفصیلاً" ہم اس بات کا ذکر کر چکے ہیں۔ سمعانی اور صمیری کے بقول آپ نے "بھیت" کے مقام پر ۱۸۱ھ میں انتقال فرمایا۔

"حلیۃ الاولیاء" میں ہے کہ ہارون الرشید کے پاس بھیت کے حکام کا ایک

خط آیا کہ یہاں عبداللہ بن مبارک نامی ایک مسافر انتقال کر گیا ہے۔ ہارون الرشید نے اپنے وزیر فضیل سے کہا کہ لوگوں کو کہو کہ میرے پاس آ کے عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال پر تعزیت کریں۔ جب فضیل نے اس بات پر حیرانگی کا اظہار کیا تو ہارون الرشید نے کہا ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

الله يدفع بالسلطان معضلة
عن ديننا رحمة منه و رضوانا

لولا الائمة لم يامن لنا سبل
وكان اضعفنا نهبا لاقوانا

لوگوں کے دلوں میں موجود آپ کی قدر و منزلت کے باوصف جو شخص آپ کے یہ شعر سن لے وہ بخوبی ہماری قدر و منزلت بھی پہچان لے گا۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کے جنازے میں اس قدر لوگوں کی شرکت' ہارون الرشید کا آپ کے وصال پر غمگین ہونا اور امراء و مصاحبین کو تعزیت کے لئے کہنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ کے حقیقی مصداق تھے۔

ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمٰن ودا ○ "بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت میں اضافہ کرے گا۔"

امام بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر ارشاد فرماتا ہے اے جبرئیل ! میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ سو جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام ان فرشتوں میں منادی کرتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ سو

فرشتے بھی اس سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں اور یوں اس شخص کو دنیا میں بھی مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے۔

ابو محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ بات عام مشاہدہ میں آئی ہے کہ علماء کرام یا اولیاء عظام میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو بکثرت ان کی تعریف کی جاتی ہے۔ لوگوں کے قلوب بکثرت ان کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ان کے جنازے میں حاضرین کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جن و انس کے علاوہ دیگر مخلوق کو بھی انسانی صورت میں اس کے جنازے میں شرکت کے لئے بھیج دیتا ہے۔

اس بات کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے میں فرشتوں کے اژدھام کے باعث پاؤں کی انگلیوں کے بل چل رہے تھے اور ایک روایت کے مطابق جنازے کے دو پایوں کے درمیان چل رہے تھے۔ اگر آپ یہ اعتراض کریں گے کہ ملائکہ اجسام لطیفہ ہیں اور جسم لطیف جگہ نہیں گھیرتا تو اس کا جواب یہ ہے، کہ ملائکہ اس وقت انسانی صورت میں تھے۔

قاسم بن اصبغ المالکی کے بقول جب عمرو بن قیس الرفائی رحمتہ اللہ علیہ فارس میں واصل بحق ہوئے تو آپ کے جنازے میں بے انتہا لوگ شریک تھے لیکن جب آپ کو دفن کیا گیا تو کوئی ایک شخص بھی نظر نہیں آیا۔ یہ دیکھ کر اوزاعی نے کہا کہ وہ لامحدود تعداد کہاں چلی گئی؟ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ عمرو بن قیس رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کر کے ہی تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔

جب امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ کی نماز جنازہ میں ہجوم خلق اس قدر زیادہ تھا کہ خلیفہ وقت متوکل نے حکم دیا کہ جہاں تک لوگ موجود تھے وہاں تک زمین کو ناپا جائے تو وہ کئی ہزار میٹر پر محیط نکلی۔ جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر دوسرے شہروں میں پہنچی تو لوگوں نے آپ کی قبر مبارک پر آ کے نماز جنازہ پڑھنا شروع کیا۔ ان کی تعداد کی بابت بھی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ آپ

کے جنازے کے اژدھام کو دیکھ کر تیس ہزار یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

جب سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو اس قدر لوگ جنازہ میں شریک تھے کہ ان کی تعداد کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہو سکتا ہے۔ آپ کا انتقال "صیحة" نامی شہر میں ہوا۔ یہودیوں کے ایک بڑے مذہبی رہنما نے جب آپ کا جنازہ دیکھا تو پکار اٹھا کہ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ بیشک آسمان سے ایک مخلوق نازل ہو رہی ہے جو نیچے اتر کے ان کے جنازے کو بطور تبرک چھو رہی ہے۔ پھر اس یہودی نے اسلام قبول کر لیا۔

یہ بات بھی منقول ہے کہ بیت اللہ کبھی بھی طواف کرنے والوں سے خالی نہیں ہوا سوائے اس دن کے جب مغیرہ بن حکیم رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو لوگ آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے جوق در جوق نکل کھڑے ہوئے اور کوئی بھی طواف کرنے والا شخص باقی نہ رہا۔

بعض محدثین نے یہ بات بھی نقل کی ہے کہ بعض صالحین کے جنازوں کے پیچھے پیچھے پرندے پرواز کرتے دیکھے گئے ہیں۔ جنازہ جس طرف لے جایا جائے پرندے بھی اپنا رخ اسی طرف کر لیتے ہیں۔ جیسے ابوالفیض ذوالنون مصری' ابوابراہیم المزنی جو امام شافعی کے شاگرد رشید ہیں کے جنازے سے متعلق بہت سے ثقہ لوگوں نے یہ بات نقل کی ہے۔

دیلمی نقل کرتے ہیں کہ عبیدالرحمٰن بن عبداللہ کے بقول ہم فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے اسی اثناء میں ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے وفات کی خبر پہنچی تو فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ان کے بعد کوئی بھی ان جیسا نہیں ہے۔ حسن بن ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آخری وقت میں ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کو ستوؤں کی طلب محسوس ہوئی' تلاش کرنے پر ایک ایسے شخص سے ستو ملے جو سرکاری ملازم تھا۔ آپ نے باوجود شدید طلب کے انہیں استعمال نہیں کیا اور اسی عالم میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کی

وفات کے بعد میں نے خواب میں ان کی زیارت کی اور دریافت کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرما دی۔ حور عین میں سے ایک حور نے میرے ساتھ گفتگو بھی کی' میں نے پوچھا آپ نے کس عمل کو سب سے زیادہ افضل محسوس کیا تو فرمایا' جہاد۔

کہیں تحریری طور پر نظر سے گزرا ہے کہ نزعی حالت میں کوئی شخص امام حافظ الدین سفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اوز آپ کو مختلف علمی باتیں بتانا شروع کیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ اس وقت ایسی باتیں کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی بات کانوں میں پڑ کے نفع کا باعث بن جائے جو میں نے اس سی پہلے نہ سنی ہو۔

مسیب بن واضح کا قول ہے عام لوگوں کے درمیان خرابی خواص کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ امت مسلمہ پانچ گروہوں پر مشتمل ہے۔

۱ - علماء جو انبیاء کے وارث ہیں جب یہی لالچ میں مبتلا ہو جائیں تو پھر کس کی پیروی کی جائے۔

۲ - تاجر لوگ یہ اللہ کے امین ہیں' جب یہی خیانت شروع کر دیں تو پھر امانت کس کے سپرد کی جائے۔

۳ - غازی یہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں' جب یہی دھوکہ دینا شروع کر دیں تو کون دشمنوں کا مقابلہ کرے گا۔

۴ - نیکوکار لوگ یہ زمین کے بادشاہ ہیں لیکن جب ریاکاری شروع کر دیں تو کس کی پیروی کی جائے۔

۵ - حکام یہ لوگ رعایا کے محافظ ہیں لیکن جب یہی لوگ بھیڑیوں کی طرح چیر پھاڑ شروع کر دیں تو کون حفاظت کرے گا۔

اسی پانچویں طبقے کے بارے میں عمران بن حطان الخارجی نے عبدالملک بن مروان کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر پڑھے تھے ؎

اذا انت لم تبق لی صوفاو لاغنما
القیتنی اعظما فی قر قرقاع

اخذت رزقی من ربی لتحفظنی
فصرت لی سبعا ایھا الراغی

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا ایک جملے میں حسن خلق کی وضاحت کریں' فرمایا غصہ چھوڑ دو۔ احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب پہلی مرتبہ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ خانہ کعبہ میں حاضر ہوئے تو ایک پیالے میں آب زم زم بھر کے کہنے لگے "بار الٰہ! تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص زم زم پیتے وقت جس مراد کی نیت کرے گا اسے حاصل کر لے گا میں تجھ سے قیامت کے دن کی پیاس سے نجات کا طلبگار ہوں۔"

ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' میں ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ مکہ کے سفر پر نکلا۔ جب ہم جنگل میں داخل ہوئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم خود امیر بنو گے یا مجھے بناؤ گے۔ میں نے کہا حضرت آپ ہی میرے امیر ہیں۔ یہ سن کر آپ نے سامان کا تھیلا اٹھایا اور اپنی پشت پر لاد لیا۔ میں نے عرض کی حضرت رہنے دیں میں خود اٹھا لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا امیر کی اطاعت لازم ہے' امیر میں ہوں یا تم' میں نے عرض کی آپ ہیں۔ ایک رات بارش شروع ہو گئی تو آپ ساری رات مجھ پر چادر تانے کھڑے بھیگتے رہے۔ میں اس وقت مارے شرمندگی کے زمین میں گڑا جارہا تھا اور اس وقت کو کوس رہا تھا جب میں نے ان سے امیر بننے کی درخواست کی تھی۔ جب علیحدگی کا وقت قریب آیا تو ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "جب بھی کسی کی رفاقت میسر آئے تو اس سے اس طرح بھلائی کا سلوک کرنا۔"

یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ میرے نزدیک عبدالرزاق اور معمر سے زیادہ قابل وثوق اور بہترین مسلمان ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں جو حدیث

پاک ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں نہ ہو ہمارے علم میں بھی نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ حسن کا قول نقل کرتے ہیں' ایک رات ہم سفیان بن عیینہ کے گھر گئے' دستک دینے پر جواب ملا کہ وہ یحییٰ بن خالد سے ملنے گئے ہوئے ہیں۔ ہمارے ایک ساتھی نے دعا کی اے اللہ! ہمیں کسی ایسے شخص سے ملوا دے جو لوگوں میں علم تقسیم کرتا ہو۔ ایک اور صاحب کہنے لگے یہ کمال ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ میں بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ اگر کوئی ان جیسا ہے تو مجھے دکھاؤ۔ راوی کہتے ہیں یہ بات میں نے ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے کہی البتہ یہ نہ بتایا کہ لوگوں میں علم تقسیم کرنے والی شخصیت آپ کو قرار دیا جاچکا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا' فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ان جملہ اوصاف سے متصف ہیں۔

ابوخثیمہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے بھائی نے مجھ سے کہا اس ملک میں ایک بھی شخص ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کے پایہ کا نہیں ہے۔ ابن مطیع کا قول ہے ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کے بعد کوئی دوسرا ان جیسا نہیں ہو سکا۔ یحییٰ بن آدم کا کہنا ہے جب کبھی کوئی دقیق مسئلہ درپیش ہوا تو میں نے ابن مبارک سے رجوع کیا اور انہوں نے مجھے کبھی بھی مایوس نہیں کیا۔

اشعت بن شعبہ نقل کرے ہیں جب امام ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ "مرو" تشریف لائے تو اہل شہر آپ کے استقبال کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے جوتے پھٹ گئے۔ ہر طرف گرد و غبار اڑنے لگا۔ خلیفہ ہارون الرشید بھی ان دنوں "مرو" آیا ہوا تھا۔ اس کی والدہ نے اس طرح لوگوں کو بھاگتے دوڑتے دیکھا تو خادم سے دریافت کیا کہ کیا ہوا' لوگ ایسے کیوں بھاگ رہے ہیں؟ خادم نے جواب دیا خراسان سے ایک عالم تشریف لائے ہیں جن کا نام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ لوگ ان کے استقبال کے لئے جارہے ہیں۔ ہارون الرشید کی والدہ کہنے لگی ہارون کی بجائے اصل حکمران تو یہ ہیں جس کا اس قدر مسرت و خوشی سے استقبال کیا جارہا ہے۔ ایک ہارون ہے کہ اس کے استقبال کے لئے سپاہی زبردستی لوگوں کو پکڑ پکڑ کے لے جاتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے میں نے شعبہ جیسا پر تکلف، مالک بن انس جیسا عقلمند اور ابن المبارک جیسا لوگوں کا خیرخواہ کوئی نہیں دیکھا۔ شعیب بن حرب کہتے ہیں میری آرزو ہی رہی کہ میں زندگی بھر ایک سال ہی کے لئے ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ جیسا ہو جاؤں لیکن میری زندگی میں تو صرف تین دن بھی ایسے نہ آسکے جن میں ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ جیسا ہوتا۔

عمرو بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مشرقی علاقوں کے کسی باشندے نے سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا تمہارے درمیان مشرق و مغرب کے سب سے بڑے عالم ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ رہتے ہیں تم انہیں چھوڑ کر مجھ سے مسئلہ پوچھنے چلے آتے ہو۔ اسحاق کا کہنا ہے میں نے صحابہ کرام اور ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کا تقابل کرنے کی کوشش کی تو یہ نتیجہ سامنے آیا کہ صحابہ کرام کو شرف صحبت نبوی کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے۔

ابراہیم بن عبداللہ کے سامنے ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر کیا گیا تو کہنے لگے یحییٰ بن معین نے ایک مرتبہ ایک شخص سے کہا تھا کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ گو حافظ حدیث نہیں تاہم صحیح احادیث روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتب میں بیس یا اکیس ہزار کے قریب احادیث بیان کی ہیں۔ ابراہیم بن شماس رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ سب سے بڑے فقیہ، فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ عبادت گزار اور وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔ عثمان بن حسن سیدنا امام المبارک رحمتہ اللہ علیہ کی مداح ان الفاظ میں کرتے ہیں ؎

اذا سار عبداللہ من مرو لیلۃ
فقد سار منھا نورھا و جمالھا

اذا ذکر الاخیار فی کل بلدۃ
ھی النجم فیھا و انت فیھا ھلالھا

عبداللہ بن عمر الزجاج کسی فاضل کا قول نقل کرتے ہیں۔ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سب سے زیادہ احادیث روایت کیا کرتے تھے۔ اس خوبی کے ساتھ ساتھ ان میں غضب کی زیرکی اور ادب نفس بھی موجود تھا۔ فریابی بیان کرتے ہیں، میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور عرض کی اللہ تعالیٰ نے ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، وہ ان انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی وکیع رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا ہوا؟ فرمایا وہ بڑے ہیں یعنی علم حدیث کے بڑے ماہر ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل کا بیان

محمد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص کو چھینک آئی لیکن اس نے الحمدللہ نہیں کہا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا اگر کسی شخص کو چھینک آ جائے تو اسے کیا کہنا چاہئے اس نے کہا الحمدللہ، آپ نے فرمایا نہیں یرحمک اللہ۔

صوفی عمرو بن حفص رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں، ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ غازیوں اور صوفیاء کے ملاقات کے لئے "مصیصه" تشریف لے گئے۔ ان سے مل کر فرمایا آپ لوگ اس لائق ہیں کہ آپ کی خدمت کی جائے۔ پھر ان میں سے ایک نوجوان کو ایک رومال اور ایک تھال دے کر فرمایا اسے رومال سے ڈھانپ لو۔ یہی سلوک آپ نے ہر شخص سے کیا۔ کسی کو دس درہم ملے کسی کو بیس درہم ملے۔ گھر سے مصیصه شہر تک اسی طرح بانٹتے رہے۔ میں نے کہا یہ غیبوں کا شہر ہے اپنا مال اپنے لوگوں پر ہی خرچ کرنا چاہئے۔ آپ نے بیس بیس دینار بانٹنا شروع کر دیئے اور فرمایا یہ تو کچھ بھی نہیں دس درہم بھی بھلا کوئی رقم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نیک لوگوں کو برکت سے نوازے۔

یہ ان کی غایت درجہ کی عاجزی اور انقاء احسان تھا کہ وہ دینار بانٹ کے درہم بیان کر رہے ہیں اور سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ بہت کچھ کو بھی معمولی سمجھتے

ہیں۔ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ ایک شہر کی بجائے مختلف شہروں میں جا کے کیوں مال تقسیم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنی قوم کے بارے میں جانتا ہوں انہیں اللہ تعالیٰ نے علم و فضل سے نواز رکھا ہے۔ اگر میں ان پر پیسے خرچ نہ کروں تو یہ ضائع ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس اگر انہیں غنی کر دیا جائے تو یہ امت محمدیہ ﷺ میں زیادہ وسعت اور کشادگی سے علم کی ترویج و اشاعت میں حصہ لیں گے اور میرے نزدیک اشاعت علم سے بڑی عبادت اور کوئی نہیں ہے۔

ایک اور راوی کے بیان کے مطابق ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اگر آپ اور آپ کے اصحاب نہ ہوتے تو مجھے تجارت کے جھنجھٹ میں پھنسنے کی نوبت درپیش نہ ہوتی۔ آپ سال بھر میں ایک لاکھ درہم و دینار راہ خدا میں خرچ کیا کرتے تھے۔ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک نابینا شخص کے پاس سے گزرے اس نے بینائی کی واپسی کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی تو اس کی بینائی واپس آ گئی۔

شعیب بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اصحاب حدیث میں ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سب سے افضل شخصیت کے مالک تھے۔ بلاشبہ ہم انہیں امیرالمومنین فی الحدیث کہہ سکتے ہیں۔ بشر روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ کسی شخص نے ایک حدیث کے معنی دریافت کئے۔ آپ نے فرمایا یہ حدیث پاک کے بیان کرنے کا مقام نہیں ہے۔ آپ حدیث پاک کو تمام تر ادب و احترام کے ساتھ بیان کرنے کو بہت پسند فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا آج کے دور میں کوئی نصیحت کرنے والا شخص موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کیا آج کے دور میں کوئی نصیحت قبول کرنے والا موجود ہے۔ آپ کا ارشاد ہے اگر کوئی شخص سو مسائل میں تو تقویٰ اختیار کرے لیکن ایک مسئلہ میں نہ کرے تو وہ متقی نہیں ہے اور اگر کوئی شخص سو برائیوں سے بچا رہے لیکن ایک برائی سے بچنے کی کوشش بھی نہ کرے تو وہ پرہیزگار نہیں ہے۔ اگر کسی شخص میں ایک کام یا خصلت

بھی جاہلوں کی سی ہو تو وہ جاہل ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے انی اعظک ان تکون من الجاھلین O

حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں والئی مرو عبداللہ بن عیاش طوسی ایک رات ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کو ملنے آیا اور ایک حدیث کی بابت کچھ دریافت کیا۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پھر تین احادیث کے متعلق دریافت کیا' آپ نے پھر کوئی جواب نہ دیا بلکہ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ وہ حاکم بھی آپ کے پیچھے پیچھے گھر تک چلا آیا آپ نے کہا میں تمہیں علم حدیث سیکھنے کا اہل نہیں سمجھتا۔ تم کیوں خوامخواہ میرے پیچھے چلے آرہے ہو۔ یاد رکھو ہم خود تو ذلیل ہو سکتے ہیں لیکن حدیث پاک کی حرمت پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ جیسا کوئی شخص میری نظر سے نہیں گزرا۔ جب کوئی شخص آپ کی تعریف کرتا تو آپ فرمایا کرتے بھلا فلاں بزرگ جیسا بھی کوئی شخص ہوا ہے۔ بلاشبہ رفیع القدر و المنزلہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت میں بلند کرے۔ اور وہ شخص ذلیل ہے جسے اللہ تعالیٰ رسوا کردے۔ پھر فرمایا' میں نیکوکاروں سے محبت رکھتا ہوں حالانکہ میں خود ان میں سے نہیں ہوں۔ اور گنہگاروں سے بغض رکھتا ہوں حالانکہ میں خود انہی میں سے ہوں۔

ایک مرتبہ ابواسامہ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے آئے تو غمگین نظر آرہے تھے۔ آپ نے چار ہزار درہم اور کپڑوں کی گٹھڑی انہیں دی اور ساتھ میں یہ شعر لکھ کے دیئے ؎

وفتی خلا من مالہ
ومن المروۃ غیر خال

اعطاک قبل سوالہ
وکفاک مکروہ السوال

(ترجمہ) انسان اگر مال سے خالی ہو تو کوئی حرج نہیں اسے مروت سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔

☆... جب سوال کرنے سے پہلے ہی تیری حاجت پوری ہو جاتی ہے تو سوال کرنا تیرے نزدیک بہت معیوب ہونا چاہئے۔

مسیب بن واضع کہتے ہیں ایک مرتبہ میں ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا حاضرین میں سے کسی نے ایک صاحب کا ذکر کیا جن کے ذمے سات سو درہم قرض تھے۔ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فوراً اپنے منشی کو رقعہ بھجوایا کہ فلاں صاحب کو سات سو درہم دے دو تا کہ وہ اپنا قرض ادا کر سکیں۔ جب وہ رقعہ منشی کو دکھایا گیا تو اس نے کہا کہ یہ رقعہ جعلی ہے' اسے واپس لے جاؤ۔ حامل رقعہ اسے واپس ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے آیا۔ پس آپ نے دوسرا رقعہ تحریر کیا اور اس میں منشی کو چودہ سو درہم دینے کی ہدایت کی۔ جب وہ رقعہ منشی کو دکھایا گیا تو اس نے ادائیگی تو کر دی لیکن بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کی کہ اگر داد و دہش کا یہی عالم رہا تو عنقریب سامان تک بیچنے کی نوبت آجائے گی۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تم میرے منشی ہو' لہٰذا تم پر لازم ہے کہ میری ہدایات کے مطابق اپنے فرائض سرانجام دو۔ اگر ایسا کرنا پسند نہیں تو مقام تبدیل کر لو۔ تم مالک ہو جاؤ اور مجھے اپنا منشی بنا لو۔ پھر تم جو حکم دو گے میں اس کے مطابق عمل کروں گا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں "جو شخص اپنے بھائی کو اچانک خوش کر دے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔" اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھائی کو بار بار اس کی توقع کے برخلاف اچانک حیران اور خوش کر دوں۔

"حلیۃ الاولیاء" کے مصنف امام حافظ ابو نعیم اصفہانی کا بیان ہے کہ ابن

المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے درج ذیل تابعین عظام سے استفادہ کیا ہے۔ یحیٰی بن سعید انصاری، سلیمان تیمی، حمید الطویل وغیرہ ان کے علاوہ سفیان ثوری، ابن جریج اور شعبہ جیسے جلیل القدر ائمہ بھی آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں معمر بن سلیمان اور ولید بن مسلم جیسے بلند پایہ شخصیات کے نام گنوائے جاسکتے ہیں۔

"حلیۃ الاولیاء" میں ہی تحریر ہے کہ ایک مرتبہ سرخس کے کسی باشندے نے آپ کو ایک تحفہ بھیجا جو کسی کپڑے وغیرہ میں لپٹا ہوا تھا۔ آپ نے وہ تحفہ قبول کرلیا اور اس کا غلاف واپس بھجوا دیا کہ ان صاحب نے آپ کو صرف تحفہ نذر کے طور پر بھیجا تھا اس کا غلاف نذر میں شامل نہیں تھا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا "بعض دفعہ بہت معمولی سا کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت اہم ہوتا ہے اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی بڑی سے بڑی کوتاہی سے درگزر فرمالیتا ہے۔"

کسی نے ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے رباط کا معنی پوچھا آپ نے فرمایا تم اپنے نفس کو حق کے ساتھ اس طرح مربوط کردو کہ وہ صرف حق ہی کا طلبگار ہو اور سب سے افضل رباط یہی ہے۔ ایک مرتبہ کسی صاحب نے سوال کیا قرآن پاک کی قرات سیکھنا افضل ہے یا علم حاصل کرنا۔ آپ نے پوچھا کیا تم اتنا قرآن پڑھ سکتے ہو کہ نماز ادا ہو جائے؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا تمہارے لئے علم حاصل کرنا افضل ہے، جس کے ذریعے تمہیں قرآن پاک کے معانی و مفاہیم کی سمجھ بوجھ حاصل ہوگی۔

ابو اسامہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک سے گزر ہوا آپ اس وقت درس حدیث دے رہے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا تو فرمایا۔ جو شخص علم حدیث سے روگردانی کرے گا وہ تین میں سے کسی ایک مصیبت میں ضرور مبتلا ہوگا۔

۱۔ نسیان میں مبتلا ہوگا اور اس کا علم رخصت ہو جائے گا۔

۲۔ مرے گا تو اس کا عمل ضائع ہو جائے گا۔

۳۔ بادشاہوں کے دروازوں پر جائے گا اور اس کا علم ختم ہو جائے گا۔

پھر فرمایا ' عالم کے لباس پر سیاہی کا دھبہ علماء کا زیور ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا' سیاہی کا دھبہ علماء کی خوشبو ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

انما الزعفران عطر العذاری
ومداد الدواۃ عطر الرجال

(ترجمہ) زعفران کنواری لڑکیوں کا عطر ہے۔ جبکہ دوات کی سیاہی مردوں کا عطر ہے۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا ہے ؎

اذا رافقت فی الاسفار قوما — فکن لهم کذی الرحم الشفیق
یعیب الناس ذابصر و حلم — عمی القلب عن عیب الرفیق
ولا تاخذ بهفوۃ کل قوم — ولکن قل هلم الی الطریق
متی تاخذ تعنفهم تولوا
وتبقی فی الزمان بلا صدیق

(ترجمہ) اگر کبھی تم کسی کے سفر میں رفیق بنو تو اس کے ساتھ سگے بھائیوں جیسا سلوک کرو۔

☆... لوگ بردبار اور صابر لوگوں کے عیب بیان کر دیتے ہیں۔ لیکن رفیق کے عیب بیان نہیں کرتے۔

☆... قوم کی ہفوات پر کان نہ دھرو بلکہ سیدھے راستے کی طرف آنے کا کہو۔

☆... جب تم لوگوں کی برائیاں بیان کرو گے تو دنیا میں تنہا رہ جاؤ گے۔

ایک مرتبہ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے صرف ایک صاحب سے مستعار لی ہوئی قلم واپس کرنے کے لئے " مرو " شہر سے " شام " تک کا سفر کیا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کتنی احادیث لکھ لیتے ہیں

آپ نے ارشاد فرمایا' شاید ہی کوئی ایسی بات ہو جو فائدہ مند ہو اور میں نے نہ لکھی ہو۔

عباس بن مصعب کا قول ہے ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ فقیہ' حدیث' لغت عرب' تاریخ' سخاوت' شجاعت' تجارت اور مخلوق خدا سے محبت جیسی صفات سے متصف تھے۔ نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ اکثر اوقات اپنے گھر پر ہی مقیم رہا کرتے تھے۔ کسی نے پوچھا گھر بیٹھے رہنے سے آپ کو وحشت نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا' میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی احادیث) کی خدمت میں مشغول ہوتا ہوں مجھے بھلا کیسے وحشت محسوس ہو سکتی ہے۔

فضالتہ کہتے ہیں میں کوفہ میں اصحاب حدیث کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ ان کے مابین جب کبھی کسی مسئلے پر اختلاف ہوتا تو وہ کہتے کہ اسے طبیب (امام المبارک رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس لے جاؤ۔ فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں نے ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے اچھی قرات کرنے والا نہیں دیکھا۔

حسن بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں "علم کا آغاز زینت سے ہوتا ہے۔ پھر فہم' پھر عمل' پھر حفظ اور پھر اس کی نشر و اشاعت کی جاتی ہے۔ محمد بن ابراہیم ایرانی کے بقول ۱۷۷ ہجری میں ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں درج ذیل اشعار سنا کر فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھجوائے ؎

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا — لعلمت انک فی العبادة تلعب
من کان یخضب خده بدموعه — فنحورنا بدمائنا تتخضب
اوکان یتعب خیله فی باطل — فخیولنا یوم الصبیحة تتعب
ریح العبیر لکم و نحن عبیرنا — وهج السنابک و الغبار الاصهب
ولقد اتانا عن مقال نبینا — قول صحیح صادق لایکذب
لایحمعن غبار خیل الله فی — انف امرء و دخان نار تلهب

هذا كتاب الله ينطق بيننا
ليس الشهيد كميت لا يكذب

ابراہیم ھرانی کے بقول جب انہوں نے یہ اشعار فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو سنائے تو وہ اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ یہ اشعار سن کر رو پڑے اور فرمایا ابوعبدالرحمٰن (ابن المبارک) نے سچ کہا ہے اور بہت خوبصورت نصیحت کی ہے۔ پھر مجھ سے دریافت کیا تم احادیث تحریر کرتے ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں! فرمایا پھر یہ حدیث بھی لکھو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں ایک صحابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ کسی ایسے عمل کے سلسلے میں میری رہنمائی فرمائیں جس کے ذریعے مجھے جہاد فی سبیل اللہ کا سا اجر ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا تم ایسا روزہ رکھ سکتے ہو جس میں افطار نہ ہو یا ایسی نماز پڑھ سکتے ہو جس میں تکان نہ ہو۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسا کرنے سے عاجز ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا' قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تمہیں ان امور کی طاقت دے بھی دی جائے تب بھی تم جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت حاصل نہیں کر سکتے۔ کیا تمہارے علم میں نہیں کہ مجاہد کا اپنے گھوڑے کو اصطبل میں باندھے رکھنا بھی باعث ثواب ہے۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کا ایک جنگ کے دوران "علج" نامی ایک کافر سے مقابلہ شروع ہوا۔ اثنائے مقابلہ میں اس کی عبادت کا وقت ہو گیا' اس نے ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے ادائیگی فرض کی مہلت مانگی اور سورج کے آگے سجدہ ریز ہو گیا۔ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا موقع اچھا ہے اس ملعون کا سر قلم کر دینا چاہئے۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی اوفوا بالعهد ان العهد كان مسؤلا۔ "اپنے وعدے پورے کرو کیونکہ ان کی بابت سوال کیا جائے گا۔"

آپ نے ہاتھ کھینچ لیا' جب " علج " اپنی عبادت سے فارغ ہوا تو پوچھنے لگا کہ آپ نے مجھے قتل کیوں نہیں کیا۔ آپ نے سارا ماجرا بتایا۔ وہ کہنے لگا' کتنا اچھا رب ہے جو اپنے دوست پر اپنے دشمن کے باعث عتاب فرماتا ہے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

عبداللہ بن سنان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں ' معمر بن سلیمان اور ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ تینوں طرطوس میں مقیم تھے کہ طبل جنگ بج گیا۔ ہم بھی جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ دشمنوں کے ایک مشہور بہادر جرنیل نے کئی مسلمان سپاہیوں کو پے در پے مقابلہ کر کے شہید کر دیا۔ آخر جب کوئی بھی اس کے مقابلے کے لئے تیار نہ ہوا تو ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے وصیتیں کیں اور اس سے مقابلے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اس سے مقابلہ کر کے اسے اور اس کے بعد تقریباً چھ اور سپاہیوں کو جہنم واصل کیا۔ جب جنگ ختم ہو گئی تو آپ گھر واپس چلے گئے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ جب جنگ کا اعلان ہوتا تو ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سب سے آگے ہوتے۔ لیکن جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگتا تو آپ چپکے سے کھسک جاتے۔ میں نے پوچھا حضرت آپ ایسا کیوں کرتے ہیں ؟ فرمایا' میں جس کے لئے جنگ کرتا ہوں وہ میرے عمل سے بخوبی واقف ہے۔ آپ کی منقبت میں یہ اشعار کہے گئے ہیں ؎

لعبداللّٰہ بین الخلق ذکر	غدا ازکی مبن المسک الذکی
اذا ماکفه رشحت بطل	طوی جود العطاء بل وطی
له حنفی فقه بل و دین	حنیفی و حلم احنفی
له طول کطول حاتمی	له صول کصول حیدری
وفی یومی ندا و یوما	ولیت ثم عیش عبقری
وان رجل الیه اوی فما ان	اوی الا الی رکن قوی
وان هو جاول الفرسان قالوا	اجنی و هیکل آدمی

وکم میت یحیف الفقر حتی　　یزجی من مکارمه وحیی

کسم مزعف لعداه لکن　　لمن والاه کالرطب الجنی

قد ادرع التقی بسطا و حفظا

وما الداران الا للتقی

(ترجمہ) عبداللہ کا لوگوں میں بہت چرچا ہے۔ وہ تو بہترین خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار ہیں۔

☆... جب اس شیرجوان کا ہاتھ سخاوت پر آمادہ ہوتا ہے' تو جود و سخا کو لپیٹ بلکہ پلٹ دیا جاتا ہے۔

☆... اس کی فقہ اور دین حنفی ہے اور اس کی بردباری تو زیادہ محکم ہے۔

☆... اس کی سخاوت حاتم طائی کی طرح اور حملہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ جیسا ہے۔

☆... جنگ' نماز یا اشد ضرورت کے علاوہ وہ تنہا رہنا پسند کرتے ہیں۔

☆... لوگ ان کی پناہ میں آتے ہیں لیکن وہ صرف حق تعالیٰ کی پناہ کے طلبگار ہیں۔

☆... بڑے بڑے بہادر ان کے مقابل آکے یہ سمجھتے ہیں کہ شاید کسی جن یا دیو سے پالا پڑ گیا ہے۔

☆... بہت سے مردے فقر پر حیف کرتے ہیں لیکن اس کے مکارم کا بیان تو وحی محسوس ہوتا ہے۔

☆... آپ نے تقویٰ کو مکمل طور پر اپنا لیا ہے اور کوئی گھر ایسا نہیں جہاں آپ کی ضرورت نہ ہو۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کے فضائل بے شمار ہیں سردست ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

سیدنا زفر بن ہذیل بن قیس الکوفی رحمۃ اللہ علیہ

نام مبارک زفر بن ہذیل اور کنیت ابوہذیل تھی۔ ابراہیم بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ہم امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو مجال نہ ہوتی کہ دنیا کا ذکر تک کریں۔ اگر کوئی شخص کوئی دنیاوی بات چھیڑ دیتا تو آپ اٹھ کر تشریف لے جاتے اور ہم ایک دوسرے سے کہتے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف مار ڈالے گا۔

شداد کہتے ہیں میں نے اسد بن عمرو سے دریافت کیا آپ کے نزدیک ابویوسف اور زفر میں کون بڑا فقیہ ہے؟ انہوں نے فرمایا' زفر زیادہ پرہیزگار ہیں۔ میں نے عرض کی میں نے فقہ میں ان کی صلاحیت کی بابت دریافت کیا ہے اور آپ پرہیزگاری کا ذکر لے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے فرمایا' "اے شداد! پرہیزگاری تمام مراتب میں بلند تر ہے۔"

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں ہم اس وقت قیاس کرتے ہیں جب کوئی اثر (حدیث پاک یا قول صحابی) موجود نہ ہو۔ جب اثر مل جائے تو قیاس ترک کر دیتے ہیں۔

محمد بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کو منصب قضاء قبول کرنے پر مجبور کیا گیا تو انہوں نے اپنا مکان گروا دیا اور خود کہیں روپوش ہو گئے۔ مبادہ کوئی تلاش نہ کرے۔ ایک عرصہ روپوش رہنے کے بعد پھر منظر عام پر آگئے اور گھر تعمیر کرایا اس کے بعد پھر روپوش ہو گئے' یہاں تک کہ ان کے لئے عام معافی کا اعلان کیا گیا تو پھر واپس آئے۔

یحییٰ بن سعید کا قول ہے' امام زفر رحمتہ اللہ علیہ زاہد' مامون اور ثقہ تھے۔
ابوعاصم نبیل مجلس مناظرہ میں صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے شاگردوں میں صرف امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی آراء ذکر کرتے تھے ان کے علاوہ دیگر

اصحاب کا نام تک نہیں لیتے تھے۔

حسن بن زیاد کے بقول امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں امام زفر رحمتہ اللہ علیہ سب سے مقدم سمجھے جاتے تھے۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے شاگرد بھی ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ عکرمہ کہتے ہیں جب امام زفر بصرہ تشریف لائے تو ان کے سامنے "جامع سفیان" پیش کی گئی۔ آپ نے ملاحظہ کر کے تبصرہ کیا کہ ہمارے اقوال دوسروں کے نام سے ذکر کئے گئے ہیں۔

نعیم کہتے ہیں مجھے امام زفر رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ احادیث لے آؤ میں تمہیں ان کی چھان بین کر دوں۔ بشر بن قاسم آپ کا بیان نقل کرتے ہیں۔ میں مرتے وقت کوئی ایسی چیز ترکہ میں نہیں چھوڑوں گا جس کے حساب کو خوف ہو۔ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے کل ترکہ کی قیمت تین درہم کے برابر بھی نہیں تھی۔

وکیع بن جراح رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے میں نے سب سے زیادہ امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس علم سے استفادہ کیا ہے۔ ابو مطیع کا قول ہے امام زفر رحمتہ اللہ علیہ لوگوں پر اللہ کی حجت ہیں۔ اسی لئے لوگ ان کے فتاویٰ کی پیروی کرتے ہیں۔ باقی رہے ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ تو وہ تھوڑے سے دنیاداری کا شکار ہو گئے ہیں۔ عصمة امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان نقل کرتے ہیں۔ میں نے کبھی بقاء کی تمنا نہیں کی اور نہ ہی دنیا کی دولت کی طرف مائل ہوا ہوں۔

ابو سلیمان القطان رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ جب ان کی شادی ہوئی تو انہوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت دی کہ وہ آپ کا خطبہ نکاح پڑھیں۔ فرمانے لگے یہ حسب' شرف اور علم میں مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔ کسی نے کہا آپ کے اپنے خاندان کے بہت سے معززین یہاں موجود ہیں آپ ان سے خطبہ پڑھنے کی درخواست کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا' اگر میرے والد بھی یہاں موجود ہوتے تو میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو ترجیح دیتا۔

محمد بن امین راوی ہیں ایک مرتبہ میں نے وکیع کو امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی

خدمت میں موجود دیکھ کے پوچھا آپ تو ان کی آراء سے اختلاف کرتے ہیں پھر یہاں کیسے موجود ہیں ؟ انہوں نے فرمایا' تم مجھے بھڑکانا چاہتے ہو۔ ہم " اسید " کے محتاج ہیں اور وہ ان کے دربان ہیں۔

یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے وکیع بن جراح عمر کے آخری حصے میں صبح امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور شام کو امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔ پھر ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت ترک کر کے مکمل طور پر امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ بگوش ہو گئے کیونکہ ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے مقابلے میں انہیں زیادہ فراغت میسر تھی۔ وکیع کہا کرتے تھے تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے آپ کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جانشین بنایا۔ لیکن ہمارے قلوب سے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسرت جاتی نہیں ہے۔

فضل بن دکین رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد میں نے مکمل طور پر امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کا وابستہ دامن ہو گیا۔ کیونکہ آپ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ پرہیزگار تھے۔ پھر میں نے آپ سے بھرپور استفادہ کیا۔ حسن بن ولید رحمتہ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق امام زفر رحمتہ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ مضبوط رائے کے مالک اور باریک بین تھے۔

سالم بن قتیبہ کہتے ہیں میں نے معاذ سے دریافت کیا آپ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلے کر لیتے ہیں۔ قضاء تو بہت ہی دشوار کام ہے۔ انہوں نے کہا میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں سے استفادہ کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ نے ان کتب کا درس براہ راست امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا ہے ؟ انہوں نے فرمایا میں نے یہ کتابیں امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں دیکھیں تھیں پتا نہیں انہوں نے ان کا سماع امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا ہے یا نہیں۔ تاہم کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی سے سنے بغیر ثقہ راوی کی نقل کے بغیر کسی کا قول آگے بیان کر دے۔

عبداللہ بن رزمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ جب امام ابویوسف کسی سوال کا جواب دیتے تو جواب طویل ہو جاتا اور اس میں بعض غیر ضروری باتوں کی آمیزش کے باعث بعض اوقات خلط بحث کی سی صورت حال پیدا ہو جاتی۔ اس کے برعکس امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کا جواب نہایت مختصر اور جامع ہوتا اور اس میں کوئی بھی غیر متعلقہ بات شامل نہیں ہوتی۔

یحییٰ بن اکثم کا کہنا ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد میرے والد سب سے زیادہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور فقیہ تھے۔

یحییٰ بن اکثم اپنے والد کے حوالے سے امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد میری جرات نہیں ہوئی کسی مسئلہ میں ان کی رائے سے اختلاف کروں کیونکہ ان کی بات میں جب میں اپنی رائے پیش کرتا تھا اور دلیل دیتا تو وہ فوراً حق کی جانب میری رہنمائی کرتے ہوئے دلیل کا جواب دیتے اور مجھے اپنے قول کا قائل کر لیتے۔ لیکن ان کی وفات کے بعد چونکہ اس بات کا امکان نہیں رہا اس لئے میں ان کی کسی بات سے اختلاف نہیں کر سکتا۔

عمر بن زجاج کا قول ہے کہ جب ہم امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم خود کو محفوظ اور مسلح تصور کرتے لیکن جب امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ایک بڑے برتن کی ضرورت محسوس ہوتی کیونکہ ان کا کلام نہایت طویل ہوتا۔ جب ان سے سوال کیا جاتا تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا وہ کسی برتن سے نکال نکال کے جواب دے رہے ہیں۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ کے بعد ہم کس کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں؟ فرمایا' امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی۔

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے عبادت کرنے کا طریقہ عباد بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا ہے اور فقہ کا علم امام زفر رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کیا ہے۔ حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا

ہے امام زفر رحمتہ اللہ علیہ اور داؤد رحمۃ اللہ علیہ بالکل ایک جیسے تھے۔ پھر داؤد نے فقہ چھوڑ دی اور مکمل عبادت میں مشغول ہو گئے جبکہ امام زفر عبادت اور فقہ دونوں کے جامع رہے۔ ہلال بن ابی یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام زفر اور امام داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہما ایک دوسرے کی ہم مثل تھے۔ زفر داؤد کی اتباع کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ داؤد گندگی کے ڈھیر پر بیٹھ گئے تو زفر بھی ان کے قریب آ کے بیٹھ گئے۔

وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام زفر رحمتہ اللہ علیہ بہت زیادہ پرہیزگار تھے۔ اجتہاد اور عبادت گزاری میں یکتائے روزگار تھے۔ بہت کم کچھ تحریر کرتے تھے البتہ ہر چیز یاد کر لیا کرتے تھے۔ قیاس بھی بہت خوب کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد لوگ زیادہ تر امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی طرف ہی رجوع کرتے تھے اور بہت کم لوگ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ امام زفر رحمتہ اللہ علیہ اصبہان کے رہنے والے تھے۔ آپ کے ایک بھائی بھی تھے جن کی بیوہ سے آپ نے نکاح فرما لیا تھا۔

امام زفر رحمتہ اللہ علیہ ابتداً صرف علم حدیث کی تحصیل میں مشغول تھے۔ ایک مرتبہ ایک مسئلہ درپیش ہوا جس کا جواب نہیں مل سکا انہوں نے یہ مسئلہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے دلیل اور علت کے ساتھ مسئلہ کا جواب دیا کہ حدیث یہ ہے اور یوں قیاس کرنے سے یہ جواب سامنے آتا ہے۔ پھر امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مسئلہ سے ایک اور مسئلہ استخراج کر کے اس کا جواب بھی امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھایا۔ امام زفر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب میں یہ جواب لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو وہ مجھ سے بھی کورے نکلے۔ میں نے ان سے سوال کیا تو وہ جواب نہ دے پائے۔ میں نے انہیں جواب مع دلیل دیئے تو انہوں نے حیرانگی سے پوچھا آپ کو یہ جواب کیسے پتہ چلے تو میں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بتائے ہیں۔ اس طرح ان مسائل کے جوابات کے باعث میں اپنے حلقہ کا سرتاج بن گیا۔ اس کے بعد امام زفر رحمتہ اللہ علیہ باقاعدہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ بگوش ہوئے اور بعد ان کا

شمار علم فقہ کے ان گیارہ بڑے ماہرین میں کیا گیا جنہوں نے علم فقہ کی تدوین کے سلسلے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں جب امام زفر رحمتہ اللہ علیہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ان کے پاس آئے اور وصیت کرنے کی گزارش کی۔ آپ نے فرمایا فلاں فلاں سامان میری زوجہ کا ہے' تین ہزار درہم میرے بھتیجے کے ہیں۔ میں نے خود نہ تو کسی سے کچھ لینا ہے اور نہ ہی کسی کا کچھ دینا ہے۔

جعفر بن یٰسین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ میں امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا' کسی عراقی نے ان سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ان کی رائے دریافت کی' انہوں نے جواب دیا۔ وہ ہمارے سرادر ہیں۔ عراقی نے ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی بابت پوچھا' فرمایا' احادیث کے پیروکار ہیں۔ اگلا سوال امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تھا' جواب ملا مسائل کی فروعات خوب بیان کرتے ہیں۔ جب امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب دیا سب سے بہترین قیاس کرتے ہیں۔

عثمان بن ابوعیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد اور امام ابن ابی شیبہ سے امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی بابت سوال کیا تو انہوں نے فرمایا وہ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ ہیں۔ حسن بن زیاد کہتے ہیں امام زفر رحمتہ اللہ علیہ گفتگو کے دوران کسی پر رحم نہیں کیا کرتے تھے۔ ابونعیم کہتے ہیں کہ امام زفر رحمتہ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ ان کے دائیں جانب بیٹھا کرتے تھے۔

ابن سماعۃ روای ہیں' امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تو امام زفر ستون سے ٹیک لگا کے بیٹھ جاتے اور ذرا حرکت نہ کرتے۔ اس کے برعکس امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بحث کے دوران بہت حرکت کرتے تھے اور بعض اوقات تو اپنی جگہ بھی چھوڑ دیتے اور کبھی امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آبیٹھتے۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے یہاں بہت سے دروازے ہیں جہاں تمہارا جی چاہے چلتے رہو۔

عبد الصمد السوسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے امام زفر رحمتہ اللہ علیہ علم حدیث کے بھی ماہر تھے۔ لیکن آپ کی طبیعت پر قیاس کا غلبہ رہا۔ ۱۵۸ ہجری میں مہدی کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں آپ واصل بحق ہوئے۔ منصور اور اسرائیل بن یونس نے بھی اسی سال وفات پائی۔ آپ نے اپنے برادر نسبتی خالد بن ابوشاح کو وصیت فرمائی تھی۔ آپ کے والد کا نام ہذیل تھا' وہ بصرہ کے گورنر تھے۔ آپ کے بھائی کا نام صباح بن ہذیل تھا وہ بنو تمیم کے صدقات کے نگران تھے۔

ابو عمران کا بیان ہے' امام زفر رحمتہ اللہ علیہ بلعبز کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ کنیز تھیں۔ ان کے خد و خال عجمیوں جیسے اور زبان اہل عرب کی سی تھی۔ ایک مرتبہ قاضی کوفہ حجاج بن ارطاۃ کی مجلس میں تقریر کر کے حاضرین کو مسحور کر دیا تو حجاج کہنے لگا۔ زبان عربی ہے البتہ چہرہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میں اپنے قبیلے کا انوکھا فرد ہوں۔

حسن بن زیاد نے اپنے چچا سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے مقام کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ دونوں ایسی چڑیاں ہیں جو ایک باز کے زیر سایہ ہیں۔ ابواسد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب امام زفر رحمتہ اللہ علیہ بصرہ تشریف لائے تو دوسرے علماء کے حلقہ ہائے درس بند ہونا شروع ہو گئے اور لوگ آپ کے گرد اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔

یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ بصرہ سے کسب فیض کے لئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب سیکھ کے فارغ ہو گئے اور واپس جانے لگے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصیحت کی کہ بصرہ پہنچ کے وہاں کے اہل علم کی مجالس میں حاضر ہونا' اپنا حلقہ درس نہ کھول لینا وگرنہ ٹھہر نہیں پاؤ گے۔ جب وہ بصرہ تشریف لائے تو اپنے علم کے زعم میں الگ حلقہ درس کھول کے بیٹھ گئے اور جو زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا۔ اس کے بعد پھر امام زفر رحمتہ اللہ علیہ وارد بصرہ ہوئے اور وہاں کے اہل علم کی مجالس میں جا کے اختلافی مسائل پر اپنا موقف پیش کرتے اور دلائل سے اسے ثابت

کرتے۔ جب بات مخالفین کے قلوب گھائل کر لیتی تو بتاتے کہ یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ لوگ کہتے واہ واہ سبحان اللہ! کیا خوبصورت تحقیق ہے۔ آئندہ ہم امام صاحب رضی اللہ عنہ کے مخالفین کی کسی بات کا اعتبار نہیں کریں گے۔ اس طرح اہل بصرہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے مداح ہو گئے۔

ایک مرتبہ ایک شخص امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آ کے کہنے لگا مجھے نہیں معلوم کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے یا نہیں۔ امام صاحب نے فرمایا یقین کے بغیر طلاق نہیں ہوتی۔ لہٰذا تمہاری بیوی مطلقہ نہ ہوئی۔ اس نے یہی سوال سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو جواب ملا رجوع کرنے کی صورت میں کوئی حرج نہیں۔ شریک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو جواب ملا پہلے اسے طلاق دے دو اور پھر رجوع کر لو۔

یہ سوال جب امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور ان تمام حضرات کے جواب بھی ساتھ پیش کئے گئے تو انہوں نے تبصرہ کیا۔ ان سب حضرات کے فیصلے درست ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہ مطابق جواب دیا ہے۔ سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے پرہیزگاری کے پیش نظر، شریک نے عزیمت پر عمل کرتے ہوئے فتویٰ دیا ہے۔

مثلاً ایک شخص کو یہ شک ہے کہ اس کے لباس پر نجاست لگی ہے یا نہیں تو امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جب تک یقین نہ ہو کپڑا پاک ہو گا۔ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے خیال میں دھو لینے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ شریک رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق نجاست ڈال کے دھو لینا چاہئے۔

امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کی منقبت میں مندرجہ ذیل اشعار کہے گئے ہیں ؎

قوس القیاس به کانت موترة　　　ماعاش والآن اضحت ما لهاوتر

لقد حوی فی قیاس الفقه مرتبة　　　علیاء قد کبلت من دونها الفکر

قیاسه قد صفافی یحر خاطره　　　وحاسدوه لشوم الخلق قد کدروا

غدا لکسر قیاس الناس جابر　　　وهم لجیدهم حقاقد انکسروا

عیونهم فی اللیالی بالکری کحلت　　　وعینه کحلها فی لیله السهر

مه لا یساویه فی فقه له احد

هل یستوی الذهب الابریز والحجر

سیدنا داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے اگر آپ صحابہ کرام میں شامل ہوتے تو نمایاں حیثیت کے حامل ہوتے۔ آپ کے والد کا نام نصیر طائی تھا۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے جبکہ آپ کا اصل وطن خراسان تھا۔ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے اسحاق سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ ابویوسف' زفر بن ہذیل' داؤد طائی' عافیہ الاودی' اسد بن عمرو' علی بن مسہر' یحییٰ بن زائدہ اور قاسم بن معن جیسی نابغہ روزگار شخصیات آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا ان میں سے داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک پلڑے میں اور جملہ اہل زمین کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو آپ فضل و صلاح کے حوالے سے بھاری ہوں گے۔

عبداللہ سائح نقل کرتے ہیں جب داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فقہ سے علیحدگی اختیار کر کے مکمل زہد و عبادت کی طرف مائل ہوئے تو اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے نفس! اگر تو قرآن' حدیث' شعر' تاریخ کے عوض میں دنیا کا طلبگار ہو تو پھر دیکھ میں موت آنے تک تیرے ساتھ کیا سلوک روا رکھتا ہوں۔" اس کے بعد اس خطہ ارضی پر تشریف لے گئے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے اجداد کو مشہور ایرانی جرنیل ہرمز کو شکست دینے پر عطا فرمایا تھا۔ آپ نے اس کا ایک تہائی حصہ چار سو درہم کے عوض بیچ دیا اور فرمایا' میرے نزدیک دنیا کی کوئی بھی چیز اس خطہ ارضی سے زیادہ اہمیت کی حامل نہیں۔

اس کے بعد بیس برس تک عبادت و ریاضت میں مشغول رہے اور انہی چار سو درہم سے گزارہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انہیں میں کچھ درہم کے عوض کپڑا خرید کر آپ کو کفن دیا گیا۔

ولید بن عقبہ کہتے ہیں حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ روزانہ رات کے وقت

دو روٹیوں کے ساتھ افطار کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ صرف ایک کھجور کے ساتھ افطار کیا' پھر ساری رات عبادت میں مشغول رہے۔ صبح ہوئی تو پھر روزہ کی نیت کر لی۔ اگلے دن جب افطار کا وقت ہوا تو نفس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "کل تم نے کھجور کی خواہش کی جو میں نے پوری کر دی' لیکن آج پھر تم اس کے طلبگار ہو' یاد رکھو اب میں تازیست تمہیں کبھی بھی کھجور نہیں کھلاؤں گا۔"

حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے دل میں سب سے زیادہ محبت امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کے لئے بالخصوص جس وقت وہ کلام کر رہے ہوں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول کسی فتویٰ کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ ہم دونوں نے طے کیا کہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ ہم دونوں ان کے پاس گئے۔ ہماری آمد ان کی ناگواری کا باعث بنی کیونکہ ان کے شغل عبادت میں حرج واقع ہوا تھا۔

ہم نے اپنا مدعا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی رائے وہی تھی جو زفر بیان کر رہے ہیں البتہ بعد میں امام صاحب رضی اللہ عنہ نے اس قول کی طرف رجوع کر لیا تھا جو امام ابو یوسف نقل کر رہے ہیں۔ اس کے بعد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا جس کے جواب میں وہ خاموش رہے۔ جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر واپس جانے لگے تو داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے اس سرعت سے مسئلہ کا جواب دیا جیسے تیر کمان سے چھوٹ نکلا ہو۔ پھر فرمایا میں اس قسم کی سوچ بچار ترک کر چکا ہوں۔ اس لئے معذور ہوں لیکن کیونکہ آپ اس میں مبتلا ہیں سو آپ کی خاطر میں نے اس کا جواب دے دیا ہے ورنہ ہرگز نہ دیتا۔

حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حماد دونوں داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے گئے۔ ہمیں دیکھ کر وہ کہنے لگے' معلوم نہیں لوگ کیوں میرے ساتھ اس قدر نا روا سلوک کرتے ہیں۔ (گویا ہماری آمد ناگوار گزری) حماد نے چار سو درہم بطور نذر پیش کرتے ہوئے کہا کہ انہیں قبول کریں۔ یہ

آپ کے استاد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمائی میں سے ہیں میرے کمائے ہوئے نہیں ہیں۔ انہوں نے جواب دیا اگر میں نے کسی کا دیا ہوا ہدیہ قبول کرنا ہوتا تو یقیناً سب سے پہلے آپ کا دیا ہوا قبول کرتا۔ (یعنی واپس کر دیئے)

ابو نعیم کہتے ہیں داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ علم لغت کی تحصیل میں مشغول ہوئے تو ان کے سردار بنے۔ قرات سیکھنا شروع کی تو قراء حضرات کے سرتاج ٹھہرے۔ محدثین میں رہے تو ان کے امام بن گئے اور جب امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اختیار کی تو ایسے فقیہ بنے کہ کوئی ان سے مقدم نہ ہو سکا۔ جب عبادت کے لئے خلوت اختیار کی تو اس میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا۔

ایک مرتبہ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا اگر کوئی شخص کھلے گریبان کے ساتھ نماز پڑھ لے تو اس کا کیا حکم ہے۔ آپ نے جواب دیا اگر تو اس کی داڑھی خوب گھنی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا آپ کو روٹی کی طلب محسوس نہیں ہوتی۔ آپ نے جواب دیا ایک روٹی کھانے اور ستو پینے کے مقابلے میں اتنے ہی وقت میں پچاس آیات قرآنی کی تلاوت کر لیتا ہوں اور یہ زیادہ بہتر ہے۔

ابن سماک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے نصیحت کی تھی' ساری زندگی روزے رکھو' صرف اس دن تمہارا روزہ نہ ہو جس دن تم مر چکے ہو۔ دوسرا یہ کہ لوگوں سے اس طرح دور رہو جس طرح کسی درندے کے خوف سے اس سے دور رہتے ہو۔ جماعت ترک نہ کرو' اہل اللہ کے طریقوں سے الگ نہ رہو۔ حلبی نے یہ روایت اس سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ نقل کی ہے۔

اعرج کہتے ہیں میں تین دن داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے دروازے پر پڑا رہا لیکن ان سے مل نہیں سکا۔ داؤد رحمتہ اللہ علیہ اقامت کی آواز سن کے گھر سے باہر آتے اور امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی اٹھ کے واپس چلے جاتے۔ ایک دن میں نے دوسری مسجد میں پہلے ہی نماز پڑھ لی اور انہیں نماز سے واپسی پر راستے میں روک کر کہا میں آپ کا

مہمان ہوں۔ فرمایا' اگر مہمان ہو تو آجاؤ۔ میں ان کے گھر چلا گیا۔ تین دن کے دوران انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ آخر تیسرے دن میں نے خود عرض کی میں واسط سے آیا ہوں آپ سے درخواست ہے کہ کوئی نصیحت فرمائیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ مرتے دم تک روزہ رکھو۔ میں نے عرض کیا اور کچھ؟ فرمایا لوگوں سے یوں دور بھاگو جیسے درندے شیر سے بھاگتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کچھ اور؟ یہ سن کر اندر میں چلے گئے اور بلند آواز سے کہا " اللہ اکبر"

عبداللہ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے مرض الموت میں ان کے گھر حاضر ہوا' ان کے گھر میں سوائے ایک مٹکے کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ جس میں روٹی کے چند سوکھے ٹکڑے رکھے ہوئے تھے۔ ایک لوٹا تھا (وضو وغیرہ کے لئے) ایک عدد اینٹ تھی جس سے وہ تکئے کا کام لیتے ہوں گے۔ بس یہی ان کی آرام گاہ اور بسر اوقات تھی۔ بستر کے نام پر پورے گھر میں ایک بوریا تک نہیں تھا۔

عبداللہ بن داؤد کا کہنا ہے کہ پوری امت میں داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے پایہ کا مجاہدہ کرنے والا میرے علم میں اور کوئی نہیں ہے۔ حمید حجام کہتے ہیں ایک مرتبہ میں نے داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کی حجامت کی تو آپ نے مجھے ایک دینار عطا فرمایا۔ میں نے مسعر کی بھی حجامت کی تھی اور انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا عنایت کیا تھا۔

دیلمی ذکر کرتے ہیں ایک مرتبہ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی حدیث کی بابت سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا مجھے معاف رکھئے کیونکہ میری روح قبض ہونے والی ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جب داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر کرتے تو فرماتے وہ اپنے جملہ امور میں نہایت دانا و بینا ہیں۔ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے حق وہی ہے جس پر داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ عمل پیرا ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے زمانے کی نسبت سوال کیا گیا تو فرمایا یہ وہی دن ہیں جو تم بسر کر رہے ہو۔ غور کرو کہ یہ کیسے بسر کر رہے ہو۔ ایک مرتبہ

داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا آپ داڑھی میں کنگھی کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا' یہ فارغ لوگوں کا کام ہے جبکہ میں مصروف آدمی ہوں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ دنیا گناہوں کا گھر ہے۔

آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا جب کوئی شخص جنگ کا ارادہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ وہ سامان حرب تیار رکھے۔ اگر اس کی ساری زندگی آلات حرب حاصل کرنے میں ہی صرف ہو جائے تو وہ جنگ کب کرے گا۔ یعنی عمل کب کرے گا۔ ابن عیینہ کہتے ہیں جس شخص نے علم فقہ حاصل کر کے اس پر عمل بھی کیا وہ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ ایک مرتبہ وہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام صاحب رضی اللہ عنہ نے کہا افسوس! تمہارے ہاتھ اور زبان لمبے ہیں۔ داؤد اس کے بعد امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے لیکن کبھی بھی گفتگو نہیں کرتے تھے۔ جب یہ محسوس کیا کہ علم حاصل کر لیا ہے تو کچھ کتب تصنیف کیں لیکن بعد میں انہیں دریا برد کر دیا اور خلوت نشین ہو کے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔

کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے نفس کی آزمائش کا ارادہ کیا کہ آیا وہ خلوت نشین ہو سکتا ہے یا نہیں۔ آپ کامل ایک سال تک امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور کوئی بات نہ کرتے۔ پھر آخرکار خلوت نشین ہو گئے۔ اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہم نے اپنا آلہ (علم) مضبوط کر دیا ہے۔ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کسی چیز کی کمی تو نہیں رہی۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عمل کی کمی ہے۔ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ پھر ایک برس تک خاموشی کے ساتھ امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مسئلہ تو میرے منہ میں یوں آتا ہے جیسے پیاسے کے منہ کی طرف پانی کا پیالہ آتا ہے۔ لیکن میں نے عہد کیا تھا کہ کبھی بھی نہیں بولوں گا اور خلوت گزیں ہو جاؤں گا۔

فضل بن عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میری بہن فرماتی ہیں ایک دن میں نے داؤد

طائی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا آپ یہاں تنہا رہتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا وحدت ہی میں انس پوشیدہ ہے۔ ایک دن فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ عیادت کے لئے آئے تو ان سے فرمایا میری عیادت کے اوقات کم کر دیں اس لئے کے میں نے لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ ایک دن داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کے لئے آئے تو داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے دروازہ نہیں کھولا اب عالم یہ تھا کہ فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ دروازے کے باہر کھڑے رو رہے تھے اور داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ دروازے کے اندر کھڑے رو رہے تھے۔ فضیل رحمتہ اللہ علیہ نے روتے ہوئے پوچھا کسی اور ایسے شخص کا نام بتا دیں جس کی خدمت میں ہم حاضری دے سکیں۔ آپ نے جواب دیا یہ ایک نایاب چیز ہے جو آسانی سے میسر نہیں آتی۔

حارث بن ادریس رحمتہ اللہ علیہ نے داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے نصیحت کی فرمائش کی تو ارشاد فرمایا۔ مرحومین کا لشکر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ ایک مرتبہ پوچھا گیا آپ لوگوں سے الگ تھلگ کس طرح رہ لیتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا میں نے ایک برس تک عورتوں کی خواہش کو دبائے رکھا، اب اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میرے لئے آسان کر دیا ہے۔

صدقۃ الزاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ ہمارے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوئے تو ایک کونہ میں بیٹھ گئے ۔ لوگ آپ کے اردگرد آکر بیٹھنا شروع ہو گئے۔ آپ یوں گویا ہوئے ... لوگو! جو وعید سے ڈرتا ہے اس کے لئے بعید کا سفر قریب ہو جاتا ہے۔ جس کی آرزوئیں زیادہ ہوں وہ نیک عمل نہیں کر سکتا۔ ہر آنے والی چیز قریب ہی ہے۔ جو چیز تمہیں نیکی کے ارتکاب سے روکے رکھے وہ نہایت منحوس ہے۔ تمام اہل دنیا اصحاب قبور ہیں۔ جو نیکیاں وہ آگے بھیجیں گے وہ ان کے لئے راحت کا باعث ہوں گی اور جو مال و اسباب وہ دنیا میں چھوڑ جائیں گے وہ ان کے لئے ندامت کا باعث ہو گا۔ سو جو چیز اصحاب قبور کے لئے باعث ندامت ہے اہل دنیا اس کی خاطر حکام کے سامنے ایک دوسرے سے جھگڑا کرتے ہیں اور اس کی رغبت رکھتے ہیں۔

ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے اردہ کیا کہ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کو سلام عرض کروں ۔ میں نے دیکھا کہ آپ مسجد میں نماز میں مشغول تھے۔ اسی اثناء میں مسجد کی چھت سے چھپکلی گر پڑی۔ آپ ذرا بھی نہیں گھبرائے نہ ہی کوئی حرکت کی بلکہ بدستور نماز میں مشغول رہے۔

کسی نے حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا ایک شخص جو امراء کے پاس آتا جاتا ہے اور انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اس کے بارے آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا ایک دن وہ ضرور ڈنڈے کھائے گا۔ سائل نے کہا اگر وہ ان سے بچ نکلے تو' فرمایا تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ سائل نے پوچھا اگر اس سے بھی بچ نکلے تو فرمایا اسے تکبر گھیر لے گا۔

داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے اہل خانہ میں سے کسی نے ان سے کہا کہ آپ صلہ رحمی سے بخوبی واقف ہیں اسی ناطے سے عرض ہے کہ کوئی نصیحت ارشاد فرمائیں۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ارشاد فرمایا' دن و رات کا گزرنا تو سفر کے مراحل ہیں جنہیں لوگ طے کر رہے ہیں۔ عنقریب سفر ختم ہو جائے گا۔ اگر تم میں ہمت ہے تو ہر مرحلے کے لئے بہترین زاد راہ کا بندوبست کرو کیونکہ سفر بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ اور موت بہت جلد آنے والی ہے۔ میں تمہیں تو یہ نصیحت کر رہا ہوں لیکن اپنا وقت سب سے زیادہ تو میں خود ضائع کر رہا ہوں۔

عمرو بن صدقہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اور میرا ایک دوست حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ہمیں کوئی ایسی باتیں سنائیں جن سے خشیت حاصل ہو۔ آپ نے فرمایا' تمہاری ہم نشینی کا آخرت سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر کئی مرتبہ استغفراللہ کہا اور یہ کہہ کر اٹھ کر چلے گئے کہ کبھی بھی ایسے شخص کے ساتھ نہ بیٹھنا جو تمہیں کسی گری پڑی چیز کا محافظ بنا دے۔

حلبی ذکر کرتے ہیں' عبدالملک بن عمیر' حبیب بن ابی عمرو' الاعمش محمد بن

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ جبکہ اسماعیل بن علی، مصعب بن مقدام، ابو نعیم اور فضل بن دکین آپ کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہیں۔

شعیب بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر میں داخل ہوا تو گرمی کا جھٹکا سا محسوس ہوا۔ میں نے کہا اے کاش کہ آپ یہ گھر بدل لیں تاکہ تھوڑا سا آرام نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا، مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ ایک قدم بھی لذت کے حصول کے لئے اٹھاؤں۔ سہیل بن بکار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے کہا گیا کاش آپ کسی سایہ میں آرام فرماتے۔ فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ میرے قدم کس کھاتے میں لکھے جائیں گے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاجزادے حماد فرماتے ہیں داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک کنیز تھی، وہ فرماتی ہیں ایک مرتبہ میں نے عرض کی کاش آپ کھانے میں کبھی گھی وغیرہ بھی استعمال کر لیتے۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے پر تکلف کھانا پکا کے آپ کے آگے رکھا۔ فرمایا فلاں قبیلے کے فلاں یتیم کا کیا حال ہے۔ میں نے کہا اسی طرح ہے جیسا پہلے تھا۔ آپ نے فرمایا یہ سارا کھانا اسے دے دو۔ میں نے عرض کی آپ نے خود بھی ایک عرصہ کے گھی والا کھانا بلکہ سالن تک نہیں کھایا۔ فرمایا اگر اسے یتیم کھا لیں گے تو وہ میرے لئے آخرت کا ذخیرہ ہو گا۔ لیکن اگر میں کھالوں گا تو وہ بیت الخلاء میں پڑا رہے گا۔

ابو احمد عسکری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کیا خیال ہے میں آپ کی چھت پر بنے ہوئے مکڑی کے جالے کو صاف کر دوں۔ انہوں نے جواب دیا فضول کلام کی طرح فضول دیکھنا بھی مکروہ ہے۔ میں نے کسی عالم کی زبانی سنا ہے تھا کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کے گھر کی چھت پر شہد کی مکھیوں کا چھتہ تھا۔ لیکن انہیں معلوم تک نہیں تھا۔ حالانکہ وہ چھتا پچیس برس ان کے گھر میں موجود رہا۔ پھر فرمانے لگے میں خود اس گھر میں پچیس سال سے مقیم ہوں لیکن کبھی بھی آنکھ اٹھا کر گھر کی چھت کو نہیں دیکھا۔

ایک مرتبہ قاسم بن معن نے عرض کی آپ نے اہل علم کے ساتھ نشست و برخاست ختم کر دی ہے۔ اب آپ کو کس کی رہبری حاصل ہے ؟ طویل سکوت کے بعد ارشاد فرمایا' میں نے دلوں کو غافل پایا ... سنت مالوف ہو چکتی تھی ... لوگوں کی صحبتیں مختلف نظر آئیں ... دنیا پسندیدہ شے محسوس ہوئی ... اسی لئے گوشہ نشینی میرے لئے بہت بڑی عافیت ثابت ہوئی۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایام جواں سالی میں داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے مسائل دریافت کیا کرتا تھا۔ جو مسئلہ میرے کام کا ہوتا اس کا جواب دے دیتے اور جو اختلافی ہوتا اس پر صرف تبسم فرماتے اور جواب نہیں دیتے تھے۔ اور اسی میں اپنی بہتری سمجھے اور پھر اٹھ کر چلے جاتے۔ سننے میں آیا ہے کہ آپ نے لوگوں سے میرے بارے میں دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ اس نوجوان کا تعلق بنوشیبان سے ہے تو انہوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ نوجوان عنقریب علم کے میدان میں کسی بڑے مقام پر فائز ہو گا۔

مصعب حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان نقل کرتے ہیں ۔ جس نے دین دنیا مہر میں دے دیا سو عنقریب وہ ندامت کا سامنا کرے گا۔ حسن بن ربیع نے ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت شہرت سے نوازا ہے حالانکہ دنیا میں سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب بھی موجود ہیں وہ تو اتنے مشہور نہیں ہیں۔ ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت ان کے دل میں بہت زیادہ ہے۔ اس لئے وہ لوگوں کی نظر میں زیادہ باعظمت ہیں۔ داؤد رحمتہ اللہ علیہ نے صرف معرفت الٰہیہ کے حصول کی خاطر ہی لوگوں سے ترک تعلق کیا تھا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حماد ایک مرتبہ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے آئے' ان کی آمد داؤد رحمتہ اللہ علیہ کے لئے ناگواری کا باعث بنی۔ حماد نے چار سو درہم پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی میراث میں سے ہیں۔ آپ نے وہ درہم واپس کر دیئے اور فرمایا میں عزت کے ساتھ قناعت کی زندگی کو پسند کرتا ہوں۔ اگر میں نے

کوئی چیز قبول کرنا ہوتی تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی نسبت کے باعث آپ ہی سے قبول کر لیتا۔

ایک روایت میں ہے کہ دراہم کی تعداد چار ہزار تھی اور حماد کے ہمراہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حماد کے کان میں کہا یہ ساری رقم ان کے سامنے بکھیر دیں۔ حماد نے تمام دراہم تھیلی سے نکال کر بکھیر دیئے۔ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک نظر ان پر ڈالی اور کہا' اگر تمام دنیا کا سونا اور چاندی بھی میرے آگے بکھیر دیا جائے تو میرے نزدیک اس کی رتی بھر وقعت نہ ہو گی۔ یہ سن کر حماد رو پڑے اور اٹھ کر واپس چل دیئے۔

محمد بن سوید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کی ان دنوں زیارت کی جب وہ امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے خلوت اختیار کی تو پھر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ سفیان رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دن ایک رتی کا سرکہ' ایک رتی کا سالن اور ایک رتی کا زیتون خریدا۔ پھر یہ کہہ کر رونا شروع کر دیا کہ تمہیں اللہ کے حساب کا ذرا خوف نہیں جو اس قدر سامان خرید لیا ہے۔

حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے بھائی کی وراثت میں سے چار سو درہم ملے تھے جنہیں انہوں نے تیس سال میں خرچ کیا۔ جب یہ ختم ہو گئے تو چھت کا ایک حصہ توڑ کر اسے بیچ کے اس کی قیمت سے گزرا کرنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ مکان کی لکڑیاں اور چٹائیاں بیچنے کی نوبت آ گئی۔ حجرہ کی دیوار اس قدر چھوٹی تھی کہ اگر کوئی نوجوان چھلانگ لگائے تو چھت پر جا پہنچے۔ ایک شخص نے مشورہ دیا اگر آپ چھت بنوا لیں تو اس کے باعث آپ سردی' گرمی اور بارش وغیرہ سے محفوظ رہیں گے۔

آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا' اے اللہ! میں تجھ سے فضول کلام کی معافی چاہتا ہوں کیونکہ ہمارے اسلاف فضول گوئی کو ناپسند کرتے تھے۔ پھر مشورہ دینے والے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا' اے بندۂ خدا! یہاں سے چلے جاؤ' تم نے میرا دل غیر کی طرف مشغول کر

دیا ہے۔ میں تو اپنے اعمال نامے کے لپٹ جانے کی جلدی کر رہا ہو۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ان سے کہا مجھے پیاس لگی ہے فرمایا پانی پی لو۔ میں نے عرض کی سارا گھر چھان مارا پانی نظر نہیں آیا' صرف ایک ٹوٹا ہوا مٹکا اور لوٹا نظر آئے ہیں۔ جن میں گرم پانی موجود ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ٹھیک ہے پانی پیاس بجھا دیتا ہے' پی لو۔ میں نے کہا اے کاش یہ کسی بڑے مٹکے میں ہوتا۔ آپ نے فرمایا منقش مٹکے بھی مل جاتے ہیں اور حسین و جمیل کنیزیں بھی اور بھی بہت سی اچھی اچھی اشیاء ہیں۔ لیکن اگر میں ان میں مشغول ہو جاتا تو اپنے نفس کو کیسے قابو میں رکھتا۔ میں نے نفس کو ان شہوات کی طلاق دے رکھی ہے۔ میں نے اس کو اس وقت تک قید کر دیا ہے جب تک یہ مجھے دنیا کی قید سے چھڑا کے آخرت کی طرف نہیں لے جاتا۔

ایک مرتبہ حماد بن ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں بڑا قناعت پسند آدمی ہوں۔ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا' میں تمہاری اس سے بھی زیادہ قناعت کی طرف رہنمائی نہ کروں۔ وہ شخص زیادہ قناعت پسند ہے جو آخرت کے مقابلے میں دنیا پر راضی ہو جائے۔

حماد رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک دوست تھا۔ اس نے کہا میں آپ کے ساتھ بھائی چارہ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا درست ہے۔ اس نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کھجور' وہ مختلف اقسام کی کھجوریں لے آیا اور گھر کے ایک کونے میں رکھ دیں۔ وہ کھجوریں آپ کے گھر میں موجود رہیں یہاں تک کہ دیمک کا لقمہ بنیں۔

آپ کی وفات کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک رات آپ نے ایسی آیت کریمہ کی تلاوت کی جس میں عذاب کا ذکر موجود تھا۔ آپ ساری رات اس آیت کو دہراتے رہے۔ لوگ صبح کے وقت آپ کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا آپ وصال فرما چکے ہیں۔ ان لوگوں میں ابن سماک بھی موجود تھے' وہ فرمانے لگے اے داؤد! آپ نے زاہدوں کو شرمندہ کر دیا ہے۔

جب آپ کا جنازہ نکلا تو ایک انبوہ خلق جمع ہو گیا یہاں تک کہ پردہ دار خواتین بھی جنازے میں شرکت کے لئے نکل آئیں۔ ابن سماک نے پھر کہا' اے داؤد! آپ نے نفس کو اس سے پہلے ہی قید کر لیا جب اسے قید کیا جانا ہے اور آپ نے اپنا حساب پہلے ہی چکا دیا۔ آج آپ وہ شئے حاصل کر لیں گے جس کے حصول کے لئے آپ کو امید تھی۔

ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر کھڑے کہہ رہے تھے۔ اے اللہ! تو داؤد کو ان کے اعمال کے سپرد نہ کرنا۔ بعض مؤرخین نے اس بات کو ابوبکر نہشلی سے منسوب کیا ہے۔ حفص بن عمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ اور احمد بن نصر رحمتہ اللہ علیہ ان باعمل بزرگوں میں سے ہیں جو صرف رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر عبادت کیا کرتے تھے۔

جب حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ فوت ہوئے تو محمد بن عباد رحمۃ اللہ علیہ جن کا شمار کوفہ کے بڑے بڑے عبادت گزاروں میں ہوتا تھا نے خواب میں دیکھا کہ داؤد طائی اور احمد بن نصر رحمتہ اللہ علیہما نے وہ چیز پالی جو ان کا مطلوب تھی۔ ابو محمد حارثی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کا ہمسایہ تھا ایک رات خواب میں دیکھا کہ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ صحرا میں بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا اے ابو سلیمان (داؤد طائی) کیا بات ہے؟ فرمایا ابھی قید سے نجات ملی ہے۔ اس سے پہلے آپ بیمار تھے' صبح پتہ چلا کہ رات کو آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی قبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ اے لوگو! نیکوکار لوگ اپنی ارواح کو قلوب اور ابدان پر ترجیح دیتے ہیں تاکہ ان کا حساب آسان ہو جائے جبکہ اہل دنیا خواہشات نفسانی کو ترجیح دیتے ہیں۔ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ تو وہ آدمی ہیں جنہوں نے اپنے قلب کی آنکھ سے امور آخرت ملاحظہ کر لئے تھے ان کے دل کی آنکھ نے سر کی آنکھ کو ڈھانپ لیا تھا۔ وہ ایسی چیزیں دیکھ سکتے تھے جو دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ جب میں انہیں دیکھتا ہوں تو وہ بظاہر اس دنیا کے ایک وحشت زدہ باسی نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ مردوں کے درمیان زندہ تھے۔

پھر فرمایا' اے داؤد! آپ کی شان عجیب ہے ہم ہمیشہ آپ پر تعجب کرتے رہے ہیں کہ آپ نے کس طرح زہد کو اپنے نفس پر لازم کر رکھا تھا۔ تم نے اسے عادل بنانے کی خاطر اس کی توہین کی۔ اس کو عزت اور بزرگی دلوانے کے لئے اس کی تذلیل کی۔ اسے سیر کرنے کی خاطر بھوکا رکھا اور سیراب کرنے کے لئے پیاسا رکھا۔ نرم لباس کے حصول کے لئے اسے موٹا کپڑا پہنایا۔ آپ نے نفس کو موت سے پہلے مار ڈالا اور آزمائش سے پہلے ہی اسے آزمائش میں مبتلا کیا۔

حماد بن ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے میرے والد نے کچھ مال دیا اور فرمایا اگر ضرورت سے بچ جائے تو جسے چاہے دے دینا۔ میں نے داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کو سنا وہ اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ اچھا تم بھنا ہوا گوشت کھانا چاہتے تھے' وہ میں نے تمہیں کھلا دیا' پھر تم نے رات کو کھجور کی فرمائش کر دی بخدا میں زندگی بھر تمہیں کھجور چکھنے بھی نہیں دوں گا۔

میں نے داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ میرے پاس امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیا ہوا کچھ مال موجود ہے اگر آپ چاہیں تو آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ آپ نے فرمایا' اگر میں نے کسی کا مال قبول کرنا ہوتا تو آپ ہی کا دیا ہوا قبول کرتا۔ اللہ تعالیٰ ان کے حق میں کی گئی میری دعائیں قبول فرمائے جو میں نماز میں ان کے لئے کرتا ہوں۔ ان کی بعض باتیں میں نے معلوم کیں۔ بعض سے ادب سیکھا' بہرحال انہوں نے مجھ سے کوئی بھی چیز قبول نہ کی۔

عبدالرحمٰن بن مصعب رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے میں نے داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کی پیٹھ کے جوڑ دیکھے تو یوں محسوس ہوا جیسے جراب میں اخروٹ رکھے ہوئے ہیں۔ ولید بن عقبہ کے بقول انہوں نے داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا' بہت سے خوش و خرم لوگ ایسے ہیں جن کی ہدایت کا حکم ہو چکا ہے۔ بہت سے بدحال ایسے ہیں جن کی دین اور دنیا کی صلاح کا حکم ہو چکا ہے۔ ہمیں تو صرف رضاء و تسلیم اور عاجزی و انکساری درکار ہے۔

ولید بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ ہی روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ داؤد طائی بصرہ تشریف لائے تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور پوچھا کیا یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے کہ اگر درہم کے برابر نجاست لگی ہوئی ہو تو اس کی موجودگی میں نماز جائز ہے۔ اگر ہے تو انہوں نے کہاں سے استخراج کیا ہے۔ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا تمام تعریفیں اسی ذات کے لئے ہیں کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے جو فتویٰ بھی دیا وہ دنیا میں اس ذات نے مشہور کر دیا۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درہم کا لفظ استعمال کر کے مقعد کی مقدار پر کنایہ کیا ہے۔

ابن بشیر عبدی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کوفہ تشریف لائے اور ایک کنارے کی مسجد میں مقیم ہو گئے۔ لوگ ان کی حالت پر ہنسا کرتے تھے۔ لیکن جب ان کا انتقال ہوا تو پورے شہر کے آ گئے تھے۔ محارب بن دثار فرماتے ہیں اگر داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کسی سابقہ امت میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ان کا قصہ بیان کرتا۔

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ بازار سے گزرے، ایک جگہ کھجوریں دیکھیں، مالک سے کہا ایک درہم کے عوض میں ادھار بیچو گے، اس نے کہا نہیں۔ آپ آگے بڑھ گئے۔ آپ کے ایک جاننے والے نے اس سے کہا مجھ سے ایک سو درہم لے لو اور انہیں واپس بلا لو اگر انہوں نے ایک درہم کی کھجوریں بھی خرید لیں تو بقیہ درہم تم لے لینا۔ مالک نے آپ کو بلا کر سارا ماجرا سنایا۔ آپ نے کھجور لینے سے انکار کر دیا۔ اس مالک نے داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا آپ اپنے کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے۔

"اے نفس! تو دنیا کو ایک درہم کے برابر کیوں نہیں سمجھتا۔ جس طرح تر کھجور ایک درہم کے عوض مل جاتی ہے اسی طرح دنیا کو سمجھ لے۔ حالانکہ تو تو آخرت کا طلبگار ہے۔"

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں جب داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ قرآن پاک پڑھتے تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ سے اس کا جواب بھی سن رہے ہیں۔ محمد بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا، نفس پر کون سا کام

سخت ہے ؟ فرمایا' اسے اسی کام سے روکنا جس کا وہ خواہشمند ہو اور اسے اس کام سے نکالنا جس کا وہ ارادہ کرے اور جو اس کے لئے ضروری ہو۔ پوچھا گیا یہ کس طرح ممکن ہے ؟ فرمایا' نفس کو دنیا نہ دیکھنے دی جائے' یہ پہلا طریقہ ہے جس کے ذریعے نفس پر غلبہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ جب نفس اہل دنیا کو مفقود پالے گا تو اس کے ارادے باقی نہ رہیں گے۔ جب ارادے نہ ہوں گے وہ ان سے متعلق مطالبات نہیں کرے گا۔

پھر مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے محمد بن عبدالعزیز! نفس کو دور رکھو وگرنہ وہ تمہیں اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مجبور کرے گا اور پھر تمہارے قابو میں نہیں آسکے گا۔

صلت بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے میں نے ایک رات خواب میں دیکھا ملائکہ انتقال کر گئے ہیں۔ نور بجھ گیا ہے۔ اس کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے آنے کی خوشی میں جنت کو سجایا گیا ہو گا۔ عبداللہ بن عیینہ نقل کرتے ہیں' حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے مہدی کے عہد حکومت میں ۱۶۵ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی منقبت میں مندرجہ ذیل اشعار کہے گئے ہیں ۔

یاقوم ماکان فی احوال داود ۔۔۔ ماعاش واللہ امر غیر محمود
داود من خوف رب العرش خالقه ۔۔۔ قد اکتسی الدرع لا من نسج داود
وبیته خرب مافیه مرتفق ۔۔۔ سوی کسیرات خبز مثل جلمود
وقد تحول لما انقضی منه الی ۔۔۔ بیت بعز التقی والعلم مغمود
قدکان فی الجود مثل الجود منسکبا ۔۔۔ وکان فی حلمه ارسی من الجود
نعم و ذو الجود بعد الموت منبعث ۔۔۔ حی ولکن بروح البذل والجود

رضوی و قلزم العجاج قد طویا   فی مضجع دون قید الرمح مجدود
بروح داود باجمعها قد   سادحقا جمیع الحمر و السود
طوبی له من فتی شد الرحال الی   روض بخضع و ضنع منضود
طوبی لمختلع عن عون خلوته   طال الحیاة بعون الله مقصود
رث الثیاب خمیص البطن متکل
علی العزیز بعز الفرد موعود

سیدنا وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ

نام نامی اسم گرامی وکیع بن جراح بن ملیح بن عدی بن سفیان الرواسی کوفی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ آپ قیس غیلان سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعض مؤرخین کے نزدیک آپ کا آبائی وطن نیشاپور کی کوئی بستی ہے۔ آپ کے اساتذہ میں ہشام بن عروۃ' اعمش' عبداللہ بن عون' ابن جریج' اوزاعی' ثوری' اسرائیل اور شعبہ بن خالد جیسی بزرگ شخصیات شامل ہیں۔ آپ نے امام اعظم' امام ابویوسف اور امام زفر سے علم فقہ کی تحصیل کی۔ عبداللہ بن المبارک' یحیٰ بن آدم' ابن سعید' احمد بن حنبل' یحیٰ بن معین' علی المدینی اور ابوخثیمہ جیسے جلیل القدر محدثین آپ کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہیں۔ آپ ۱۲۹ ہجری اور ایک روایت کے مطابق ۱۲۸ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے۔

عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے عہدہ قضاء وکیع بن جراح' عبداللہ بن ادریس اور محمد بن غیاث میں سے کسی ایک کے سپرد کرنا چاہا۔ وکیع اور ابن ادریس نے تو صاف انکار کر دیا البتہ محمد بن غیاث نے اسے قبول کر لیا۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ جب اعمش کے حوالے سے کوئی حدیث نقل کرتے تو وکیع کے واسطے سے ذکر کرنا پسند کرتے تھے اور فرماتے اگر تم ان سے مل لیتے تو جان لیتے کہ ان جیسا اور کوئی بھی نہیں ہے۔

یحیٰ بن اکثم فرماتے ہیں کہ میں کئی مرتبہ سفر و حضر میں وکیع رحمۃ اللہ علیہ کا شریک رہا ہوں آپ باقاعدگی سے روزہ رکھا کرتے تھے اور ہر روز رات کو قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ کسی نے پوچھا ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں ؟ انہوں نے جواب دیا ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی فضیلت ہے۔ لیکن میں نے وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں دیکھا۔ وہ ہمیشہ قبلہ رخ بیٹھتے تھے' احادیث یاد کرتے' صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ ہمیشہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر فتویٰ دیتے۔ آپ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت استفادہ کیا

تھا۔ نیز یحییٰ بن سعید القطان بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

وکیع رحمتہ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں کا بیان ہے کہ آپ رات کو اس وقت تک سویا نہیں کرتے تھے جب تک دو تہائی قرآن پاک نہ ختم کر لیں۔ پھر رات کے آخری حصے میں قیام فرماتے اور استغفار میں مشغول ہو جاتے' یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ پھر دو رکعت سنت ادا کرتے۔ جاحظ کہتے ہیں طلب علم کے روزے سے اور حفظ کے عمل سے مدد طلب کرنا چاہئے۔

محمد بن جریر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ وکیع رحمتہ اللہ علیہ نے عبادان کے مقام پر چالیس دن قیام کیا۔ چالیس مرتبہ قرآن پاک ختم کیا۔ چالیس ہزار دراہم صدقہ کئے اور چار ہزار احادیث روایت کیں۔ ابو سائب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں کئی برس تک وکیع رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا ہوں آپ نے کبھی بھی اللہ کی قسم نہیں اٹھائی۔ آپ کے ایک شاگرد نے آپ سے سوء حفظ کی شکایت کی تو فرمایا سوء حفظ کا بہترین حل ترک معاصی ہے۔ انہوں نے آپ کا یہ فرمان درج ذیل اشعار کی صورت میں موزوں کیا ۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فارشدنی الی ترک الماصی

فان العله فضل من الهی
و فضل الله لایسطی لعاصی

(ترجمہ) میں نے وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے حافظے کی خرابی کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے گناہ ترک کرنے کی ترغیب دی۔

اس لئے کہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور بے شک کسی گنہگار کو فضل عطا نہیں کیا جاسکتا۔

وکیع رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں نے چالیس سال سے کوئی بھی قدم دنیا کے حصول کی خاطر نہیں اٹھایا اور جو حدیث پاک بھی سنی اب بھی مجھے یاد ہے۔ کسی نے پوچھا وہ کس طرح ؟ فرمایا میں نے جو بھی احادیث سنی ایک مرتبہ اس پر عمل ضرور کیا۔

وکیع بن جراح رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں پیرانہ سالی و بزرگی اور اکابر فقہاء کے وصال کے بعد آج میں اس مقام پر پہنچا ہوں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس میں سیکھے ہوئے مسائل کی روشنی میں کوئی جواب دے دیتا ہوں۔ اگر میں زیادہ عرصہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہا ہوتا تو جانے کیا حال ہوتا۔ ہم زمانہ طالب علمی میں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بتائے ہوئے مسائل پانچ پانچ کر کے یاد کیا کرتے تھے جیسے چھوٹے بچے قرآن پاک یاد کرتے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا اے وکیع! اگر تم ایک سال تک ہماری مجلس میں شریک رہے تو ......

یحیٰی بن معین رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا ہے میں نے وکیع رحمتہ اللہ علیہ کے سوا اور کسی شخص کو نہیں دیکھا جو صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لئے حدیث بیان کرتا ہو۔ اور وکیع رحمتہ اللہ علیہ جیسے حافظے کا مالک بھی کوئی شخص نظر سے نہیں گزرا۔ آپ اپنے زمانے میں اسی مرتبہ و مقام کے مالک تھے جو امام اوزاعی کو اپنے زمانہ میں حاصل تھا۔

احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا ہے۔ علم ' حفظ ' سند ' ابواب ' خشوع اور زہد میں کوئی ان کا ہمسر نہیں ہے۔ احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا ہی بیان ہے حدیث یاد رکھنے اور فقہ پر گفتگو کرنے اور زہد و عبادت میں مشغول رہنے کے اعتبار سے اور کوئی ان جیسا نہیں ہے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کسی کی برائی بیان نہیں کرتے تھے۔

ابن عمار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ان کے زمانے میں ان سے بڑا فقیہ ' ان سے زیادہ صاحب علم اور کوئی نہیں تھا۔ آپ بڑے زبردست عبادت گزار بھی تھے۔ عبداللہ بن یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ثوری' شعبہ اور ابن عیینہ کی طرح (حافظے کی قوت کے

باعث) وکیع رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں بھی کبھی کتاب نہیں دیکھی گئی۔ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اس وقت کوفہ میں اہل علم کی سرداری کس کے پاس ہے۔ انہوں نے فرمایا ایک بصری (وکیع رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس ہے۔

احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ اور عبدالرحمان بن مہدی میں سے کون آپ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا جب وکیع کے دوست حفص بن غیاث قاضی بنے تھے تو وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی ان سے کلام نہیں کیا تھا۔ جبکہ عبدالرحمٰن بن مہدی کے دوست معاذ بن معاذ عنبری قاضی بنے اور عبدالرحمٰن نے تازیست ان کی دوستی برقرار رکھی۔

وکیع بن جراہ رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ملیح بیان کرتے ہیں جب میرے والد کا وقت آخر قریب آیا تو انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا میں نے ان ہاتھوں سے کبھی بھی کسی کو نہیں مارا۔ داؤد بن یمان کہتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور پوچھا ابدال کون ہیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اپنے ہاتھ سے کسی کو نقصان نہ پہنچائیں اور وکیع رحمۃ اللہ علیہ انہیں میں سے ہیں۔

حلبی نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ حج کے سفر کے دوران آپ کو اسہال کی بیماری لاحق ہوئی۔ آپ بار بار قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے' یہاں تک کہ اسی بیماری کے باعث آپ کا انتقال ہو گیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کا وصال ۱۹۸ ہجری اور دوسری روایت کے مطابق ۱۹۹ ہجری میں ہوا۔ آپ کی مدح میں درج ذیل منقبت تحریر کی گئی ہے ۔

انما العابد الامام وکیع   فی حلوق العداۃ سم ذریع
ورع صادق و علم غزیر   وندی فائض و ذھن مطیع

والی الشران ینادی اصم　　　والی الحیران ینادی سمیع
ان یکن فی الوری لحق قریع　　　فهو لو تعلمون ذاک القریع
وضع النفس اذ ترفع قوما　　　وله سلم المحل الرفیع
وله عند ربه من تقاة
ومقا ساته العلوم شبیع

سیدنا حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ

نام مبارک حفص بن غیاث بن طلق بن عمرو النخعی الکوفی ہے۔ آپ کے اساتذہ میں امام اعظم، امام ابویوسف اور امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہم کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، اسحاق بن راھویہ اور بہت سے اہل کوفہ نے آپ سے استفادہ کیا ہے۔

سیدنا حفص رحمتہ اللہ علیہ نے فقہ کی تعلیم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کی۔ ہارون الرشید نے آپ کو بغداد کا قاضی مقرر کیا۔ آپ نے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے شروع کئے۔ ایک مقدمے میں ایک عام شخص کے حق میں اور اس وقت کی ملکہ زبیدہ کے وکیل المرزبان کے خلاف فیصلہ دینے پر آپ کو محبوس کر دیا گیا اور ملکہ زبیدہ نے ہارون الرشید پر دباؤ ڈال کے آپ کو معزول کروا دیا اور آپ کی جگہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کو قاضی مقرر کیا گیا۔ بعدازاں کوفہ کا عہدہ قضاء آپ کے سپرد کیا گیا جہاں آپ تیرہ برس تک یہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔

آپ کے صاحبزادے عمرو بیان کرتے ہیں جب امام حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ کا وقت آخر قریب آیا اور آپ پر غشی طاری ہونا شروع ہوئی تو میں نے آپ کے سرہانے کھڑے ہو کے رونا شروع کر دیا۔ آپ نے پوچھا رو کیوں رہے ہو؟ میں نے عرض کی آپ کی جدائی کی وجہ سے۔ آپ کا وجود ہمارے لئے باعث اطمینان و برکت تھا۔ آپ نے فرمایا رو نہیں اس لئے کہ میں نے بحمداللہ تعالیٰ کبھی بھی زنا کا ارتکاب نہیں کیا۔

بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے اگر کبھی مجھے عہد قضاء کے سبب مسرت محسوس ہوئی ہوتی تو یقیناً میں ہلاک ہو جاتا۔ (یعنی باعث مجبوری اسے قبول کیا ہے)

محمد بن حمید نقل کرتے ہیں جب عبداللہ بن ادریس ' وکیع اور حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہم کو عہدہ قضاء کی سپردگی کے لئے ہارون الرشید کی خدمت میں پیش کیا گیا تو ابن ادریس نے داخل ہوتے ہی السلام علیکم کہا اور یوں ظاہر کیا جیسے ان پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ ہارون نے کہا ہم ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی انگلیاں اٹھا کے آنکھوں کے آگے رکھ لیں اور کہا ایک برس ہو گیا میں ان سے دیکھ نہیں سکتا۔ آپ کا مطلب تھا انگلیوں سے جبکہ ہارون سمجھا شاید آپ آنکھوں کی بابت بتا رہے ہیں۔ اس نے آپ کو بھی فارغ کر دیا۔ باقی رہے حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ تو انہوں نے یہ عہدہ قبول کر لیا اور بعد میں اس بات کی وضاحت کی اگر میرے ذمہ قرض کی ادائیگی لازم نہ ہوتی اور اہل خانہ کی مجبوریاں دامن گیر نہ ہوتیں تو ہرگز اسے قبول نہ کرتا۔

ابو ہاشم نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ کسی مقدمے کی سماعت میں مصروف تھے کہ خلیفہ کے قاصد نے آ کے پیغام دیا کہ خلیفہ صاحب آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس مقدمے میں سماعت سے فراغت کے بعد آجاؤں گا اور پھر مدعی اور مدعا علیہ کے بیان مکمل سن لینے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دینے کے بعد دربار خلافت کے لئے روانہ ہوئے۔

عبید بن غنام فرماتے ہیں کہ ہم حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ پندرہ روز بیمار رہے۔ ایک دن اپنے بیٹے سے فرمایا یہ ۱۵۰ درہم لے جا کے فلاں حاکم کو دے دو اور اس سے کہہ دو کہ میں کیونکہ پندرہ دن عدالت سے غیر حاضر رہا ہوں لہٰذا پندرہ دن کی تنخواہ واپس لے لی جائے۔ اس کا استعمال میرے لئے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عامتہ المسلمین کا حق ہے اور اس پر میرا کوئی حق نہیں۔

حسن بن سجادہ حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے عہدہ قضاء ایسی حالت میں قبول کیا تھا جب میرے لئے مردار کھانا بھی حلال ہو گیا تھا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو گھر میں ایک درہم بھی باقی نہ تھا۔ بلکہ نو سو درہم کی ادائیگی بطور قرض تھی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حقیقی معنی میں قضاء حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ کے

ساتھ ہی رخصت ہو گئی۔

ابراہیم بن محمد کہتے ہیں کہ جب حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا گیا تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کروا دیا لوگو! لکھنے کے لئے کاغذ تیار کر لو کیونکہ حفص ایسے نادر فیصلے بھی کریں گے جنہیں محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ کسی نے کہا، ان کو یہ خوبی کس بناء پر حاصل ہوئی؟ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ رات کو نوافل میں مشغول رہتے ہیں اور انہی نوافل کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو درست فیصلہ کرنے کی توفیق عنایت فرماتا ہے۔

طلق بن غنام کہتے ہیں ایک مرتبہ حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ ادائیگی نماز کے لئے گھر سے نکلے اور راستے میں ایک خوبصورت عورت نے بلند آواز سے یہ دعا کی' خدا اس قاضی پر رحم کرے' جو میرا نکاح کروا دے۔ حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا جاؤ اور اس کا نکاح کسی ایسے شخص کے پڑھاؤ جو نہ تو رافضی ہو اور نہ ہی شراب پیتا ہو۔ نیز وہ اس عورت کا کفو بھی ہو چونکہ رافضی کے نزدیک تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔ جبکہ شرابی حالت مدہوشی میں اپنی بیوی کی بابت کچھ بھی کہتا سنتا ہے جو ہوش آنے پر اسے یاد نہیں رہتی۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ نے کوفہ میں بغیر کسی کتاب کی مدد لئے صرف اپنی قوت حافظہ کے زور پر چار ہزار احادیث نقل کی ہیں۔

امام حارثی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کم آیا جاتا کرتے تھے چونکہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو حفص رحمۃ اللہ علیہ کا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں آنا جانا پسند نہیں تھا۔ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا کرتے تھے بلکہ اگر کسی شخص کی بابت یہ معلوم ہوتا کہ وہ امام صاحب کے ہاں آمد و رفت رکھتا ہے تو اسے ایسا کرنے سے روکتے تھے۔ جبکہ حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ کا یہ عالم تھا کہ جب بھی کوئی حدیث پاک سنتے تو امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کرتے اور پھر امام صاحب رضی اللہ عنہ اس حدیث

پاک کی فوری تشریح بیان کر دیتے تھے۔

جوزجانی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث و آثار روایت کی ہیں۔ اور ان جیسا پاکیزہ قلب رکھنے والا اور کوئی شخص میری نظر سے نہیں گزرا۔ آپ حدیث پاک کی صلاح و فساد کے سب سے بڑے عالم تھے۔

امام حفص بن غیاث رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۹۴ ہجری میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔ آپ کے بعد حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ آپ کی منقبت میں درج ذیل اشعار نقل کئے گئے ہیں ؎

اغاث نجل غیاث کل معضلة　　　وجا هل لقضایاه و فتیاه

اغاث کل ابن عزیز غوث فتیاه　　　وغاث کل فقیر غوث جدواه

حفص والم یذر حفص سیرته　　　هذا الذی حکیت مسماء تقواه

ابدی و اخفی فتاواه و طاعته

لله ماهوا بداه و اخفاه

یحییٰ بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ بن میمون بن فیروز بن میمون بن فیروز جاہلی ۔ آپ عمر بن عبداللہ الوداعی کے غلام تھے۔ آپ نے اپنے والد ہشام اعمش اسماعیل بن خالد عبیداللہ بن عمر اور حجاج بن ارطات اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے استفادہ کیا۔ یحییٰ بن آدم' قتیبہ بن سعید' ھناد بن سری' ابوداؤد حربی' محمد بن عیسیٰ الطباع ' احمد بن حنبل 'یحییٰ بن معین' عثمان بن ابو شیبہ' ابوبکر بن ابو شیبہ' سریر بن یونس' محمد بن علاء اور زیاد بن ایوب آپ کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہیں۔

مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کو مدینہ منورہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ بعدازاں آپ بغداد تشریف لائے جہاں بہت سے محدثین نے علم حدیث میں آپ سے استفادہ کیا۔ علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے' علم کی انتہا سیدنا عبداللہ بن عباس رحمتہ اللہ علیہما کی ذات ہے۔ ان سے یہ علم امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل ہوا' ان سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں تک کہ یحییٰ بن ابی زائدہ اپنے زمانے میں اس کے وارث ہوئے۔ یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کوفہ میں کوئی بھی شخص یحییٰ بن زکریا سے بڑھ کر مجھ سے اختلاف نہیں کر سکتا۔

حسن کا قول ہے کہ کوفہ کے سب سے بڑے خطیب یحییٰ بن زکریا رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ علی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زکریا رحمۃ اللہ علیہ ایک ثقہ محدث ہیں۔ آپ کے صاحبزادے یحییٰ بھی ثقہ ہیں۔ یحییٰ کی ذات میں علم فقہ اور حدیث اکٹھا ہو گیا تھا۔ وہ مدائن کے قاضی رہے ہیں۔ وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی کتب سے استفادہ کر کے اپنی تصنیفات تالیف کی ہیں۔

صالح بن سہل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یحییٰ بن زکریا رحمتہ اللہ علیہ اپنے عہد کے

سب سے بڑے حافظ حدیث اور ماہر فقہ ہیں۔ آپ کو بکثرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری کا موقع ملا۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ عبدالرحمٰن بن حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کوفہ شہر میں آپ ہی نے سب سے پہلے کتابیں تصنیف کرنے کا آغاز کیا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حماد کہتے ہیں کہ یحییٰ بن زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی مثال علم حدیث میں ایسی ہے جیسے کوئی معطر دلہن ہو۔ ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ہمارے زمانے میں اہل علم میں کوئی بھی شخص دو حضرات کے پائے تک نہیں پہنچ سکا۔ عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ۔

زیاد بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن زکریا رحمتہ اللہ علیہ اور میں چار سال تک مدائن کے قاضی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے مدائن میں ہی ۱۸۳ ہجری یا ۱۸۴ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۳ برس تھی اور آپ ہارون الرشید کی طرف سے مدائن کے قاضی رہے تھے۔ آپ کی منقبت میں مندرجہ ذیل اشعار کہے گئے تھے ؎

الا ان یحیٰی علمه الشرع قداحیی
وان مات یحیٰی فالدعاء له یحیٰی

لقد عاش فینا علم یحیٰی و ذکره
وان کان لا یحیٰی الامام الرضی یحیٰی

فقد ترک الدنیا وقد مثلت له
وقد فاز بالاخری الذی ترک الدنیا

وتد ریسه ابدی و طاعته اخفی
فالله ما ابدی ولله ما اخفی

ونال بما ابدی من الخلق جاهه
ونال بما اخفی من الخالق البشری

وصنف کتب الفقه قبل صحابه
وصفی لاهل الشرع من شرعه الفتوی

لقد ساد بالفتوی کبار زمانه
وهل ساد فی الدارین الا اخو التقوی

ومن ذاق طعم العلم و الحلم والتقی
تجد عنده کالعلقم المن و السلوی

ومن نحو ملک العلم بالکد یسترح
ویجعل الیه ملک قیصر و الکسری

حضرت حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ

امام حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ اللئولوی کوفی انصار کے موالی میں سے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں محمد بن سماعہ، محمد بن شجاع بلخی اور شعبہ بن ایوب قابل ذکر ہیں۔ امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ امام حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر آپ کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔

ابن سماع کہتے ہیں میں نے حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا، میں نے ابن جریج سے بارہ ہزار ایسی احادیث سنی ہیں جن کی فقہ کو ضرورت ہے۔ احمد بن عبدالحمید کا قول ہے کہ حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ سے زیادہ اچھے اخلاق کا مالک اور آسودہ حال کوئی دوسرا شخص میری نظر سے نہیں گزرا۔ آپ جو لباس خود پہنتے تھے وہی اپنے خادموں کو پہنایا کرتے تھے۔

حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں، جب میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا وہاں ایک مقام پر کچھ لوگ یحییٰ بن سلیم طائفی رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المناسک" کا درس لے رہے تھے۔ اثنائے درس میں یحییٰ بن سلیم طائفی رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے، یہ سب باتیں میں نے عطا بن ابی رباح سے سیکھی ہیں اور پھر اس کے بعد انہوں نے عطا کی تعریفوں کے پل باندھنے شروع کر دیئے۔ ساتھ میں یہ بھی کہہ دیا کہاں ابوحنیفہ اور کہاں عطا۔ ابوحنیفہ کو بھلا ان مسائل کا کیا علم۔

حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا اب تمہارے بولنے کا وقت آگیا ہے۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی جناب اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اب ہم میں موجود نہیں ہیں البتہ مجھے ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان مسائل میں گفتگو کے لئے

تیار ہوں۔ انہوں نے آپ کا نام پوچھا۔ میں نے فرمایا میرا نام حسن بن زیاد ہے۔ انہوں نے کہا آپ کو بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر وہ مجھے اجازت دے دیتے تو میں انہیں دنیا کے لئے عبرت کا نمونہ بنا دیتا۔

نصیر بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے خلف بن ایوب سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا میں اس بارے میں کوئی علم نہیں رکھتا۔ سائل نے پوچھا آپ کسی ایسے شخص کی طرف میری رہنمائی کر دیں جو اس کے جواب سے واقف ہو۔ انہوں نے فرمایا کوفہ کے امام حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ تمہاری بہتر رہنمائی کر سکتے ہیں۔ سائل نے کہا کوفہ دور ہے۔ خلف بن ایوب نے فرمایا جس کا مطمع نظر دین ہو اس کے لئے کوفہ چنداں دور نہیں۔

نصیر بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خلف بن ایوب سے دریافت کیا آپ کی نظر میں اس وقت کونسی شخصیت حجتہ الاسلام کہلانے کی مستحق ہے۔ آپ نے فرمایا حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ ۔ میں نے تین مرتبہ اپنا سوال دہرایا' آپ نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا کہ حجتہ الاسلام صرف حسن بن زیادہ ہیں۔

محمد بن عثمان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے تو قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے ملنے آئے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی صاحب سے پوچھا' آپ نے کوئی شاگرد بھی تیار کیا ہے ؟ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بشر نامی ایک شاگرد کو آگے کیا۔ حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے ایک مسئلہ دریافت کیا' جس کا اس نے غلط جواب دیا۔ اسی طرح چار اور مسائل بھی دریافت فرمائے اور سب کے جواب غلط ملے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے کہا آپ نے خلیفہ وقت کی طرف سے ملنے والی نعمت (عہدہ قضاء) کو فاسد کر دیا ہے۔ واپس کوفہ تشریف لے جائیں اور اسی طرح گزر بسر کرتے رہیں جیسے پہلے کر رہے تھے۔

نصیر بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اوقات کو مختلف حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ آپ فجر کی نماز سے فراغت کے بعد زوال کے وقت

تک فروعی مسائل میں غور و فکر کرتے تھے' پھر گھر تشریف لاتے اور ظہر کی نماز تک گھریلو امور سرانجام دیتے۔ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد عصر تک کا وقت ملاقاتیوں سے ملنے کے لئے مخصوص تھا۔ عصر سے مغرب تک آپ اصولی مسائل میں اپنے اصحاب کے ساتھ بحث و مناظرہ میں مشغول رہتے' مغرب پڑھ کر گھر تشریف لے آتے' کچھ دیر بعد واپس آتے اور عشاء کی نماز تک پیچیدہ ترین مسائل پر بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری رکھتے۔ عشاء کی ادائیگی کے بعد رات گئے تک مختلف مسائل پر غور و فکر کا سلسلہ جاری رہتا۔ تعلیم و تعلم میں مشغولیت کا یہ عالم تھا کہ کھانے یا وضو کے دوران بھی ایک خادمہ سوالات پیش کرتی جاتی تھی۔

محمد بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے دادا نے امام حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا جس کا جواب دینے میں آپ سے تسامح سرزد ہوا اور آپ درست جواب نہ دے سکے۔ منادی کروادی گئی کہ حسن سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا ہے جس کا انہوں نے غلط جواب دیا تھا۔ لہٰذا جس شخص نے بھی ان سے فتویٰ حاصل کیا ہو وہ رجوع کرے۔ اس کے بعد کچھ دن تک آپ نے فتویٰ نہیں دیا۔ یہاں تک کہ جب آپ کو آپ کی غلطی پر مطلع کیا گیا تو آپ نے حق کی طرف رجوع کر لیا۔

یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ میرے نزدیک سب سے بڑے فقیہ تھے۔ ابن صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ امام حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ تم فوراً ان سے سوالات شروع کر دو۔ وگرنہ اگر انہوں نے سوالات پوچھنا شروع کئے تو تمہارے لئے خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہیں ہو گا۔ امام حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ نے آتے ہی سلام کیا اور ساتھ ایک سوال بھی پیش کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ امام حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ اشکالات سن کر امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور انہوں نے دائیں بائیں دیکھنا شروع کر دیا۔

محمد بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ میں نے نمر بن خدار سے پوچھا کہ آپ

کے نزدیک محمد بن حسن اور حسن بن زیاد دونوں میں سے کون زیادہ بڑا ماہر فقیہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ حسن بڑے فقیہ ہیں کیونکہ میں نے اکثر اوقات امام محمد کو اپنے غلط جوابات کے باعث گریہ و زاری کرتے دیکھا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا آپ نے ابویوسف، محمد بن حسن اور حسن بن زیاد تینوں کی زیارت کی ہے ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ سوال بہت اچھا کرتے ہیں لیکن جواب اس کے پائے کا نہیں دے سکتے۔ محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ الٹ ہے وہ جواب اچھا دے لیتے ہیں لیکن سوال کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ عمدہ ترین سوال اور بہترین جواب پیش کرنے میں ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

ابن شجاع کہتے ہیں امام حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ پچھلے چالیس برس سے ساری رات چراغ میرے سامنے جلتا رہتا ہے۔ (رات بھر جاگتا رہتا ہوں) منقول ہے کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے امام حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ وہ ہر ہفتے میں ایک دن اس کے بیٹے مامون الرشید کو فقہ و حدیث کی تعلیم کے لئے مخصوص کر لیں۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ حسن بن مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ دونوں کا انتقال ۲۴۰ ہجری میں ہوا۔ اسی برس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی مصر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی منقبت میں درج ذیل اشعار کہے گئے ہیں ؎

لقد تجمع فی فرد الوری حسن	ماکان فی صحبة الاخیار من حسن
ولم یکن قط فی الاصحاب کلهم	ماکان من حسن فی شیخهم حسن
هل کان فیهم وان جلت مناقبهم	ماکان فیه من التحقیق واللسن
هل کان فیهم وان کانوا ذو ازکن	ماکان فی حسن من ورثه الزکن
اصحابه فی حضیض العلم قد نزلوا	وانه وحده قد حل فی الفنن

اطاع فی النقض والابرام خالقه　　وقد عصی نفسه فی السرو العلن
ماکان حاوله ذوفطنة و نهی　　من صحبه الزهر الاخر للذقن

فیومه جدل ماشانه خطل
ولیله سبحة طرادة الوثن

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے علوم کی ضیاباریاں

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مناقب اور آپ کے ایسے اصحاب کا تذکرہ جنہوں نے مختلف بلاد و امصار سے آکر آپ سے استفادہ کیا۔

حماد بن امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام حماد اور کنیت ابو اسماعیل تھی۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے جن کے اسماء ابوحیان، اسماعیل، عمر اور عثمان تھے۔ ان میں سے اسماعیل مامون الرشید کے عہد حکومت میں بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے بھائی عمر سے بھی استفادہ کیا تھا۔ سمعانی کا بیان ہے حماد رحمۃ اللہ علیہ زہد و عبادت، فقہ و کتابت حدیث ہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حماد رحمۃ اللہ علیہ کسی گواہی کے سلسلے میں قاضی شریک کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا اے حماد! آپ عفیف البطن (حرام کھانے سے بچنے والے) اور عفیف الفرج (حرام کاری سے بچنے والے) مسلمان اور نیک آدمی ہیں۔

حسن بن قحطبہ نے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک ہزار دینار بطور امانت رکھوائے۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی آپ نے اتنی بڑی رقم بطور امانت تو رکھ لی ہے لیکن اس میں کئی قسم کے خطرات پوشیدہ ہیں۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس کا بیٹا حماد جیسا پرہیزگار اور امانت دار ہو اسے کسی قسم کے تردد کی ضرورت نہیں ہے۔ جب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تو حسن بن قحطبہ حماد کے پاس آئے اور امانت کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ حماد رحمۃ اللہ علیہ نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا کہ آپ کی امانت آپ کے اپنے ہاتھ کے بندھے ہوئے کپڑے میں اسی حالت میں محفوظ ہے۔ آپ اسے لے جاسکتے ہیں۔ حسن بن قحطبہ نے کہا کہ اسے آپ اپنے پاس ہی رکھیں، حماد رحمۃ اللہ علیہ نے امانت رکھنے سے انکار کر دیا۔ حسن نے کہا آپ کے والد تو امانت رکھ لیا کرتے تھے آپ کیوں انکار کر رہے ہیں۔ حماد نے کہا میرے والد کو اپنے جانشین پر اعتماد تھا لیکن میں اپنے جانشینوں پر اعتماد نہیں کرتا۔

بشر بن ولید نقل کرتے ہیں حماد رحمتہ اللہ علیہ بدمذہبوں کے معاملے میں بہت سختی کیا کرتے تھے۔ ان کے دلائل کے توڑ اور اتمام حجت کے سلسلے میں مشہور تھے۔ آپ کے دلائل کا جواب مخالفین کے مانے ہوئے متکلمین کے پاس بھی نہیں ہوتا تھا۔ محمد بن مروان رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ حماد رحمۃ اللہ علیہ کو قاسم بن معن کے بعد کوفہ کا قاضی مقرر کیا گیا۔ پھر بغداد کا عہدہ قضاء آپ کے سپرد ہوا۔ آخر میں بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے اور اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے تاوقتیکہ آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور آپ نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا جو منظور کر لیا گیا۔

جب حماد رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے عہدہ قضاء سے الگ ہوئے تو یحییٰ بن اکثم رسم متابعت کے طور پر ساتھ ہو لئے لوگوں کو اکٹھا کیا گیا۔ لوگوں نے کہا' آپ ہمارے مال اور جانوں سے بری الذمہ ہیں۔

صمیری نقل کرتے ہیں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرانے شاگردوں میں یوسف نامی ایک صاحب بھی شامل تھے۔ تحصیل علم کے بعد یہ بصرہ تشریف لے گئے لیکن بوجوہ لوگوں کے دلوں میں گھر نہ کر سکے۔ آخر حلقہ درس ختم کیا اور گوشہ نشین ہو کے بیٹھ گئے۔ پھر جب امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ ہارون الرشید کے ہمراہ قاضی کی حیثیت سے بصرہ تشریف لائے تو آپ کی زیارت کے لئے بھی گئے۔ اس سے ان کا چرچا دوبارہ ہونے لگا' کیونکہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بنفس نفیس سوار ہو کے ان سے ملنے گئے تھے۔ لوگوں نے دوبارہ یوسف کی خدمت میں حاضر ہونا شروع کر دیا کچھ عرصہ آپ نے دوبارہ دنیا سے تعلق منقطع کر کے عبادت کے لئے خلوت اختیار کی اور اسی حالت میں انتقال ہوا۔

علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم یوسف بن خالد کی خدمت میں حاضر تھے' اچانک حاضرین اٹھ کھڑے ہوئے۔ یوسف بن خالد نے پوچھا یہ لوگ کیوں کھڑے ہوئے ہیں' جواب ملا ابوبکر ہلال بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم کے لئے۔ جب وہ تشریف لے آئے تو یوسف نے ابوبکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ ابوبکر نے کہا فرمائیے۔ یوسف نے کہا' اگر دس رطل کھجور دس رطل کھجور کے بدلے میں بیچی جائے تو

شرعا" کیسا ہے ؟ ابوبکر نے جواب دیا جائز ہے۔ یوسف نے کہا۔ آپ نے تو کہا تھا درست جواب دوں گا۔ ابوبکر نے پوچھا اس میں غلطی کون سی ہے۔ یوسف نے کہا اصولی طور پر کیا یہ کیلی بیع نہیں ہے۔ ابوبکر نے کہا جی ہاں، مجھے یہ غلط فہمی ہوئی تھی۔

یوسف نے کہا آپ کی اس شخص کی بابت کیا رائے ہے جو بلاد کفار میں اسیر ہو اور ماہ شعبان ہی میں رمضان سمجھتے ہوئے روزہ رکھ لے کیا یہ روزہ اسے کفایت کرے گا۔ ابوبکر نے کہا یہ تو نہیں کرے گا۔ البتہ اگر شوال میں رمضان سمجھتے ہوئے روزہ رکھ لے تو وہ کفایت کرے گا۔ یوسف نے کہا کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوال میں عیدالفطر کے دن روزہ رکھنے سے منع نہیں فرمایا۔ ابوبکر نے کہا مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اگر ذیقعدہ کو رمضان سمجھتے ہوئے روزہ رکھے تو کفایت کرے گا۔

یوسف نے کہا آپ اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں تمہیں مہینے کے ابتدائی حصے کے آخری دن اور آخری حصے کے پہلے دن طلاق دی۔ راوی کہتے ہیں یوسف کے سوال کے بعد مجلس برخاست ہو گئی۔ اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ کئی برس بعد میری ابوبکر بلال بن یحییٰ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آپ کے دوست (یوسف) نے تو مجھے سخت پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔ ابھی کل ہی اس کا جواب میرے ذہن میں آیا ہے۔ وہ یوں کہ مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے۔ اس کو دو حصوں میں تقسیم کریں تو پہلے حصے کا آخری دن پندرہ تاریخ ہوئی اور آخری یعنی دوسرے حصے کا پہلا دن سولہ تاریخ ہوئی۔

عافیہ بن یزید الاودی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعظم تلامذہ میں سے ایک ہیں۔ مرغینانی امام محمد بن حسن اور حسن بن زیاد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ آپ بہت ذہین و فطین قانون دان تھے۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ آپ کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ کسی مسئلہ میں غور و خوض کا آغاز ہوتا اور عافیہ موجود ہوتے تو متفقہ فیصلے کو محفوظ کر لیا جاتا اور اگر وہ موجود نہ ہوتے تو امام صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے جلدی کی ضرورت نہیں ہے' عافیہ کو آنے دیں' جب عافیہ آجاتے اور اپنی تائید ظاہر کرتے تو مسئلہ ضبط تحریر میں لایا جاتا۔

عافیہ رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے سعید بن عافیہ فرماتے ہیں میرے والد نے مجھے کچھ تحائف کے ہمراہ کوفہ کے مختلف لوگوں کے پاس بھیجا۔ جس جس کو تحفہ ملا اس نے نہایت خوشی کا اظہار کیا اور والد صاحب کی تعریف کی۔ مگر جب میں داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے دروازے پر پہنچا تو انہوں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ پھر اپنا ایک پاؤں حجرے سے باہر نکال کے (اس وقت انہوں نے سیاہ قبا زیب تن فرمائی ہوئی تھی اور ایک پاؤں نکالنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ بے فائدہ چلنے کو ناپسند کرتے تھے) کہا۔ انہیں واپس عافیہ کے پاس لے جاؤ۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اسماعیل فرماتے ہیں امام صاحب رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں بارہ اصحاب کو دیگر پر فضیلت حاصل تھی۔ امام زفر' ابویوسف' اسد بن عمرو' آپ کے صاحبزادے حماد' داؤد طائی' قاسم بن معن' ولید بن اغر' ابیض بن اغر' ابن مغیرہ' حماد بن ابی سلیمان' ابن صلاح اور عافیہ۔

عاصم بن یوسف کا بیان ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی مجلس علم اور کسی

کی نہیں تھی۔ آپ کے اصحاب میں چار کو ارشد تلامذہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ زفر' ابویوسف' عافیہ اور اسد بن عمرو۔ یہ حضرات فرمایا کرتے تھے ہماری دلیل سے واقفیت حاصل کئے بغیر ہمارے قول پر فتویٰ دینا یا ہم سے سنے بغیر ہماری کوئی بات روایت کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

حبان بن علی العنزی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ مندل بن علی العنزی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ

ان دونوں حضرات میں مندل بن علی کم عمر ہیں۔ آپ کو ہشام بن عروۃ' عاصم احول' اعمش' لیث اور حمید الطویل اور ایک بڑی جماعت سے استفادے کا شرف حاصل ہے۔ آپ خلیفہ مہدی عباسی کے عہد حکومت میں بغداد تشریف لائے تھے اور وہاں درس حدیث کا آغاز کیا۔ بعض مؤرخین کے نزدیک آپ کا اسم گرامی عمرو تھا۔ جبکہ مندل آپ کا لقب تھا اور بعد میں اسی سے مشہور ہو گئے۔

آپ کے تلامذہ میں فضل بن دکین' محمد بن الصلت' جندل بن واثق' عبداللہ بن صالح العجلی کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ آپ نے فقہ کی تعلیم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کی۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ آپ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ سمعانی نقل کرتے ہیں یہ دونوں بھائی باقاعدگی سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ حلبی کا بیان ہے حبان کے مقابلے میں مندل کو نسبتاً زیادہ شہرت ملی۔ آپ کا انتقال ۱۶۷ ہجری یا ۱۶۸ ہجری میں خلیفہ مہدی کے عہد حکومت میں ہوا۔

یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی نے علم فقہ میں آپ سے زیادہ رجحان کے باعث آپ کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا ہے' حالانکہ آپ اپنے بھائی کی نسبت حدیث میں زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ خلیفہ مہدی آپ سے ملاقات کا شائق تھا۔ جب یہ دونوں بھائی اس سے ملنے کے لئے گئے تو اس نے پوچھا' آپ میں سے مندل کون ہے؟ آپ نے بڑے

بھائی کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ حبان ہیں۔

ابوہاشم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک کنیز کھجوروں کی ٹوکری کے ہمراہ آپ کے پاس سے گزری اور آپ کا درس سننے کے لئے رک گئی۔ اس وقت علی بن علی اور دیگر محدثین آپ کے پاس تشریف فرما تھے۔ مندل نے یہ گمان کیا کہ شاید یہ کھجوریں بطور ہدیہ لائی گئی ہیں۔ آپ نے کنیز کو کھجوریں پیش کرنے کو کہا۔ اس نے پیش کر دیں' ان حضرات نے کھا لیں۔ جب کنیز نے اپنے آقا کو جا کر یہ خبر سنائی تو اس نے اسے آزاد کر دیا۔

معاذ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوفہ میں کوئی بھی شخص مندل جیسا متقی و پرہیزگار نہیں ہے۔ جب مندل کا آخری وقت آپہنچا تو آپ کے بھائی حبان آپ کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے بھائی سے کہا کیا آپ میرے قرض کا بوجھ برداشت کر سکیں گے۔ حبان نے کہا اور کیا آپ اس کا بوجھ برداشت کریں گے۔ پھر حبان نے اپنے بھائی کا درج ذیل مرثیہ کہا ؎

عجبا یا عمرو من غفلتنا　　والمنا یا مقبلات عنقا

قاصدات نحونا مسرعة　　یتخللن الینا الطرقا

فاذا اذکر فقد ان اخی　　انقلب فی لحافی ارقا

واذا اذکر فقد انی قبله　　خفت من یعنق رتقا

واخی ای اخ مثل اخی

قد جری فی کل خیر سبقا

علی بن مسہر الکوفی رحمۃ اللہ علیہ

علی بن مسہر الکوفی رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اختیار کی اور فقہ و حدیث میں آپ سے بھرپور استفادہ کیا۔ یحییٰ حمانی سے منقول ہے کہ سفیان رحمۃ اللہ علیہ اس لئے فقیہ بن گئے کیونکہ وہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ علی بن مسہر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' ایک دن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دیکھ لیا اور ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے دل میں سوچا اب امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظروں میں میری وقعت باقی نہ رہی۔ اس کے بعد میں شرماتے اور جھجکتے ہوئے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تم ایسے شخص کی صحبت سے کنارہ کش کیوں نہیں ہو جاتے جو صرف اپنی ہی تربیت کر سکتا ہے۔

سفیان بن وکیع ' علی بن مسہر کا قول نقل کرتے ہیں۔ ایک رات میں عشاء کے بعد سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آیا تو انہوں نے مجھ سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض کتب عاریتاً" مانگ لیں۔ علی بن مسہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو مجھ سے سخت ناراض تھے کیونکہ میں دن بھر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر رہا کرتا تھا شام کو سفیان ثوری مجھ سے آکر پوچھ لیتے تھے کہ شیخ (امام اعظم رضی اللہ عنہ) نے کیا مسائل بیان فرمائے ہیں۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ مجھے کہا کرتے تھے ایسے شخص کے پاس کیوں آتے جاتے ہو جو تم سے فائدہ اٹھا لیتا ہے لیکن تمہاری تربیت نہیں کرتا۔

حسن بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ جس طرح قرآن پاک کے حافظ ہوا کرتے ہیں اسی طرح فقہ کے حافظ بھی چار اشخاص ہیں۔ زفر' ابو یوسف' یعقوب' اسد بن عمرو اور علی بن

مسعر۔ ان حضرات کا کہنا تھا کہ سفیان نے ان سے کتب مستعار لے کر " جامع سفیان ثوری " تحریر کی تھی۔

قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ

نام نامی قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود الکوفی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ نے فقہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کیا۔ شریک کے بعد کوفہ کے قاضی بھی مقرر ہوئے۔ فقہ میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ لغت عرب کی معرفت میں سمندر کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی کتب میں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے بھی روایت نقل کی ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاجزادے عبداللہ فرماتے ہیں میں نے قاسم بن معن رحمتہ اللہ علیہ کے احوال دریافت کئے تو پتہ چلا محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ابن مہدی کہتے ہیں آپ کوفہ کے قاضی رہے ہیں لیکن کوئی تنخواہ نہیں لی۔ شاعری بھی فرمایا کرتے تھے اور نحو میں بھی مہارت حاصل تھی۔

علی بن صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس کا مزہ حاصل کرنا چاہے وہ ان کی صحبت اختیار کرے۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا آپ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں کیا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام بنے اچھے لگیں گے فرمایا جو شخص بھی امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے وہ ضرور نفع یاب ہوتا ہے۔

اسد بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ

ابومنذر اسد بن عمرو بن عامر بن اسلم بن مغیث بن یشکر بن رھم ابوالمنذر البجلی الکوفی رحمتہ اللہ علیہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر تلامذہ میں سے ایک ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں ابراہیم بن جریر بن عبداللہ' مطرف بن طریف' یزید بن ابی زیاد اور حجاج بن ارطاۃ شامل ہیں۔ جبکہ احمد بن حنبل' محمد بن بکار' احمد بن منیع' حسن بن محمد زعفرانی آپ کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہیں۔ واسط اور بغداد کے قاضی رہے ہیں۔ ہارون الرشید کے ہمراہ آپ کو حج کرنے کا بھی اتفاق ہوا۔ جب بینائی کمزور ہو گئی تو منصب قضاء سے علیحدگی اختیار کی۔

حلبی کے بقول یحییٰ بن معن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو صدوق اور ثقہ قرار دیا ہے۔ ابوداؤد کا قول ہے آپ اصحاب رائے میں سے تھے۔ لیکن فی نفسہ آپ میں کوئی خامی نہ تھی۔ ابوہشام رفاعی کا بیان ہے۔ اگر آپ اسد بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کر لیں تو آپ اندازہ کر لیں گے کہ وہ ایک فقیہ' دین دار اور صاحب بصیرت بزرگ ہیں۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر ان میں ایک خصلت نہ ہوتی تو ہم کبھی بھی ان سے روگردانی نہ کرتے اور وہ آپ کا عہدہ قضاء پر فائز ہونا ہے۔ یحییٰ ہی کا قول ہے وہ میرے نزدیک نوح بن دراج سے زیادہ ثقہ ہیں اور آپ سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بقول آپ صالح الحدیث اور امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے۔

حماد بن آدم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس مرض کے باعث آپ کی وفات ہوئی میرے والد بھی اسی مرض کا شکار ہو کر وفات فرما گئے تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح و شام آپ سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

نصر بن یحییٰ کہتے ہیں میں نے دیگر مشائخ سے جتنی بھی احادیث سن رکھی تھیں سب آپ کو سنائیں تو آپ نے مجھے ناسخ و منسوخ احادیث الگ الگ کر کے بتائیں۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے شاگردوں کو جب درس حدیث دیا کرتے تھے تو صرف آپ ہی ان کی تخریج فرماتے تھے۔ جس پر امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو تحسین آمیز کلمات سے نوازتے۔ آپ کا انتقال ۱۸۸ ہجری یا ۱۸۹ ہجری میں ہوا۔

اب ہم امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان دیگر تلامذہ کا ذکر کریں گے جنہوں نے مشرق و مغرب سے آکر علم حدیث و فقہ میں آپ سے استفادہ کیا اور ان میں ہر ایک کا ذکر اس کے شہر کے حوالے سے الگ الگ شہر کے تحت ہوگا۔ پہلے ہم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا ذکر کریں گے۔

جن حضرات کا ہم ذکر کرنے جا رہے ہیں ان میں ہر ایک کا علم و فضل' حدیث و تفسیر' ادب و نحو میں مہارت سب پر عیاں ہے۔ زہد و تقویٰ اور دین داری کے اعتبار سے کسی دوسرے امام کے اصحاب اس مرتبہ تک نہیں پہنچے۔ ان میں سے ہر ایک بذات خود امام اور پیشوا کی حیثیت رکھتا ہے۔ جن حضرات کو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت حدیث کا شرف حاصل ہے ان کی تعداد اہل کوفہ میں سے حکم' ابن عیینہ ا' ابن ابی لیلیٰ' ابن شبرمہ' سفیان ثوری' شریک' حسن بن صالح۔ اہل مدینہ میں سے یحییٰ بن سعید ربیعہ بن عبد الرحمٰن' مالک بن انس' ہشام بن عروہ۔

اہل مصر میں سے ابن لہیعہ' لیث بن سعد۔ اہل جزیرہ کے عبد اللہ بن عمر الوانی۔ اہل بصرہ میں سے' ایوب سختیانی' ابن عون' سلیمان تیمی' ہشام دستوائی' سعید بن ابی عروبہ۔ واسط کے رہنے والے' ھشیم اور خالد بن عبد اللہ۔ یمن' خراسان اور ماوراء النہر کے معمر کے شاگردوں سے زیادہ ہے۔

ان تمام جلیل القدر ائمہ میں سے کسی ایک کے اصحاب بھی فقہ میں معرفت میں اس مقام تک نہ پہنچ پائے جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب کا خاصہ ہے۔ مشکل

احادیث کی وضاحت ان سے مسائل کے استخراج کے سلسلے میں کسی ایک سے مخلوق خدا کو اتنا فائدہ حاصل نہ ہوا جتنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا گیا۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہما جیسی نادر روزگار شخصیات آپ کے تلامذہ کی حلقہ بگوش ہوئی اور اس نسبت پر فخر کرتی نظر آتی ہیں۔

اہل مکہ مکرمہ

اہل مکہ میں جن حضرات نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اخذ و رائے کا شرف حاصل کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ عمر بن دینار، عبدالعزیز بن ابی رواد جو امام صاحب رضی اللہ عنہ سے احادیث کی بات استفسار کیا کرتے تھے۔ عبدالمجید بن عبدالعزیز، سفیان بن عیینہ کوفی مکی، عبداللہ بن رجاء، عبداللہ بن ولید ہذلی، سعید بن سالم، سلیمان بن نافع الخشاب المکی و فضیل بن عیاض بن عمر ابراہیم بن عکرمہ ثم کوفی، عبداللہ بن یزید المقرئی المکی انہوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نو سو احادیث روایت کی ہیں۔ یحییٰ بن سلیمان، خلاد بن یحییٰ بن صفوان، یسع بن طلحہ، حنظلہ بن سفیان، داؤد بن عبدالرحمان، حمزہ بن حارث بن عمرو، خالد بن یزید العمری، ابوسعید طائفی مکی، عمر بن قیس مکی، عبداللہ بن میمون، یحییٰ بن ابی عمرو رحمتہ اللہ علیہم۔

اہل مدینہ منورہ

جعفر بن محمد الصادق، جو آپ سے استفسارات اور مباحثہ کیا کرتے تھے۔ ربیعہ بن ابی عبدالرحمان جو آپ سے مناظرے کرتے تھے۔ مالک بن انس، مغازی کے مصنف محمد بن اسحاق بن یسار (صاحب المغازی) عبیداللہ بن عمر العمری، عبدالعزیز بن ابی حازم، عبدالعزیز بن محمد، دونوں حضرات امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول سر آنکھوں پر رکھتے تھے۔ محمد بن اسماعیل بن ابوفدیک، ابراہیم بن سعد، حسن بن علی الہاشمی، محمد بن زید، علی

بن حسین، محمد بن علی بن حسین بن علی، محمد بن عبدالعزیز بن ابوسلمہ الماجشون جو مدینہ منورہ کے اکابر ائمہ میں ایک تھے۔ اسماعیل یحییٰ بن عبداللہ القرشی، محمد بن عبدالرحمان المخزومی، محمد بن عمرو الواقدی، عبدالملک بن عبدالعزیز بن ابی سلمہ رحمتہ اللہ علیہم۔

اہل کوفہ

کوفہ کی سب سے عظیم المرتبت ہستی سفیان بن سعید بن مسرق نوری جنہوں نے اعلانیہ و خفیہ دونوں طرح آپ سے استفادہ کیا۔ جس کا ذکر ہم پچھلے صفحات میں کر آئے ہیں۔ ابوحاشم مغیرۃ بن مقسم الضبی امام اعمش کے شاگرد عمار بن زریق، امام کے استاد حماد بن ابی سلیمان الاشعری جن کا کہنا ہے کہ بعض اوقات میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق فتویٰ دے دیتا ہوں۔ بلال بن مرداس انفراری، قاضی کوفہ محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت کے باوجود آپ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

ابومعاویہ کہا کرتے تھے ہمارے مشائخ فتویٰ دے کے خوفزدہ رہتے تھے کہ کہیں غلط جواب سرزد نہ ہو گیا ہو۔ لیکن امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کو فتویٰ کی اطلاع ملتی تو مسرور ہوتے۔ ان سے پوچھا گیا آپ کے مشائخ میں کون کون سے حضرات شامل ہیں تو فرمایا، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ الضبی، رقیہ بن مصدقہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

فخر کوفہ مسعر بن کدام، اسماعیل بن خالد تابعی قاضی کوفہ شریک بن عبداللہ جو امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت کے باوجود آپ کا فتویٰ قبول کر لیتے تھے۔ محمد بن ابوعبداللہ بن ابوسلیمان الفرامی جو کوفہ کے اکابر ائمہ میں سے ایک تھے۔ عبدالرحمن القشیری، نافع بن ابی نعیم المقری، حاتم بن حاتم بن اسماعیل کوفی مدنی، ابواسحاق سلیمان

بن فیروز، ان کے صاحبزادے اسحاق، امام اہل کوفہ ابوعبدالرحمٰن عمرو بن ذرمن کا شمار کوفہ کے جلیل القدر زاہدین و عمائدین میں ہوتا تھا۔ یہ بھی امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ اور آپ کو اپنی مجلس وعظ میں مدعو کیا کرتے تھے۔

عمرو بن محمد کوفی، ابوعثمان المزنی زکریا بن ابی زائدۃ، عبدالملک بن ابوسلیمان، لیث بن ابی سلیم، مطرف بن طریف ان کے صاحبزادے یحییٰ بن زکریا۔

کوفہ سے تعلق رکھنے والے ان جلیل القدر ائمہ محدثین نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں اور آپ کے مناقب بھی بیان کئے ہیں۔

اسماعیل بن عبدالملک بن بابی الصعیر استاذ ثوری، خلاد بن یزید، بسام بن عبداللہ الصیرفی، اسد بن منصور بن معتمر، ابراہیم بن الزبرقان، عاصم بن ابی النجود، حمزۃ بن حبیب المقری الزیات، سلیم بن عیسیٰ المقری ان کے بھائی حفص بن عیسیٰ، الحسن بن ابی عمارۃ، یٰسین بن معاذ الزیات، یعقوب بن ابی منسد، خال ابن عیینہ یوسف بن میمون، ابوخزیمہ الصباغ، ابوبردۃ تمیمی، مساور بن وردان، الحسن بن صالح بن حیٔ ہمدانی، ہشیم بن عدی الطائی الکوفی، ابوبکر بن عبیداللہ نہشلی، حفص بن حمزۃ القرشی، سنان بن ہارون، ابان بن ثعلبہ القیسی ابان بن عثمان بجلی الحمدی، یحییٰ بن یعقوب، ابوطالب القاضی خال ابی یوسف، محمد بن صبیح، سماک العابد بجلی، موسیٰ بن یزید الکندی، اسماعیل بن حماد بن ابی سلیمان، عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن ابجر، فرات بن تمام الاسدی، محمد بن خطاب السدوسی، محمد بن طلحہ بن منصرف ان کے بھائی عبدالرحمٰن ہمدانی، ایوب بن نعمان الانصاری ابن عم ابی یوسف، نعیم بن یحییٰ، عبیداللہ بن الولید الرصافی، محمد بن عمارۃ، قعقاع بن شبرمہ الضبی، ایوب بن عبداللہ قصاب، توبہ بن خلیل الخیاط، مفضل الکوفی، عمرو بن سلیمان العطار، حجر بن عبدالجبار بن وائل بن حجر حضرمی، سعید ابن سوید، زکریا بن عتیق، حبان بن سوید بن حکیم صیرفی، حباب بن قسطاس، جعفر بن زیاد الاحمر رحمتہ اللہ علیہم۔

اہل یمامہ

محمد بن جعفر الجعفی ' ایوب بن جعفر الجعفی ' حمزہ بن حنیفہ رحمتہ اللہ علیہم۔

اہل بحرین

عیسیٰ بن موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ۔

اہل بغداد

اہل بغداد میں سرفہرست خلیفہ ابو جعفر منصور ہے جس نے اپنے استاد کو شہید کروایا۔ مستعمل بن ملحان ہیں جو حاتم بن علی طائی نزیل بغداد کی اولاد میں سے ہیں۔ حماد بن ولید ' عیسیٰ ابن سعید امری ' عبیداللہ بن مغیرہ ' محمد بن سابق ' ابراہیم بغدادی ' عبداللہ بن سلیمان ' طلحہ بن ایاس ' آپ کا کاتب علی بن جعفر بن عبید جوہری ' سفیان بن زیاد ' حسین بن مالک کے والد ابومالک ' مہاجر بغدادی ' ابواسرائیل بغدادی رحمتہ اللہ علیہم۔

اہل اھواز

ابوہاشم محمد بن زبرقان ' زبرقان اھوازی ' فارس کے قاضی سعید بن ہمام کوفی ' عبداللہ بن بزیع ' بحیر بن سعد الفارسی ' سلیمان بن یزید ' عصمہ بن جراح الفارسی رحمتہ اللہ علیہم۔

اہل کرمان

حسان بن ابراہیم ' عطاء بن جبلہ کرمانی ' یحییٰ بن بکیر رحمتہ اللہ علیہم۔

اہل اصبہان

قاضی اصبہان ابواھان نعمان بن عبدالسلام ' عصام اصبہانی رحمتہ اللہ علیہما۔

اہل حلوان

ولید حلوانی رحمتہ اللہ علیہ۔

اہل استر آباد

عمار بن نوح رحمتہ اللہ علیہ۔

اہل ہمدان

اصرم بن حوشب، قاضی ہمدان قاسم بن حکم رحمتہ اللہ علیہما۔

اہل نہاوند

عبدالعزیز نہاوندی رحمتہ اللہ علیہ۔

اہل رے

عیسیٰ بن ہامان رازی، عطاء بن حصین رازی، بہران بن ابی عمیر، علی بن مجاہد رازی، عیسیٰ بن خالد اصم، ابومعاذ رازی، ازرق حنظلی، ابوزہیر، عبدالرحمٰن بن الدوسی، اسحاق بن سلیمان رازی، ابراہیم بن مختار رازی، حطام بن سلیم رازی، اسحاق بن سلیمان رازی، یحییٰ بن الرازی، عثمان بن زائدہ رازی، حارث بن مسلم، صباح بن محارب، ہارون بن مغیرہ رازی، اشعث بن اسحاق رازی، قاضی خوارزم ابواسماعیل خوارزمی رحمتہ اللہ علیہم۔

اہل قومس و دامغان

امام قومس بکیر بن مصروف، قاضی دامغان محمد بن بکیر رحمتہ اللہ علیہما۔

اہل طبرستان

قاضی آمل حکیم بن زبید رحمتہ اللہ علیہ۔

اہل جرجان

اہل جرجان کے امام عبدالکریم بن محمد جرجانی' امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ آپ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آپ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں شریک ہوتے تو جملہ اہل مجلس آپ کی تشریف آوری سے بہرہ مند ہوتے۔ خراسان سے آنے والوں میں آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا فقیہ نہیں ہوا۔

خالد بن صبیح' عمر ابن عبداللہ جرجانی' ابوطیبہ جرجانی' ان کے صاحبزادے احمد جرجانی' عیینہ بن ازھم' رزین جرجانی' بکیر بن حفص جرجانی' سعد بن سعید' عثمان بن سفیان' ابوخطاب جرجانی رحمتہ اللہ علیہم۔

اہل نیشاپور

سفیان قیراط اور بشر بن ازھر رحمتہ اللہ علیہما۔

اہل سرخس

اہل سرخس کے امام خارجہ بن مصعب آپ نے ایک لاکھ درہم طلب علم کے لئے خرچ کئے اور ایک لاکھ ہی لوگوں میں صدقہ و خیرات کئے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مختلف امور میں آپ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ سرخس کے قاضی عمارۃ بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہیں۔

اہل نساء

مرو کے قاضی ابوسفیان نسائی' فضالہ نسائی' عامر بن فرات' محمد بن یزید یہ کہتے

ہیں ایک مرتبہ میرا ان سے اختلاف ہو گیا۔ ایک مرتبہ مجھ سے کہنے لگے تم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب پڑھتے ہو' میں نے کہا میں تو علم حدیث کا شائق ہوں اور میں تو کبھی بھی ان کی کتابیں نہیں پڑھوں گا۔ آپ نے فرمایا میں نے بھی ۷۰ برس حدیث و آثار کا علم حاصل کیا ہے لیکن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب سے استفادہ کئے بغیر صحیح طریقہ سے استنجاء کا طریقہ بھی نہیں سیکھ سکا۔

اہل مرو

فخر خراسان امام شہیر ابراہیم الصائغ' آپ کے صاحبزادے اسماعیل الصائغ' امام اہل مرو حسن بن واقد' نصر بن محمد جن کی حکایت ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں۔ ایک مرتبہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت (صلحاء) کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا' نصر بن محمد تنہا بھی پوری جماعت پر بھاری ہیں۔ آپ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف تلمذ کے حصول پر فخر کیا کرتے تھے اور انہیں پرہیزگار' امام اور فقیہ کے القابات سے یاد کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ فضل بن عطیہ ہیں' ان کے صاحبزادے محمد بن فضل ہیں' ابو غانم یونس ہیں جن کا شمار مرو کے جلیل القدر ائمہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے عمر بن عبدالعزیز اور وہب بن منبہ سے استفادہ کیا ہے۔

ان کے علاوہ ابو عصمہ نوح بن ابو مریم ہیں جو خراسان کے قاضی القضاۃ تھے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ہی کے لئے کتاب "شروط القضاء" تحریر فرمائی تھی۔ ابو حمزہ' محمد بن میمون الیشکری' توبہ بن سعد جن کا ذکر پہلے ہو چکا۔ فضل بن موسیٰ شیبانی' شیبان مرو کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ نصر بن باب' محمد بن شجاع المروزی' سہل بن مزاحم جنہوں نے خراسان میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی ترویج میں نمایاں خدمات سرانجام دیں' مامون الرشید آپ کو مرو کا قاضی مقرر کرنا چاہتا تھا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ آپ کا بھائی محمد بن مزاحم' یحییٰ بن نصر بن حاجب القرشی' یہ بات پہلے بھی ہو چکی ہے کہ آپ کے والد امام

صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریبی دوستوں میں تھے۔

نعیم بن عمرو، حکم بن میسرۃ، نضر بن شمیل نحوی، حسین بن رشید المروزی، فیروز بن کعب، عبیداللہ بن عبدالرحمٰن، ابوحارث بن ابراہیم بن مغیرہ، فضل بن سوید، امام اہل مرو خالد بن سوید آپ اپنے وقت کے انتہائی عبادت گزار بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں، مامون الرشید کے ساتھ آپ کا قصہ پہلے ہی ذکر کیا جاچکا ہے۔ نضر بن شمیل، بشر بن یحییٰ فرماتے ہیں میں نے ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں آپ کی زیارت کی تھی۔ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو آپ نضر بن شمیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے اے ابوھثیم! آپ اس کا جواب عنایت کریں۔

منصور بن عبدالحمید، ابومجاہد العابد، عبدالعزیز، ابورزمہ، اکثم بن اکثم عیسیٰ بن عثمان، محمد بن مختار، امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوسی ابومتوکل، ابوحسان الزیادی، عمرو بن داؤد، ابو حفص الکندی، ابویسر مولی ابوجعفر، ابوعبداللہ القرشی، ازہر بن کیسان رحمتہ اللہ علیہم۔

اہل بخارا

شریک بن عبداللہ نخعی، امام اہل بخارا محمد بن قاسم آپ چالیس برس تک امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر رہے ہیں۔ محمد بن فضل بن عطیہ نزیل بخاری آپ کی وفات بخارا میں ہوئی۔ آپ امام ابو حفص الکبیر کے استاد ہیں۔ محمد بن سلام جو امام بخاری اور عیسیٰ غنجار وغیرہ کے استاد ہیں۔ آپ نے ماوراء النہر میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی ترویج کی۔ ابوخزیمہ، حازم بن عبداللہ السدوسی، انس بن مالک کے شاگرد جنید بن حبان، حسن بصری، ابن سیرین، اسحاق بن مجاہد حنظلی امام ابویوسف اکثر اوقات آپ سے استفادہ کیا کرتے تھے اور آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ حازم بن اسحاق بن مجاہد آپ نے امام صاحب رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے لیکن ان سے کوئی چیز روایت نہیں کی۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد امام ابویوسف

اور امام محمد کے حلقہ بگوش ہوئے۔ انس بن عمرو' ماوراء النہر کے قاضی مجاہد بن عمرو ہیں۔ نہایت عادلانہ فیصلے صادر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو اس وجہ سے قید و بند کی اذیتوں سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ امام ابویوسف آپ کو جملہ اصحاب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔

اسباط بن نسفی اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں خلیفہ مہدی کے عہد حکومت میں اس کا نمائندہ مجاہد کے پاس آیا اور کوئی چیز دریافت کی۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تو انہوں نے مجاہد پر جھوٹا الزام لگا دیا۔ مجاہد نے اس پر حد جاری کرتے ہوئے اسے ۸۰ کوڑے لگوائے۔ آپ کے اصحاب خوفزدہ ہو گئے کہ نمائندہ یہ معاملہ ضرور خلیفہ کے سامنے اٹھائے گا۔ آخرکار بات مہدی تک پہنچ گئی تو وہ بہت خوش ہوا اور آپ کو بطور انعام کچھ مال اور خلعت بھجوائی۔ آپ وہ مال لے کے مسجد کے دروازے پر آئے اور دراہم وغیرہ فقراء میں تقسیم کر دیئے۔ پھر خلعت بیچ کر اس کی قیمت مساکین اور قیدیوں میں بانٹ دی۔

ابوعبداللہ اسحاق بن بشر البخاری آپ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علم حدیث و فقہ میں استفادہ کیا۔ مقاتل نقل کرتے ہیں آپ مامون الرشید کے عہد حکومت میں بغداد تشریف لائے تھے۔ آپ نے ایسے مسائل کے جوابات بھی پیش کئے جن کا حل پیش کرنے سے علماء زمانہ عاجز تھے۔ مامون نے آپ کو ایک ہزار درہم اور کچھ مویشی اور خلعتیں بطور نذر پیش کیں۔ عثمان بن حمید المعروف بابی حنیفہ' رحمتہ اللہ علیہم۔

مثلاً امام ابو حفص الکبیر ہیں۔ آپ نے امام ابویوسف' امام محمد وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔ یہاں تک آپ نے امام محمد کی کتب نقل کی ہیں۔ مثلاً افلح بن محمد سلمی' ان کے بھائی سری' عیسیٰ بن موسیٰ' عنجار' حسن بن عثمان' محمد بن سلام بیکندی' کعب بن سعد العامری' بدیل بن سہیل' احمد بن جنید حنظلی' مسیب بن اسحاق' حسن بن صالح' سعید بن ایوب' یحییٰ بن معین' محمد بن جعفر' سعد بن حفص' عبدالرحمان بن ہشام' نصر بن حسین' محمد بن قتیبہ' شداد بن سعد' سہل بن عاصم' محمد بن مہلب' حفص بن داؤد' معروف بن

منصور، اسحاق بن حمزہ، اسحاق بن نصر، مہلب بن عاصم المصری، ولید بن اسماعیل، ان کے علاوہ اہل بخارا کی ایک بڑی جماعت ہے جس نے فقہ و حدیث میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں سے استفادہ کیا ہے۔

اہل سمرقند

اہل سمرقند میں ابومقاتل حفص بن سہیل الفزاری سمرقندی شامل ہیں۔ آپ کو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مشائخ مثلاً ایوب سختیانی اور ہشام بن حبان وغیرہ سے بھی شرف نسبت حاصل ہے۔ ان کے علاوہ انہوں نے عمرو بن عبید، سعید بن ابی عروبہ اور مسعر بن کدام سے بھی روایت کی ہے۔ حدیث و فقہ میں فخر سمرقند نصر بن عبدالملک العتکی، شریک بن ابی مقاتل، معروف بن حسان، قاضی سمرقند اسحاق بن ابراہیم حنظلی اور یونس بن صبیح سمرقندی کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

اہل کیش

راہب بن مکش کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کے بارے میں منقول ہے آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جملہ اصحاب پر فضیلت دیتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات کے ساتھ آپ کو والہانہ لگاؤ اور عقیدت تھی۔

اہل صغانیان

ابوسعید محمد بن منتشر شامل ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو اپنے حلقہ درس میں صف اول میں بٹھایا کرتے تھے اور انہی سے سوال و جواب کا آغاز کیا کرتے تھے۔

اہل ترمذ

عبدالعزیز بن خالد' قاضی ترمذ و صغانیان زیاد ترمذی ہم ان کا ذکر پہلے بھی نقل کر چکے ہیں اور اسرائیل بن زیاد ترمذی رحمتہ اللہ علیہما۔

اہل بلخ

مقاتل بن حیان' متوکل بن عمرو آپ کا شمار بلخ کی جلیل القدر شخصیات میں ہوتا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود آپ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ متوکل بن شداد' ابومحمد حسن بن محمد للیثی' عمر بن ہارون' سالم بن سالم بلخی' ابومطیع حکم بن عبداللہ بلخی جو علم' عبادت اور زہد میں اہل بلخ کے سردار ہیں۔ فخر اہل بلخ ابومعاذ خالد بن سلیمان بلخی' حسن بن سلیمان بلخی آپ کا شمار بھی بلخ کی بزرگ شخصیات میں ہوتا ہے۔ خلف بن ایوب کہا کرتے تھے ہم نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت استفادہ کیا ہے اور کتب کی تصحیح بھی کروائی ہے۔ عمرو بن دیباج' عصام بن یوسف' مکی بن ابراہیم' بلاشبہ اہل بلخ جن کی ذات پر فخر کر سکتے ہیں۔ آپ تاجر پیشہ تھے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نصیحت کرنے سے تجارت ترک کر کے حصول علم میں مشغول ہوئے اور اپنے وقت کے جلیل القدر محدثین میں شمار ہوئے۔ آپ بارہ برس تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ ابراہیم بن ادھم معروف شخصیت ہیں۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور آپ سے احادیث بھی روایت کیں۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا بہت خیال رکھتے تھے۔

ان کے علاوہ اہل بلخ کے لئے باعث افتخار امام زاہد فقیہ مجتہد شفیق بن ابراہیم ہیں بلکہ آپ کی ذات تمام اہل دنیا کے لئے باعث فخر تھی۔ آپ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وابستہ دامن رہے۔ پھر امام زفر کی صحبت اختیار کی۔ مقاتل بن فضل جو بلخ میں علم حدیث و فقہ کے جلیل القدر ائمہ میں سے ایک ہیں۔ ان کے علاوہ علی بن محمد' علی بن یونس بلخی' سعدان بن سعد بلخی' عبد بن حیان کہتے ہیں تمام شہروں کے لوگ امام اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ دیگر مشائخ سے بھی استفادہ کیا کرتے تھے لیکن اہل بلخ صرف امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن سے وابستہ رہتے تھے اور کسی دوسرے کے ہاں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ بلخ کو "دارالفقہ" بھی کہا جاتا ہے۔

اہل ہرات

امام اہل ہرات ھیاج بن بسطام' کنانہ بن جبلہ' ابورجاء عبداللہ بن واقد یہ خود فرماتے ہیں حسن بن عمارۃ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آخری غسل دیا تھا۔ اور میں پانی بہانے کی خدمت پر مامور تھا۔ ان کے علاوہ معمر بن حسین ہروی' مالک بن سلیمان الہروی رحمتہ اللہ علیہم۔

اہل قہستان

عفین الجراح القہستانی رحمتہ اللہ علیہ۔

اہل سجستان

عبداللہ سجزی' ایاس بن عبداللہ بن فضل سجزی رحمتہ اللہ علیہما۔

اہل الرم

قاضی رم ابو معروف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ۔

اہل خوارزم

ابوعلی خوارزمی' مغیرۃ بن موسیٰ صبری ساکن خوارزم' ابراہیم بن عبدالرحمٰن خوارزمی' اسید خوارزمی' ان کے صاحبزادے داؤد' قاضی خوارزم ابوعلی خوارزمی' عبید اللہ خوارزمی' عبداللہ بن یوسف خوارزمی' ابواللیث خوارزمی انہوں نے امام محمد بن حسن شیبانی سے بھی راویت کی ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وہ اصحاب جو مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے

محمد بن یزید انصاری، سالم بن محمد باہلی، ابوخزیمہ اسدی، اسماعیل بن ابی زیاد، عمرو بن شعیب، ابوالحسن الباہلی، اسحاق بن ابی الجعد، عیسیٰ بن ایوب، عمرو بن عیسیٰ، حسن بن یوسف بن سلیمان، ابو عمرو الدوری، یحییٰ بن نوح، ہمام بن مسلم، ابوالحارث، حسن بن شراحیل، لیث بن نصر، یوسف بن زاین، سلمہ بن سنان، عاصم بن مرزوق، اسماعیل، محمد بن سعید، اسحاق بن ابراہیم، یحییٰ بن طہمان، محمد بن زیادہ، محمود علی بن سلیمان، حامد بن اسحاق العابد، منصور الحکم، ابوخزیمہ العابد، عبدالوہاب بن ابراہیم الخراسانی، یحییٰ بن خالد، اسماعیل بن یحییٰ، محاربی بن بجلی، ابوعمرو الزبیری بن مغیرۃ بن عبداللہ، سعید بن یحییٰ، حسن بن مسیب، ابو حفص، ابواسحاق، الازہری الاشعری، ابوبکر بن ابی عون، حکم بن ہشام، ابو بحرا لمعصمی، ابوالولید، علی بن علی الحمیری، اسحاق بن دینار، حجر بن زید، محمد بن عباد، ابواہرابیم الکشی، شعیب بن عبدالعزیز اور حفص بن عبدالرحمان کی زوجہ صفیہ رحمتہ اللہ علیہم۔

یہ ایک سو تیس حضرات ہیں جو مسلمانوں کے جلیل القدر پیشوا شمار کئے جاتے ہیں۔ جنہوں نے مشرق و مغرب سے آ کے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کیا اور انہی حضرات کی سعی و اجتہاد کی برکت سے ہم علوم سے بہرہ مند ہو پائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جانب اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

"روح شاں در صدر جنت شاد باد!"

شیوخ سراج الخلق نعمان کلھم مصابیح فی افق الھدی و رواتہ

وما حسن الاسلام جمعا مبجلا الی مفخر الاوھم لسراتہ

ومن یرقصر اللشریعۃ عامرا فھم بروایاتٍ الثقاۃ بناتہ

وما الشرع الا کالحمی حولہ الوری وھم باسانید الھد اۃ حماتہ

اذا الشرع نخل باسق ذوجنی وھم بجناتہ کل جنیی جناتہ

سقوا روض علم الفقہ باجتھادھم فطمت خیاشیم الوری نفحاتہ

نبات سراج الخلق عن علم فقھہ لما ان طود العلم قام تناتہ

ھوالحیی اذا حیی شریعۃ ربہ فدامت لہ بعد الممات حیاتہ

وکم من قوی عدہ الناس میتاً
رفاتاً ولا یقضی بعد مماتہ



خاتمہ الکتاب و خاتمہ الطبع

ہم اپنی کوششوں سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال و مقامات اتنے ہی تلاش کر سکیں ہیں جنہیں ہم نے نہایت اختصار و تحقیق سے قلم بند کیا ہے۔ ہم نے مشرق و مغرب کے اکثر اہل علم و فضل کی تالیفات سے استفادہ کیا ہے۔ خصوصاً ہمارے سامنے امام ابی الموید الموفق ابن احمد المکی کی کتاب " المناقب امام اعظم " رہی ہے اور ہم نے اس سے بڑی روایات لی ہیں۔ ہم نے اس کتاب کے آخر میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس جلیل القدر شاگردوں کے حالات اور اذکار کا اضافہ کیا ہے۔ الحمدللہ اب یہ بے مثال کتاب مکمل ہو کر آپ کے سامنے آ رہی ہے۔

امام موفق رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب " مناقب امام اعظم " کے حواشی پر مکمل عربی میں چھپی تھی جنہیں ہم نے پہلی بار خطی نسخوں سے تیار کیا۔ ہم نے اس پر مسلسل اسانید اور راویان روایات کو دانستہ نظرانداز کر دیا ہے۔ الحمدللہ ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے لطف و کرم سے ایک بہت بڑا کام سرانجام دینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

عربی میں یہ کتاب دائرۃ المعارف نظامیہ (حیدر آباد' دکن' انڈیا) (اب اس کو مکتبہ نبویہ' گنج بخش روڈ لاہور نے اردو ترجمہ میں شائع کیا ہے) اس نایاب اور نادر کتاب کی اشاعت کا اہتمام مظفرالملک فتح جنگ نظامتہ الدولہ و نظام الملک آصف جاہ میر محبوب علی خان بہادر نے کیا ہے اور علمائے کرام کا ایک بورڈ بنا کر اسے تیار کیا ہے۔ دائرۃ المعارف نظامیہ کے علمائے کرام نے اسے نہایت تیزی سے طباعت کے لئے تیار کیا ہے خصوصاً علماء کرام کے بورڈ کے رئیس الحاج مولانا محمد انوار اللہ خان بہادر (بانی مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ) نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کتاب کی تصحیح میں اسفارالعلام ملا محمد عبدالقیوم اور مولانا محمد حیدر اللہ خان درانی مدیر مطبع حسن بن احمد نعمانی' سید ابوالحسن امروہی' قاضی

ابوالمظفر، عبدالملک، محمد شریف الدین حنفی حیدر آباد نے شب و روز ایک کر کے اس کتاب کی تکمیل کی۔ عربی کتاب کا پہلا ایڈیشن ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ حیدر آباد دکن میں چھپ کر سامنے آیا۔

نوٹ ناشر

حضرت علامہ کردری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بے مثال کتاب آج سے ایک سو سال پہلے (۱۳۲۱ھ) عربی میں چھپی۔ اس کے علمی اور تحقیقی مقام کو سامنے رکھتے ہوئے مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور نے (جو اس سے پہلے "مناقب امام اعظم" امام موفق المکی کا اردو ترجمہ شائع کر چکا ہے) "مقامات امام اعظم" کے نام سے پہلی بار اردو لباس میں لانے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ ترجمہ ہمارے دو فاضل بزرگوں نے تیار کیا۔ جلد اول کا ترجمہ حضرت العلام جناب مولانا محمد فیض احمد اویسی بہاولپوری اور جلد دوم کا علامہ محی الدین احمد نے کیا' جسے بعد میں پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے نے آسان اردو میں ترتیب دے کر قارئین کی خدمت میں ۲۰۰۰ء میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

یہ کتاب یقیناً اہل علم و فضل کو پسند آئے گی۔ خصوصاً امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام اسے اپنی ذاتی لائبریری میں محفوظ رکھیں گے۔ ہم ان حضرات کے دلی طور پر ممنون ہیں جنہوں نے اس کتاب کا ترجمہ کیا' نظرثانی کی' ترتیب و تہذیب میں حصہ لیا۔ صحت لفظی میں امداد کی اور یہ خوبصورت علمی مرقع تیار کر کے آپ کے سامنے لے آیا۔



تفسیرِ نبوی

مولفہ

فاضلِ اجل عارفِ کامل حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

علامہ پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

خانوادۂ چشتیہ بہشتیہ کا ایک نادر تذکرہ

تحفۃ الابرار

۱۳۲۳ھ

○

تالیف لطیف

عالی جناب مرزا آفتاب بیگ محمدؐ نواب مرزا بیگ چشتی نظامی دہلوی

○

ترتیب و مقدمہ

پیرزادہ علامہ اقبال احمد صاحب فاروقی ایم۔اے

○

مکتبۂ نبویہ ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

مناقب امامِ اعظم رضی اللہ عنہ

مصنّفہ

صدر الائمہ امام موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۸ھ)

ترجمہ

حضرت مولانا محمّد فیض احمد اویسی بہاولپوری صاحب

ترتیب و تہذیب

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب ایم اے

مکتبہ نبویّہ ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور